یا اللہ جل جلالہ　　　　یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلَّم

علمِ تصوف وطریقت پر مشتمل کتاب مستطاب

مفتاح السلوک

گنجینۂ ادبیات، آداب المریدین گواہرات

جلد پنجم

از رشحات فیض قلم
قدوۃ العارفین العالم النبیل فقید المثیل الشیخ الاستاذ المفتی
سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: مفتاح السلوک

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۱۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

طباعت ثانی:

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فصل در بیانِ عقیدۂ توحید

عقیدۂ توحید کے بیان میں

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔

علامہ جرجانی اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

واجب الوجود هو الذی یکون وجودہٗ من ذاته ولا یحتاج الیٰ شئی واصلاً۔

یعنی وہ (اللہ تعالیٰ) بذاتِ خود موجود ہے کسی چیز کا بالکل محتاج نہیں۔ وہ ازلی ہے اور ابدی ہے، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔ اس کی تمام صفات قدیم ہیں کہ صفاتِ ثبوتیہ ہیں مثلاً وہ حیَ، قدیر، علیم، سمیع البصیر، متکلم ذو ارادہ ہے۔ اور اس کی صفات سلبیہ ہیں: قدوس، جبار، قہار، غالب، عزیز، باقی بلا فناء ظالم نہیں۔ اونگھ اور نیند سے پاک ہے۔ یعنی ممکنات کی صفات سے پاک ہے۔ اور اس کی صفات افعال ہیں، رب، رزاق، محی، ممیت، خالق ہے۔ زمان و مکان قرب و بعد سے پاک ہے۔ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کائنات کا ایک ذرہ بھی اس کے ارادہ کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ ممکنات کی تمام اشیاء اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تمام محامد اس کے لئے ہیں، وہ مستحق عبادت ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تقدیر سے مقدر ہے۔ اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتا اور نہ اس پر کسی کا حق لازم ہے۔ وہ بے مثل ہے، اس کی صفات عالی شان ہیں، اس کی ہر چیز میں حکمت ہے۔ اس نے کوئی چیز بے کار پیدا نہیں فرمائی، اس کا علم ذاتی اور غیر متناہی ہے۔ مخلوق کو اس نے علم عطا فرمائے ہیں۔ مخلوق کا علم عطائی اور متناہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

سوال: امت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے، تو پھر قرآن کریم کی ان آیات کا کیا مفہوم ہو گا جن ارشاد ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ (النمل ٦٥)

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

اس جیسی کئی آیات ہیں تو جب اس سے کوئی چیز غائب نہیں تو غیب کیسے جانتا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں تسلی بخش جواب دیجیے۔

جواب: غیب کا معنیٰ پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیز ہے۔ یہ ایک بلاتردید حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی تشریح اور وضاحت یہ ہے کہ غیب کی نسبت ایک حقیقی ہوتی ہے اور ایک اضافی۔ حقیقی نسبت یہ ہے کہ واقعی کسی سے چیز پوشیدہ ہو اللہ تعالیٰ کے کے حق میں یہ عقیدہ کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی علمی صفت کو اپنے کلام قدیم قرآن کریم میں اس طرح بیان فرماتا ہے:

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (سباء ٣)

ترجمہ: اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تفصیلی علم کی وضاحت کے بعد اس کی ذات اعلیٰ صفات کی طرف جو غیب کی نسبت کی جاتی ہے وہ نسبت اضافی ہے، حقیقی نہیں ہے۔

اضافی نسبت یہ ہے کہ جو علم لوگوں سے پوشیدہ ہے وہ علم اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو علوم غیبیہ کی تعلیم دی ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس علم کو علمِ غیب نہیں کہنا چاہیئے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: یہ کہنا غلط ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تعلیم کیا ہے وہ غیب نہیں۔ کیونکہ جو نسبت اللہ تعالیٰ کے حق میں ہے وہی نسبت اس تعلیم شدہ علم میں بھی ہے۔ کیونکہ یہ اضافی نسبت جوں کی توں ہے، لوگوں سے یہ علم اب بھی پوشیدہ ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کو بھی علم غیب کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس علم کو غیب کے نام سے موسوم فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ پڑھ لیجیئے:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (۲۶) إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (الجن ۲۷)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

دوسری آیت میں تعلیم شدہ علم کو صاف غیب فرما دیا۔

ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (التکویر ۲۴)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ثابت ہوا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عطا فرمایا ہے تعلیم کے بعد بھی اسے علمِ غیب کہا جا سکتا ہے۔

ایک ضروری وضاحت: اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیر متناہی ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام کو تعلیم دیتا ہے، ان کا علم عطائی اور متناہی ہے۔

اللہ تعالیٰ قوی، غنی، مغنی، قدیر، قادر، مقتدر اور صمد ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ وہی حقیقی مستعان و مددگار ہے۔

سوال: قرآن و سنت سے ثابت اور متحقق ہے کہ استعانت و مدد اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے اس کے باوجود لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں اور پھر حد یہ ہے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر حاضری دے کر اپنی حاجات ان کو پیش کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: اس حقیقت سے کسی فرد کو انکار نہیں کہ حقیقی یار و مددگار پروردگار جل مجدہٗ ہے۔ تقریب فہم کے لئے اس اجمال کی تفصیل پیش خدمت ہے:

فصل در استمداد والتوسل

استمداد و توسل کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے معاش اور معاشرہ کے لئے اسباب و وسائل متعین فرمائے ہیں۔ ان اسباب و ذرائع کو اپنی حد میں استعمال کرنا نہ کفر ہے اور نہ ممنوع۔ حیوان کی زندگی کھانے اور پینے سے وابستہ ہے اور اسی میں کفر و ایمان کا فیصلہ کن تصور موجود ہے اگر کوئی شخص طعام و پانی کو زندگی کا حقیقی مؤثر مانے تو شرک ہے۔ لیکن حقیقی مؤثر اور کارفرما اپنے رب کریم کو یقین کرے اور ان اسباب کو اس کی جانب سے ایک ادنیٰ سبب جانے تو مؤمن ہے۔ جو لوگ عوام میں ایسے مسائل بیان کر کے ان کو اعتقادی الجھن میں ڈالتے ہیں وہ خود مخیر اور مال دار لوگوں سے سوال کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ سوال غیر اللہ سے کرنا جائز ہے؟ جس طرح دنیاوی کاموں میں اسباب کا سہارا لیا جاتا ہے اور جائز سمجھا جاتا ہے، اسی طرح دینی امور اور تقرب الی اللہ کے لئے بھی اسباب اور وسائل ہیں جن کا انکار بدنیتی اور بے دینی پر

مبنی ہے۔ قرآن و سنت میں بکثرت دلائل موجود ہیں جن میں مقبولانِ رب العزت سے استعانت کے ثبوت کا وجود ملتا ہے۔

وسیلہ دو طرح سے ثابت ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا نام بارگاہِ خداوندی میں پیش کرکے حاجت براری کا سوال کرنا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو خطاب کرکے عرض کرے اے مردِ خدا میری حاجت اللہ تعالیٰ سے پوری کرا دو۔ یہ دونوں طرح کے طریقے جائز اور مستحسن ہیں۔

دلیل ملاحظہ فرمایئے:

سرور دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آمد اور ظہور سے پہلے یہودی اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے وسیلۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ببارگاہ ربِ ذوالعطاء پیش کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَ کَانُوا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَی الَّذِینَ کَفَرُوا (البقرۃ ۸۹)

ترجمہ: اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

دعاؤں میں کہتے:

اللھم افتح علینا و انصرنا بالنبی الامی۔

یعنی اے اللہ ہمیں فتح عطا فرما اور مدد دے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بدولت۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وسیلہ حضرت مجیب الدعوات میں ان دعائیہ الفاظ کے ساتھ پیش کیا:

اللھم ابی اسئلک بجاہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم) عبدک و رسولک ان تغفرلی خطیئتی۔

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عالی مرتبہ کی بدولت جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں کہ مجھے میری لغزش معاف فرمادے۔

مفسر حقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان آدم قال بحق محمد ان تغفر لی قال و کیف عرفت محمدا قال لما خلقتنی و نفخت فی الروح فتحت عینی فرأیت علی ساق العرش لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم الخلق علیک حتی قرنت اسمہ باسمک فقال نعم و غفر لہ بشفاعتہ۔[1]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے رب کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق ہونے کی وجہ (وسیلہ) سے معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے کس طرح پہچانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو؟ عرض کیا مولا جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے اندر روح ڈالی اور پھر میں نے آنکھیں کھولیں تو عرش کے پائیوں پر لکھا دیکھا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تو میں پہچان گیا کہ وہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) تمام کائنات سے زیادہ معزز و مکرم ہیں کیونکہ آپ

---

[1] (روح البیان، ص ۱۱۳)

نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں یہ صحیح۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بخش دیا۔

دوسرا طریقہ توسل کا یہ ہے کہ اس مقبول ہستی سے عرض کرے۔ تاکہ وہ نفسِ قدسی اس سائل کی درخواست کو براہِ راست حریم قدسی میں پیش کرے۔

جیسا کہ فرعونی جب عذاب میں مبتلا ہوئے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے دروازے پر گداگری کی صورت میں آئے اور گڑگڑا کر عرض کرنے لگے:

قَالُوا یَامُوسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ (الأعراف ۱۳۴)

ترجمہ: کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے بے شک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے۔

فرعونیوں نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے اپنی حاجت کا ذکر کیا۔ اگر یہ طریقہ توسل ناجائز ہوتا تو آپ ان کو فرماتے کہ مجھے نہ کہو بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے براہِ راست عرض کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے خلاف ردِ عمل کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ قرآن مجید میں رب العزت نے اس واقعہ کو بیان فرما کر اس طریقۂ توسل کو جائز ثابت کر دیا۔

حدیث شریف میں بھی اس طریقۂ توسل کا ذکر موجود ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان رحمت کے پیش نظر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دعا فرمایئے کہ باری تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نابیناپن پر شاکر رہنے کی تلقین فرمائی

لیکن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گزارش پھر اسی طرح اپنے مضبوط عقیدے کے مطابق عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھو اور یہ دعا مانگو: **اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبی الرحمۃ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انی توجھت بک الی ربک فی حاجتی فتقضی لی یا رسول اللھم فشفعه فی۔**

قرآن وسنت کی روشنی میں توسل کے ان دو طریقوں کی وضاحت آپ نے ملاحظہ فرمالی۔

اب آئمہ کرام اور علماء امت کے اقوال سے تسلی کر لیجیئے۔

اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مومن مرنے کے بعد زندہ ہوتا ہے۔ اپنے مراتب کے مطابق بعض اہل اللہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت اور ذکر کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ محض خوش فہمی کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت کی نصوص اس پر منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان ہی دلائل کی روشنی میں مندرجہ ذیل عبارات تحریر کی جارہی ہیں:

زيارة القبور مستحب، فإنه يورث رقة القلوب، ويذكِّر الموت وكان رسول اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم- يأتي البقيع ويسلم على أهلها ويستغفر لهم۔

وأما الاستمداد من أهل القبور في غير النبي -صلى اللَّه عليه وسلم- أو الأنبياء عليهم السلام فقد أنكره كثير من الفقهاء، وقالوا: ليست الزيارة إلا للدعاء للموتى والاستغفار لهم وإيصال النفع إليهم بالدعاء وتلاوة القرآن، وأثبته المشايخ الصوفية قدس اللَّه أسرارهم، وبعض الفقهاء رحمة اللَّه عليهم، وذلک أمر مقرر عند أهل الكشف والكمال منهم، لا شک في ذلک عندهم، حتى إن كثيرًا منهم حصل لهم الفيوض من الأرواح، وتسمى هذه الطائفة أويسية في اصطلاحهم۔

قال الإمام الشافعي رحمة اللہ علیه: قبر موسی الکاظم تریاق مجرب لإجابة الدعاء، وقال حجة الإسلام محمد الغزالي: کل من یستمد به في حیاته یستمد به بعد وفاته۔[2]

اولیاء کرام و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں توسل کرنا جائز ہے اور مستحسن اور اہل اسلام کا سلفاً و خلفاً عقیدہ ہے۔ اور اس پر عمل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ قدرت کی استعانت کے مظاہر و مراکز ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ کے متعلق کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو وسیلہ بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح ان سے مدد مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائیں۔ جزاک اللہ فی الدّارین۔

الجواب بعون الملک الغفّار وبِحرمت سیّد الابرار:

انبیاء اور اولیاء اللہ کو وسیلہ بنانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے:

قال شیخ الاسلام محمّد غزالی رحمة اللہ علیه: "وقال احمد ابن رزوق شارح کتاب الحکمة وهو من الفقهاء العظام و علماء الصّوفیه من دیار المغرب، قال الشیخ ابو العباس الحضرمی یوما هل امداد الحی اقوی ام امداد المیّت؟ قلت انهم یقولون امداد الحی اقوی وانا اقول المیّت اقوی فقال نعم انه فی بساط الحق والنقل فی ذالک کثیر من هذه الطائفة ولم یعرف فی الکتاب والسُنة واقوال السلف ماینا فی ذالک کیف وقد ثبت فی الدّین ان الروح باقیة ولها علم وشعور بالزائرین۔ سیما الارواح الکمل قرب ومکان من جانب الحق تعالیٰ کما کان فی الحیاة واتم من ذالک وانما اطبنا الکلام فی هذا المقام رغم انف المنکرین فانه قد

[2] (لمعات التنقیح في شرح مشکاة المصابیح، ج۴، ص ۲۱۵)

حدث فی زماننا شرزمة ینکرون الاستمداد من اولیاء الذین نقلوا من هذہ الدار الفانیة الذین احیاء عند ربّھم ولکن لا یشعرون الخ۔ [3]

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جس شخص سے اس کی زندگی میں مدد مانگ سکتے ہو بعد الوفات بھی مانگ سکتے ہو، احمد بن رزوق شارح کتاب الحکمت، جو اعظم فقہاء اور ملک مغرب کے صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہا ایک دن شیخ ابو العباس الحضرمی نے پوچھا کہ زندوں کی امداد قوی ہے یا مردوں کی؟ میں نے کہا باقی لوگ تو زندوں کی امداد کو قوی مانتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ مردے کی امداد قوی ہے، انہوں نے فرمایا کہ بیشک میّت سے دنیوی علائق (تعلق) منقطع ہو گئے اور قربِ الٰہی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس میں ان طائفہ سے بہت سی نقلیں موجود ہیں اور کتاب و سنت اور اقوال سلف میں اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دینی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ ارواح باقی ہیں اور ان کو اپنے زائرین کا علم و شعور حاصل ہے اور خصوصاً کاملین کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے حضور دنیاوی زندگی سے زیادہ قرب اور مرتبہ حاصل ہے اور اسی وجہ سے ان کی امداد بھی قوی ہے۔ صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں کہ استمداد کے مسئلہ میں زیادہ بحث اس لئے کی کہ موجودہ دور میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو کراماتِ اولیاء اللہ بعد الموت کے منکر ہیں، حالانکہ اولیاء اللہ عند اللہ زندہ ہیں لیکن یہ لوگ شعور نہیں رکھتے۔

---

[3] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۴۶، اعلام المؤمنین علی الحق المبین للعلّامہ احمد شاہ اخون کلیے سوات، البصائر ص ۴۲، للعلامہ حمد اللہ جان دیوبندی مردان، اشعۃ اللمعات ص ۷۶۲، اثبات الاغراض ص ۸۳، للعلّامہ شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، الرسائل الستہ فی مسائل الستہ ص ۴۸، للعلّامہ عبد المتین دیوبندی، سیف القدیر للعلامہ عبد الحنان کاٹلنگ مردان، تحفۃ المؤمنین للعلّامہ سید احمد علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، تحفۃ الاحباب ص ۱۵۶، الذخائر للعلامہ کفایت اللہ ڈاگئی مردان، نور العقائد، نور الایمان بزیارت اثار حبیب الرحمٰن ص ۲، للعلامہ احمد اللہ بدخشانی دیوبندی، جاء الحق ص ۱۹۷ للعلامہ احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ، حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۴، حاشیہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۵، قطب الارشاد ص ۳۹۵)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں: اولیاء کرام جب فوت ہوتے ہیں تو دنیاوی علائق ان سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اپنے اصل یعنی عالمِ ارواح کی طرف رجوع کر لیتے ہیں، یہ لوگ ملائکہ کے اتنے قریب ہو جاتے ہیں گویا ملائکہ ہو جاتے ہیں، ان کو بھی ملائکہ کی طرح الہام ہوتا ہے اور ملائکہ جو کام کر سکتے ہیں ویسے یہ بھی کر سکتے ہیں، اعلاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیّم کتاب الروح ص ۱۶۶ میں لکھتے ہیں:

واما بعد مفارقة البدن شان أخر وقد تواتر الزوايات من اضاف بنی أدم علی افعل الارواح بعد موتها ما لا يقدر علی مثله حال اتصالها بالبدن من هزيمة الجيوش کما روی نبی اللہ صَلی اللہ تعالیٰ عليه وَ اٰله وَسلّم فی النوم و معه ابوبکر و عمر رضی اللہ عنهما وقد هزمت ارواحهم عساکر الکفر و الظلم۔

ترجمہ: اولیاء کی ارواح کو مفارقتِ بدن کے اور ایک عظیم شان حاصل ہوتی ہیں تواتر سے ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ اولیائے کرام کے ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ کام کرتے ہیں جس پر دنیاوی زندگی میں قدرت نہیں رکھتے، جیسے کہ لشکروں کو شکست دینا، اور بہت دفعہ حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ خواب میں دیکھے گئے کہ کافروں کے لشکر کو شکست دی۔"

مشارۃ الانوار ص ۱۰۵ میں ہے:

الولی بعد موتهٖ اشد کرامة منه فی الحال الحياته لانقطاع تعلقه بالمخلوق و تجدد روحه للخالق فيکرمه اللہ تعالیٰ۔ بقضاء حاجته المتوسلين الخ۔ شواهد الحق ص ۶۹ تنوير الايمان فی اتباع مذهب النعمان ص ۲۱ المسائل المنتخبه للعلامه حبيب الحق پرمولی ديوبندی۔

ترجمہ: اولیائے کرام کی کرامت بعد الوفات دنیاوی زندگی سے کئی درجہ زیادہ ہوتی ہے کیونکہ دینامیں ان کا تعلق مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بعد الوفات ان کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مرتبہ زیادہ فرماتا ہے، ان کے وسیلہ سے جو حاجات مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے۔

مولانا حمد اللہ دیوبندی البصائر ص ۴۲ میں لکھتے ہیں:

قال الامام الشافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ قبرِ موسیٰ کاظم تریاق مجرب لاجابته الدعاء۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک اجاباتِ دعا کے لئے تریاق و مجرّب ہے۔[4]

پہلے ذکر ہوا کہ جن سے زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں، بعد الوفات بھی مدد مانگ سکتے ہیں تو ان دو اقوال سے مردوں سے مدد مانگنا جائز ہے، زندہ استمداد کرے گا اور مردہ امداد کرے گا۔ جیسا کہ یہ حدیث مبارک ہے: اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور[5] ترجمہ: جب تم کو کسی کام میں پریشانی ہو تو اہلِ قبور سے مدد مانگا کرو، اس کام کے ہونے میں۔

قال الامام شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ انّی لاتبرک بابی حنیفه، رحمۃ اللّٰہ علیہ و اجیٔ الی قبره فاذا اعرضت لی حاجته صلیت رکعتین و سألت اللّٰہ تعالیٰ عند قبره فتقضی سریعاً۔[6]

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک پر آتا ہوں، دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کے وسیلے

---

[4] (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸)

[5] (مجموعۃ فتاویٰ للعلامہ عبدالحی، تحفۃ المؤمنین مرقاۃ، تنبیه الضمائر علی رد ذخائر ص ۲۹، للعلامہ حافظ کفایت اللہ، اعلام المؤمنین علی الحق المبین)

[6] (شامی ج ۱ ص ۳۹، ثم البصائر للعلاّمہ حمد اللہ دیوبندی ص ۳۸)

سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تو میری حاجت جلدی پوری ہو جاتی ہے۔" اگر اہل قبور سے استمداد شرک ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرک کیا؟ **العیاذ باللہ!**

غوثِ اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"و من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادیٰ باسمی فی شدةٍ فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ عزو جل فی حاجة قضیة له"

ترجمہ: جو تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے تو تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو سختی میں میرا نام لے اس کی سختی ختم ہو جائے گی اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو حاجت پوری ہو جائے گی۔[7]

مشارق الانوار (ص ۱۰۸) میں ہے:

و قد نقل العارف الشعرانی عن بعض مشائخه انّ اللہ تعالیٰ یوکل بقبر کل ولی ملکا یقضی حوائج الزّائرین۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض مشائخ سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ولی کے مزار پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو زائرین کی حاجت پوری فرماتا ہے۔

بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

"ویجوز التوسل بالانبیاء و الاولیاء و الصّالحین بعد موتھم و الکرامة لا تنقطع بعد الموت وعن الامام الرملی ایضا قول بعدم انقطا ع الکرامة بالموت و عن امام الحرمین و لا ینکر الکرامة بعد الموت الا رافضی وعن الاجھوری الولی فی الدنیا کاالسیف فی غمدة فاذا مات تجرد عنه فیکون اقویٰ فی التصرف۔[8]

---

[7] (بھجة الاسرار، خلاصة المغافر، نزھته الخاطر، تحفة قادریه، زبدة الآثار)
[8] (بریقه ج ۱ ص ۲۰۳، بحوالہ تنویر الایمان ص ۱۵)

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ:

" کرامات الاولیاء باقیة بعد موتھم ایضاً ومن زعم خلاف ذالک فھو جاھل متعصب"الخ۔

ترجمہ: کراماتِ اولیاء بعد الممات باقی ہیں اور جو اس کے خلاف شک کرتا ہے وہ جاہل اور متعصب ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے جہلاء منکر الکرامات بعد المممات ہیں۔

امداد الارواح اور کراماتِ اولیاء موت کے بعد زیادہ قوی ہوتے ہیں، رسالت ولایت اور ایمان موت سے ختم نہیں ہوتے، اولیاء اللہ کے مزاروں پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے ہیں۔

قطب الارشاد اور تمہید ابو شکور سالمی میں ہے:

وصف الرسالة والنبوة لا یزول عن الرسول والنبی بموته وقد ذکر فی کتب العقائد ان وصف الولایة لایزال عن الولی بموته وکذا وصف الایمان لایزول عن المؤمن بموته۔

ترجمہ: رسالت اور نبوت رسول اور نبی سے موت کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی، جیسا حیاتِ دنیاوی میں رسول و نبی ہیں، اہلسنّت والجماعت کے عقائد کی کتب میں ہے کہ ولی سے ولایت موت کے آنے سے زائل نہیں ہوتی، جیسے دنیا میں ولی ہیں بعد الممات بھی ولی ہیں۔

ولی کسے کہتے ہیں؟

ابو المنتھی شرح فقہ اکبر ص ۷۴ میں ہے:

الولی فی اللغة القریب فاذا کان العبد قریباً من حضرة اللہ تعالیٰ بسبب کثرة الطاعة وکثرة اخلاصه کان الرّب قریباًمنه برحمته وفضله واحسانه۔۔۔الخ۔

ترجمہ: "ولی لغت میں قریب کو کہتے ہیں اور جب بھی بندہ کثرتِ اطاعت سے اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے حضور قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت، فضل اور احسان سے ان کے قریب ہوتا ہے"۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کی آنکھیں ہو جاتا ہوں، ان کے کان ہو جاتا ہوں، ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں تو دیکھیئے کہ ولی سے کرامت ظاہر کرانے میں کیا مصلحت ہے۔

ابوالمنتھی ص۴۶ میں ہے:

وکرامات الاولیاء ای خوارق الّتی تصدر عن الاولیاء تسمی کرامت لان اللہ تعالی یرید بصدورھا عنھم کرامھم و اعزازھم۔

ترجمہ: "اولیاء کی کرامت حق ہے، ہر وہ کام جو خلافِ عادت ہو اور اولیاء سے صادر ہو جائے اس کو کرامت کہتے ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خلافِ عادت کام ظاہر کرا کر مخلوق کو عند اللہ ان کی بزرگی عزت اور اکرام ظاہر فرماتا ہے۔" اور جو عند اللہ دنیا میں معزز و مکرم ہوں، بعد الوفات بھی معزز و مکرم ہوتے ہیں، اس لئے ان کی ولایت بعد الممات بھی باقی ہوتی ہے۔

تفسیر روح المعانی ص۱۵۸ میں لکھا ہے:

وقد قالوا بعدم انقطاع فیض الولی ایضاً بعد انتقاله من دار الکثافة و الفناء الیٰ دار البقاء۔

الصّواعق الربانیہ ص۱۰ میں ہے: "ذواتِ فاضلہ کو وسیلہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، اس پر بڑے بڑے علماء نے تشریح فرمائی اور وسیلہ قرآن سے بایں قول ثابت ہے: فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرۃ ۳۷)

ترجمہ: پس سیکھ لئے آدم (علیہ السلام) نے اپنے ربّ سے چند کلمات، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی"۔

امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تفسیر فرمائی:

اللّٰھم بحق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) الا ما غفرت لی۔

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرما۔"

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور فی تفسیر القرآن بالماثور میں فرماتے ہیں:

اخرج ابن منذر عن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنھم قال لما اصاب أدم الخطئنیة عظم کربه و اشتد ندمه فجاء جبرئیل فقال یا أدم ھل اعلمک دعاءُ و من جملة اللّٰھم اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامة علیک ان تغفر لی خطیئتی (الحدیث)

ترجمہ: "جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ کلمات آدم علیہ السلام کو سکھا دیئے کہ یا اللہ میں بوسیلہ محمد ﷺ تم سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور یہ تیرا بندہ ایسا بندہ ہے جو تجھے سب سے افضل ہے اور حضور ﷺ کی عظمت اور بزرگی تو ہی جانتا ہے۔"

اور (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ) دوسری جگہ فرماتے ہیں:

و اخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن علی قال سالت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَ أله وَ سلّم علیه و سلم عن قول اللہ تعالیٰ فتلقیٰ أدم من ربّه کلمت فتاب علیه قال سئل بحق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا (الأیة) و اخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سالت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) الا ما غفرت لی۔ قال اللہ تعالیٰ و کیف عرفت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اولم اخلقه قال لانک لما خلقتنی بیدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علٰی قوائم العرش

مکتوب لاالٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ فعلمت انک لم تصل الیٰ اسمک الا احب الخلق الیک قال اللہ تعالیٰ یاأدم اذا سالتنی بحقه غفرت لک و لو لا محمد (ﷺ) ما خلقتک۔[9]

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ مجھے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے بخش دے، اللہ نے فرمایا کہ تم نے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو کیسے پہچانا کیونکہ ان کو تو میں نے پیدا ابھی نہیں فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھایا تو میں نے وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا "**لا الہ الا اللہ محمد رّسول اللہ**" تو میں نے جان لیا کہ تو نے نہیں ملایا اپنے نام کے ساتھ مگر وہ جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا تو اللہ نے فرمایا کہ جب تو نے مجھ سے محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کیا تھا تو میں نے تجھے بخشا، اگر میں محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پیدا نہ فرماتا تو تجھے بھی پیدا نہ فرماتا۔"

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ وسیلہ شرک نہیں ہے، اگر شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی شرک نہ کرتے تو معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی وسیلہ اختیار کیا ہے، اگر کوئی انکار کرے تو آیات و احادیث کا انکار ہے۔

نقل عارف الشاهب العجمی عن شیخ الاسلام الشهاب الرملی الانصاری ان الاستغاثة بالانبیاء و الصلحا و العلماء جائزة فان لهم اغاثة بعد موتهم کحیاتهم۔[10]

---

[9] (طبرانی شریف ج ۲ ص ۸۲ تا ۸۳، تلخیص الذهبی ص ۶۱۵، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۷ ۱، مستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، کتاب الوفا باحوال المصطفٰے ج ۱ ص ۳۳، مواهب الدنیه ج ۱ ص ۱۲، انوارِ محمدیه ص ۹ ۰ ۱، زرقانی ص ۶۲، تفسیر عزیزی ص ۱۸۳، افضل الصلوٰة ص ۷ ۱ ۱، شواهد الحق ص ۱۳۷، تبلیغی نصاب فضائلِ ذکر ص ۱۳۲)

[10] (مشکوٰة الانوار، ص ۱۰۵)

ترجمہ: شہاب عجمی نے شیخ الاسلام شہاب رملی سے نقل فرمایا کہ مدد طلب کرنا انبیاء علیہم السلام اولیاء، صلحاء اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ سے جائز ہے کیونکہ یہ حضرات دنیا میں فریادرس ہیں تو بعد الممات بھی فریادرس ہیں۔

جامع الصغیر میں علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

از ابن عباس مروی شدہ کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم وقتِ گور کردن فاطمہ بنت اسد ایں دعا در حق او فرمودہ بود۔

"اللہ الَّذِیْ یُحیِ وَیُمیتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَۃ بِنْتِ اَلْاسَدُ وَمَعَ عَلَیْھَا مَدْخَلَھَا بِحَقِ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْل"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فاطمہ بنت اسد کے دفنانے کے بعد اس کے لئے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ تو وہ ذات ہے کہ مارتا اور جلاتا ہے اور تو ہمیشہ زندہ ہے، میری والدہ کو بخش دے اور اس قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے جو پہلے گزرے"۔

دیکھو، حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اپنی والدہ کے لئے انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے سوال کیا۔

راوی البیهقی و ابن شیبة بسند صحیح عن مالک الدار مولی عمر: أصابَ الناسَ قحطٌ في زمنِ عمرَ، فجاءَ رجلٌ إلی قبرِ النبيِّ صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم فقال: یا رسولَ اللهِ! استسقِ لأمَّتکَ، فإنَّهُمْ قدهلکوا۔ [11]

[11] (الرسائل ستة ص ۵۲، خلاصته الوفا، شفا استقام، القسطلاني (ت ۸۲۳)، المواهب اللدنیة ۳/۳۷٤)

ترجمہ: بیہقی اور ابن شیبہ نے صحیح سند سے ذکر کیا مالک الدار سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خزانچی تھا، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط آیا، ایک آدمی حضورِ اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبرِ مبارک پر آیا اور سوال کیا اور عرض کی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش کا سوال کریں کیونکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی امت قحط سے ہلاک ہو گئی۔

حضرت مالک الدار جو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن یعنی وزیر خوراک تھے ان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب؛ فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، استسق الله لأمتک فإنهم قد هلكوا؛ فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم مسقون. وقل له: عليک الكيس الكيس. فأتى الرجل عمر، فأخبره، فبكى عمر ثم قال: يا رب ما آلو إلا ما عجزت عنه[12]

ترجمہ: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑا، تو ایک شخص آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر مبارک پر آیا اور عرض کی، یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! اپنی امت کے لئے بارش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کیونکہ وہ ہلاک ہونے والی ہے، پس رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس کے خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ، اور ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو کہو کہ دانش مندی اور فراست سے کام لیجیئے۔ پس وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ

[12] دلائل النبوة للبيهقي، ج۸، ص ۹۱

تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے میرے رب! میں ہر گز سستی سے کام نہیں لیتا مگر جس سے عاجز آ جاؤں"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کے بارے میں فرمایا:

"وروی عن ابی شیبۃ باسناد صحیح"

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال الحافظ ابو بکر البیھقی۔۔۔وھذا اسناد صحیح۔

دیکھئے! اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

۱) صحابی کا روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہونا۔

۲) یارسول اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارنا۔

۳) حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے سوال کرنا کہ امت کے لئے سوال کریں۔

اگر ان صحابی کا روضۂ رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر حاضری دینا، یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کہنا اور حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے کہنا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ سے سوال کریں، یہ سب خلافِ شرع ہوتا تو کسی اور صحابی نے منع کیوں نہیں کیا؟ کہ یہ خلافِ شرع کام ہے، نہ کرنا لیکن افسوس کہ دورِ حاضر کے جہلاء جو درگاہ پر جانے، یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کہنے اور ان بزرگوں کو وسیلہ بنانا اور ان سے عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ میری حاجت پوری ہو جائے، ان تمام کو خلافِ شرع، ناجائز اور شرک کہتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس کی شریعت لوگوں کو دکھاتے ہیں۔

عن عثمان بن حنیف: أنَّ رجلًا ضریرَ البصرِ أتی النَّبيَّ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فقال ادعُ اللہَ أن یُعافِیَني قال إن شئتَ دعوتُ وإن شئتَ صبرتَ فھو خیرٌ لک قال فادْعُه قال فأمره

أن يتوضأ فيحسنَ وضوءَه ويدعو بهذا الدعاء اللهم إني أسألُک و أتوجَّه إليک بنبيِّک محمدٍ نبيِّ الرحمةِ إني توجَّهتُ بک إلى ربي في حاجتي هذه لتقضىَ لي اللهم فشَفِّعْه فيَّ۔ رواه الترمذی و قال هذا حديث حسن غريب۔[13]

ترجمہ: ’’عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بارگاہ میں ایک اندھا شخص آیا اور فرمایا، یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ میری آنکھیں بینا ہو جائیں، حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر چاہے صبر کرو، کیونکہ اندھا ہونا تیرے لئے بہتر ہے، انہوں نے کہا کہ دعا فرمادیجئے تو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ اس طرح سے دعا کرو کہ ’’یا اللہ میں تیری طرف متوجّہ ہو کر تجھ سے سوال کرتا ہوں حضور اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے جو نبیِ رحمت ہیں اور یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں آپ کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف متوجّہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرمائے، یا اللہ اپنے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرما۔ راوہ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔‘‘

اور اب اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے استمداد اور اعانت جائز ہے لیکن کسی اور کے وسیلہ سے جائز نہیں تو مشکوٰۃ ص ۴۴۷ ملاحظہ فرمائے:

عن أمية بن خالد بن عبدالله بن أسيد: أنه كان يستفتحُ بصعاليکِ المهاجِرينَ۔ رواه فی شرح السنة۔[14]

[13] (مشكوٰة ص، ۲۱۱، الترمذي (ت ۲۷۹)، سنن الترمذي ۳۵۷۸• الطبراني (۱۷/۹) أخرجه ابن خزيمة (۲/۲۲۵)، و ابن ماجه (۱۳۸۵)، و أحمد (۱۷۲٤۰) البيهقي (ت ٤٥٨)، دلائل النبوة ٦/١٦٦•)

[14] (ابن عبدالبر (ت ٤٦٤)، الاستيعاب ۱/۱۹۷• باب فضل الفقراء مشكوٰة ص ۴۷۷، فصل ثانی،)

ترجمہ: ’’امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید سے روایت ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے دشمن پر فتح اور غلبہ کا سوال فرماتے۔‘‘

غور فرمایئے! فقراء مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء(علیہم السلام) نہیں ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ استمداد اور وسیلہ انبیاء(علیہم السلام) اور اولیاء(رحمہم اللہ تعالیٰ) دونوں حضرات کیساتھ جائز ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا اسم گرامی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کے میزبان بنے اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ان کی شہادت جہاد قسطنطنیہ میں ہوئی ان کی وصیت کے مطابق ان کو باب قسطنطنیہ میں ہی دفن کیا گیا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ’’فتح الباری شرح صحیح بخاری‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’فیقال ان الروم صاروا بعد ذلک یستسقون به‘‘۔[15]

پس وہ کہتے ہیں کہ بے شک اس کے بعد جب اہل روم پیاسے ہوتے (یعنی بارش نہ ہوتی تو) اس کے ساتھ بارش طلب کرتے تھے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ ’’الاستیعاب‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’وقبر أبي أيوب قرب سورها معلوم إلى اليوم معظم يستسقون به فيسقون‘‘[16]

’’اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اس کی (یعنی شہر) دیوار کے قریب ہے جو کہ آج تک معلوم اور معظم ہے وہ اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں، پس بارش دیے جاتے ہیں‘‘

---

[15] فتح الباری ج۲۳ ص ۱۶۵،

[16] الإستيعاب في معرفة الأصحاب ج ۱ ص ۱۲۶۔

امام ابو بکر الدینوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلادروم میں جہاد کیا، اور قسطنطنیہ میں فوت ہوئے اوراس شہر کے قلعہ کے پاس ان کی قبربنائی گئی اوراس پرروضہ بنایا گیاجب صبح ہوئی تواہل روم اس پر مطلع ہوئے اورانہوں نے کہا:اے گروہ عرب!کل رات تمہارا کیامسئلہ تھا؟ انہوں نے کہاہمارے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پاگئے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی قسم !اگر تم میں کوئی ان کی قبر کو نقصان پہنچائے گا تو بلاد عرب میں تمہارے گرجے گرادیے جائیں گے، اورجب روم والوں پر قحط آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے پردہ ہٹادیتے تو ان کے لئے بارش نازل ہوتی تھی۔[17]

امام حاکم مستدرک میں محمد بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ:

و قبره بأصل حصن القسطنطينية بأرض الروم فيما ذكر يتعاهدون قبره و يزورونه و يستسقون به إذا قحطوا۔[18]

ترجمہ:"اوران کی قبر روم کی سرزمین میں قسطنطنیہ اصل بلند جگہ (مضبوط قلعہ) میں ہے وہ اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور جب قحط پڑے تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں"۔

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ جب ان کو بارش کی ضرورت ہوتی تو وہ قبر سے پردہ ہٹاتے تو بارش ہونے لگتی۔

---

[17] المجالسة وجواهر العلم لابی بکر الدینوری ج۲ ص ۳۵-۳۶۔
[18] مستدرک الحاکم باب مناقب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج۳ ص ۵۱۸۔

امام شعبی فرماتے تھے کہ میں نے حکم سے پوچھا کہ کیا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''صفین'' میں حاضر تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ جنگ نہروان میں موجود تھے۔

اور ابن القاسم نے حضرت امام مالک سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ:

''مجھے یہ خبر پہنچی کہ رومی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے بارش طلب کیا کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:[19]

نمبر (۳)

حضرت ام حرام بنت ملحان الانصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سمندر میں جہاد کے لئے گئیں اور شام میں فوت ہوئیں، ان کی قبر قبرص میں ہے۔ ان کی سواری کا جانور بدکا اور وہ گر کر شہید ہو گئیں، اور اہل شام ان کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

فماتت و أهل الشام يستسقون بها يقولون قبر المرأة الصالحة۔[20]

[19] الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۴، ص ۱۶۰۶، طبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۳، ص ۴۸۳، و معرفة الصحابه لابی نعیم ج ۲، ص ۱۸۷، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۱۶، ص ۶۱، المعارف لابن قتیبة، ص ۲۷۵/۲۷۴، و بگیة الطلب فی تاریخ حلب لابن ابی جرادة، ج ۷، ص ۳۰۳۸، البدایة النهایة لابن کثیر، ج ۵، ص ۵۹، المقفی الکبیر للمقریزی ج ۳، ص ۲۱۴، و التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی ج ۱، ص ۳۱۴، تاریخ الاسلام للزهبی، ج ۲، ص ۵۵۲۔

[20] تاریخ مدینة دمشق و ذکر فضلها و تسمیة من حلها من الأماثل، ج ۷۰، ص ۲۱۷

”پس ان کی وفات ہو گئی، وہاں ان کی قبر ہے جس کے وسیلہ سے لوگ بارش مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے“۔

نمبر (۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”**الاصابة فی تمییز الصحابة**“ میں حضرت عبد الرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

ودفن عبدالرحمن فی بلاد الترک فھم یستسقون به الی الآن[21]۔

ترجمہ: اور عبد الرحمن بلاد ترک میں دفن ہیں اور اب تک ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

یاقوت الحموی نے ”معجم البلدان“ میں ”بلنجر“ شہر کے ذکر میں نقل کیا کہ یہ شہر عبد الرحمن بن ربیعہ اور ان کے بھائی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہاں تک کہ عبد الرحمن بن ربیعہ شہید ہو گئے، اور جھنڈا ان کے بھائی نے اٹھا لیا، وہ لڑتا لڑتا یہاں تک لڑا کہ بلنجر کے نواح میں عبد الرحمن اپنے بھائی کی قبر بنانے میں کامیاب ہو گیا، اور باقی مسلمانوں کے ساتھ جیلان کے راستہ پر لوٹ آیا، تو عبد الرحمن بن جمانہ باہلی نے کہا:

وان لنا قبرین قبر بنجر　　　وقبر بصین استان یا لک من قبر
فھذا الذی بالصین　　　وھذا الزی یسقی به سبل الفطر۔

”ہمارے لیے دو قبریں ہیں، ایک قبر بلنجر میں، اور ایک قبر چین میں، کیا شان ہے اس قبر کی، پس یہ جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو بلنجر میں ہے، اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے“۔

---

[21] تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۵۴۲

اس سے مراد یہ ہے کہ ترک میں جب عبد الرحمن بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ شہید ہوئے، یا کہا گیا ہے کہ سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے، وہ لوگ ہر روز ان کے مورچوں سے نور نکلتا دیکھتے تھے۔

پس انہوں نے سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پکڑا اور تابوت میں رکھ دیا، تو جب بھی ان پر قحط پڑتا تو وہ اس کے سبب سے بارش طلب کیا کرتے تھے، اور جو چین میں شہید ہوئے وہ قتیبہ بن مسلم الباھلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔[22]

نمبر (۵)

اور حافظ ابن کثیر "البداية والنهاية" میں "**فصل فی ذکر من توفی زمان عثمان ممن لا یعرف وقت وفاته علی التعیین**" میں لکھتے ہیں کہ:

سلمان بن ربيعة الباهلي، يقال له صحبة۔۔۔۔فقتل ببلنجر، فقيرة هناک في تابوت يستسقي به الترک إذا قحطوا۔[23]

---

[22] معجم البلدان ج ۱، ص ۳۰۵ و ج ۱، ص ۴۹۰، و البلدان لابن الفقیه ص ۵۸۸، و المعارف لابن قتیبة ج ۱، ص ۴۳۳، و تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱، ص ۴۷۳، ۴۷۴ و مرآة الزمان فی تواریخ الاعیان لسبط ابن الجوزی ج ۵، ص ۴۵۹۔ اور شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح نقل فرمایا: "فهذا الذی بالصین عمت فتوحه و هذا الذی بالترک یسقه به القطر۔" اور جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو ترک میں ہے اس سے بارش طلب کی جاتی ہے"۔ امام طبری جیلان اور جرجان پر چڑھائی کرنے والوں کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: "۔۔۔فانه خرج علی جیلان و جرجان و فیهم سلمان الفارسی و ابو هریرة، و اخز القوم جسد عبد الرحمن فجعلوه فی سفط، فبقی فی ایدیهم، فهم یستسقون به الی الیوم و یستنصرون به۔۔۔" الطبری فی تاریخه ج ۲، ص ۶۲۷، ابو زکریا الازدی فی تاریخ الموصل ج ۱، ص ۶۳۔

[23] البداية و النهاية، ج ۷، ص ۲۴۶

"سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا گیا ہے کہ ان کو صحابیِ رسول صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پس وہ بلنجر میں شہید ہوئے، پس ان کی قبر وہیں تابوت میں ہے، جب ترک قحط کا شکار ہوتے ہیں، تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں"۔

نمبر (۶)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے ساتھ وسیلہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا بارش عطا فرمانا۔

حضرت امام حافظ ابو علی الغسانی فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی ابوالفتح نصر بن الحسن السکتی السمرقندی نے جو کہ ہمارے پاس بلنسیہ میں ۴۶۴ھ کو تشریف لائے، اور ہمارے یہاں سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا ہوا تھا، لوگ کئی مرتبہ نماز استسقاء پڑھ چکے تھے، لیکن بارش نہیں برسی تھی۔

پس ایک شخص جو نیکی میں معروف تھا قاضی سمرقند کے پاس آیا، اور قاضی سے کہا: میرا ایک مشورہ ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ لوگ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی طرف نکلیں، اور آپ کی قبر خرتنک میں ہے، اور وہاں ہم بارش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ جلدی ہی ہمیں بارش عطا فرمائے گا۔ تو قاضی صاحب نے فرمایا: بہت اچھا خیال ہے تیرا۔ پس قاضی لوگوں سمیت نکلا اور لوگوں کے ساتھ وہاں جا کر دعا مانگی، اور لوگ قبر کے پاس رو رہے تھے۔ اور صاحب قبر (امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ) سے شفاعت مانگ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے موسلا دھار بارش بھیجی، جس کی وجہ سے لوگ ہفتہ بھر تک خرتنک میں

رکے رہے اور کثرت بارش اور اس کی تیزی کی وجہ سے کوئی شخص بھی سمرقند نہ پہنچ سکا، حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔[24]

نمبر (۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں "محمد بن الحسن بن فورک" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ **"قال عبدالغافر فی "سیاق التاریخ": الاستاذ ابو بکر قبرہ بالحیرة یستسقی به۔**[25]

"عبد الغافر بن اسماعیل نے "سیاق التاریخ" میں کہا کہ استاذ ابو بکر جن کی قبر حیرہ میں ہے جس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔

نمبر (۸)

احمد بن محمد مقری تلسمانی **"نفح الطیب من غمص الاندلس الرطیب"** میں **"یحی بن یحی اللیثی"** کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ: **"وقبرہ یستسقی به بقرطبة"**۔[26]

"اور ان کی قبر قرطبہ میں ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔

---

[24] تقیید المهل و تمییز المشکل فی رجال الصحیحین البخاری و مسلم لابی علی الغسانی الجیلانی، ص ۳۶، بسند صحیح، ابن شکوال فی الصلة فی تاریخ آئمة الاندلس ۲۰۳، و ذکرہ ابوبکر بن خلقون فی المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، ص ۲۶، و الذهبی فی سیر اعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۴۶۹، و فی تاریخ الاسلام ج ۱۹، ص ۱۹۵، و السبکی فی طبقات الشافعیة الکبری ج ۲، ص ۲۳۴۔

[25] سیر اعلام النبلاء ج ۱۷، ص ۲۱۵، التاریخ الاسلام (بشار) ج ۹، ص ۱۰۹

[26] نفخ الطیب من غصن الاندلس الرطیب، ج ۹، ص ۲۔

نمبر(۹)

اور اسی میں ”ابو العباس بن الحریف“ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”قلت: لقد زرت قبره المعظم بمراكش سنة عشر و الف۔ وهو ممن يتبرك به في تلك الديار، و يستسقى به الغيث“۔[27]

”میں کہتا ہوں کہ میں نے ان کی قبر معظم کی زیارت کی ۱۰۱۰ ہجری مراکش میں، اور وہ ان میں سے ہیں جن سے دیار میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے“۔

نمبر(۱۰)

”مرآۃ الزماں“ کے ذیل میں قطب الدین ابو الفتح یونینی“ ابو القاسم بن منصور بن یحیٰ اسکندرانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقبره يزار ويتبرك به وزرته في شهر ذي القعدة سنة ثمان وثمانين وستمائة ودعوت الله تعالى عند قبره بدعوات توسلت به فيه وظهر لي أثر بركة زيارته والتوسل به في إجابة دعائي في بعض ما سألته وأرجو الإجابة في جملته إن شاء الله تعالى۔[28]

”اور ان کی قبر زیارت گاہ ہے اور ان کے ساتھ تبرک کیا جاتا ہے اور میں نے اس کی ذی القعدہ کے مہینہ میں ۶۸۸ھ میں زیارت کی، اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کے ساتھ توسل کرتے ہوئے، اور اس میں میرے لئے اس کی برکات ظاہر ہوئیں اس کی زیارت اور توسل میں میری دعا، میں نے جو سوال کئے ان کی قبولیت کے ساتھ اور مجھے ان تمام کی قبولیت کی امید ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ“۔

---

[27] نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ج۳، ص ۲۳۰

[28] ذیل مرآۃ الزمان ج ۱، ص ۲۷۷

نمبر (۱۱)

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''تاریخ نیسابور'' میں لکھتے ہیں کہ:

''وسمعت ابا الحسین عبداللہ بن محمد الفقیہ یقول: ما وقعت فی ورطۃ قط، ولا عرض لی امر مھم فقصدت قبر ابی الولید و توسلت بہ الی اللہ تعالیٰ الا استجاب اللہ لی''۔[29]

''اور میں نے ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں کبھی بھی کسی مشکل معاملے میں نہیں پھنسا نہ ہی کوئی امر مشکل پیش آیا، تو میں نے ابو ولید کی قبر کا رخ کیا اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے قبول فرمایا''۔

نمبر (۱۲)

ایسے ہی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، ''باب ذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعماء و الزھاد بالجانب الغربی۔۔۔'' میں لکھا کہ:

''الحسن بن إبراھیم أبا علي الخلال یقول ما ھمني أمر فقصدت قبر موسی بن جعفر فتوسلت بہ الا سھل اللہ تعالی لي''[30]۔

''ابو علی خلال، حسن بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے جب کبھی کسی کام کا پختہ ارادہ کیا تو میں نے موسیٰ بن جعفر کی قبر کا قصد کیا، پس اُس کے ساتھ توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کو میرے لئے آسان کر دیا''۔

---

[29] تاریخ نیسابور، فی ترجمۃ: حسان بن محمد بن احمد ص ۲۴۳، عبدالوھاب فی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳، ص ۲۲۸، و السمعانی فی الانساب، فی ترجمۃ: ابو الولید ج ۴، ص ۴۵۰

[30] تاریخ بغداد للخطیب ج ۱، ص ۱۱۲

اس کو امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسن بن حسین بن محمد استر اباذی سے روایت کیا کہ وہ صدوق ہے، اور اس نے احمد بن جعفر بن مالک بن حمدان سے روایت کیا اور وہ بھی صدوق ہے اور وہ روایت کرتا ہے حسن بن ابراہیم بن توبہ سے اور اُس کا ذکر خطیب نے تاریخ میں کیا ہے مگر کوئی کلمہ جرح یا تعدیل ذکر نہیں کیا مگر امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں جلد ۱۵، ص ۳۹۸ میں اس سے روایت کی اور شعیب ارنوط نے اس کے بارے میں کہا کہ **"اسنادہ جید"**۔

اس بارے میں کئی اور باتیں بیان کی جاسکتی ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر ان ہی پر اکتفاء کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ فعل شرک و حرام تھا، جیسا کہ موجودہ دور کے خوارج نے امت کو مشرک ثابت کرنے کی کوششوں میں اس بات کو اپنا ہتھیار بنایا ہوا ہے، تو ان محدثین و علماء کے بارے میں کیا فتویٰ صادر ہو گا جنہوں نے ان باتوں کو اپنی کتب میں بلا نکیر نقل کیا، جن کے سامنے بیان یارو نما ہوتا رہا؟۔

یاد رکھیں کہ اگر یہی حکم اس بارے میں ہے کہ ایسا کرنا شرک و حرام اور اس کا رد نہ کرنا شرک و حرام کے ارتکاب کو پروان چڑھتے دیکھنا اور تقویت فراہم کرنا ہے تو امت کے عظیم سپوت اس فتوے کی زد میں آکر بدعتی اور مشرک قرار پائیں گے۔

جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴) امام ابن قتیبہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

(۵)امام ابو بکر بن احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(٦)امام احمد بن یحیٰ بن جابر بلازری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۷)امام ابو بکر احمد بن مروان بن محمد دینوری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۸)امام ابو ذکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۹)ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۰)ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی ابن فقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۱)امام ابو ہلال بن عبد اللہ بن سہل العسکری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲)ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۳)امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۴)امام خلیلی ابو یعلی خلیل بن عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۵)امام بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱٦)ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۷)امام ابن عبد البر ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ القرطبی النمری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۸)امام منصور بن محمد السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۹)ابو علی الغسانی حسین بن محمد الجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۰)امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۱)ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۲)ابو القاسم خلف بن عبد المالک بن بشکوال رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۳)جمال الدین، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۴)حافظ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۵)حافظ یاقوت بن عبد اللہ حموی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۶)حافظ ابو الحسن علی بن ابو الکرم محمد بن محمد عز الدین ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۷)حافظ ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۸)ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خلفون رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۹) شمس الدین، سبط ابن الجوزی، ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۰)حافظ عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ ابن ابی جرادہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۱)حافظ قطب الدین ابو الفتح موسیٰ بن محمد یونینی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۲)شہاب الدین النویری احمد بن عبد الوہاب البکری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۳) فتح الدین، ابن سید الناس، ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد الیعمری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۴)جمال الدین، ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۵) شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۶) تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۷)علامہ ابو حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۸) شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳۹) محمد بن محمد بن عبد اللہ العاقولی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۰) تقی الدین المقریزی، احمد بن علی الحسینی العبدی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۱)ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۲)بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۳)عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۴)ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المنعم الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۵) شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۶)علامہ نور الدین عالی بن احمد سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۷)حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۸) شمس الدین محمد بن احمد خطیب الشربینی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴۹)شہاب الدین احمد بن محمد التلمسانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ان کے علاوہ ایک جماعت کے نام ذکر کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ حوالہ جات سے ظاہر ہے مگر راقم الحروف انہی پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ اختصار طوالت سے مانع ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی معترض یہ کہنے لگے کہ اہل روم جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارکہ، اور اہل شام جو سیدہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارکہ، اور اہل ترک عبد الرحمن بن ربیعہ یا سلیمان ب ربیعہ رضی اللہ عنہما کی قبر مبارکہ کو بارش طلب کرنے کا وسیلہ سمجھتے تھے وہ غیر مسلم ہوں، اہل اسلام ایسا نہ کرتے ہوں، تو عرض یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یا کسی دوسرے آدمی کا حضور اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر مبارکہ پر آکر یہ کہنا کہ "اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ! اللہ سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجیۓ"۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر انکار نہ

کرنا، یہ تو مدینہ منورہ میں خیر القرون کے زمانہ میں ہوا، اگر یہ بات شرک وحرام یاذریعہ شرک تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کئی سے اس پر انکار مروی ہوتا مگر ہمیں اس بارے میں کسی صحابی رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے انکار کا علم نہیں ہے۔

ابو فتح نصر بن حسن سکتی جو کہ ایک محدث ہیں انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارکہ کے متعلق جو بیان کیا وہ بھی اہل اسلام کے زمانہ میں ہی واقع ہوا مگر کسی کا انکار ثابت نہیں ہے۔

یونہی حافظ قطب الدین ابو الفتح موسی بن محمد یونینی جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعین فی طبقات المحدثین ۲۳۵ میں ذکر کیا ہے، اور معجم الشیوخ ۶۲۳ میں ان کی تعریف بیان کی ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الدر الکامنۃ ج۴ ص ۲۳۴ میں ان کی تعریف بیان کی ہے وہ ابو القاسم اسکندرانی کی قبر پر جاکر اپنے لئے دعائیں کرتے اور اس کے ساتھ توسل کرتے تھے۔

یونہی ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کا ابو الولید کی قبر کی طرف مشکلات میں قصد کرنا اور اس سے توسل کرنا، یونہی ابو علی خلال کا موسی بن جعفر کی قبر کی طرف قصد کرنا اور اس کے توسل سے دعا کرنا وغیرہ یہ تو محدثین کی جماعت میں شمار ہوتے ہیں۔[31]

وسیلہ جمیلہ میں ہے:

وعندی انه لاوجه بتخصیص جواز التوسل بالنبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم کمازعم الشیخ عز الدین بن عبد السّلام۔[32]

[31](علمی و تحقیقی مقالات، ص ۱۹۰)

[32](وسیله جمیله ص ۴، از نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اهلحدیث)

ترجمہ: توسل کا جواز حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی ذات کے ساتھ خاص نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ شیخ عزالدین بن عبد السلام نے گمان (شک) کیا ہے"۔

اب توسل، استمداد، استعانت، استغاثہ کے معنی سمجھئے جو لوگ اس کو شرک کہتے ہیں وہ اس کے معنی سے بے خبر ہیں۔

شواھد الحق ص ۷۹ میں علاّمہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالتوسل و التشفع و الاستغاثۃ کلھا بمعنی و احد و لیس لھا فی قلوب المؤمنین معنی الّا التبرک کذکر احباء اللہ لماثبت ان اللہ تعالیٰ یرحم العباد بسیماھم سواء کانوا احیاء او امواتا فالمؤثر و الموجد حقیقۃ ھو اللہ تعالی و ھو لا سبب عادی فی ذالک۔

ترجمہ: "توسل، تشفع اور استعانت کے ایک معنی ہیں، مؤمنوں کے دلوں میں ان الفاظ کے بولنے کی غرض صرف اولیاء کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کے وسیلے سے چاہے فی الحیات ہو یا بعد الممات متوسلین پر رحم فرماتا ہے، مؤثر اور موجدِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اولیاء اسبابِ ظاہری ہیں۔

علامہ الشیخ احمد الصّاوی المالکی اپنی تفسیر "تفسیرِ صاوی" جلد ۳، ص ۲۲۹ (مطبوعہ دارالفکر) میں **وَلَا تَدْعُ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** (القصص ۸۸) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لیس فی الایۃ مازعم الخوارج ان الطلب من الغیر حیا کان او میتاشرک فانیہ جھل مرکب لانہ من التمسک بالاسباب ولاینکر الاسباب الا جھول و ان توسّل بھم من جملۃ الطاعات۔

ترجمہ: "اس آیت میں وہ نہیں جس کا گمان خوارج نے کیا ہے کہ استعانت غیر اللہ سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ شرک ہے، نستعین کے کلمہ سے یہ معنی کرنا جہل مرکب ہے بلکہ مومن کے

عقیدے میں غیر اللہ سے مدد (استعانت) یہ **تمسک بالاسباب** کے قبیلہ سے ہے۔ اور اسباب سے ماسواء جہلاء کے کوئی انکار نہیں کرتا، توسل استعانت مقربین سے یہ (اللہ کی) اطاعت میں داخل ہے"۔

معلوم ہوا کہ توسل کو شرک کہنا یہ خوارج کلاب النار کا طریقہ ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ **اِیّاکَ نَستَعین** کا معنی **اِیّاکَ نستعین فی العبادۃ** ہے، جب مسلمان **اِیّاکَ نَعبُدُ** پڑھ کر اپنے عجز اور حقیقت کو متوجہ ہوا تو فوراً یہ سوچا کہ میں تو ایک عاجز بندہ ہوں، میرے ساتھ اتنا بڑا دعویٰ مناسب نہیں تو **فی الحال** کہا "**اِیّاکَ نَستَعین**" یعنی یا اللہ اگر میں عبادت کرتا ہوں تو تیری ہی مدد اور تیری ہی دی ہوئی قوّت سے کرتا ہوں، ورنہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں، اس تفسیر کی رو سے یہ آیت عام نہیں۔

قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو توسّل کا حکم فرمایا اور توسل کو ذریعہ فلاح و نجات ٹھہرایا ہے۔

قولہ تعالی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ۳۵)

ترجمہ: "اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یقیناً تم فلاح پاؤ گے۔"

وسیلہ کا معنی تفسیر مدارک ص ۴۹۱ میں ہے:

وھی کلما یتوسل بہ ای یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، وہ "وسیلہ" ہے۔

تفسیر خازن ص ۴۹۱ میں ہے:

الوسیلۃ فعلیۃ من وسل الیہ اذا تقرب الیہ والمعنی اطلبوا الیہ القرب بطاعۃ والعمل بما یرضی۔

ترجمہ: وسیلہ بروزن فعلیہ عرب کہتے ہیں **وسل الیہ اذا تقرب الیہ** آیت کے معنی یہ ہے، اے مومنو قرب اور نزدیکی حاصل کرو اللہ تعالیٰ کی طرف اطاعت سے اور ہر اس عمل سے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

الوسیلۃ: التوصل إلی الشيء برغبۃ وھي أخص من الوصیلۃ، لتضمنھا لمعنی الرغبۃ۔[33]

وسیلہ کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے (یعنی توصل) کے ہیں اور وسیلہ میں رغبت کا پہلو شامل ہونے کی وجہ سے یہ "وصیلۃ" سے خاص ہے۔

ابن منظور رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوسیلۃ ھي في الأصل ما یتوصل بہ إلی الشيء ویتقرب بہ۔[34]

درحقیقت وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔

امام زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

الوسیلۃ: کل ما یتوسل بہ أی یتقرّب... بہ إلی اللّٰہ تعالی۔[35]

---

[33] (مفردات الفاظ القرآن ص ۸۷۱)

[34] (لسان العرب ص ۷۲۵ ج ۱۱)

[35] (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۶۲۸ تحت الآیۃ المائدۃ ۳۵)

ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچا جائے یعنی قرب حاصل کیا جائے، اسے ہی وسیلہ کہتے ہیں۔

اور آیت کا عام ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اعمالِ صالحہ ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ نجات کے اسباب سے ایک سبب ہے، جیسا کہ غار والی حدیث جو تمام صحاح ستّہ کی کتب میں موجود ہے، نجات کے لئے اور بھی بہت سے اسباب ہیں جیسا کہ اسماعیل قتیل دہلوی نے "منصبِ خلافت" میں لکھا ہے: "مراز وسیلہ شخصے باشد کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔"

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو۔

شاہ ولی اللہ نے بھی القول الجمیل میں یہی لکھا ہے۔ بہر حال وسیلہ قربِ الٰہی کے لئے سبب کو کہتے ہیں اور قرب کے تمام اسباب غیر اللہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کا حکم فرمایا ہے۔ معلوم ہوا توسل غیر اللہ سے شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے کیونکہ مامور بہ ہے۔

روی الحاکم فی صحیحہ و ابو عوانۃ و البزاز بسند صحیح و ابن السنی عن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ آلہ وَ سلّم قال اذا انفلتت و ابۃ احدکم فی ارض فلاۃ فلینا دیا عباد اللہ احبسوا ثلاثا فان اللہ حاضر سیحبسہ روی لطبرانی و ان ارادعونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی ذکر ھذا الحدیث الائمۃ فی کتبھم و نقلوہ اشاعۃ و حفظا للامۃ و لم ینکروہ منھم النووی فی الاذکار و ابن القیّم فی کتابہ الکلم الطیب و ابن مفلح فی الاداب بعد ذکر ھذا الاثر قال عبد اللہ ابن احمد سمعت ابی یقول حججت خمس حجج الامام نو وی شارح مسلم فضللت الطریق فی حجۃ و کنت ما شیا فجعلت اقل یا عباد اللہ دلونا علی الطریق فلم ازل اقول ذالک حتی وقفت علی الطریق۔[36]

[36] (صواعق البھیہ ص ۳۵، حصن حصین ایضاً للامام شارح مسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فرمایا کہ جب کسی سے جنگل میں سواری بھاگ جائے تو تین مرتبہ پکارے "اے اللہ کے بندو میری سواری پکڑو!"۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے سواری کو بند کر دے گا، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جائے تو یہ آواز لگائے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! تینوں ائمہ نے اس حدیث کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ اور امت کی اشاعت اور حفظ کے لئے نقل کیا ہے اور کسی نے انکار نہ کیا۔ بعض ان ائمہ سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، انہوں نے کتاب الاذکار میں اور ابن قیم نے الکلام الطیب میں اور ابن مفلح نے کتاب الآداب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ حدیث کے بعد عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے پانچ حج کئے، ایک بار حج کرنے جارہا تھا کہ راستہ بھول گیا، میں پیدل تھا تو میں پے در پے یہ آواز لگا رہا تھا کہ اے اللہ کے بندو مجھے راستہ دکھاؤ، یہاں تک بولتا رہا کہ راستہ مل گیا۔

عباد اللہ کے بارے میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ملّا علی قاری فی شرحۃ المراد بعباد اللہ الملائکہ او المسلمون او رجال الغیب المسلمون بالابدال۔

ترجمہ: عباد اللہ سے مراد ملائکہ یا مسلمان، یا رجال الغیب ہیں جو کہ مسلمان ابدال میں سے ہیں۔

وقال قاضی شوکانی فی تحفۃ الذاکرین و فی الحدیث دلالۃ علی جواز الاستغاثۃ ممن لا یراھم الانسان من عباد اللہ سبحانہ تعالیٰ من الملائکۃ و صالح الجن و لیس فی ذلک بأس۔

ترجمہ: قاضی شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں لکھاہے کہ یہ حدیث دلیل ہے استغاثہ کے جواز پر، اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے جن کا انسان دیکھ نہیں سکتے، وہ ملائکہ اور صالح جن ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے طفیل ان کی امت کی مدد کے لئے ایک مخلوق پیدا کی ہے جن کو دیکھا نہیں جا سکتا اور وہ مومنوں کی حاجت کے وقت ان کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہدایت یعنی استمداد عن غیر اللہ ہمیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے اور اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ استعانت عن غیر اللہ کو شرک سمجھو یا جائز سمجھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نا معلوم الحقیقت مخلوق سے استعانت جائز ہے تو اسی طرح یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مدد، اور یا غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدد کہنا بھی جائز ہے۔

عن عبداللہ بن یزید الخطمي: اللھم ارزُقْنِي حُبَّکَ، و حُبَّ مَن یَنْفَعُنِي حُبُّہُ عندَکَ۔[37]

ترجمہ: حضور اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی دعاؤں میں یوں فرماتے تھے، اے اللہ اپنی محبت نصیب فرما اور ہر اس شخص کی محبت نصیب فرما جس کی محبت میرے لئے تیری بارگاہ میں فائدہ مند ہو۔

عن أبي الدرداء: کان داودُ یقولُ: اللھم إنی أسالُکَ حُبَّکَ، و حُبَّ مَن یُحِبُّکَ، و العملَ الذي یُبَلِّغُنِي حُبَّکَ۔[38]

---

[37](مشکوٰۃ ص ۲۱۱)
[38](مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

ترجمہ: ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ان الفاظ سے دعا مانگتے تھے، یا اللہ میں تجھ سے تیری محبت اور ان کی محبت جن کی محبت تیرے ساتھ ہو، مانگتا ہوں۔ اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کا ذریعہ بن جائے۔

حدیثِ مذکورہ بالا میں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اللہ تعالیٰ سے مقربین کی محبت کا سوال کیا ہے، معلوم ہوا کہ مقربین کی محبت نجات اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں اور ان سے بغض و عداوت دنیا و آخرت کا خسارہ و نقصان ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "اَلمَرءُ مَعَ مَن اَحَبَّ"[39]

یعنی دنیا میں جو جس سے محبت کرے گا بروزِ قیامت اسی کے ساتھ ہو گا۔ اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے تو وہ ان سے دور جہنم میں ہو گا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (البقرة ۹۸)

ترجمہ: "جو کوئی دشمن ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسول کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔"

پتہ چلا کہ انبیاء (علیہم السلام) اور ملائکہ (علیہم السلام) سے عداوت کفر اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے، اور محبوبانِ خدا سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا یوں ذکر فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

---

[39] (البخاري (ت ٢٥٦)، تهذيب التهذيب ٦/٢٠٠• البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٦١٦٨] • صحيح • [أخرجه البخاري (٦١٦٨)، ومسلم (٢٦٤٠) البزار (ت ٢٩٢)، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ١٣/٢٨١•الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٢/٣٥٢ •ابن القيسراني (ت ٥٠٨)، ذخيرة الحفاظ ٤/٢٤٥٨•المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ٤/٨٦• الذهبي (ت ٧٤٨)، سير أعلام النبلاء ١٢/١٣٥•الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ١٠/٢٨٣•)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول (ﷺ) کی تابعداری کرے تو وہ لوگ قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گاے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین میں سے، اور ان کی معیّت بہت اچھی ہے۔ (اللہ ربّ العزت ہمیں ان کی معیّت نصیب فرمائے۔ آمین!)

مفتی رشید احمد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک **"مسئلہ التوسل و الدّعا"** صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں:

توسل چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا دوسروں کے، سب جائز ہے اور دعا میں یہ جائز ہے کہ یا اللہ فلاں پیغمبر یا ولی کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔

عبد الوہاب شعرانی **"الجوھر و الدرر"** میں فرماتے ہیں:

ان بعض مشائخہ ذکر لہ، ان اللہ تعالیٰ یوکل بقبر الولی ملکا یقضی حوائج الناس، کما وقع اللامام شافعی و السیّدہ نفسیہ و سیّد احمد بدوی۔ (فی النقاذ الاسیر من اسرہ من بلاد الفرنج) وتارۃ یخرج اولی من قبرہ بنفسہ ویقضی حوائج النّاس لان للاولیاء انطلاق فی البرزخ وان لا رواحھم۔[40]

ترجمہ: ذکر کیا العارف باللہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر و الدرر میں کہ بعض مشائخ نے ہمیں ذکیر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے قبر پر فرشتہ مقرر کیا جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے، جیسا کہ واقع ہوا امام شافعی، سیدہ نفسیہ سید احمد بدوی کے لئے۔ (گرفتار مسلمان کو فرنگی کے قید سے آزاد کرنے کے وقت) اور کبھی کبھی ولی اپنے مزار شریف سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجت پوری کرتا ہے کیونکہ اولیاء کے لئے برزخ میں آزادی ہے۔"

ولی کا قبر سے نکلنا اور تصرف کرنا عقل سے بعید بات نہیں، دیوبندیوں کے پیشواء اشرف علی تھانوی "جمال الاولیاء ص ۱۰۶ میں لکھتا ہے کہ "امام شافعی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت محمد

---

[40] (نفحات القرب، ص ۲۲۲)

بن ابی بکر الحکمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ذکر لینے (بیعت کرنے) کے واسطے آیا مگر محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تھے۔ پس وہ شخص ان کی قبر پر گیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قبرِ مبارک سے نکلے اور اس شخص کو بیعت کر لیا۔

تفسیر مظہری (ج ا، ص ۱۵۲) میں ہے:

ان اللہ تعالی یعطی لارواحھم قوۃ الأجساد فیذھبون من الأرض و السماء و الجنۃ حیث یشاؤن وینصرون أولیاءھم ویدمرون أعداءھم ان شاء اللہ تعالی و من أجل ذلک الحیوۃ لا تأکل الأرض أجسادھم و لا أکفانھم۔ و ایضاً فی البصائر للعلامہ حمد اللہ دیوبندی ویتوسل الیہ تعالیٰ باانبیاء و الصالحین من عبادہ من العلماء و الشھداء و الاولیاء الخ۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام صلحاء شہداء و علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا چاہیئے۔ ہم زندگی میں زندوں سے صبح شام مدد مانگتے ہیں اس یقین پر کہ زندہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ زندوں کو مدد کرنے اور دوسروں کی کام آنے کی قدرت و قوت کس نے دی ہے؟ تم ضرور کہوگے کہ اللہ تعالیٰ نے قدرت دی ہے تو یقین رکھو کہ وہی اللہ مردوں کو طاقت دینے سے عاجز نہیں، ان کو بھی قوت دے سکتا ہے، زندہ اور مردے یہ دونوں ظاہری اسباب ہیں۔ مسبب و مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، آخر سوچو یہ مردوزمین بحکمِ الٰہی بیج سے پودا نکالتا ہے، یہ بے روح ہوا، بادل، پانی اور کائنات کی اشیاء انسان کی کئے حاجت پوری کرتے ہیں اور مردے میں روح بھی ہوتی ہے اگر نہ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کو حاجت روائی کا سبب بتاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، وہ کام کر سکتا ہے جن کی طرف ہماری سوچ بھی نہیں جاتی۔

توسل النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم واصحابہ وسلف الامۃ وخلفھا فانھم جمیعھم کانوا یتوسلون۔[41]

ترجمہ: "وسیلہ کیاہے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امّت کے سلف وخلف نے۔"

فقد کان من دعاء النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم ، اللّٰھم انی اسئلک بحق السّائلین علیک وھذا توسّل صریح لاشک فیہ و کان یعلم ھذا الدّعاء اصحابہ ویامرھم بالایتان بہ۔[42]

ترجمہ: حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعامیں سے تحقیق یہ بھی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنے والے پیغمبروں (وغیرہم) کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں اور یہ توسّل صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس دعا کی تعلیم صحابہ کو دیتے تھے اور اس کے پڑھنے کا امر فرماتے۔ ذکر کیا ہے توسّل کے جواز کو"طریقہ محمدیہ میں نقلاً عن الزازیہ ج ۲ ص ۱۵۵) وجود فی البزاریہ ان یقول اللّٰھم اسئلک بحرمۃ فلاں اھ حدیقہ میں اس قول کی اچھی تفسیر بیان کی ہے:

فیذکر لانبیاء و اولیاء و صلحاء و العلماء حیا کان اومیتا کمانقل عن بعض العارفین انہ کان یقول للمریدین اذا سالتم من اللہ شیئاً فاسئلو بی فانی اناالواسطۃ الان بینکم و بینہ تعالیٰ۔ و فی روح البیان (ج ۱، ص ۲۰۲) وینبغی ان نتوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء والاولیاء والصالحین۔

یعنی انبیاء(علیہم السلام)واولیاء اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے سوال کرنا چاہیئے۔

---

[41] (شواھدالحق ص ۷۶)

[42] (شواھد ص ۷۶)

البصائر (ص ۲۲۴) میں ہے:

ومنھا التوسل الی اللہ تعالیٰ بعباد اللہ الصالحین۔

ترجمہ: دعا کے آداب میں سے ایک ادب مقربین کے وسیلے سے دعا کرنا ہے۔ دیوبندیوں کے مفتی اعظم ہند عزیز الرّحمن دیوبندی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "اس طریقہ پر دعا کرنا صحیح ہے کہ یا اللہ اپنے اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔[43]

مولانا نصیر الدین غور غوشتوی دیوبندی ارشاداتِ نصیری میں لکھتے ہیں:

"توسل بالانبیاء و الاولیاء جائز، روا، مشروع ہے، کتابوں میں توسّل بالاعمال و ذوات فاضلہ سے آیا ہے، بیت اللہ، قرآن شریف، اولیاء، مثلاً غوث اعظم، پیر بابا، کاکا صاحب رحمہم اللہ کے وسیلے سے دعا جائز ہے۔

مولوی سرفراز خان دیوبندی تسکین الصدور (ص ۴۴۴) میں لکھتے ہیں:

ویجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ و الاستغاثۃ بالانبیاء و الصّالحین بعد موتھم۔

یعنی انبیاء (علیہم السلام) و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو بعد الوفات وسیلہ کرنا اور ان سے فریاد رسی کرنا جائز ہے۔

مولوی زکریا تبلیغی نصاب میں فضائل درود شریف (ص ۵۴) پر لکھتے ہیں:

ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ   و الصالحین من عبادہ۔

مولوی خلیل احمد دیوبندی "المھند علی المفذ" جو عقائد علماء دیوبند پر ہے، لکھتا ہے:

"سوال: علماء دیوبند کے نزدیک حضور (ﷺ) اور سلف صالحین اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ و غیر ہم کو وسیلہ کرنا جائز ہے یا نا جائز؟

---

[43] (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵، بحوالہ مسئلہ التوسل و الدعا، رشید احمد حقانی ص ۲۰)

جواب: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء(علیہم السلام) و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا جائز ہے خواہ **فی الحیات** ہو یا **بعد الممات** اور یوں کہے یا اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری حاجت پوری فرما۔"

مولانا حافظ کفایت اللہ فاضل جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک "الذخائر" ص ۲ میں لکھتے ہیں کہ توسل مطلق ثابت ہے وسیلہ کا طریقہ یہ ہے:

"ان یذکر نبیاً او اولیاء او علماء او صالحاً و یسئل بحقہ من اللہ تعالیٰ"۔

جیسے کہ طریقہ محمدیہ (ج۲، ص۱۵۵، حاشیہ حدیقہ) میں ہے اور اگر مردے کی طرف نسبت کی اور یوں کہے کہ تم یہ کام کرو یعنی میرے لئے یہ دعا کرو، یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ اعرابی کا قول کہ یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم میرے لئے استغفار طلب فرمایئے، یا شامی کا یہ قول **"یا سید احمد بن علوان"** اور اگر ایسا کام ہو کہ ولی کی طاقت میں نہ ہو، جیسے شفا دینا، غائب کارد کرنا، وَلَد دینا پھر بھی جائز ہے کیونکہ مجاز ہے۔ حقیقت میں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رد کرنا شامی کے قول میں مذکور ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام واولیاءعظام وصلحاء عالی مقام رحمہم اللہ تعالیٰ سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہیئے کہ یوں پکارے۔ **اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ:** مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔[44]

---

[44] (حصن حصین و بزار)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔[45]

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول حرز ثمین شرح حصنِ حصین میں ہے:

"اذا انطلت دابة احدکم فیلقل یا عباد اللہ اعینونی المراد به الملک او المسلمون من الجن او رجال الغیب هذا حدیث یحتاج الیه المسافر اه"۔

اور ولد کی نسبت کرنا غیر کو یہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کو فرمایا "قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِيًّا (مریم ۱۹)"، ولد ھبہ کرنا اللہ کا کام ہے اور جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طرف نسبت کیا کیونکہ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا تو اگر کسی نے کہا کہ اے ولی اللہ مجھے بچہ دو تو یہ مجاز ہے اس کو شرک کہنا غلط ہے۔

اور اگر نبی یا ولی کو یہ کہا کہ میرے لئے دعا کرو تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ دعا میت کے اختیار میں ہے اور دعا امور آخرت میں سے ہے۔

جیسا کہ خازن (ج۴، ص۱۱۳) میں ہے:

واما حکم صلوٰتهم یفحتمل انها الذکر او الدعاء و ذالک من اعمال الآخرة اه۔

تو اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دعا نہیں کر سکتے تو یہ غلط ہے۔

---

[45] (حصن حصین) (المعجم الکبیر ج۱۰ ص۲۱۷ رقم ۱۰۵۱۸، مسندابویعلی ج۹ ص۱۷۷، عمل الیوم واللیلة لابن السنی ص۱۶۲ رقم ۵۰۶، مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۲، حاشیة المطالب العالیه ج۳ ص۲۳۹)

حافظ کفایت اللہ الذخائر میں لکھتے ہیں:

’’توسل بعد الوفات جائز ہے **قولہ تعالیٰ ’’وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰہ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا‘‘(النساء ۶۴)**، ایک اعرابی حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پردہ فرمانے کے بعد بارگاہ نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں حاضر ہوئے اور روضہ ٔمبارک کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگے اور فرمایا یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جو قرآن آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے **کمامرّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا الخ** اب میں حاضر ہوا، میرے لئے دعا فرمایئے تو روضہ رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے آواز آئی کہ تجھے اللہ نے بخش دیا۔[46]

اس آیت کے ذیل میں تفسیر معارف القرآن لشفیع دیوبندی نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔اہل روم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا ہے شفاعت اور توسل ایک معنی یہ ہے اور توسل کا منکر شیطان ہے۔[47]

پس ذرا سوچیئے اور وہابیوں کے عقیدے سے اجتناب کیجیے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نوراللہ مرقدہ ’’رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ‘‘ میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔

---

[46] (تفسیر مدارک ج ۱۰، ص ۲۳۲)

[47] (کمافی روح البیان ج ۲، ص ۹۰، سورہ ھود) (تفسیر روح البیان ج ۴، ص ۲۶)

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفر اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا“(النساء ٦٤)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یارسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلموا میں کوئی قید نہیں۔ اور اذن عام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یرشد تعالی العصاۃ والمذنبین اذا وقع منھم الخطا والعصیان ان یاتوا الی الرسول ا فیستغفروا اللہ عندہ ویسالوہ ان یغفر لھم فانھم اذا فعلوا ذلک تاب اللہ علیھم ورحمھم وغفرلھم ولھذا قال { ”لَوَجَدَ اللہ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا“(النساء ٦٤)، } وقد ذکر جماعۃ منھم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابہ الشامل الحکایۃ المشھورۃ عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ یقول ”وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفر اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا“(النساء ٦٤)، وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعاً بک الی ربی۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ	فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی انفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتَّقُوا اللهَ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

ترجمہ: (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطاو گناہ سرزد ہوجائیں تو انہیں رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے اور خود رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا **لَوَجَدَ اللهَ تَوَّاباً الرَّحِيْمَا**" (النساء ۶۴) (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا

نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ صَلی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہوگئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صَلی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ وَسلَّم رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم صَلی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زیارت کی آپ صَلی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مجھ سے فرمارہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنادے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔[48]

☆امام ابو بکر بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

قال فی محکم کتابه "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا" (النساء ۶۴)، وقد جئتک بابی انت و امی مثقلا بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفر لی ذنوبی وان تشفع...[49]

[48] (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹۔۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

[49] (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵۔۴۹۶ رقم الحدیث ۴۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲۔۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵۔۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابیٔ رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وکانو من قبل) من قبل محمد او القرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد و القرآن (علی الذین کفروا) من عدوهم اسد و غطفان و مزینۃ و جهینۃ (فلما جاءهم ما عرفوا) صفته و نعته فی کتابهم (کفروا به) جحدوا به (فلعنۃ اللہ) سخط اللہ و عذابه (علی الکافرین) علی الیهود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینۃ اور جھینۃ کے قبائل کے خلاف اللہ عزوجل سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔[50]

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس و الخزرج برسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم قبل مبعثه فلما بعثها اللہ من العرب کفروا به و جحدوا اما کانوا یقولون فیه فقال لهم معاذ بن جبل و بشر بن البراء بن معرور اخو بنی سلمة یا معشر یهود! اتقوا اللہ و اسلموا فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد او نحن اهل شرک و تخبرو ننا انه مبعوث و تصفو نه لنا بصفته۔

ترجمہ: یہود حضور نبی اکریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان

---

[50](تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو جب تم ہم پر فتحیابی کے لیے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہو گا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔[51]

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

قبل ان یبعث محمدا یقولون اللھم انصرنا بحق نبیک الذی تبعثه فلما لم یجئھم علی ھواھم ومرادھم کفروا به فلعنة اللہ علی الکافرین۔[52]

ترجمہ: یہود حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بعثت سے قبل آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تونے ابھی مبعوث فرمانا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا انکار کردیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ان یھود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم قبل مبعثه۔

[51] (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعة للآجری ص ۴۴۶ مطبوعہ لاھور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ قاھرہ مصر)، (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

[52] (تاویلات اھل السنة ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسة الرسالة ناشرون بیروت)

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔[53]

امام فخر الدین رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام و نزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالون الفتح و النصرۃ و کانوا یقولون اللھم افتح علینا و انصرنا بالنبی الامی۔

ترجمہ: حضرت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے فتح و نصرت عطا فرما۔[54]

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَکَ سَكَنٌ لَهُمْ (توبہ ١٠٣)

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (جمعہ ٢)

---

[53] (الوفاء باحوال المصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ج ١ ص ٤٤ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
[54] (التفسیر الکبیر ج ٢ ص ٨٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران ایران)

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک وصاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وَ کَانُوا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُونَ عَلَی الَّذِینَ کَفَرُوا۔ (پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹)

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ۔ (پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (بقرۃ ۱۴۴)

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور صَلَی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

وَ کَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّکَ أَنْ یَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا (کهف ۸۲)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

أُولَئِکَ الَّذِینَ یَدْعُونَ یَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِیلَةَ أَیُّهُمْ أَقْرَبُ وَیَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَیَخَافُونَ عَذَابَهُ۔ (الاسراء۵۷)

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (الفتح ۲۵)

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو بیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تا کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بے دینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا۔ (کھف ۲۱)

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تا کہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی قبور پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا۔ (پارہ ۱۳ سورہ یوسف ۹۳)

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (۱) وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ (سورہ البلد پارہ ۳۰ آیت نمبر ۱۔۲)

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (۱) وَطُورِ سِينِينَ (۲) وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (پارہ ۳۰ سورہ التین آیت نمبر ۱۔۳)

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ وَسلَّم کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (بقرہ)

اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آئے گا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (ال عمران)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي۔ (طه ٩٦)

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجده ١١)

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مريم ١٩)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (انفال ٣٣)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

وَإِذْقُلْتُمْ يَامُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا۔ (بقرہ ٦١)

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہر گز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ۔ (ال عمران ٣٨)

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا:

یسقی بھم الغیث وینصر یھم علی الاعداء ویصرف بھم عن اھل الشام العذاب۔[55]

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہو گی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہو گا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح ونصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو المغیرۃ ثنا صفوان حدثنی شریح یعنی عبید قال ذکر اھل الشام ثم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو بالعراق فقالوا العنھم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ثم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ

---

[55] (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا بدل بنا دیتا ہے اس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لاتسبوا اهل الشام فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔[56]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای ببرکتهم او بسبب وجودهم فیما بهم یدفع البلاء عن هذه الامة۔[57]

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہؐ **(علی صاحبها الصلوۃ والسلام)** سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

انظروا قبرا للنبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لایکون بینه وبین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی یکون نبت العشب وسمت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے

---

[56] (الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ البقرہ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[57] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۲۰ مطبوعہ ملتان)

لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہوگئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔[58]

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی میں گرفتار ہوگئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر سے فرمایا۔

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصبصة حتی اقام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه ثم اقبل یمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔[59]

[58] (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (امتاع الاسماع ج ۱۴ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواهب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷۔۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وفاء والوفاء باخبار دار المصطفی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعة السعادة مصر)

[59] (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲ رقم الحدیث ۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶ مطبوعہ مکتبة النهضة الحدیثہ مکہ مکرمة)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر زید بن وهب رحمة اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوة امام بیهقی ج ۶ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنهایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ المکتبة التجاریة مکة المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بان طائفة من امته لاتزال علی الحق وان فیهم اقطابا و اوتادا و نجباء و ابدالا الخ ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: یعنی اے شیر ! میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وَاٰلہٖ وَسَلَّم کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ جاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور صَلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں اور شیر حضور صَلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔[60]

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت فمررت على موسى فقال بم امرت قلت امرت خمسين صلوة كل يوم قال ان امتک لا تستطيع خمسين صلوة كل يوم وانى والله جربت الناس قبلك وعالجت بنى اسرائيل اشد المعالجة فارجع الى ربک فسئله الخفيف لامتک۔[61]

ترجمہ: حضور صَلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وَاٰلہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگئے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

---

[60] (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۴۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۰ رقم الحدیث ۶۴۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مشکاۃ المصابیح کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق باب الکرامات الفصل الثانی ج ۲ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۵۹۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[61] (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰۔ ۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے **فو الذی نفسی بیدہ ما وضعھا حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر یتحادر علی الحیتہ۔** یعنی خدا کی قسم ابھی حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیہ فقال اللھم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیۃ من السحاب الا انفرجت۔ [62]

ترجمہ: تو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی پھٹ جاتا تھا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انما انا قاسم و اللہ یعطی۔ [63]

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

---

[62] (صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ج ۱ ص ۱۴۰۔ ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستسقاء فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوۃ فی خطبۃ جمعۃ واجابۃ السائل والدعاء لقحوط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳ ۲۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[63] (صحیح البخاری کتاب الجهاد ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ **یارسول اللہ طھرنی** اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرمادیں۔[64]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت اقدس میں عرض کیا **اسئلک مرافقتک فی الجنة** میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔[65]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو **قمت الیھا فقطعته** میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔[66]

---

[64] (مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[65] (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[66] (سنن ابن ماجه كتاب الاشربه ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحديث ۳۴۲۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای فم القربۃ فحفظتہ بی بیتی و اتخذتہ شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جائے۔

معلوم ہوا کہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔

ھذا جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتھا و کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یلبسھا فنحن نغلسھا للمرضی نستشقی بھا۔[67]

حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)

[67] (صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستَوهبناهُ مِن فضلِ طَهورِهِ فدعا بماءٍ فتوضّأَ وتمضمَضَ، ثمَّ صبَّهُ في إداوةٍ وأمرَنا فقالَ: اخرُجوا فإذا اتيتُمْ أرضَكُم فاكسِروا بيعتَكُم وانضَحوا مَكانَها بِهَذا الماءِ واتَّخِذوها مسجدًا۔[68]

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ ﷺ کا غسلالہ مانگا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کیا ہوا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

[68] (سنن النسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع مساجد ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ طبع مجتبائی لاہور وفی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

و خذ ذالک الشعر و الاظفار فاجعله فی فمی و علی عینی و مواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)[69]

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔

وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

إنِّي ألبَسْتُها قميصي لتُلْبَسَ مِن ثيابِ الجنَّةِ و اضْطَجَعْتُ معها في قبرِها خفف عنها مِن ضَغْطَةِ القبرِ۔[70]

---

[69] (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[70] (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عاصم بن سلیمان احول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل فاطمۃ بنت اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۴۳۳ ممطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار المصطفی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ الہ وَسلّم ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرۃ باب ما جاء فی ضغط القبر علی صاحبہ و ان کان صالحاً ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تا کہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تا کہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(۱۴) مسلم شریف میں ہے:

إذا صَلّى الغَداةَ جاءَ خَدَمُ المَدِينَةِ بآنِيَتِهِمْ فِيها الماءُ، فَما يُؤْتى بإناءٍ إلّا غَمَسَ يَدَهُ فِيها،[71]

ترجمہ: جب نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آئے تھے۔

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

يَأْتي على النّاسِ زَمانٌ، فَيَغْزُو فِئامٌ مِنَ النّاسِ، فيَقولونَ: فِيكُمْ مَن صاحَبَ رَسولَ اللهِ صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فيَقولونَ: نَعَمْ، فيُفْتَحُ لهمْ۔[72]

[71] (مشکوۃ المصابیح باب فی اخلاقہ شمائلہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
مسلم (ت٢٦١)، صحيح مسلم٢٣٢٤•

[72] (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب فضائل اصحاب النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ج ۳ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ج ۴ ص ۱۹۶۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۰۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۷۶۸ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہو گی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(١٦) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

هلْ تُنْصَرُونَ وتُرْزَقُونَ إلّا بضُعَفائِكُمْ۔[73]

ترجمہ: تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(١٧) ترمذی ابوداوٗد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے۔

شَفاعتي لأهلِ الكبائرِ من أمَّتي۔[74]

ترجمہ: یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔

اس کی شرح میں شیخ عبد الحق لمعات میں فرماتے ہیں:

ای لوضع السیات و اما الشفاعة لرفع الدرجات فلکل من الاتقیآء و الاولیآء۔

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہو گی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

---

[73] (مشکوۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ٤٤٦ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٢٨٩٦• أحمد شاكر (ت ١٣٧٧)، مسند أحمد ٣/٥١•

[74] (سنن الترمذی کتاب صفة القيامة و الرائق باب ماجاء فی الشفاعة ج ٤ ص ٦٢٥ رقم الحديث ٢٤٣٥ مطبوعه دار احياء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب السنه باب فی الشفاعة ج ٤ ص ٢٣٦ رقم الحديث ٤٧٣٩ مطبوعه دار الفكر بیروت)

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔ بہت سے بد عمل لوگ بھی حضور پر نور صَلَّى اللهُ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس صَلَّى اللهُ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی صَلَّى اللهُ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے:

يَشفعُ يومَ القيامةِ ثلاثةٌ الأنبياءُ ثُمَّ العُلَماءُ ثُمَّ الشُّهداءُ۔[75]

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علیهم السلام علمآء رحمهم الله تعالیٰ پھر شهداء رحمهم الله۔[76]

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی، دارمی اور ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم صَلَّى اللهُ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے:

يدخُلُ الجنّةَ بشفاعةِ رجلٍ من أمتي أكثَرُ من بني تميمٍ۔[77]

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

---

[75] (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحديث ۴۳۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (شعب الايمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحديث ۱۷۰۷ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[76] (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحديث ۴۳۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (شعب الايمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحديث ۱۷۰۷ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[77] (سنن الترمذى كتاب صفة القيامة والرقائق باب ما جاء فى الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحديث ۲۴۳۸ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)، (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحديث ۴۳۱۶ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سنن الدارمى ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحديث ۲۸۰۸ مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹۔۴۷۰ رقم الحديث ۱۵۸۵۷ مطبوعه موسسة قرطبه مصر)، (مسند ابو يعلى ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحديث ۶۸۶۶ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی و قیل غیرہ۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکار دوعالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فإنّه شکا لِکثرۃِ العملِ و قلّۃِ العَلَفِ، فأَحسِنوا إلیه۔ [78]

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابو لہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرور دوعالم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کو دودھ پلایا تھا۔ [79]

---

[78] (مشکوۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ابن کثیر (ت ۷۷٤)، البدایۃ والنهایۃ٦/١٤٥••أخرجه أحمد (١٧٥٦٥) شعیب الأرنؤوط (ت ١٤٣٨)، تخریج العواصم والقواصم٥/١٠٤•

[79] (صحیح البخاری کتاب النکاح باب و امهاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیهقی ج۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ج ۳ ص ۹۸۔ ۹۹ مطبوعہ دار الکتب

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان توان کابندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔[80] یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیه قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمی عصمة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابیه وربما ذکرت قول الشاعر وانا انظر الی وجه النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم یستسقی فماینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

العلمیه بیروت)، (نصب الرایة الاحادیث الهدایة ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعه دار الحدیث القاهرة مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۷۱۔۱۷۲ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (البدایة والنهایة ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵ مطبوعه دار نشر الکتب الاسلامیه لاهور)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

[80] (اسد الغابة فی معرفة الصحابة ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۸ ص ۲۲۳ مطبوعه دار الفکر بیروت)

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔[81]

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔[82]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔

---

[81] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذاقحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

[82] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذاقحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن اسیر بن جابر ان اھل الکوفۃ وفدوا الی عمر فیھم رجل ممن کان یسخر باویس فقال عمر ھل ھھنا احد من القرنیین؟ فجاء ذلک الرجل فقال عمر ان رسول اللہ ﷺ قد قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویس لا یدع بالیمن غیر ام لہ قد کان بہ بیاض فدعا اللہ فاذھبہ عنہ الا موضع الدینار او الدرھم فمن لقیہ منکم فلیستغفر لکم۔[83]

ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہو گا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہو گا۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درھم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہئیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

---

[83] (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۴۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنھایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تھذیب التھذب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج البیهقی من وجه آخر عن عمر ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیکون فی التابعین رجل من قرن یقال له: اویس بن عامر علیہ الرحمۃ یخرج به رضح فیدعو اللّٰه ان یذهبه عنه فیذهبه فیقول: اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتک علی فیدع له فی جسده فمن ادرکه منکم فاستطاع ان یستغفر له فلیستغفر له۔ [84]

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا "**اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتک علی**" اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

قالوا یا رسول اللّٰه کیف لنا برجل منهم قال ذاک اویس القرنی قالوا وما اویس القرنی قال اشهل ذا صهوبة بعید ما بین المنکبین معتدل القامة آدم شدید الادمة ضارب بذقنه الی صدره رام بذقنه الی موضع سجوده واضع یمینه علی شماله یتلو القرآن یبکی علی نفسه ذو طمرین لا

---

[84] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (دلائل النبوة امام بیهقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (حجة اللّٰه علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)

يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول فی اهل الارض معروف فی اهل السماء لو اقسم علی اللہ لا بر قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد اد خلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فيشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربيعة ومضر یاعمرو و یاعلی اذاانتمالقيتماہ فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر اللہ لكما۔[85]

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایاہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایااس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتاہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کردیتاہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہوجاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہوجاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمرو علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

---

[85] (حلية الاولياء و طبقات الاصفياء ذكر اويس بن عامر القرنی سيدالعباد وعلم الاصفياء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعه دارالكتاب العربی بيروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبدالله القرنی و ان شفاعة فی امتی مثل ربیعة و مضر۔[86]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج ابن سعد و الحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انه قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لک و انت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی۔[87]

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول الله استسق لامتک فانهم قدهلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرئه السلام واخبره

---

[86] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعه دار الفکر بیروت)

[87] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (سبل الهدی و الرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۵۹۳ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

انکم مستقیون وقل له علیک الکیس علیک الکیس فاتی عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب لا آلو الا ماعجزت عنه۔[88]

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوگئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جاکر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ روپڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبة باسناده صحیح۔[89]

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زور دار بارش شروع ہوگئی۔ جب بارش زیادہ ہوگئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہوکر عرض کی کہ ہم توڈوب جائیں گے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے دعا

---

[88] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

[89] (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔

اس موقع پر حضور نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا:

لو ادرک ابو طالب ھذا الیوم لسرہ فقال لہ بعض اصحابہ یا رسول اللہ اردت قولہ:

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل[90]

ترجمہ: اگر ابو طالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور بیواؤں کے ملجا و ماوی ہیں۔

رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا ہاں۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیم بن عامر خبائری روایت کرتے ہیں:

ان السما قحطت فخرج معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ و اھل دمشق یستسقون فلما قعد معاویۃ علی المنبر قال این یزید ابن الاسود الجرشی؟ قال فناداہ الناس فاقبل یتخطی فامرہ معاویۃ فصعد المنبر فقعد عند رجلیہ فقال معاویۃ۔

اللھم انا نستشفع الیک الیوم بخیرنا و افضلنا اللھم انا نستشفع الیک بیزید بن الاسود الجرشی یا یزید ارفع یدیک الی اللہ فرفع یزید و رفع الناس ایدیھم فما کان او شک ان ثارت سحابۃ فی المغرب و ھبت لھا ریح فسقینا حتی کاد الناس لا یتصلون الی منازلھم۔[91]

---

[90] (السیرۃ النبوۃ لابن ھشام مع الروض الانف ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

[91] (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ:(بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

لما اذنب آدم بالذی اذنبہ رفع راسہ الی العرش فقال اسالک بحق محمد الا غفرت لی فاوحی اللہ الیہ وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال تبارک اسمک لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدراً ممن جعلت اسمہ مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریتک وان امتہ آخر الامم من ذریتک ولولا ھو یا آدم ما خلقتک۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہوگئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بحق محمد (صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اپنی بخشش کا) سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی

اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول** لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔[92]

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنانے اور ان سے روحانی استمداد وجواز کے باب میں سورۃ النازعات کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس الفاضلة حالة المفارقة لا بد أنها بالموت فإنها تنزع عن الأبدان غرقا أي نزعا شديدا من أغرق النازع في النفوس إذا بلغ غاية المد ينتهي إلى النصل لعسر مفارقتها أياها حيث الفنه وكان مطية لها لاكتساب الخير ومظنة لازدياده فتنشط شوقا إلى عالم الملكوت وتسبح به فتسبق به حظائر القدس فتصير لشرفها وقوتها من المدبرات أي ملحقة بالملائكة أو تصلح هي لأن تكون مدبرة كما قال الإمام أنها بعد المفارقة قد تظهر لها آثار وأحوال في هذا العالم فقد يرى المرء شيخه بعد موته فيرشده لما يهمه وقد نقل على جالينوس أنه مرض مرضا عجز عن علاجه الحكماء فوصف له في منامه علاجه فأفاق وفعله

---

[92] (طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصفیٰ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فأفاق وقد ذكره الغزالي ولذا قيل وليس بحديث كما توهم تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور أي أصحاب النفوس الفاضلة المتوفين ولا شك في أنه يحصل لزائرهم مدد روحاني ببركتهم وكثيرا ما تنحل عقد الأمور بأنامل التوسل إلى الله تعالى بحرمتهم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے: اس سورت پاک کے ان ابتدائی جملوں میں موت کے وقت نیک لوگوں کی ارواح کی جسموں سے جدائی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ارواح کی انہی مختلف کیفیات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ یہ ارواح بدنوں سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں، کیوں کہ ان بدنوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے وہ جدا ہونا پسند نہیں کرتیں۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ نیکیاں کمانے کیلئے بدن سواری کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی بدولت نیکیاں بڑھنے کا امکان و گمان زیادہ ہوتا ہے۔ پھر وہ ارواح عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہیں اور تیرتے ہوئے حریم قدسی تک پہنچ جاتی ہیں، اور اپنی شرافت و قوت کی وجہ سے کارکنانِ قضاء و قدر کے ساتھ مل جاتی ہیں یعنی فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں، یا انتظام و تصرف کی صلاحیت حاصل کرلیتی ہیں ۔ اس لئے کہا گیا ہے: جب تمہیں مشکلات پیش آئیں تو اہل مزارات سے مدد طلب کیا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے ان محبوب و مقبول بندوں سے جو نفوس قدسیہ کے مالک ہیں، اور وصال فرما گئے ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کے مزارات پر حاضری دے، اسے ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے، اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حرمت کا وسیلہ پیش کرنے سے مشکلات کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس حال سلوكها وتطهير ظاهرها وباطنها بالأجتهاد في العبادة والترقي في المعارف الإلهيو فإنها تنزع عن الشهوات وتنشط إلى عالم القدس فتسبح في مراتب الأرتقاء فتسبق إلى الكمالات حتى تصير من المكملات للنفوس الناقصة۔[93]

---

[93] (روح المعانی ج۸ص۲۷-۳۰)

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان جملوں میں ان پاک سرشت لوگوں کی قسم اٹھائی گئی ہے، جو میدان سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے ظاہر وباطن کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفت خداوندی حاصل کرلیتے ہیں۔(ان قدسی لوگوں پر ان جملوں کا انطباق یوں ہوگا کہ) یہ حضرات خود کو نفسانی خواہشات سے روکتے ہوئے عالم قدس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کمالات کی حدوں تک پہنچ جاتے ہیں، تا آنکہ یہ ناقص وناکارہ لوگوں کو کامل وکارآمد اور مقبول بنانے کے قابل بن جاتے ہیں۔"

الاستمداد والتوسل کے بارے میں عالم ربانی عارف حقانی عالم ربانی حضرت مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ نے ایک مکمل رسالہ لکھا ہے۔ بعض دلائل، پیش کرتا ہوں

توسل، استمداد اور استغاثہ کے معنیٰ

توسل، تشفع، استعانت اور استمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔

چنانچہ کُتب لغت قاموس، صراح اور لسان العرب میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں:

التوسل: وسیلہ جستن، تقرب حاصل کردن۔

استمداد: طلب مدد۔

استعانت: طلب نصرت، طلب رحمت، طلب باراں، طلب فریادرسی۔

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول ومحبوب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس محبوب کے صدقے یا برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کردے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے   اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اس کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے، یعنی یوں کہے کہ خداوند! فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما مثلاً:

یارب بمحمدو علی و زهرا　　　یارب به حسین و حسن و آل عبا

ترجمہ: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے طفیل، اے پروردگار! حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت آل عبا کے طفیل۔

از لطف برآر حاجتم ھادو سرا　　　بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

ترجمہ: اے سب سے برتر ذات! دونوں جہانوں میں مخلوق کے احسان کے بغیر میری حاجت پوری فرما۔

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے مُعطی اور موجد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے، یا مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی روحانیت سے خطاب کر کے کہے کہ: میری فلاں مراد بر لائے اور میری فلاں تکلیف دور کرے مثلاً:

نبی الوریٰ ضاقت بی الحال فی الوریٰ　　　وانت لما املت فیک جدیر

فسل خالقی تفریح کربی فانه　　　علیٰ فرجی دون الانام قدیر

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی ﷺ! میرا حال تنگ ہے، آپ خدا سے دعا کر کے میری تنگی دور کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ ءدیوبندیہ فرماتے ہیں:

دعا تری مرے طلب کے ہو اگر حامی   تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے بزرگ محض دعا گو ہے نہ مُعطی و مُوجد، عطاو ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ: کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث کر کے خطاب کیا جائے، اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہا مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے آ گھیرا ہے، خدا کے لیے آپ میرے حال زار پر رحم کر کے میری امداد فرمایئے، آپ اُس قادر مطلق کے پیارے محبوب ہیں، مثلاً مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

زمهجوری بر آمد جان عالم   ترحم یا نبی اللّٰہ ترحم

ترجمہ: آپ سے ہجر اور فراق کے باعث ایک جہان کی جان نکلی جارہی ہے یارسول اللہ ﷺ! رحم کی درخواست ہے رحم فرمایئے۔

بدہ دستے ز پا اُفتادگاں را   بکن دلداری دلدادگاں را

ترجمہ: گرے ہوؤں کی مدد فرمایئے، اپنی ذات پر فریفتہ افراد کی دل نوازی فرمایئے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا حبیب اللّٰہ خُذ بیدی   مالعجزی سواک مُستندی

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے! میری مدد فرماؤ آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذُبہ   سواک عند حلول الحادث العمم

اے اشرف الخلق! آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے، مدد فرمایئے۔

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذور شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر یہ ممنوع ہوں۔

مجاز اور حقیقت کے دلائل

(۱) **انبتت الربیع البقل۔**

بارش نے ساگ اُگایا

دیکھیۓ اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں بارش بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ:

(۲)اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (البقرۃ ۶۱)

زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اس میں زمین کو اگانے والا بتایا ہے،حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔

(۳)سورۃ المومن رکوع نمبر ۴ میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَاب (۳۶) أَسْبَاب السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا (غافر ۳۷)

”اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک کا ہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔“

دیکھیئے اس میں مینار یا محل کی بناء کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے، جو بطور مجاز کے ہے، اس لیے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے، ورنہ دراصل مینار بنانے والے تو معمار تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کے لیئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورۃ القصص رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ وَنَجعَلُ لکُمَا سُلْطَانًا فَلَا یَصِلُونَ إِلَیکُمَا بِآیَاتِنَا (القصص ۳۵)

فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب۔

دیکھیئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطور مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالم اسباب کا ایک سبب ضروری تھا۔

(۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمہء حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہ الٰہیٰ میں یوں عرض کرتے ہیں:

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا (۲۱) وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا (نوح ۲۲)

"نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا اور بہت بڑا داؤ کھیلے۔"

یہاں خسران و نقصان کی نسبت مال و اولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

(٦) قرآن مجید کی تعلیم کی بابت سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:

الرَّحْمَنُ (١) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمن ٢)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

اور سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (النجم ٥)

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

دیکھیئے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل قرآن مجید کا سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے، یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کو سکھلایا۔

(٧) ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورۃ الزُمر، رکوع نمبر ٤ میں ارشاد ہوتا ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (الزمر ٤٢)

"اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔"

اور سورۃ السجدہ رکوع اول میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدة ١١)

"تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔"

دیکھیئے دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیت دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے۔

(۸) جب رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

دیکھیۓ اس آیت میں رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے، گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے کیونکہ آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفتہ اللہ تعالیٰ تھے، اس واسطے آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں، منہ اور ناک میں جا پہنچی، جس کے باعث ان (کفار) کو شکست فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال ۱۷)

"اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

دیکھیۓ اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مارمیت (یعنی نہیں پھینکی تو نے)

سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اذ رمیت (یعنی جب تو نے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ہی پھینکا تھا۔

(۹) اللہ تعالیٰ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّکَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵۲) صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ ۵۳)

"اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔"

اور سورۃ القصص رکوع نمبر ٦ میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّکَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (القصص ٥٦)

"بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔"

دیکھیئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّهِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (۴۹) أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (الشوری ۵۰)

"اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔"

دیکھیئے ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا بحکم الٰہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کراتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا، اور میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جاننا چاہیئے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ سورۃ المریم رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مریم ۱۸)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے ادھر ایک پردہ کر لیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

مریم علیہ السلام کو تیرھواں یا پندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا، بعد ایام معمولی نہانے کے لیے لوگوں کی طرف سے پردہ کر کے ایک پُورب رُخ جگہ جا بیٹھیں تو جبرئیل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ مریم علیہ السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا اور نامحرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کر کے آنے کی وجہ ظاہر کی۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

”بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔“

دیکھئے یہاں جبرئیل علیہ السلام نے لڑکا عطاء کرنے کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ دراصل لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (آل عمران ۴۹)

”میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔“

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کر دینے اور غیب کا احوال بتادینے کی نسبت اپنے ساتھ مجازاً کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۳) حدیث شفاعت کو دیکھیئے کہ لوگ بروز حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر درجہ بدرجہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اللہ علیہ سے فریاد کریں گے، پھر محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے فریاد کریں گے، انبیاء علیہم السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے، ورنہ حقیقی فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ندار یم غیــراز تو فریاد رســ   توئی عــاصیــاں راخطــا بخش و بــس

ترجمہ: ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے، تو ہی گناہگاروں کے گناہ معاف فرمانے والا ہے اور بس۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

بما اعرف انک نبی؟

ترجمہ: میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا:

قال إنْ دعوتُ هذا العِذْقَ مِنَ هذِهِ النخلَةِ تشهدُ أنّي رسولُ اللهِ۔

ترجمہ: میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

فدعاه رسولُ اللهِ - صَلى الله تعالىٰ عليه وَ اٰله وَ سلَّم -، فجعل ينزلُ من النخلةِ حتى سقط إلى النبيِّ - صَلى الله تعالىٰ عليه وَ اٰله وَ سلَّم -، ثم قال: ارجِعْ، فعاد، فأسلم الأعرابيُّ.[94]

ترجمہ: پس آپ ﷺ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اترنے لگا، یہاں تک کہ وہ زمین پر آپ ﷺ کی طرف آگرا اور گواہی دی، پھر فرمایا چلا جا، پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا، پھر وہ اعرابی اسلام لایا۔

[94] (الترمذي (ت ٢٧٩)، سنن الترمذي ٣٦٢٨•)

(۱۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ تھے، ایک گنوار آیا، جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا:

اتشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ؟

ترجمہ: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول؟

گنوار نے کہا:

ومن یشھد علی ماتقول؟

ترجمہ: اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو؟

یعنی رسالت کا دعویٰ جو کرتے ہو کوئی چیز غیر جنس انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے، فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

هذه السَّلَمَةُ، فدعاها رسولُ اللهِ — صَلى الله تعالىٰ عليه وَاٰله وَسلَّم - وهو بشاطئِ الوادي، فأقبلَتْ تَخُدُّ الأرضَ حتى قامت بين يَدَيْهِ، فاستَشْهَدها ثلاثًا، فشَهِدَت ثلاثًا أنه كما قال، ثم رَجَعَتْ إلى مَنْبَتِها۔

ترجمہ: یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نالے کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے تین بار گواہی طلب کی درخت نے تین بار گواہی دی کہ واقعی میں اس طرح ہے جیسے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ (دارمی)

(١٦)عن طاووس بن كيسان اليماني: منْ أحيا مَواتًا منَ الأرضِ فهوَ لهُ وعاديُّ الأرضِ للهِ ولرسولهِ، ثم هي لكُم مِنّي.[95]

ترجمہ: حضرت طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کے واسطے ہے اور قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے (یعنی اس میں تصرف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔

یعنی آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے۔

دیکھیئے اس حدیث شریف میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے صاف فرمادیا کہ قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے واسطے ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے، لیکن آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے؟ یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا؟

حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (آل عمران ١٢٩)

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔"

باوجود ایسے صریح حکم کے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کس دعوے سے یہ فرمادیا کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے واسطے ہے؟ معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا بھی ہے۔

[95](ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، المطالب العالية ٢/١٣٥• وأخرجه موصولاً البزار (٣٣٩٣)، والطبراني (١٣/١٧))

اسی واسطے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا:

هی لکم منی۔

گویا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

چنانچہ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ (النساء ۸۰)

”جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔“

دراصل یہ اختیار مجاز عقلی ہے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

(۱۷) عن جابر بن عبدالله: إنَّ إبْراهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وإنِّي حَرَّمْتُ المَدِينَةَ ما بيْنَ لابَتَيْها، لا يُقْطَعُ عِضاهُها، ولا يُصادُ صَيْدُها۔[96]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

فعليه لعنةُ اللهِ وملائكتِهِ والنّاسِ أجمعينَ۔

جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح ابراہیم علیہ

[96] (مسلم (ت ٢٦١)، صحيح مسلم ١٣٦٢] صحيح)

السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ایسا کیوں کر ارشاد فرمایا۔ کیا آپ خلاف حکم خدا کوئی امر فرماسکتے تھے؟ نہیں ہر گز نہیں، بلکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا فرمانا عین اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیار مجاز عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار کُل ہے۔

توسل بالغیر کی قسمیں

توسل بالغیر کی چار قسمیں بتفصیل ذیل ہیں:

(۱) کسی غیر اللہ کو تمام امور عادیہ و غیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات جان کر امر مقدور میں استعانت کرے۔

(۲) غیر اللہ سے جب استمداد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندے کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور باوجود طاقت بشریہ میں داخل ہونے کے جس سے استعانت کی گئی ہے اس سے استقلال قدرت کا توہم نہ ہو ایسے امور عادیہ میں استعانت کی جائے۔

(۳) کوئی نبی اعجازاً یا کراماتاً اپنی ذات کے لیے یا دوسرے نبی یا ولی کے لیئے کسی شخص خاص یا گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے، یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دیں گے۔ (اور مثل انبت الربیع کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہیں) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدور تھا ہو گیا جس میں اس ولی کو کچھ

نہیں بلکہ ممکن ہے اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہو گا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطور کرامت ہو گی۔ یا مرید حسب استعداد اموت تعلیمیہء سلوک میں اپنے شیخ سے استعانت اور استمداد کرے جیسے ظاہری علوم کے کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

(۴) کسی غیر اللہ میں حی یامیت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے او قدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے، وہ بزرگ جب کسی شے کے عطاء کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے، جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیابیا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہء قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکم اقسام مذکور

پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے، چنانچہ شواہد الحق میں ہے:

وانت اذانظرت الی کل فردمن افرادالمسلمین عامتهم وخاصتهم لاتجدفی نفس احدمنهم غیرمجردالتقرب الی اللہ تعالی لقضاءحاجتهم الدنیویة والاخرویة بالاستغاثات والزیارات لاولئک السادات مع علمهم بانهم عبیداللہ تعالیٰ لیس لهم من الامرشئی فقلوب المسلمین وجوارحهم ولحمهم ودمهم مجبولة والحمدللہ علی توحیداللہ تعالیٰ وتکادانه

الافعال المطلق المستحق للتعظیم بالاصالة وحدہ لاشریک له وتعظیمهم لسواہ من خواص عبیدہ انما یکون بقدر منزلة ذلک العبد عنداللہ تعالیٰ لحسب ماعلموہ۔

ترجمہ: اگر مسلمانوں کے ہر فرد خاص کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنی قضائے حاجات کے لیے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی، دنیاوی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ان کے تقرب کے طفیل مانگتے ہیں، نہ یہ کہ ان کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذات خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ اُن کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادر مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحق تعظیم ہیں۔

حضرت قطب مدار ارشاد فرماتے ہیں:

فمن اعتقد ان للولی اوغیرہ تاثیرا فی شئی فھو کافر باللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔ اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں جائز ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

استعانت کی جائز وناجائز صورتیں

السوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں کہ:

"استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم"

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں۔ غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت، اور جو استمداد بلااعتقاد علم و قدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد و مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: استمداد بالنار و الماء و الواقعات التاریخیۃ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ و تصور سے قسم رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے۔

استعانت از ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: کسے صاحب باطن یا صاحب کشف برقبور ایشاں مراقب شدہ چیزے اخذ مے تواند نمود یانہ؟

سوال: کوئی شخص جو صاحب باطن ہو یا کشف والا ہو ان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کرکے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مے تواند نمود۔

جواب: کر سکتا ہے۔

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے:

بر سر تربت ماچوں گزری ھمت خواہ   کہ زیارت گہ رندان جہاں خواھد بود

ترجمہ: ہماری قبر کے پاس سے جب تو گزرے دعا مانگ کیوں کہ دنیا بھر کے رند لوگوں کے لئے ہماری قبر زیارت گاہ ہوگی۔

صائب نے بھی خوب لکھا ہے:

مشو بمرگ زامداد اھل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہوتی ہے۔

اور غنی نے خوب ہی گل کھلایا ہے:

آب و رنگ مابعالم عاقبت گل میکند
بر زمیں ھر چند چوں برگ حنا افتادہ ایم

ترجمہ: ہماری چمک دمک آخرکار دنیا میں اتنے پھول کھلایا کرتی ہے ہم زمین پر جس قدر برگ حنا کی طرح گرے ہوئے ہیں۔

استعانت و استمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں:

اول: کسی انسان کی زندگی میں ہو۔

دوم: قیامت میں ہو۔

سوم: دونوں کے مابین، یعنی بعد ممات عالم برزخ میں ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے، البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے۔

تیسری صورت یعنی بعد الممات استعانت بالغیر حق ہے، اور باستثنائے بعض فقہا باقی اہل سنت کا اس پر اعتقاد و اتفاق ہے، یہ شرعاً جائز ہے کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم نہیں آتا۔

امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم أنّه يجوز ويحسن التّوسّل والاستغاثة والتّشفّع بالنّبيّ صلى الله عليه وسلم إلى ربّه۔ سبحانه وتعالى۔، وجواز ذلک وحسنه من الأمور المعلومة لكلّ ذي دين، المعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السّلف الصّالحين والعلماء، والعوامّ من المسلمين، والتوسل بالنبی ﷺ جائزا فی کل حال قبل خلقه وبعده فی مدة حیاته فی الدنیا وبعد موته فی مدة البرزخ وبعد البعث فی عرصات القیامة والجنة۔[97]

ترجمہ: واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، سلف صالحین، علمائے اسلام اور عامۃ مسلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی وطیرہ ہے گویا یہ ایک معروف و معلوم چیز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی

---

[97] (الكَشْف المُبْدِي لتمويه أبي الحسن السُّبكيّ ج ا ص ١٨١)

حیات سے بیش تر اور حیات میں اور عالم برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔

علامہ شیخ رملی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وللرسل والانبیاءوالاولیاءاغاثة بعدموتھم لان معجزة الانبیاءوکرامة الاولیاء لا تنقطع بعد موتھم اما الانبیاءوانھم احیاءفی قبورھم یصلون ویحجون کماوردت به اخبار فتکون الاغاثة منھم معجزة لھم والشھداءایضاًاحیاءشوھدوانھاراجھارایقاتلون الکفارو اماالاولیاءفھی کرامةلھم۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اوراولیائے کرام کے لئے بعد ممات فریادرسی ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ انبیائے علیہم السلام کا معجزہ اوراولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی معجزۂ انبیائے کرام علیہم السلام تواس لئے کہ اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں پس ان کی فریادرسی توان کے لئے ایک قسم کا معجزہ ہے اسی طرح شہید بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روزروشن میں کفار سے جہاد کرتے ہیں اوراولیائے کرام کے لئے ایک کرامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:

ودر استعانت و استمداد از قبور فقہاء راسخن است، ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت اعتبار و تزکر موت بود یا برائے ایصال نفع و استغفار برائے موتیٰ باشد، چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است و مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھُم

گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ دائم و باقی است و توسل و استمداد با رواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر۔

(۱) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی می گویند کہ ھر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جُست، وایں سخن موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت است، و متصرف در حیات و ممات روح است نہ بدن و متصرف حقیقی حق تعالیٰ است، وولایت عبارت از فنا فی اللہ وبقاء بدوست واین نسبت بعد از موت اتم و اکمل است و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ مرات بمرات و اولیاء راابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بعد آں ظہور نمایند و امداد وارشاد طالباں کنند۔ و منکراں را دلیل و برھان بر انکار آں نیست۔

(۲) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات۔ یا بیشتر۔ ازاں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمردہ۔ الخ۔

ترجمہ: اور قبور سے مدد و اعانت طلب کرنے میں فقہاء کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا عبرت و نصیحت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا مُردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش طلب کرنے کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا بقیع کے گورستان کی زیارت کو جانے عمل صحت کو پہنچ چکا

ہے، اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں: کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم و قائم ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے امداد چاہنا ثابت و مفید ہے۔

(۱) امام حجتہ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تبرک و توسل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور یہ بات دلیل شرعی کے موافق ہے، کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث و اجماع علماء کی دلالت سے ثابت ہے اور زندگی و موت میں متصرف روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اور ولایت مراد فنافی اللہ اور بقا باللہ سے ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم و اکمل ہے، اور ارباب کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہل مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار و اسرار کے پر توپڑنے کا باعث ہے، جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو۔ اور اولیاء اللہ کے لئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں لو امداد و ارشاد فرماتے ہیں، مُنکروں کو اس کے انکار پر کوئی دلیل وبُرہان نہیں ملتی۔

(۲) مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے جو اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ، مجملہ ان کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہما رحمہ اور دو اور اولیاء کرام شامل کئے۔ الخ۔

علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "تقریب الاصول تسہیل الوصول" میں فرماتے ہیں:

قد صرح کثیر من العارفین ان الولی بعد وفاته متعلق روحه بمریدیه فیحصل لهم ببرکته انوار و فیوضات قال و ممن صرح بذالک قطب الارشاد سیدی عبداللہ بن علوی الحداد فانه قال رضی اللہ تعالیٰ عنه الولی یکون اعتنائه بقرابته و ملاوذین به بعد موته اکثر من اعتنائه بهم

فی حیاته لانه فی حیاته کان مشغولا بالتکلیف و بعد موته طرح عنه الاعباء و تجرد و الحی فیه خصوصیت و بشریة و رُبما غلبت احدهما الاخریٰ و خصوصاً فی هذا الزمان فانها تغلب البشریة و المیت مافیه الا الخصوصیة۔

ترجمہ: بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح فرمانے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبد اللہ بن علوی الحداد ہیں انہوں نے فرمایا: کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور پناہ گیروں کی ایسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالت زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ زندگی میں مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اُٹھالیا گیا اور وہ محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت و بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصاً اس زمانے میں بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے اور میت میں محض خصوصیت ہوتی ہے۔

توسل عقلاً اس لئے درست ہے کہ جب زمانہء حیات میں توسل جائز اور میدان قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں؟ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازت الٰہی کی ضرورت اُٹھ جاتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ توسل کے معنی ہیں "دعا کرنا" یا اللہ تعالیٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معزز کے کوئی چیز طلب کرنا" پس اس میں کوئی محذور شرعی اور فتور عقلی لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اسی معنی پر بعد ممات توسل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے کیا محذور شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام شرعی میں وسیلہ ٹھہرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھہرالیا ہے تو کون سا کُفر لازم آجاتا ہے؟ بلکہ یوں کہیے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی

محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ اُن کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی میں پہنچیں ویسے ہی بعد ممات عالم برزخ میں ان کی طرف محتاج ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤں اور وہاں تک پہنچ جاؤں؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلاوسیلہ تقرب ممتنع ہے، ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد ممات بھی وسیلہ ہیں۔

استدلال مخالفین

شیخ ابن تیمیہ اور اُس کے پیرو وغیرہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ان سے توسل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں، جیسے:

فَلَاتَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ أَحَدًا (جن ۱۸)

”تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔“

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف ۵)

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔“

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (الاحقاف ٦)

”اور جب لوگوں کا حشر ہو گا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔“

فَلَاتَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ (الشعراء ۲۱۳)

”تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہو گا۔“

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُکَ وَلَا يَضُرُّکَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّکَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ (یونس ۱۰۶)

"اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہو گا۔"

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (الرعد ۱۴)

"اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔"

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (۱۳) إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر ۱۴)

"اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔"

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (الاسراء ۵۶)

"تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔"

وَإِنْ يَمْسَسْکَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ (الانعام ۱۷)

"اور اگر تجھے اللہ کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔"

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (جن ۲۱)

''تم فرماؤمیں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔''

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِکْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدۃ۷۲)

''اور تمہارا رب بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔''

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى (الزمر ۳)

''کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔''

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهَ (الزمر ۸۷)

''اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔''

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوال سلف و خلف ہیں جن سے وہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی شخص کے ساتھ توسل اور وسیلہ پکڑے یا حالت غائبانہ میں اس کو پکارے یا اُس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا تصور نہیں کرتے تھے بلکہ محض تقرب کے لئے ان کو مانتے اور ان کی توقیر کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى (الزمر ۳)

''کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔''

ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (الزمر ۸۷)

"اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔"

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (لقمن ۲۵)

"اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔"

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذاللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے گا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔

جواب: ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھتے ہیں کہ وہ بذات خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر قادر ہیں یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ ہر مسلم کا یہی اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ اُن کی عبادت کی جائے اور ان کو علیحدہ معبود بنا لیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، مقرب بنایا، اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اُن کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اُن کے طفیل اپنے بندوں پر

عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے جس کی شہادتیں قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سے بے شمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لہٰذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضار، نافع، کاشف، قادر، قہار، ستار حقیقی تصور کرتے ہوئے اُن بزرگوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور اُن کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مُشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا

سالہا سال گزر گئے عمریں ختم ہو گئیں مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامہء تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا، جابجا یہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کہا، فلاں درویش مشرک ہو گیا، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فلاں بدعتی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلا فرق مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا توسل خدا کی وحدانیت ومعبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا توسل صاف شرک پر مشتمل ہے، ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصب ہے۔

دیکھیئے آیت یہ ہے:

مَانَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (الزمر ۳)

یعنی کفار عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں۔" کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔"

اب کوئی متعصب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہ ء متوسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی (معاذ اللہ) پرستش کرتے ہیں حاشا وکلا بلکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ شرک سے پاک ہیں، بخلاف ان کے کفار عرب نے بتوں کو معبود و مستحق عبادت سمجھ رکھا تھا لہٰذا وہ مشرک ٹھہرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے، لیکن جب انھوں نے عبادت میں دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک اور کافر کہا۔ مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہو سکتا، نہ ہوا اور نہ ہو گا کہ کسی مخلوق کو مستحق عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے:

نعم من اعتقد ان النبی او الولی ھو الفعال لما ارادمن دون اللہ تعالی فھٰذا کافر بالاتفاق ولکن لیس احد من المسلمین و لو کان من اجھل الجاھلین یعتقد ذلک مما اعلم فانھم یعتقدون انھم خواص عبید اللہ فانہ ھو الفعال المطلق لیس لھم ولا لغیرھم معہ من الامر شی سبحانہ تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق کافر ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا بھی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے، اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعّال مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کو فی نفسہ کوئی قدرت نہیں، اور خود بخود کسی نفع و نقصان کے وہ قطعًا مالک نہیں۔

شواہد الحق میں ہے:

والحاصل ان مذهب السنة والجماعة صحة التوسل و جوازه بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته و بعد وفاته و کذا بغیره من الانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین کما دلت علیه الاحادیث السابقة لانا معاشر اهل السنة لا تعقد تاثیرا و لا خلقا و لا ایجادا و لا اعداما و لا نفعا و لا ضرا الا لله وحده لا شریک له فلا تعقد تاثیرا و لا نفعا و لا ضرا باعتبار الخلق والایجاد للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والتاثیر و لا غیره من الاحیاء والاموات۔

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے ان کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوا، کیونکہ ہم اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیر حقیقی یا خلق وایجاد واعدام یا نفع وضرر کا دخل ہے، پس ہم رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد واعدام خلق وتاثیر ثابت نہیں کرتے۔

شواہد الحق میں ہے:

اذا اقل واحد منهم يعلم انه صلى الله تعالیٰ عليه وسلم عبدالله ورسوله وانه لا يملک هو ولا احد من الخلق من دون الله لا نفسهم ولا لغيرهم ضرا ولا نفعا وهذا كذالک من الامور المعلومة من الدين بالضرورة التي استوىٰ فيها اعلم العالمين و اجهل الجاهلين من المسلمين۔

ترجمہ: ادنیٰ مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، مگر وہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور دونوں جانتے ہیں (کہ واقعی قدرت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے)۔

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنے سوال کی اجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟

نہیں ہر گز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مشرک اور کافر ہو گیا کیونکہ یہ نسبت مجازاًہوا کرتی ہے اور متوسل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے، مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہٰذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے اور کیا مجازاً کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔

بحث مجاز

کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائے گا جس کے مقابلے میں واضع نے اس کو مقرر کیا ہے، یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں

استعمال کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقت معنوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے۔

اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید لیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا (الانعام ۱۲۲) ای کافرا۔

"اور کیا وہ کہ مُردہ تھا۔"

یہاں میت سے مراد کافر ہے۔

اور دوسری جگہ وارد ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (الانعام ۹۵) ای النطفة۔

"زندہ کو مردہ سے نکالے۔"

یہاں میت سے مراد نطفہ ہے۔ علی ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا وہ فعل نہیں ہوتا، اس کو مجاز فی النسبۃ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبت میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقۃً ہونا چاہیے تھا اس کی طرف نہیں ہوا، بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔

استمداد وتوسل کے دلائل مؤیدہ

(۱) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ۶۴)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

ذرا غور کیجیئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے۔

اگر آیت إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحة ۵) میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہی سے استعانت شرک ہو گی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہو گی، انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرۃ ۴۵)

"اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔"

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا ارشاد کیا ہے؟

اگر غیر خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال ہو تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا؟ اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا قباحت؟

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ:

ایک اعرابی نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی۔

روضہء مبارک سے آواز آئی:

قدغفرلک۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔"

غرض اللہ تعالیٰ نے وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ بر سبیل التفات فرمایا، اس میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے اور اس امر پر آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

از گناہ مے کشاں خواھد گزشتن کردگار — چوں شفیع خویشتن ساقی کوثر کردہ اند

ترجمہ: مے کشوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جب کہ انہوں نے اپنی شفاعت کرنے والا حضرت ساقی کوثر صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو بنایا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال ۳۳)

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔"

غرض رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وجود کفار کے لئے بھی باعث رحمت تھا، چنانچہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب ان میں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ گناہ گار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرلے اس کے لئے دو چیزیں پناہ ہیں، ایک تو میرا وجود اور دوسرا استغفار۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں　　چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

ترجمہ: اے میرے سردارو! حضرت نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے تم کو کہا ہے کہ میں باپ کی مانند تم پر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید　　جزو را از کل چرا بر مے کشید

ترجمہ: اس لئے کہ تم سب میرے اجزاء ہو جزو کو تم کل سے کیوں باہر نکالتے ہو۔

جو وجود باوجود اپنی برکت سے مانع عذاب ہے اس سے رفع تکالیف اور حصول مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستبعد ہے اور کیوں داخل شرک ہے۔

(۳) امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہء مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم اس رحمۃ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی طرف ہی منہ کر

کے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شفاعت قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں

جب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضہء مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زیارت کا یہی احترام ہے۔[98]

دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث کبیر امام کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف توسل و استمداد کی تائید ہوتی ہے، حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو وسیلہ سمجھنا اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو شفیع بنانا صاف استمداد کی تعلیم ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ سورۃ یونس کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس ۲)

”اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔“

قدم صدق کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے:

قال زيد بن اسلم هو شفاعته صلى الله عليه وآله وسلم۔

---

[98] (شفا قاضی عیاض، زرقانی، مواهب اللدنية) (زرقانی)

"زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہے۔"

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لئے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شفاعت ہو گی۔ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو شفاعت کا اذن بارگاہ الٰہی سے مل چکا ہے۔

(ب) سورۃ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (الاسراء ۷۹)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

اس مقام پر عسیٰ کا کلمہ معنی قطعی الوقوع میں مستعمل ہے مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں۔

چنانچہ جلالین میں ہے:

وھو مقام الشفاعۃ فی فصل القضاء۔

ترجمہ: وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو مقام محمود پر ضرور سرفراز فرمائے گا۔

(ج) سورۂ طٰہٰ رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى (طٰہٰ ۱۳۰)

اور اپنے رب کو سراہتے (تعریف کرتے) ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے لفظ ترضیٰ کے تحت فرماتے ہیں:

ماتنال من الشفاعۃ۔

یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم راضی ہوں گے۔

(د) سورۃ والضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیکَ رَبُّکَ فَتَرۡضَی (والضحیٰ ٦)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ چوں ای آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیاران خود فرمودند کہ من ھر گز راضی نشوم تاآنکہ یک یک کس را از اُمت خود بہ بہشت داخل نہ کنم۔

ترجمہ: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔

امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ماوگناہ چو کوہ ھر دم وغم نے کہ ھست   بہ کتف ناز کت بار گران ھمہ

ترجمہ: ہم اور ہمارے گناہ ہر آن پہاڑ کی مانند ہیں پھر بھی غم نہیں کیوں کہ یہ سب کچھ آپ کے نازک کندھوں پر بوجھ ہے۔

(ہ) طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا:

ألا أُخبرُكم بما خَيَّرَني ربِّي آنفًا؟ قلنا: بلى يا رسولَ اللهِ! قال: خيَّرَني بينَ أن يدخلَ ثُلُثَي أُمَّتي الجنَّةَ بغيرِ حسابٍ ولا عذابٍ وبينَ الشَّفاعةِ قلنا: يا رسولَ اللهِ! ماالذى اختَرتَ؟ قال: اخترتُ الشَّفاعةَ۔[99]

ترجمہ: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب و عذاب کے بہشت میں داخل کروں، یا شفاعت قبول کروں، پھر صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ شفاعت کو۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اس سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہو گی، اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرع ہوتا ہے:

---

[99] صحيح الترغيب ٣٦٣٧• الهيتمي المكي (ت٩٧٤)، الزواجر ٢/٢٤٨•

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

خُيِّرتُ بينَ الشفاعةِ أو يدخُلَ نِصفُ أُمَّتي الجنّةَ فاخترتُ الشفاعةَ لأنّها أعَمُّ وأكفى۔[100]

ترجمہ: مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا اور اس امر میں کہ نصف امت کو بہشت میں داخل کروں، ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اس لئے کہ شفاعت عام تر اور کافی تر ہے۔ یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے۔

ملا غنیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

چوں در حرف شفاعت لب کند باز ۔۔۔ سزد بر رحمت ار عصیاں کند باز

ترجمہ: جب سرکار دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم شفاعت کی عرض داشت کے لب مبارک کھولیں گے اس وقت گناہ رحمت الٰہی کے سامنے ناز دکھائیں تو ان کو ایسا کرنا سزاوار ہے۔

سوالش تا بزیر لب رسیدہ ۔۔۔ جوابش گفت عین اللہ بدیدہ

ترجمہ: آپ کی دعا ابھی زیر لب ہی پہنچی تھی کہ خود ذات باری تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا قبول ہے۔

دعایش عرض مطلب آرزو کرد ۔۔۔ شنیدن تا لب استقبال او کرد

ترجمہ: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعا نے اپنے مطلوب کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی آرزو کی تو قبولیت الٰہیہ نے آپ کے لبوں تک اس کا استقبال کیا۔

---

[100] حمد شاکر (ت ۱۳۷۷)، مسند أحمد ۷/۲۲۷••أخرجه ابن ماجه (٤٣١١) البوصيري (ت ۸٤۰)، مصباح الزجاجة ٤/۲٦۰•إسناده صحيح•

(و)عن أبي أمامة الباهلي:وعَدَني ربي أن يُدخِلَ الجنةَ من أمتي سبعين ألفًا لا حسابَ عليهم ولا عذابَ، مع كلِّ ألفٍ سبعون ألفًا۔[101]

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بلاحساب وعذاب داخل جنت کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔(مشکوٰۃ)

(ز)عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سالت ربی فوعدنی ان یدخل من امتی سبعین الفاً علیٰ صورۃ القمر لیلۃ البدر۔[102]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخل جنت کرے گا۔

(۵)اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطا کرنے میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اپنے ساتھ شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۷ میں فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَيُؤْتِينَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰہِ رَاغِبُونَ (التوبہ ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

---

[101]أخرجه الترمذي (٢٤٣٧)، وابن ماجه (٤٢٨٦)، وأحمد (٢٢٣٠٣) ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، تخريج مشكاة المصابيح ٥/١٧٢•

[102](رواہ بیھقی والبزاز والطبرانی واحمد)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرما دیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ان کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائے گا اور اس کا رسول بھی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو بھی شریک فرماتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے، اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام سے امداد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرک ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق امداد طلب کر رہا ہے؟۔

(٦) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اپنے کاموں میں شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ رکوع نمبر ١٠ میں فرماتا ہے:

أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبۃ ٧٤)

”کہ اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا جس نے بظاہر ہمارے فریق مخالف کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ مگر نافہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر ان کے پاؤں صراط مستقیم سے پھسلاتے ہیں، جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا

اللہ تعالیٰ سورۃ التحریم رکوع نمبر ۱ میں فرماتا ہے:

فَإِنَّ اللہَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم ۴)

"تو بے شک اللہ ان کا مدد گار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔"

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مدد گار بناتا ہے تو اب اگر ان مدد گاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہو سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی امداد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے، تو پھر اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور مومنوں کو شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ۸ میں فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللہُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵) وَمَنْ يَتَوَلَّ اللہَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللہِ هُمُ الْغَالِبُونَ (المائدۃ ۵۶)

''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اور مسلمانوں کو شریک کیا، جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس معیت میں رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور صالحین کی عزت وتوقیر ثابت ہوتی ہے، اور ان سے امداد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہی ایک نقطہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا، اولیاء کرام انبیاء کرام علیہم السلام سے امداد واعانت طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی اعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر امداد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے امداد کے طالب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بتوں کے ساتھ اولیاء اللہ کو تشبیہ دینا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا صریحاً تحریف قرآن اور کفر ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ سورۃ المومن رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا (المؤمن ٧)

''وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوق خدا کی سفارش کرنا ہے۔

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا (النساء ۸۵)

"جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اس میں سے حصّہ ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا اس پر خدا کی نعمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى۔ (المائدۃ ۲)

"اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

ذرا لفظ بر اور تقوٰی پر غور کریں کہ کیا بر اور تقوٰی خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عقل سلیم والا تو خود ہی بول اُٹھے گا کہ واقعی بر اور تقوٰی تو خدا نہیں ہیں، لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجود پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق استمداد و امداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے

(۱) فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

عن عبداللہ بن عمر: اطلُبوا الخيرَ عِندَ حِسانِ الوُجوهِ۔

”خیر طلب کرو خوش رُو لوگوں کے پاس۔“[103]

(۲) ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

اطلُبُوا الخیر و الحوائج من حِسانِ الوُجوہِ۔

”نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔“[104]

(۳) حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قد سمعنا نبینا قال قولا ھو لمن یطلب الحوائج راحۃ اغتدوا و اطلبوا الحوائج ممن زین اللہ وجھہ بصباحۃ۔

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔ رواہ العسکری۔[105]

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

عن علي بن أبي طالب: اطلبوا المعروفَ من رُحماءِ أمَّتي تعيشوا في أكنافِهم۔

”میرے نرم دل امتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کروگے۔“[106]

---

[103] (التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۱۵۷)(موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/۴۹)(کشف الخفاء حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۲)وأبو نعيم في «حلية الأولياء» (١٥٦/٣). وأبو يعلى (٤٧٥٩) الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط ١٧٦/٦•

[104] (المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۸۱) ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، لسان الميزان ٥٦٦/٢• البيهقي (ت٤٥٨)، شعب الإيمان ١٣٠٦/٣• الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط ٣٨٦/٤•

[105] (الدر المنثور فی الاحادیث المشتھرہ تحت حدیث ۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ص ۶۸)

[106] (المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۳۲۱) السيوطي (ت٩١١)، الجامع الصغير ١١١٠• صحيح۔

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے۔ اور تم ان کے سایہء عاطفت میں عیش اٹھاؤ گے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہو گی؟۔

شُستہ رویاں نیز مے شویند گہ از دل غبار
نو خطے ھر جانب اشد روئے زیبا ھم خوش ست

ترجمہ: صاف چہرے والے بھی کبھی دل سے غبار دھو لیتے ہیں نو خیز ہر جگہ میسر نہیں آتے حسین چہرہ بھی اچھا ہو تا ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خوبصورت خوب سیرت ہو تا ہے۔

نکورو میکشد از خوئے بد پائے   چہ خوش گفت آں نکو روئے نکو رائے

ترجمہ: خوبصورت لوگ (کبھی) بدخوبی کو ترک کر دیتے ہیں اس حسین سیرت والے نے کیا ہی اچھا کہا۔

کہ ھر کس در جہاں نیکوست رویش   بسے بہتر ز روئے اوست خویش

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ دنیا میں اس کا چہرہ خوب صورت ہے اس کے ایسے چہرے سے اس کی عادت بہت اچھی ہوتی ہے۔

(۵) طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

عن أبي سعيد الخدري: اطلُبُوا الحوائِجَ إلى ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ أُمَّتِي تُرْزَقُوا وتَنْجَحُوا، فإِنَّ اللهَ تعالى يقولُ: رحمتي في ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ عبادِي، ولا تَطْلُبُوا الحوائِجَ عندَ القاسِيَةِ قلوبُهم فلا تُرْزَقُوا ولا تَنْجَحُوا، فإنَّ اللهَ تعالى يقولُ: إنَّ سَخَطِي فيهِم[107].

ترجمہ: تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کروگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مراد نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر میرا غضب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہیئے جن کے دل نرم ہیں، لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہیئے، پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ (القصص ۱۵)

---

[107] (السيوطي (ت٩١١)، الجامع الصغير ١١٠١٠) »مكارم الأخلاق« (٥٦٨)، والطبراني في «المعجم الأوسط» (٤٧١٧)

"اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اُس کے دشمنوں سے۔"

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ (القصص ۱۵)

"تو وہ جو اُس کے گروہ سے تھا اُس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا"

دیکھئے ایک اُمتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے، اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرمادیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادت غیر کو جابجا منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال

اللہ تعالیٰ سورۃ والضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحی ۱۰)

"اور منگتا کو نہ جھڑکو"۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو جھڑکو نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔

پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑ کو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

کہ اگر کوئی سائل کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو میرے دروازے پر بھیجو کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روائی کرنے والا ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنی مانگنے میں سب کچھ داخل ہے خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اس کی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت وبلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمول حقیقت کر کے موجب شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔

شواہد الحق میں ہے:

والمستغاث به في الحقيقة هو الله، والنبي صلى الله تعالى عليه واسطة بينه وبين المستغيث فهو سبحانه مستغاث به والغوث منه خلقاً وإيجاداً والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم مستغاث والغوث منه سبباً وكسباً۔[108] ومستغاث به وبالجملة فاطلاق لفظ الاستغاثة لمن يحصل منه غوث ولو سببا وكسبا امر معلوم لا شک فيه لغة وشرعا۔

یعنی :"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی

---

[108] ["الجوهر المنظم"، الفصل السابع، فيما ينبغي للزائر۔۔۔إلخ، ص ٦٢]۔

مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالی سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ وواسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریادرسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے، اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی فریادرسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت رواہو۔"

بہر صورت یہ امر پایہء ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ سے کسی چیز میں استعانت ہر گز موجب کفر وشرک نہیں، غیر اللہ کو ایک سفیر محض اور ذریعہء اجابت متصور کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ امر کہ یہ اعانت ووسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پر موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کون سا شرک ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لہٰذا اب مختصراًاس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح

شرک لغت میں ”باکسے شریک شدن“ کہتے ہیں۔

اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود ومحیط کل ہے اسی طرح کسی نبی یارسول یاولی وغیرہ کو بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفات کمالیہ کا مستجمع اور تمام عیوب ونقائص سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ۔(الحج ۳۱)

"اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء ۱۱۶)

"اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔"

(۳) اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمن ۱۳)

"اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔"

قرآن مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدت حظر کو بالفاظ صریح بیان فرمایا گیا ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لاتُشْرِکْ باللہِ شیئًا و إنْ قُتِلتَ و حُرِّقْتَ۔[109]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے۔

دیکھیئے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابل معافی نہیں ہے۔

(۲)**یا ابنَ آدمَ ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرابِ الأرضِ خطايا ثُمَّ لَقِيْتَني لاتُشْرِکُ بِيْ شَيْئًا لأتيْتُکَ بِقرابِها مَغْفِرَةً.**[110]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! بے شک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر، پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بے شک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

شرک کی تشریح اور معیار

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے۔ اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن و حدیث ناطق نہ ہوں اس کو خوامخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ

---

[109] صحيح الترغيب٢٥٧٠•حسن

[110] صحيح الترغيب٣٣٨٢•حسن لغيره•أخرجه الترمذي (٣٥٤٠) واللفظ له، وأحمد (١٣٤٩٣)

دینا سراسر حماقت و نادانی ہے، کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ابہام شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرہ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا، مثال کے طور پر دیکھئے:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب کسی غیر کو موجود ہر گز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود، لہٰذا غیر اللہ معدوم محض ٹھہرے گا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم ہے تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہم شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا)، رحیم (رحم کرنے والا)، کریم (بخشش کرنے والا) ہے، تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اندھا، بے ترس، بخیل اور گمراہ وغیرہ ہو گا، علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (توبہ ۱۲۸)

"وہ رسول مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان"

اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم ورؤف، بشیر و نذیر، سمیع، بصیر وغیرہ اسماء وصفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیل اطلاق کو جائز قرار دیا، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ابہام شرک کی تعلیم دی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں، کیا کوئی عقل مند تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرمائے اور اس ہی کی اجازت بھی دے؟، پھر کس قدر یہ امر پر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ امر غیر واقعی منسوب

کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ محض تخیلات کاسدہ اور ظنیات فاسدہ سے خوامخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ابہام شرک کی بے معنی آڑ لے کر قرآن و حدیث کی غیر معمولی تحریف کی جاتی ہے، کیونکہ ابہام شرک اگر واقعی کوئی حیثیت رکھتا اور شریعت غراء میں اس کا اعتماد و اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن و حدیث میں اس کی تصریح موجب تقریع ہوتی، پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہ راست سے پھسل جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس کو قصداً اور ارادتاً ترک کر دیا گیا ہے۔

اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماء صفات الٰہیہ کو غیر اللہ پر بولا جائے گا مناسب حیثیت سے جانبین اطلاق کریں گے، مثلاً لفظ علی جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر بولا جائے گا تو علو و رفعت ذاتی غیر مستفادی مراد ہو گی، اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائے گا مراد علو و رفعت عرضی مستفادی مراد ہو گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی۔ در مختار میں ہے:

وجاز التسمية بعلي ورشيد من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غير ما يراد في حق الله تعالى۔[111]

ترجمہ: علی ورشید وغیرہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے گویہ نا بطریقۂ اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں۔

بہر صورت مطلع بالکل صاف ہے کہ دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیال ابہام شرک ممانعت کا اطلاق ہر گز ثابت نہیں اور جبکہ ادلہ ء شرعیہ کسی حکم سے ساکت ہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرما رہی ہیں تو کسی کو بزعم خود یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم

---

[111] ردالمحتار علی الدر المختار ج ۶ ص ۴۱۷۔

چاہے ایجاد کر لے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے؟، ہاں جس لفظ کے اطلاق سے شریعت غراء نے ممانعت فرمادی ہے وہ بے شک منع ہو گا۔ جیسے لفظ "اللہ" کبھی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا، علیٰ ہٰذا القیاس خالق، معبود، مالک مطلق وغیرہ بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے، کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے۔

آگے ہم قرآن مجید و حدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہ استمداد و توسل کا استبعاد رفع ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان میں شمہ بہ انصاف ہو۔

توسل و استمداد کی اقسام اور اُن کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ٦ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النساء ٣٥)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے، عام ازیں کہ ذات ہو یا فعل یا قول، وسیلہ کو مختص بافعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہا تفضیل ہے، خصوصاً رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں افعال کو ان کی ذات بابرکات سے کیا مناسبت؟ پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے، صاحب مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ ہونے پر سند لاتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں تحریر فرماتے ہیں:

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ مقرب ہو۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، چونکہ توسل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں اس لئے قرآن مجید، احادیث نبویہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلَّم اور اقوال الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

توسل اور امداد کی تین قسمیں ہیں

(اول) توسل بالاعمال یعنی عمل صالحہ سے توسل کرنا۔

(دوم) توسل بالجاہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے کرام کے جاہ ورتبہ کے ذریعے توسل اور استغاثہ کرنا خواہ وہ مقدور بشر ہو یا نہ ہو۔

(سوم) انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دعا یا سفارش کی درخواست کرنا۔

(۱) خدمت والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسل سے قبولیت دعاء

عن عبدالله بن عمر: بينما ثلاثةُ رهْطٍ يتماشَونَ أخذهمُ المطَرُ فأوَوا إلى غارٍ في جبلٍ، فبينا هم فيه حَطّتْ صخرةٌ من الجبلِ فأَطبقَتْ عليهِم، فقال بعضُهم لبعضٍ: انظُروا أفضلَ أعمالٍ عمِلتُموها للهِ سبحانَه فسَلوه بها لعلّه يُفَرِّجُ بها عنكم. فقال أحدُهم: اللهم إنه كان لي والدانِ كبيرانِ، وكانت لي امرأةٌ وولدٌ صِغارٌ وكنتُ أرعى عليهم، فإذا رُحتُ عليهم بدأتُ بأبوَيّ فسقيتُهما، فناءَيومًا الشجرُ فلم آتِ حتى نام أبوايَ، فطيَّبْتُ الإناءَثم حلَبتُ فيهثم قُمتُ بحِلابي عِندَرأسِ أبوايَ والصبيةُيتضاغَونَ عِندَرجلي، أكرَهُ أن أبدَأَبهم قبلَ أبويَّ، وأكرَهُ أن أوقِظَهما من نومِهما، فلم أزَلْ كذلك قائمًا حتى أضاءالفجرُ، اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذلك ابتغاءَوجهِك فأفرِجْ عنا فُرجةًنرى منها السماءَ، ففُرِّجَ لهم فُرجةٌ رأَوا منها السماءَ.

وقال الآخَرُ: اللهم إنها كانت لي ابنةُ عمٍّ فأحبَبتُها حتى كانتْ أحبَّ الناسِ إليَّ فسألتُها نفسَها فقالتْ: لا حتى تأتيَني بمائةِ دينارٍ، فسعَيتُ حتى جمَعتُ مائةَ دينارٍ فأتيتُها بها، فلما كنتُ بين رجلَيها قالتْ: اتقِ اللهَ لا تفتحِ الخاتمَ إلا بحقِّه، فقُمتُ عنها. اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذلک ابتغاءَ وجهِک فافرُجْ لنا منها فُرجَةً، ففرج لهم فرجة. قال الثالث: اللهم إني كنتُ استأجرت أجيرا بفرق ذرة، فلما قضى عمله عرضته عليه فأبى أن يأخذه ورغب عنه، فلم أزل أعمل به حتى جمعت منه بقرا ورعاها، فجاءني فقال: اتق الله وأعطني حقي ولا تظلمني، فقُلْت له: اذهب إلى تلک البقر ورعاتها فخذها، فقال: اتق الله ولا تهزأ بي، فقُلْت: إني لا أهزأ بک، اذهب إلى تلک البقر ورعائها فخذها، فذهب فاستاقها. اللهم إن كنتُ تعلم أني فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج عنا ما بقي منها.[112]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ عِلیہ وَالِہ وَسلَّم نے تین آدمی کہیں جارہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی، اس لئے وہ پہاڑ کی غار میں جا گھسے، خدا کی قدرت اس غار کے منہ پر ایک پتھر آگیا جس سے غار کا منہ ڈھک گیا، پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا چاہئے، جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھولے:

تو ایک نے کہا کہ خداوند! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا جب گھر آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو، ایک روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہوگئی، والدین سو گئے، میں دودھ نکال کر دودھ کا برتن لئے والدین کے سرہانے آ کھڑا ہوا، ادب سے ان کو اُٹھا نہ سکا، اور یہ امر مجھے پسند نہ تھا

---

[112] البيهقي (ت ٤٥٨)، الآداب ٤٧٦ •صحيح •أخرجه البخاري (٥٩٧٤)، ومسلم (٢٧٤٣)، وأحمد (٥٩٧٤) باختلاف يسير، والبيهقي في «الآداب» (٧٦٣)

کہ خلاف معمول بچوں کو پہلے پلاتا، بچوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اُٹھادے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اس قدر پتھر اٹھ گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا۔

اور دوسرے نے کہا: خداوند! مجھے اپنی چچازاد بہن سے وہ شدید عشق تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے، میں نے اس سے وصال چاہا، اس نے کہا کہ اگر سو اشرفیاں دو تو مضائقہ نہیں۔ میں نے نہایت محنت سے سو اشرفیاں جمع کر کے اسے دیں جب میں وصل کے لئے اس کے سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر میرے ساتھ زنانہ کر، تو میں اُسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا تو پتھر کو کُچھ اُٹھا، اب ایک ثلث پتھر اوپر آگیا:

اور تیسرے نے کہا کہ خداوند! میں نے ایک مزدور سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر ٹھہرایا، جب اُس نے مزدوری کر کے اُجرت چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے وہ ناخوش ہو کر چلا گیا، پھر میں اس دھان کو علیحدہ بوتا رہا، اس میں سے جو کچھ فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا، یہاں تک کہ اس سے بیل وغیرہ مہیا کیے، ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا، میں نے کہا کہ یہ سب لے جاؤ، اس نے کہا کہ خدا سے ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مسخری نہیں کرتا، غرض وہ سب لے گیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو اُٹھادے چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب الگ ہو گیا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ أَصْحابنَا بِهَذَا عَلَى أَنَّهُ يُسْتَحَبّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَدْعُوَ فِي حَال كَرْبه ، وَفِي دُعَاء الِاسْتِسْقَاء وَغَيْره بِصَالِحِ عَمَله ، وَيَتَوَسَّل إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِهِ ؛ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ فَعَلُوهُ فَاسْتُجِيبَ لَهُمْ ، وَذَكَرَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِض الثَّنَاء عَلَيْهِمْ ، وَجَمِيل فَضَائِلهمْ .[113]

پس جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو ذوات مقدسہ سے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

(۲) عبادت صبح و شام سے استعانت کرنا

عن أبي هريرة: واستَعِينُوا بالغَدْوَةِ والرَّوْحَةِ وشيءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔[114]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات رہے کی عبادت سے۔

(۳) سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا

عن عبداللہ بن عباس استعينوا بطعامِ السَّحَرِ على صيامِ النَّهارِ و القيلولَةِ على قيامِ اللَّيلِ [115]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مدد لو۔

عن عبداللہ بن عمرو بن هلال المزني: استَعينوا على الرِّزقِ بالصَّدَقةِ۔[116]

---

[113] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۱۷ ص ۵۶۔

[114] البخاري (ت ۲۵۶)، صحيح البخاري ۳۹ • صحيح۔ البغوي (ت ۵۱۶)، شرح السنة ۲/۴۷۰ • صحيح۔ صحيح الجامع ۱۶۱۱ • صحيح • صحيح النسائي ۵۰۴۹ • صحيح •

[115] أخرجه ابن ماجه (۱۶۹۳)، وابن خزيمة (۱۹۳۹). المنذري (ت ۶۵۶)، الترغيب والترهيب ۱/۱۴۹ • ابن مفلح (ت ۷۶۳)، الآداب الشرعية ۳/۱۴۶ • الزرقاني (ت ۱۱۲۲)، مختصر المقاصد ۹۴ • صحيح۔

[116] السيوطي (ت ۹۱۱)، الجامع الصغير ۹۸۱ • أخرجه الديلمي في «الفردوس» (۴۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہلال المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا استعانت کرو صدقہ سے رزق کے لئے۔

(۴) عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا

عن أنس بن مالک: اسْتَعِينُوا على النساءِ بالْعُرْيِ، فإنَّ إحداهنَّ إذا كثرتْ ثيابُها، وأحسنتْ زينتُها، أعجبَها الخروجَ۔[117]

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگی لباس سے، کیونکہ جب وہ ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔

(۵) صبر اور نماز کے توسل سے امداد طلب کرنا

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے امداد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۵ میں اور سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرۃ ۴۵)

"اور صبر اور نماز سے مدد چاہو"۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، جیسا کہ خود قرآن کریم ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:

اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ (الاعراف ۱۲۸)

"اللہ کی مدد چاہو"

---

[117] السيوطي (ت ٩١١)، الجامع الصغير ٩٨٢•أخرجه الطبراني في «المعجم الأوسط» (٨٢٨٧)، وابن عدي في «الكامل في الضعفاء» (٣١٢/١)، ابن عدي (ت ٣٦٥)، لسان الميزان ١٣٧/٢• (كنز العمال بحوالہ عدعن انس حديث ٤٤٩٥٢ موسسة الرسالةبيروت ١٦/ ٣٨٢)

دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد طلب کرو (جیسے سیاق آیت سے ظاہر ہے) اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں، کیونکہ حرف ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے، اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

اب ناظرین عقل سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور بالضرور صحیح ہو گا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توسل سے امداد طلب کی جاتی ہے:

خاصان خدا خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نباشند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

توسل بالجاہ

جب کسی بزرگ ترین ہستی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے اور اس کے رحم و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب فرد کی جاہ و عزت کا واسطہ دیا جاتا ہے تو یہ توسل بالجاہ ہے بارگاہ حق میں اسی قسم کا توسل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے توسل سے مغفرت چاہنا

عن عمر بن الخطاب: إنَّهُ لمّا اقترفَ آدمُ عليه السلام الخطيئةَ قالَ: يا ربِّ أسألُك بحقِّ محمَّدٍ لما غفرتَ لي، قالَ: وَكَيفَ عرفتَ مُحمَّدًا؟ قالَ: لأنَّك لمّا خلقتني بيدِك ونفخت فيَّ من روحِك رفعتُ رأسي فرأيتُ على قوائمِ العرشِ مَكْتوبًا: لا إلَهَ إلّا اللهُ محمّدٌ رسولُ اللهِ،

فعلِمت أنّک لم تُضفُ إلی اسمِک إلاّ أحبَّ الخلقِ إلیک، قالَ: صدَقتَ یا آدمَ ولولا محمَّدٌ ما خلقتُک۔[118]

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انہوں نے اپنے رب سے عرض کی، اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتا تو میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔

۲) ایک نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے توسل سے بینا ہو جانا

عثمان بن حنيف - رضي الله عنه - :«أن رجلا ضرير البصر أتى النبيَّ -صلى الله عليه وسلم-، فقال: ادعُ اللهَ أن يُعَافِيَني، فقال: إن شِئْتَ دعوتُ، وإنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فهو خَيرٌ لک، قال: فادعُهُ، قال: فأَمرهُ أن يتوضأ فَيُحْسِنَ الوُضوءَ، ويدْعوَ بهذا الدعاء: اللّهمَّ إني أسألُک وأتَوَجه إليک بِنَبِيِّک محمدٍ: نبي الرحمة، إني توَّجهتُ بک إلى ربّي في حاجتي هذه لتُقْضى لي، اللّهم فَشَفِّعْهُ فيَّ». أخرجه الترمذي.[119]

---

[118] ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، إتحاف المهرة ١٢/٩٧• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، التوسل والوسيلة ١٦٦• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، مجموع الفتاوى ١/٢٥٤• البيهقي (ت ٤٥٨)، دلائل النبوة ٥/٤٨٩• القسطلاني (ت ٨٢٣)، المواهب اللدنية ٣/٦٠٥• صحيح۔ البيهقي (ت ٤٥٨)، تاريخ دمشق ٧/٤٣٧• ابن كثير (ت ٧٧٤)، البداية والنهاية ٢/٢٩٩• الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٨/٢٥٦• الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٦/٣١٣•

[119] جامع الأصول في أحاديث الرسول ج۴ ص۳۴۹، ترمذی رقم ۳۵۷۸، ابن ماجة رقم ۱۳۵۸۔ مسند احمد ج۲۸ ص۴۷۸، الترغيب والترهيب، کتاب النوافل، باب الترغيب فی صلاة الحاجة ودعائها، رقم ۱،

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جو نابینا تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہ تمہارے حق میں بہتر ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور دعا کردیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم خوب اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔[120]

ترجمہ: ”الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔“

ج ۱، ص ۲۷۲ ۔جامع الترمذی، کتاب احادیث شتی ،باب ۱۲۷ ، رقم۳۵۸۹،ج۵،ص۳۳۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی،ج۹، رقم ۸۳۱۱، ص ۳۰، الاستمدادوالتوسل ص۵۸،عمل الیوم واللیلة للنسائی ص ۴۱۷رقم ۶۵۸، شفاءالسقام فی زیارة خیرالانام ص۱۲۳ ، کتاب الاذکارللنووی ص۸۳، اسدالغابة ج۳ص ۵۷۱، تحفة الاشراف ج۷ص۲۳۶رقم ۹۷۶۰، البدایة والنھایة ج۴ص۵۵۸، دلائل النبوة للبیھقی ج۶ص۱۶۶ ، الجوھرالمنظم لابن حجرص ۶۱، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۳-۵۱۹، تحفة الذاکرین للشوکانی ج۵ص ۱۹۴ ، صحیح ابن خزیمة ج۲ص۲۲۵رقم ۱۲۱۹ ،

[120] •أخرجه الترمذي (٣٥٧٨)، وابن ماجه (١٣٨٥)، وأحمد (١٧٢٧٩)، أخرجه ابن خزيمة (٢/٢٢٥)، والطبراني (٩/١٧)، والحاكم في «المستدرک» (١/٧٠٧) البيهقي (ت٤٥٨)، دلائل النبوة ٦/١٦٦•تخريج مشكاة المصابيح ٢٤٢٩•إسناده صحيح• أخرجه الترمذي (٣٥٧٨) ابن حبان (ت٣٥٤)، المجروحين ٢/١٩٠۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر اس شان سے آئے کہ گویا کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔

اس مقام پر زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مواہب اللدنیہ نے لکھاہے کہ اس دعامیں اول سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو شفاعت کا اذن بخشے، چنانچہ وہ حاجت مند کہتاہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ۔

اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتاہوں

جب وہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت مانگ چکاتو پھر آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا:

یَامحمداِنِّیْ قدتَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھَذِہٖ لِتقْضٰی لِیْ۔

یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتاہوں کہ میری حاجت رواہو،

گویا وہ شخص یوں کہتاہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے میری اس حاجت کو کردے جب وہ شخص آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شفاعت کی درخواست کر چکاتو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے یوں عرض کرتاہے

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

الٰہی !ان(رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

اس حدیث میں وضواور نماز کی امر فرمایااور بعض روایات میں صرف وضوکا ذکرہے تواس میں کیابھید ہے؟یہ بھید توسل کی عظمت اوراہتمام شان کا ظہور ہےورنہ صرف دعاکاپڑھناکافی

تھا۔ خصوصاً حضور ﷺ کی تعلیم وامر اور وہ بھی بعدرد وکد جس میں احتمال عدم قبولیت کی گنجائش کا ہاتھ ہے جس کے لئے آداب دعا اور شرائط قبولیت کے لئے رعایت کی ضرورت ہوتی اس کے علاوہ محدث کو قرآن مجید پڑھنا روا اور داعی (دعا کرنے والے) کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مستغیث سے فرمایا۔

إِن شِئْتَ دعوتُ، وإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ،

یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر اور اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں ، اس نے عرض کیا کہ دعا مانگیے تو آپ ﷺ نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا؟ نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ کا مرتبہ پہچانیں، آپ ﷺ کا وسیلہ ہونا جانیں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیم توسل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجت مند نامراد اپنی مراد اور حاجت بر آری چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت ﷺ کو پکارے اور آپ ﷺ سے استغاثہ کرے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے اور توسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مراد مانگے یا خود آپ ﷺ سے مانگے آپ ﷺ کو مظہر کامل اکمل عون وقدرت وتصرف الٰہی سمجھ کر قدرت وتصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ، اہل کمال سب قائم مقام ہیں ان کے وسیلہ اور توسل سے مراد مانگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم منیب کا ہوتا ہے خصوصاً جس امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے جیسے مانحن فیه میں مظہر عون وقدرت وتصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ ، اہل کمال سب قائم مقام رسول اللہ ﷺ کی ہے اور جس طرح بوسیلۂ رسول مراد ہے دین دنیا کی حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے اسی طرح ان اہل کمال کے بھی وسیلے سے خلق فائز المرام

ہوتی ہے اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی اشارہ منظور و مد نظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہ کچھ حاجت نہ تھی خود رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے۔ اندھا نابینا ہو جاتا اس نابینا کو جو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

ان کان لک حاجۃ فادع مثل ذلک۔

یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا، ہماری طرف متوجہ ہونا ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے توسل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہو گی، مراد ملے گی، مشکل آسان ہو گی، مصیبت و بلا ٹل جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ توسل مخصوص بحضورِ حضور اور مختص بزمانۂ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے، غَیبت اور حضور اور نزدیک و دور اور زمانۂ حیات سرورِ کائنات اور بعد وفات سرور عالم ﷺ کے فی جمیع الامور۔ لک۔ میں خطا بظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل و بینا کے نزدیک عام ہے، ہر مخاطب حاجت مند کو اس طرح کا استعمال یعنی اطلاق خاص اور ارادۂ عام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور محاورات عرب میں قدیماً و حدیثاً شائع و ذائع ہے۔ اسی واسطے خود راویٔ حدیث حضرت عثمان بن حنیف نے اس حاجت مند کو یہ طریق توسل اور دعا تعلیم فرمائی جو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس و توسل کی برکت سے وہ فوراً مقصود پر فائز اور کامیاب ہوا، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگر لک۔ میں شائبہ تخصیص بشئی من الزمان والمکان والحضور والحیات والشخص وغیرھا۔ ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل درآمد مستمر اس تعلیم و عمل پر ہر گز نہ ہوتا حالانکہ زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک یہ عمل

برابر مشائخ طریقت اور صلحائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ میں چلا آیا اور مروج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔

فقام وقد ابصر ببرکة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی وہ نابینا صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھیں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی برکت سے منور اور روشن ہو گئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے۔

کاَن لم یکن بہ ضر۔

یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہو گئیں گویا کہ اس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہوا ہی نہیں تھا اور کبھی وہ اندھا ہی نہ تھا۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، معجم صغیر، ابو نعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیثِ حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تینوں صورتیں توسل کی ثابت ہیں اور باعتبار ترکیب اور اختلاف روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکور ہیں، اس واسطے کہ **بِنَبِیِّکَ۔** میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرور ہے ماننا تو صورتِ اولیٰ متحقق ہے اور تقدیر عبارت یہ ہو گی:

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بوجاھہ نبیک یابحق نبیک یابحرمة نبیک یابشفاعة نبیک یابطفیل نبیک یابوسیلة نبیک یاباستعانة نبیک یابواسطة نبیک یابامداد نبیک یاباستمداد نبیک یابوساطة نبیک۔

لتقضی میں دوروایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار"یے"اور"تے"کے ساتھ اوریائے معروف، یاالف مقصورہ، برتقدیرِروایت یااگر معروف کاصیغہ پڑھیں توضمیرراجع ہو گی طرف اللہ تعالیٰ کے، اور صورت اولیٰ کاثبوت ہو گا،اگر الف مقصورہ پڑھیں تونائب حاجتی فاعل ہو گااوراس صورت میں بھی صورت اولیٰ مُبَرہَن ہے،اورحاصل معنی یہ ہوں گے کہ:

یااللہ !میں تجھ سے مرادمانگتاہوں تیرے محبوب کوذریعہ اوروسیلہ ٹھہراکر، توان کی سفارش میرے باب میں قبول فرماکرمیرامقصودبرلا،یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اورذریعہ بناتاہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اوروسیلہ سے میری مرادبرلائے۔

اوربرتقدیرِروایت تااگرصیغہ مجہول پڑھیں تو اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ کے قرینہ سے صورتِ ثانیہ کا تحقق بے تکلف ہے، اوراگر معروف کاصیغہ لیں اور مخاطب حق تعالیٰ کوکہیں بمقارنت اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ یابقرینہ اَللّٰھُمَّ انی اسئلک توصورتِ ثانیہ ثابت ہے، اورمطلب یہ ہو گاکہ یاحبیب اللہ ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اوردعافرمایئے کہ آپ کی سفارش اوردعاسے اللہ تعالیٰ مجھ کوفائزالمرام کرے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اورآپ ﷺ کی دعااورسفارش مقبول ہے، اوراگر تاکی روایت پرصیغہ معروف کالے کر حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کو مخاطب ٹھہرائیں بقرینہ یامحمد توبے شبہ صورت ثالثہ موجودہےاورحاصل مطلب یہ ہو گاکہ میں اصل میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتاہوں اورمرادمانگتاہوں ، مگر یاحبیب اللہ یارسول اللہ! آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کو اللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنایاہےاورہم کو ابتغاءوسیلہ کاامر فرمایاہے، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم قاسم ہیں اوراللہ تعالیٰ معطی ہے،لہذامیں آپ سے مرادمانگتاہوں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم میری مرادبرلائیں۔

(۳) دعا میں حق سائلین سے توسل کرنا

رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے جن میں سے ایک دعا یہ ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے:

اللّٰھُمَّ إنّي أسأَلُک بحَقِّ السائلینَ علیک، و بحَقِّ مَمشايَ ھذا، فإنّي لم أَخرُجْ أشَرًا و لا بطَرًا، و لا رِیاءً و لا سُمعةً، خرَجتُ اتِّقاءَ سَخَطِک و ابتغاءَ مَرضاتِک، أَسأَلُک أنْ تُنقِذَني مِن النارِ، إنَّہ لا یَغفِرُ الذُّنوبَ إلّا أنت.[121]

ترجمہ: اے اللہ میں اس حق سے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلین کا ہے اور تیری طرف اپنے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں تکبر یا ریاء سے یا سمعہ کی غرض سے نہیں نکلا بلکہ تیرے غضب کے خوف سے اور تیری مرضی چاہنے سے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھ کو دوزخ سے پناہ دے اور میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے توسل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا ہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعا کا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے:

عن بلال بن رباح: کانَ إذا خرجَ إلی الصَّلاۃِ قالَ: باسمِ اللہِ، آمنتُ باللہِ، توکَّلتُ علی اللہِ، لا حولَ ولا قوّۃَ إلّا باللہِ اللّھمَّ بحقِّ السّائلینَ علیک، وبحقِّ مَخرجي ھذا

---

[121] أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، و أحمد (١١١٥٦) مجموع الفتاوى ١/٣٤٠• العراقي (ت ٨٠٦)، تخريج الإحياء ١/٤٢٦• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، الرد على البكري ١٢٢• تخريج منهاج القاصدين ٥٨•

فإنّي لم أخرُج أشرًا ولا بطرًا، ولا رِياءً ولا سُمعةً خرجتُ ابتغاءَ مرضاتِک واتِّقاءَ سخطِک أسألُک أن تُعیذَني منَ النّارِ، وتُدخِلَني الجنّةَ۔[122]

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور نہیں طاقت پھیرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سوال کرنے والوں کے حق کے توسل سے جو تجھ پر ہے اور میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر وخود پسندی ودکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا۔ تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے بچنے کے لئے نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے دوزخ سے امن دے اور جنت میں داخل کر۔

اس حدیث شریف سے بھی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام اور تمام مومنین کے ساتھ توسل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ توسل کرنا بھی ثابت ہے۔ حدیث سابق اور اس حدیث میں اتنا فرق ہے اُس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام اُمت کو، اور اس میں عمل ہے خود رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا، اور اس میں **بحق ممشای ھذا** ہے اور اس میں **بحق مخرجی ھذا** ہے، دونوں کا مطلب واحد۔ مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توسل ذوات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقدم ذکر کیا ہے اور عمل صالح کے ساتھ مؤخر، اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توسل مقدم ہے، اعمال صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعم منکرین توسل انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام کہ وہ توسل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں، حالانکہ ذوات کا

---

[122] ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، نتائج الأفكار ١/٢٦٨ ••أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، وأحمد (١١١٥٦) علاء الدين مغلطاي (ت ٧٦٠)، شرح ابن ماجه ٣/٢٢٥•الدمياطي (ت ٧٠٥)، المتجر الرابح ٢٣١•إسناده حسن۔العراقي (ت ٨٠٦)، تخريج الإحياء ١/٤٢٦•

مرتبہ قطعاً مقدم ہے صفات پر، بلکہ بمقابلہ مقبولین الٰہی کے اپنے اعمال صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود تین سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توسل نہ فرمایا، صرف رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور آپ کی آل کے ساتھ توسل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توسل بذوات کو مقدم رکھا توسل بالصفات پر بوجہ اخلاص عمل اور جامعیت کے۔

غرض حدیث قولی و فعلی سے توسل ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا عمل ہے، غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت یا بحق فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت بر لا، شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

ترجمہ: اے اللہ! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اطہار کے طفیل ایمان کے کلمہ پر میرا خاتمہ ہو۔

(۴) خود رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا فقرائے مہاجرین کے توسل سے دعا کرنا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

درحدیث صحاح آمدہ است **کان رسول اللہ ﷺ لایستفتح بصعالیک المهاجرین**۔ یعنی پیغمبر خدا ﷺ در جنگہا طلب فتح می کرد بتوسل فقراء مہاجرین۔ ایں ھمہ طلب امداد و اعانت است الخ۔[123]

[123] (مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب ۹۴/۴)

ترجمہ: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مہاجرین کے توسل سے استفتاح فرماتے تھے۔ یعنی پیغمبر خدا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جنگ وجدل میں غریب مہاجرین کے توسل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے۔ یہ تمام طلب امداد اعانت ہے۔

پس جب خود محبوب خدا، سرور دوسرا اپنے امتیوں کے توسل سے دعا کرتے ہیں تو امتیوں کے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے توسل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

(۵) آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی آل کا توسل

عن الامام ابی عیسیٰ انہ رأی فی المنام رب العزۃ تبارک و تعالیٰ فسالہ عما یحفظ علیہ الایمان ویتوفاہ علیہ قال فقال لی قل بعد صلوٰۃ رکعتی الفجر قبل الصلوٰۃ رکعتی الفجر قبل صلوٰۃ فرض الصبح "الٰھی بحرمۃ الحسن و اخیہ و جدہ و بنیہ و اُمہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ! یا اللہ! یا ارحم الراحمین

ترجمہ: حضرت امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہو مرتے دم تک اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھا کرو:

"الھی بحرمۃ الحسن و اخیہ و جدہ و بنیہ و امہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ! یا اللہ! یا ارحم الراحمین!۔

تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھا بعد نماز فجر کے سنت و فرض کے درمیان میں، اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اس کی تعلیم دی، اور امر فرماتے رہے، اور ان کو اس

عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر ہمیشگی اور اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

(٦) بارش کے لئے حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم سے طلب امداد

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے پاس طلب بارش کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک و العذراء یدمی لبانها　　　و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

یعنی ہم آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونیں کر لی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پرواہ ہے۔

اور آخری شعر یہ تھا:

و لیس لنا الا الیک فرارنا　　　و انی فرار الخلق الا الی الرسل

یعنی سوا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے ہم کس طرف جائیں مخلوقات کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھ کر لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی لیکن:

دم سوزناک از دل باخبر　　　قوی تر ز هفتاد تیر و تبر

ترجمہ: باخبر دل سے سوز والی سانس ستر تیروں اور کلہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔

(۷)رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آکر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے قحط کی شکایت کی تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور مینہ برسنے لگا، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: اگر میرے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مراد تھی اُن کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　　ثمال الیتامی عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی وہ گورے (مکھڑے والے ﷺ) جن کے چہرے مبارک کے توسل سے بارش مانگی جاتی ہے، یتیموں کے والی بیواؤں کے سہارا ہیں۔

یہ شعر سن کر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا چہرہ انور دمکنے لگا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانہء جاہلیت میں قریش میں قحط پڑا تھا تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے توسل کیا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔ (ابن ماجہ)

(۸)حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وَسلَّم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے توسل سے دعا کرنا

عن أنس بن مالک [أنَّ عمرَ بن الخطابِ كان إذا قحطُوا استسْقى بالعباسِ بن عبد المطلبِ، فقال: اللهم إنا كنّا نتوسلُ إليک بنبينا فتسقِينا، وإنا نتوسلُ إليک بعمِّ نبينا، فاسقنا فيسقونَ۔[124]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے چنانچہ کہتے، الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وَسلَّم سے توسل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں، پس ہم پر بارش برسا دے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔

اس حدیث شریف سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توسل کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور خلفائے راشدین کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسل کیا کرتے تھے اور اس توسل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتی تھیں۔

مگسل زاھل شوق کہ واصــل شود بـہ بحــر
خــاروخسے کہ همرہ ســیلاب مے شود

---

[124] (البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ١٠١٠ • صحيح • شرح الحديث)

ترجمہ: ذات باری تعالیٰ کا شوق رکھنے والوں سے قطع تعلق نہ کر کیوں کہ وہ خس و خاشاک جو سیلاب کے ہمراہ ہو جاتا ہے وہ بھی سمندر میں جا پہنچتا ہے۔

(۹) چیونٹی کے توسل سے دعا کا قبول ہونا

عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: خرج نبي من الأنبياء بالناس يستسقي فإذا هو بنملة رافعة بعض قوائمها إلى السماء فقال ارجعوا فقد استجيب لكم من أجل شأن هذه النملة۔ [125]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نماز استسقاء کے واسطے نکلے، پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پس اس نبی نے کہا پھر چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کے توسل سے قبول کی گئی۔

مظاہر حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی:

اللهم انا خلق من خلقک لا غنیٰ بنا عن رزقک فلا تهلكنا بذنوب بنی آدم۔ [126]

ترجمہ: الٰہی ہم تیری مخلوقات میں ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں، پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر۔

---

[125] (سنن الدارقطنی، ج ۲ /ص ٦٦)

[126] (کتاب الصلوٰۃ، باب فی الرباح)

توسل بالدعا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے سفارش یا دعا کے لئے درخواست کرنا کافہ ء اہل سنت میں شائع وذائع ہے، مثلاً:

نبی الورٰی ضاقت بی الحال فی الورٰی　　　وانت لما املت فیک جدیر

یعنی اے پیغمبر عالم! دنیا میں میرا حال نازک ہے، اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میری دعا بر لانے کے اہل ہیں۔

فسل خالقی تفریح کربی فانہ　　　علیٰ فرجی دون الانام قدیر

پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کر دے کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات آسان کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔

اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحب بسیرت کو کلام نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام بے شبہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہیں، اور ان کی سفارش اور دعا بھی غالباً مقبول ہے۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست
فانی است و گفت او گفت خداست

ترجمہ: شیخ کی وہ دعا ہر عام دعا کی مانند نہیں ہے، وہ تو فنافی اللہ ہوتا ہے اس کا کہا خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

چوں خدا از خود سوال و گد کند　　　پس دعائے خویش را چوں رد کند

ترجمہ: جب خدا اپنے آپ سے سوال اور مطالبہ کرے تو وہ اپنے مطلوب کو کیوں رد فرمائے گا۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست　　　آں دعا ر دنیست گفت داور ست

ترجمہ: عشق حق میں بے خود لوگوں کی دعا ہی اور ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں ہوتی وہ تو خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فنا ست　　　آں دعا و آں اجابت از خدا ست

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان سے) خود خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنا فی اللہ ہوتا ہے، وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

(ا) بزرگان دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے

حضرت ابو عبد اللہ بن نعمان مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب **مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام** میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کلا من الاستغاثة و التوسل و التشفع و التوجه واقع فی کل حال قبل خلقه صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلّم و بعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیاو بعد موته فی مدة البرزخ وفی عرضات القیمة۔[127]

ترجمہ: بذریعہ محمد رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے فریاد کرنا اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہو گا قبل پیدائش آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔

---

[127] (الانوار المحمدیة، ص/۲۰۴، بیروت)

(۲)دوسری تائید

قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:

وینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء و التضرع و الاستغاثة و التشفع و التوسل به صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم فجدیر بمن ستشفع به ان یشفعه اللہ تعالیٰ فیه و اعلم ان الاستغاثة هی طلب الغوث فالمستغیث یطلب من المستغاث به ان یحصل له الغوث منه فلا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثة او التوسل او التشفع او التجوه او التوجه ثم ان کلا من الاستغاثة او التوسل او التشفع او التوجوه او التوجه بالنبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم ـــــــــــــــ واقع فی کل حال قبل خلقه و بعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیا و بعد موته فی مدة البرزخ و بعد البعث و فی عرصات القیمة۔[128]

ترجمہ: اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو، پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا، اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے، وسیلہ پکڑنے، شفیع کرنے، وجاہت کو ذریعہ اور مرتبہ کو وسیلہ کرنے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے آپ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اُٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔

(۳)حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسل کے قائل ہیں

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت ابن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

به قد اجاب اللہ ادم اذ دعا　　　　و نجی فی بطن السفینة نوح

---

[128] (زرقانی شرح المواهب اللدنية، ج/٨، ص/٣١٧، بیروت)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے توسل سے قبول فرمائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کو شکم کشتی میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

و ماضرت النار الخلیل لنورہ   و من اجلہ نال الفداء ذبیح

یعنی اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہی کے نور کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلے فدیہ قبول ہوا۔

(۴) روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ

علامہ سامری رحمہ اللہ تعالیٰ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم یاتی حائط القبر فیقف ناحیتہ و یجعل القبر تلقاء وجھہ و القبلۃ خلف ظھرہ و المنبر عن یسارہ و ذکر السلام و الدعاء ومنہ " اللھم انک قلت فی کتابک العزیز لنبیک علیہ السلام وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴) و انی اُتیت نبیک مستغفرًا افاسئلک ان توجب الی المغفرۃ کما او جبتھا لمن اتاہ فی حیاتہ' اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: زیارت روضہء نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آکر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے، منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے، اور اس قسم کی دعا ہو کہ " اے اللہ! تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یہ کہا ہے کہ وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴) (جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے

بخشش چاہیں اور رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ان کے واسطے بخشش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اور تحقیق میں تیرے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس آیا ہوں بخشش چاہنے والا، پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تونے ان کے واسطے واجب کیا جو تیرے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں"۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب

اعتراض: صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

ولاتتَّخِذوا قَبري عيدًا۔[129]

یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ

عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا وسلام کے لئے آنے کی عادت ہو، جب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

جواب: اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن نافع مجروح ہے، چنانچہ اول تو **مسالک الحنفا الی شارع الصلوۃ علی النبی المصطفی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم** میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال البخاری فی حفظہ شیی۔

---

[129] أخرجه أبو داود (٢٠٤٢)، وأحمد (٨٧٩٠) محمد ابن عبد الهادي (ت ٧٤٤)، الصارم المنكي ٣٢٢• مرسل • أخرجه عبد الرزاق في «المصنف» (٦٧٢٦) الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٤/٦• ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، لسان الميزان ٢/٤٣٩•

ترجمہ: اور کہا امام بخاری نے اس کی قوت حافظہ میں کسر ہے۔

وقال احمد لم یکن بذالک فی حدیث۔

ترجمہ: اور امام احمد نے کہا وہ حدیث میں کچھ ایسا لائق نہیں ہے۔

وقال ابو حاتم ھو لین فی حفظہ۔

ترجمہ: اور ابو حاتم نے کہا وہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نہی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں:

چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو، جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا، چنانچہ مسالک الخفاء میں ہے:

ای نھی عن الاجتماع لزیارتہ لاجتماعھم کالعید کما کانت الیھود والنصاری یجتمع لزیارۃ قبور انبیائھم ویشغلون باللھو کما یفعل فی الاعباد۔

ترجمہ: لوگوں کو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے، چنانچہ مسالک الخفامیں ہے:

ویحتمل ان یکون نھیہ فی جھۃ المشقۃ الحاصلۃ من الاجتماع۔

ترجمہ: اور احتمال ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی ممانعت اس مشقت کی بنا پر ہو جو اجتماع سے ممکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے۔

چنانچہ مسالک الخفاء میں ہے:

ویحتمل ان یکون العید اسما من الاعتیاد یعنی لاتجعلوا قبری محل اعتیاد یعتادونہ لما یؤدی ذالک الیٰ سوء الادب وارتفاع الحشمۃ۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو، یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ، اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور زوال رعب ہو گا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے گاہے نہ آیا کرو، چنانچہ مسلک الخفاء میں ہے:

و یحتمل ان یکون المراد الحث علیٰ کثرۃ زیارتہ و لا یجعل کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ کثرت زیارت کی تاکید مقصود ہو، اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔

(۵) آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے نام مبارک کا توسل

شفا قاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

ان ابن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک۔

ترجمہ: ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا۔

فصاح یا محمداہ۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: یا محمداہ! (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

فانتشرت۔

ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آگئی اور وہ درست ہو گیا۔

دیکھئے اس حدیث شریف سے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو　　　کاں سبو را ھم مدد باشد ز جُو

ترجمہ: پانی خواہ نہر سے لے خواہ صراحی سے در حقیقت وہ پانی نہر کا ہی ہوگا کیوں کہ صراحی کی مدد بھی نہر سے ہوتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی ز خور　　　نور مہ ھم ز آفتاب است اے پسر

ترجمہ: نور خواہ چاند سے مانگ خواہ سورج سے طلب کر اے لڑکے! چاند کا نور بھی سورج کی وجہ سے ہے۔

(٦) یہودیوں کا آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے نام مبارک کے توسل سے فتح و نصرت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرة)

ترجمہ: اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

وكانوا يعني اليهود من قبل أي من قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم يستفتحون أي يستنصرون به على الذين كفروا يعني مشركي العرب وذلک أنهم كانوا إذا أحزنهم أمر ودهمهم عدو يقولون: اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد صفته في التوارة فكانوا ينصرون۔

ترجمہ: یہود رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بعثت سے قبل آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے تھے، جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے، اے اللہ! ہماری مدد کر اس نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔[130]

(۷) حضرت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذاء نہ دینا

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا، آپ نے اس سے فرمایا:

أبا الحارث، إني مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من أمري كيت وكيت، فأقبل الأسد له بصبصة حتى قام إلى جنبه كلما سمع صوتا، أهوى إليه، ثم أقبل يمشي إلى جنبه، فلم يزل كذلک حتى بلغ الجيش، ثم رجع الأسد.[131]

ترجمہ: اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آجاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ

[130] (تفسیر مدارک وروح البیان وتفسیر عزیزی)
[131] (شرح السنة ۵۱۶، ج۱۳، ص۳۱۳)

لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔(مشکوٰۃ) دیکھئے غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

(۸) میدان جہاد میں توسل بالنبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا کرشمہ

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈبھیڑ ہو گئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کے لئے میدان کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا، ادھر اسلامی فوج خوب جان نثاری کر رہی تھی، اُدھر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے: **یا محمد! یا محمد! یا نصر اللہ! انزل۔**

اے محمد! اے محمد (ﷺ)! اے اللہ تعالیٰ کی مدد آ! نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پکارنا تھا کہ امداد غیب کا نزول ہوا اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہہ تیغ کیا، سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے، غرض کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصل وجہ کیا تھی؟ یہ محض کلمہ یا محمد (ﷺ) پکارنے کی برکت تھی، آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آئے۔

میرسد فیض سبک روروحاں باطراف جہاں
مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

ترجمہ: دنیاوی آلائشوں سے پاک ہلکے روح والوں کا فیض دنیا کے تمام اطراف میں پہنچ رہا ہے صبح جب روشن ہوتی ہے تو ساری دنیا میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

(۹) آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا

عن انس بن مالک قال لما ماتت فاطمۃ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا و کانت ربت النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم وھی ام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخل علیھا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فجلس عند راسھا و قال رحمک اللہ یا امی بعد امی و ذکر ثنائہ علیھا و کفنھا ببردہ و امرھم بحفر قبرھا فلما بلغو اللحد حفرہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بیدہ و اخرج ترابہ بیدہ فلما فرغ دخل صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فاضطجع فیہ ثم قال "اللہ الذی یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔[132]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی تربیت کی تھی، اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ان کے پاس آئے، پھر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو ان کی قبر کھودنے کا حکم فرمایا، جب وہ لحد تک پہنچ گئے تو آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی، پھر جب فارغ ہوئے، تو لحد میں داخل ہوئے، پھر اس میں لیٹ کر فرمایا: اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں، الٰہی میری ماں فاطمہ

---

[132] (رواہ طبرانی و ابن حبان و الحاکم و ابن ابی شیبہ)

بنت اسد کو بخش دے، اور اس کی قبر فراخ کر دے۔ بحق اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے اور بحق ان انبیاء علیہم السلام کے جو مجھ سے پہلے ہوئے، بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔[133]

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے انبیاء علیہم السلام سے توسل کیا، جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جواز توسل میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں حدیث دلیل ست بر توسل در ھر دو حالت نسبت بآں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلمؑ در حالت حیات و نسبت بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین بعد از وفات وچوں توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوۃ و اکملھا بطریق اولی جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیائے خدا نیز بعد از وفات ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود۔

ترجمہ: اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسل کرنے کی دلیل موجود ہے اور جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ توسل وفات کے بعد جائز ہوا تو سید انبیاء علیہ افضل

---

[133] (جامع کبیر، مدارج النبوۃ)

الصلوٰۃ و اکملھا کے ساتھ تو بطریق اولیٰ جائز ہو گا، بلکہ اگر اس حدیث شریف کے ساتھ توسل باولیائے خدا بھی ان کے فوت ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں، مگر یہ کہ حضرات رُسُل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(۱۰) ایک اعرابی کا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روبرو آپ کو وسیلہ قرار دینا

طبرانی اور شواہد النبوت میں ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے:

و اشھدان اللہ لا رب غیرہ　　　و انک مامون علی کل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے نبی! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہر غائب کے محافظ ہیں۔

و انک ادنی المرسلین وسیلۃ　　　الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ تک تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں۔

فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل　　　و ان کان فیما فیہ شیب الذوائب

ہم کو اے بہترین مرسلین! اس کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتا ہے اگرچہ اس سے بال سفید پڑ جائیں۔

و کن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ　　　بمغن فتیلاً عن سواد بن قارب

"اور اس دن میری شفاعت کیجیے جب کوئی شفیع سواد بن اقارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں۔"

دیکھئے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اُس نے آپ کو وسیلہ بنایا، بلکہ سکوت فرمایا، جس سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وسیلہ کے لئے رضامندی ثابت ہوتی ہے، اور آپ کا وسیلہ ہونا توسل کے متقاضی ہے پس آپ سے توسل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

(۱۱) وفات کے بعد آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے توسل اور اس کی قبولیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ! صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمایئے" آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خواب میں تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ مینہ برسے گا۔[134]

(۱۲) بزرگان دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا

شیخ نظام گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے امداد کرنے کی یوں کیفیت بیان کرتے ہیں:

بیـاداٰوراے تازہ کبکـــــ دری   کہ چون بر ســـــرخــاکـــــ من بگزری

ترجمہ: یادرکھ اے نوجوان کبک دری! جب میری قبر کے سرہانے سے تو گزرے۔

گیابینی ازخـــاکم انگیختــــــہ   ســـــرے سودہ بالیں فروریختــــہ

ترجمہ: تو میری قبر سے اُگا پڑا گھاس دیکھے گا میرا سر شکستہ ہو چکا ہو گا اور سرہانہ ٹوٹ کے گر پڑا ہو گا۔

---

[134] (مصنف ابن ابی شیبہ، بیھقی)

نهی دست بر شوشہ خاک من　　بیاد آری از گوھر پاک من

ترجمہ: میری قبر کے ایک کنارے پر ہاتھ رکھنا اور میرے پاک خاندان کو یاد کرنا۔

فشانی تو بر من سرشکے ز دور　　فشانم من از آسماں بر تو نور

ترجمہ: تو اگر دور سے میری یاد میں آنسو بہائے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور نچھاور کر دوں گا۔

دعائے تو بر ہر چہ دارد شتاب　　من آمین کنم تا شود مستجاب

ترجمہ: تیری دعا کو جس چیز کی جلدی ہو گی میں آمین کہوں گا تا کہ وہ قبول ہو جائے۔

درودم رسانی رسانم درود　　بیائی بیائم ز گنبد فرود

ترجمہ: تو میرے لئے دعا کرے گا میں تیرے لئے دعا گو ہوں گا، اور اگر تو آئے گا تو میں گنبد سے نیچے تیرے پاس آ جاؤں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا　　کہ بینم ترا گرنہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگرچہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

(۱۳) شیخ احمد بن زروق مغربی علیہ الرحمہ کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان المحدثین میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی تعریف و توصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کئے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں

انالمریدی جامع لشتاته اذا ماسطا جور الزمان بنکبته

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرتے ہیں۔

و ان کنت فی ضیق و کرب و وحشة فناد بیازروق أت بسرعته

اور اگر تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق! میں فوراً آ موجود ہوں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگرچہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا:

"کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟"

جواب میں میں نے کہا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔

شیخ نے کہا: "ہاں" کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء واستمداد کی تائید میں

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ ردالمختار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں: کہ بلندی پر جاکر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر یوں نداء کرے: **یا سیدی احمدیاابن علوان** تو وہ گمشدہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

(۱۴)سید محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کو نداء کرنے کا واقعہ

عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ **لواقح الانوار فی طبقات الاخیار** میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے ان کے جانور کا پاؤں پھسل گیا، انہوں نے باآواز بلند پکارا: **یاسیدی محمدغمری!** ادھر بادشاہ وقت کا ایک ملازم ابن عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جارہا تھا، ابن عمر کے کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی، اُس نے اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سید محمد غمری کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور پیشوا ہیں، وہ میری پکار کو سنتے اور میری امداد کو پہنچتے ہیں، اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے باآواز بلند پکارا "**یاسیدی محمد غمری لا حظنی!**" یعنی اے میرے سردار! اے محمد غمری! مجھ پر نظر عنایت کیجیئے۔ ابھی یہ الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ یہ شخص تکلیف میں ہے، آپ نے فوراً اس شخص کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی، اُسی وقت بادشاہ مع لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتف غیب سے آواز آئی کہ ابن عمر کو رہا کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے، بادشاہ

نے اسی وقت ابن عمر کو بلایا اور اس کو مخلصی (رہائی) بخشی اور خلعت و انعام دے کر اس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔

مشو بمرگ زامداد اھل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیونکہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

خاصان حق سے ان کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے، ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا، چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سونگھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں، علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے، ان سب امور کو کوئی عقل سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر، مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر جو ایسی امداد کے تو قائل ہیں مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالت حیات ہوں یا عالم برزخ میں مدد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ (المائدہ ۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

جب خود اللہ تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہا ہے اور وہ بھی عوام الناس کو تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے جو خواص الرجال ہیں مدد لینا کیونکر مورد اعتراض ہو سکتا ہے۔

آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بفضل خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں

عن ربیعة ابن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سل (وفی روایة الطبرانی یا ربیعة سلنی فاعطیک) قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذالک قلت ھو ذلک قال فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔[135]

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس سویا کرتا تھا، ایک دن میں حسب معمول پانی اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی حاجت کی چیزوں کو لے کر حاضر ہوا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: مانگ، اور طبرانی کی روایت میں ہے اے ربیعہ! مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دوں گا، ربیعہ کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: کیا کچھ اس کے سوا بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: پس مدد کر تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرت سجود کے ساتھ۔

---

[135] أبو داود (ت٢٧٥)، سنن أبي داود ١٣٢٠• مسلم (ت٢٦١)، صحیح مسلم ٤٨٩• صحیح۔

اس حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار باختیار خداداد سمجھ کر یہ سوال کیا، اور آپ نے اپنی ذات مقدس کو اس امر پر قادر بقدرت حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا بلکہ اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ کیا، اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کر دینے کے معین تھے، اور جس طریق پر آپ اس آرزو کے بر لانے پر جانب اللہ مختار تھے اس پر اس کو ہدایت کر دی، اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کر دینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمقتضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر انکار فرماتے، مگر آپ نے ان کے سوال مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ھمہ بدست ھمت و کرامت اوست صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم ہر چہ خواہد و ھر کرا خواھد باذن پروردگار خود بدھد۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: اس سوال کے اعلان سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے دست باہمت و کرامت میں ہیں کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں۔

فان من جودک الدنیاو ضرتها   ومن علومک علم اللوح و القلم

بے شک آپ کی بخشش سے دنیاہے اور اس کی سوکن (عقبٰی) اور آپ کے علم سے لوح و قلم ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکٰوۃ میں اس حدیث شریف کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

ویوخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان اللّٰہ تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق۔

ترجمہ: حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے مطلقاً سوال کا حکم دینے سے یہ بات اخز کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر ایسی چیز دے ڈالنے کا اختیار دے دیا تھا جو آپ چاہیں۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مطلقاً فرمایا مانگ اور کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص کر کے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ، بنابریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو عطا فرمائی تھی، اور آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے، آپ ہر قسم کی مدد فرماسکتے ہیں، ہر طرح کی حاجت روائی کر سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی سب مرادیں اور جملہ مطالب و مقاصد کا عطا کرنا آپ کے قبضہ ء قدرت اور اختیار میں ہے، ورنہ بلا تقیید و تخصیص یہ کیسے فرماتے کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو۔

امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے شفاعت کا سوال کیا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف با اسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے حضور میں بہت سے اشعار پڑھے من جملہ ان کے ایک شعر یہ ہے:

وکن لی شفیعاًیوم لا ذو شفاعةً   سواک بمُغن عن سواد بن قارب

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا۔

ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس سے منع فرماتے۔

خود رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا استعانت فرمانا

عن عائشة قالت قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم انا لا یستعین بمشرک۔[136]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روات ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے۔

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی؟ پس جب نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا دوسرے لوگوں سے

---

[136] (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

استعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں:

اسلم استعن بک علیٰ امانۃ المسلمین۔

ترجمہ: مسلمان ہو جاتا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

جب وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے امداد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کا قبائل عرب کو مدد دینا

عن انس ان النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ و بنو لحیان فزعموا انھم قد اسلموا و استمدوہ علیٰ قومھم فامدھم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[137]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو رعل، بنو ذکوان، بنو عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ کی مدد مانگی تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)

---

[137] (رواہ البخاری، مسلم، نسائی)

غیر اللہ سے استمداد کے جواز کا ثبوت

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ صفحہ ۴۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الھی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکاں نسبت بارواح خبیثہ و اصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موحداں از تاثیر اسماء الھی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او کہ ھم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے فھمند و در ایمان ایشاں خلل نے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفاء دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے، اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کی نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو ہوا خاصان حق کا اپنے متوسلین کو قرب و حضور میں مدد پہنچانا، اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بعد و غیبت میں بھی اپنے متوسلین و مستمدین کو بقدرت حق اور باعُلام حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں جس میں تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدہا میل سے مجاہدین کو مدد دی

عن نافع عن ابن عمر قال: وجه عمر جيشا و رأس عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب جعل ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر فقال: يا أمير المؤمنين هزمنا فبينا نحن كذلک إذ سمعنا صوتا ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزمهم الله قال: قيل لعمر: إنک كنت تصيح بذلک و ذلک الجبل الذي كان سارية عنده بنهاوند من أرض العجم قال ابن حجر في الإصابة: إسناده حسن۔[138]

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم جہاد پر بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام کا اس کا افسر مقرر فرمایا، اس اثناء میں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے: "کہ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو" تین مرتبہ، پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم کو شکست ہو گئی تھی، اسی اثناء میں ہم نے آواز سنی کہ "اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو" تین مرتبہ یہ آواز آئی تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد دلایا گیا کہ آپ ہی تو یہ کلمات با آواز بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا ارض عجم میں نہاوند کے پاس ہے، ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد حسن ہیں۔

---

[138] (تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعین خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اُس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے صاف طور پر اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:

أخرج ابن مردويه من طريق ميمون بن مهران عن ابن عمر قال: كان عمر يخطب يوم الجمعة فعرض في خطبته أن قال: يا سارية الجبل من استرعى الذئب ظلم فالتفت الناس بعضهم لبعض فقال لهم علي: ليخرجن مما قال فلما فرغ سألوه فقال: وقع في خلدي أن المشركين هزموا 'إخواننا و إنهم يمرون بجبل فإن عدلوا إليه قاتلوا من وجه واحد و إن جاوزوا هلكوا فخرج مني ما تزعمون أنكم سمعتموه قال: فجاء البشير بعد شهر فذكر أنهم سمعوا صوت عمر في ذلک اليوم فعدلنا إلى الجبل ففتح الله علينا۔

ترجمہ: حضرت ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، پس اثنائے خطبہ میں کہنے لگے: "یاساریة الجبل من استرعیٰ الذئب" "اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو، جو شخص بھیڑیئے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا" تو لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے، جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا، فرمایا: میرے دل میں یہ بات آئی کہ دشمنوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دے اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو پس جائیں گے، بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اُن سے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اسی روز سنی تھی، اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا اس لئے سامعین خطبہ نے آپ کو مجنون و فاترالعقل کا خطاب دیا تھا چنانچہ:

أخرج أبو نعيم في الدلائل عن عمرو بن الحارث قال: بينما عمر على المنبر يخطب يوم الجمعة إذ ترك الخطبة فقال: يا سارية الجبل مرتين أو ثلاثا ثم أقبل على خطبته فقال بعض الحاضرين: لقد جن إنه لمجنون فدخل عليه عبد الرحمن بن عوف و كان يطمئن إليه فقال: لشد ما ألومهم عليك إنك لتجعل لهم على نفسك مقالا بينا أنت تخطب إذ أنت تصيح يا سارية الجبل أي شيء هذا؟ قال: إني و الله ما ملكت ذلك رأيتهم يقاتلون عند جبل يؤتون من بين أيديهم و من خلفهم فلم أملك أن قلت: يا سارية الجبل ليلحقوا بالجبل فلبثوا إلى أن جاء رسول سارية بكتابه: إن القوم لقونا يوم الجمعة فقاتلناهم حتى إذا حضرت الجمعة و دار حاجب الشمس سمعنا مناديا ينادي: يا سارية الجبل مرتين فلحقنا بالجبل فلم نزل قاهرين لعدونا حتى هزمهم الله و قتلهم فقال أولئك الذين طعنوا عليه: دعوا هذا الرجل فإنه مصنوع له۔[139]

ترجمہ: ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے: "یاسارية! الجبل" اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو! دو مرتبہ یا تین مرتبہ، پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا، بلاشبہ وہ دیوانے ہیں، تو ان کے پاس حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے، بس انہوں نے ان سے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کرا لیتے ہیں، چنانچہ ابھی خطبہ دیتے دیتے پکار اُٹھے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو! بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی، میں نے ان

---

[139] (تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

لوگوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں، ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشہ میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ! پہاڑ! تا کہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا کہ "دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی ہم نے ان سے جنگ شروع کی یہاں تک جب جمعہ کا وقت آیا تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف! پس ہم پہاڑ سے جا ملے تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا" اس پر ان لوگوں نے جو انہیں طعنہ دیتے تھے کہا: ان صاحب کو کچھ نہ کہو یہ ان کا قدرتی فعل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی

قال: لما فتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل يوم من أشهر العجم فقالوا: يا أيها الأمير إن لنيلنا هذا سنة لا يجري إلا بها قال: و ما ذاک؟ قالوا: إذا كان إحدى عشرة ليلة تخلو من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر بين أبويها فأرضينا أبويها و جعلنا عليها من الثياب و الحلي أفضل ما يكون ثم ألقيناها في هذا النيل فقال لهم عمرو: إن هذا لا يكون أبدا في الإسلام و إن الإسلام يهدم ما كان قبله فأقاموا و النيل لا يجري قليلا و لا كثيرا حتى هموا بالجلاء فلما رأى ذلک عمرو كتب إلى عمر بن الخطاب بذلک فكتب له: أن قد أصبت بالذي قلت و إن الإسلام يهدم ما كان قبله و بعث بطاقة في داخل كتابه و كتب إلى عمرو: إني قد بعثت إليک ببطاقة في داخل كتابي فألقها في النيل فلما قدم كتاب عمر إلى عمرو بن العاص أخذ البطاقة ففتحها فإذا فيها: من عبد الله عمر بن الخطاب أمير المؤمنين إلى نيل مصر أما بعد: فإن كنت تجري من قبلک فلا تجر و إن كان الله يجريک فأسأل الله الواحد القهار أن يجريک فألقى

البطاقة في النيل قبل الصليب بيوم فاصبحوا و قد أجراه الله تعالى ستة عشر ذراعا في ليلة واحدة فقطع الله تلک السنة عن أهل مصر إلى اليوم۔[140]

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں پھر اس کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہوگی اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے تو وہ لوگ ٹھہرے رہے اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا، جب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی اطلاع بھیجی، انہوں نے جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں تمہاری طرف اس خط کے اندر ایک بھیجتا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دو، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا: یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے، امابعد: اے نیل! اگر تو پہلے باختیار خود جاری تھا تو بے شک جاری نہ ہو، اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ جاری کرتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ یہ پرچہ دریائے نیل میں

---

[140] (تاریخ الخلفاء، ج ا، ص ۱۱۳)

ستارہ صلیب کے طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا، صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ جاری کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم بد بند کر دی آج تک۔

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے صدہا کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہل مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا، اسی طرح اہل اللہ دور بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کرسکتے ہیں۔

(۲) یہ اعانت بصورت دعا تھی یعنی:

اسأل اللہ الواحد القھار ان یجریک۔

اے نیل! میں خداوند واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔

چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہو گیا، اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی امداد و اعانت بھی بالاستقلال نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ ء تقرب خاص قبول ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کون سا شائبہ ہے؟

(۳) اسمائے "الواحد القھار" کے ذکر میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ اختیار و قدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں، اور وہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے، خصوصاً ان کنت تجری الخ کے لفظ نے اس توحید حق اور عجز مخلوق کو اور بھی واضح کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی استعانت و اعانت کی تہہ میں کمال توحید مضمر ہوتی ہے، کوتاہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔

(۴) اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پرزہ کاغذ کو کھولے بدوں دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہو جاتا تو شاید کج فہم لوگ اس فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستقل تاثیر و تصرف کا شبہ کرتے، اسی طرح کج فہم و کوتاہ اندیش لوگ بزرگان دین کی اعانت اور متوسلین و معتقدین کی استعانت کو اپنی نادانی سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی نیت کا پتہ ہے نہ ان کے مضمون دعا اور فحوائے سخن کی خبر ہے نہ شروع توحید اور وجوہ شرک پر نظر ہے، بس اعانت و امداد کا ذکر آیا اور جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے امداد فرمانے کے اثبات پر

مجدد توحید حق، مقوم اعوجاجات خلق، قامع آثار بدعت، جامع اطوار سُنت، حامی دین مبین، کاسر جیوش شیاطین، الامام الربانی مجدد الف ثانی، کاشف الاسرار الازلیۃ، مفیض الانوار السرمدیۃ المخصوص باللطف الخفی حضرت الشیخ احمد السرھندی۔

وہ یکتا وارث اقلیم تجدید — وہ ہیں مشکل کشائے سر توحید
ہے شان نسل فاروق ان سے صد چند
ہے پُر انوار ان سے شہر سرہند
تزلزل یاب تھا جب قصر اسلام — انہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہار علم تازہ — رُخ عرفاں نے پایا ان سے غازہ
معارف سے اُٹھیں صدیوں کی اغلاط — ہوئی نابود ہر تفریط و افراط

مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے جو اُن متوہم طبائع کے لئے جن کو ہر ذرہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا وہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے، وھو ھذا۔

سوال: از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجھہ و از بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اعمال غریبہ و افعال عجیبہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ از یشان در عالم شہادت بوقوع آمدہ است، صحت آں بے تجویز تناسخ چگنہ است؟

ترجمہ: سوال۔۔۔۔ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے یہی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجود عنصری سے قرنہا قرن پہلے بعض احوال غریبہ اور افعال عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے؟

جواب: (۱) صدور آں اعمال وافعال از ارواح ایں بزرگواراں است کہ بمشیت اللہ سبحانہ خود متجسد باجساد گشتہ مباشر افعال عجیبہ گشتہ اند جسد دیگر نیست کہ باں تعلق گیرند، تناسخ آں ست کہ روح پیش از تعلق بایں جسد بجسد دیگر کہ مبائن و معائر آں روح ست تعلق گرفتہ باشد و چوں خود متجسد بجسد گردد تناسخ چہ بود؟

(۲) جنیاں کہ متشکل باشکال میگردند و متجسد باجساد مے شوند۔ و دریں حال اعمال عجیبہ کہ مناسب ایں اشکال و اجساد است بوقوع مے آرند ھیچ تناسخ نیست و ھیچ حلولے نہ، ھر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ

اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح کُمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر؟

(۳) ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل مے کنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر مے گردند۔ و افعال متباینہ بوقوع مے آرند۔ این جا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متباینہ۔

(۴) وھم چنیں عزیزے کہ مثلا در ھندوستان توطن دارد وازاں دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے آیند ومیگویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ماوآں عزیز گزشتہ است، وجمعے دیگر نقل مے کنند کہ ما اورا در روم دیدہ ایم، و جمع دیگر در بغداد دیدہ اند۔ ایں ھمہ تشکل لطائف آں عزیز است باشکال مختلفہ۔ وگاہ ھست کہ آں عزیز را ازاں تشکلات اطلاع نبود لھٰذا در جواب آں جماعت گاہ مے گویند کہ ایں ھمہ بر من تھمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام و حرم کعبہ را ندیدہ ام۔ وروم وبغداد را نمی شناسم و نمی دانم کہ شما چہ کسانید؟

(۵) وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات در مخاوف و مھالک مددھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ ودفع بلیہ ازیں ھانمودہ است، گاہ ھست کہ آں اعزہ است وایں تشکل گاہ در عالم شھادت بودہ وگاہ در عالم مثال۔

(۶) چنانچہ دریک شب ھزار کس آں سرور را علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب مے بینند واستفادھا مے نمایند۔ایں ھمہ تشکل وصفات لطائف اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصورت ھائے مثالی۔ وھم چنیں مریداں از صور مثالی پیران استفادھا مے نمایند و حل مشکلات میفرمایند۔الخ

جواب (۱): ان اعمال وافعال (یعنی اعمال عجیبہ) کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہے جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مجسم باجسام ہو کر افعال عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہوا ہو، تناسخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متفق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جدا گانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہو چکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناسخ کا احتمال ہی کیا؟

جواب (۲): جنات جو مختلف شکلیں بنا لیتے ہیں اور گوناگوں جسم اختیار کر لیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں تو یہ نہ تناسخ ہے نہ علول ہے، جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہو کر عجیب اعمال کرتے ہیں تو کاملین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے تو کون سا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے؟

جواب (۳): اس قبیل سے ہے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور افعال گوناگوں وقوع میں لاتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مجسم باجسام مختلف ہوتے ہیں اور متشکل باشکال متفرقہ۔

جواب (۴): اسی طرح کوئی بزرگ جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا، ایک جماعت جو مکہ معظمہ کی حاضری سے آرہی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا، اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں۔ اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے، اور ایک جرگہ نے بغداد میں ان کو دیکھا ہے، یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان بزرگ کو ان تشکلات کی خبر تک نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ پر تہمت ہیں، میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور نہ حرم کعبہ کو دیکھا ہے، نہ میں روم و بغداد کو جانتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو؟

(۵): اور اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان لوگوں سے بلائیں دور کرتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی، ہمارا تمہارا تو ایک بہانہ ہے، یہ ہی ان بزرگوں کے لطائف کا تشکل ہے اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

(٦): چنانچہ ایک رات میں ہزار آدمی آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کو مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور استفادہ کرتا ہے یہ سب تشکل آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صفات کا ہے جو مثالی صورتوں میں ہے، اور اسی طرح مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات حل کرتے ہیں۔ الخ۔[141]

[141] (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۵۸)

حضرت المجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے گراں قدر سبق

اس تقریر سے ہم کو پانچ گراں قدر سبق ملتے ہیں:

قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”صدور آں اعمال وافعال از ارواح آں بزرگواراں است“۔ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجود عنصری سے پہلے بھی افعال عجیبہ کی مظہر ہو سکتی ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امور تکوینی میں تصرفات باذن حق بجالا سکتی ہیں، پس وجود عنصری میں آکر ان کا اپنے متوسلین کی امداد واعانت کرنا تو بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

(۲) ھر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ، الخ۔ سے ظاہر ہے کہ جب جنات آن واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کاملان مقربین بفضل خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں، ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریق اولی المتوقع ہے، پس اگر وہ صدہا و ہزار ہا کوس سے اپنے متوسلین کی مدد کریں، یا ان کی صورت مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا استبعاد و استعجاب ہے؟

(۳): ”وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء اموات الخ“۔ اس بیان سے استمداد و استعانت کا مسئلہ روز روشن کی طرح واضح دلائح ہو گیا، منکرین، معترضین چشم بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں، مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ:

”مرید اپنے پیر کامل سے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو غیبت میں استمداد کرے تو پیر کی صورت حقانی ہزار کوس سے اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے“۔

(۴) ''از ماو شما بھانہ بر ساختہ اند''۔ میں ایک اشارہ مضمر ہے کہ یہ استعانت و استمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے در حقیقت خدا ہی سے استمداد ہوتی ہے اور اس وقت خدا ہی اس مضطر و مستعین بندے کی اعانت فرماتا ہے۔ اور وہ بحکمت تسبیب اس کے مرشد کی صورت مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرشد کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو، کیونکہ خاص خدا ہی مددگار ہے، اسی نے یہ سارے سامان امداد کئے ہیں مگر اس نے مرید کے اعتقاد کے موافق اور اس کی محبت مرشد کے تقاضے سے مرشد کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا جس سے مرشد کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

(۵): ''مریداں از صور مثالی پیران استفادہ ھامے نمایند''۔ سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے: کہ مرید لوگ اپنے پیروں کی روحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقامات کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہ بھی صریحاً استمداد و استعانت ہے۔

مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات کے بعد سلب ہو جاتی ہے، مگر چار سے سلب نہیں ہوئی، اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت المجدد اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلب ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتب قرب سلب ہو جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں ان کے تصرفات بند ہو جاتے ہیں۔ (او کما قال)

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگان دین زندگی میں امور تکوینیہ میں تصرف کرنے کی قدرت باعطائے حق رکھتے ہیں جس سے متوسلین کا استمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات شریف کے حاشیے میں لکھا ہے: کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گوناگوں تصرفات و کرامات کے مظہر ہیں:

(ایک) غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(دوسرے) خواجہ بزرگ سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ ہیں۔

دو اور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔

اسی کتاب کے حاشیئے میں ایک موقع پر حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اپنے مستمدین کی مدد و اعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے۔وھو ھذا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مستمدین و معتقدین کو مدد پہنچانا:

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است، مغلاں در صحرا یا در وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب همراہ ایشاں می شود۔ دریں باب حکایات بسیار ست۔[142]

[142](حاشیہ مکتوب ۵۸/ دفتر دوم)

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں، اس بارے میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔

اہل اللہ کے تصرفات اور خداداد اختیارات

کیا انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ اُمت نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض و معروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا، اور ان امراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے، اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ "الخبر الدال علی وجود القطب و الاوتاد و النجباو الابدال" میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے ہے":

یسقی بھم الغیث۔

یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تنصر بھم علی الاعداء۔

یعنی ان کی مدد سے اعداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔

ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہو گا؟

زخورشید روشن تواں جست نور | کہ شد سایہ را سایہ زیں کار دور

ترجمہ: سورج سے نور کو تلاش کیا جا سکتا ہے، کہ اسی وجہ سے سایہ سے سایہ دور ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسلین و مستمدین کی اعانت و امداد کی پوری قوت حاصل ہے، چونکہ وہ **فانی فی اللہ** اور **باقی باللہ** ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے۔

اس بنا پر مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود | گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ترجمہ: اس کا فرمان حکم باری تعالیٰ ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہہ دے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کرکے اس کی قسم پوری کر دیتا ہے، یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے جو ترمذی میں مروی ہے:

کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلود ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کرکے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اور یہی مطلب ہے اس شعر کا جو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز دارند از قضا

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو رستے سے واپس کر دیتی ہے۔

اس وقت ان کی مدد حقیقتاً اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اور اُن سے مدد مانگنا، مراد طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے، اور ان کی محبت بعینہ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے:

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء ان کی ہے امداد امداد خدا

پھر اس غایت محبت کا نتیجہ جو اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ بوجہء حصول قرب نوافل کے ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ ان کو محبوب خدا سمجھ کر ان سے حاجتیں طلب کریں، مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے ان کی حاجتیں پوری کر کے ان کی عظمت اور ولایت کا سکہ لوگوں کے دل میں جما دے تاکہ وہ لوگ ان کی تعظیم اور محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے لگیں۔

مسکین حسن گوید تراا ے کار عاشق تو خوش
من گرازیشاں نیستم در کار ایشاں کن مرا

ترجمہ: اے وہ ہستی! جس کے عاشقوں کا کام بہت اچھا ہے یہ حسن مسکین تیری بارگاہ میں عرض پرداز ہے کہ اگر میں ان سے نہیں ہوں تو مجھے ان سے کر دے۔

ابدال اقطاب اوتاد ونجباء

قرون مشہود لھا بالخیر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:

میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود

یکبار از بصرہ بمدینہ منورہ آمد و امام مالک را خبر قدوم او رسانیدند، امام یاران خود را فرمود برخیزید تا نزد بہترین اھل زمین برویم و بروے سلام کنیم۔

وھر گاہ بطواف خانہ کعبہ زادھا اللہ تعظیماً و تشریفاً مشغول مے شد مے گفتنہ کہ ھیچ کس افضل از قعنبی طواف ایں خانہ متبرکہ نمے کند، واو نیز مستجاب الدعوات بود۔۔۔۔۔۔۔ واکثر اھل زمان اوواز ابدال مے دانستند و بزرگی وصلاح و مجمع علیہ اھل عصر او بود۔ (ووفات او در مکہ معظمہ ۶ محرم ۲۲۱ ھجری واقع است)

ترجمہ: ایک مرتبہ وہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا، تو امام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اُٹھو تاکہ ہم زمین بھر کے اچھے آدمی کے پاس چلیں اور اس کو سلام کریں، اور جب خانہ کعبہ کے طواف کرتے (اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و شرف کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قعنبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والا نہیں، اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے، اور اکثر اہل زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے، اور اہل زمانہ کا ان کی بزرگی و نیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ۶ محرم ۲۲۱ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیثیں مثبت ابدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین و تبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظ ابدال مستعمل اور ان کے مصداق کا وجود محقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے:

ابن خزیمہ وابو بکر وابو داؤد از وے شاگردی کردہ اند واز اجلہ علماء واز اولیاء وابدال وقت بود۔

ترجمہ: ابن خزیمہ اور ابو بکر اور ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے شاگردی کی ہے وہ بڑے علماء واولیاء وابدال وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں، اس سے وجود ابدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابن نجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

آواز ابدال سبعہ است۔

ترجمہ: وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وصیت نامہ میں ائمہء اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ اقطاب تھے"۔

اس کی شرح میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

وآنچہ حضرت شیخ در اثبات قطبیت آئمہ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح بیت حضرت غوث نوشتہ۔

افلت شموس الاولین و شمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لاتغرب

فقیر آں وھم در شمشیر برھنہ نوشتہ۔

ترجمہ: اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اثبات میں لکھا ہے۔

اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے:

افلت شموس الاولین و شمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لاتغرب

پہلے لوگوں کے سورج چھُپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے اُفق پر ہے چھُپتا نہیں۔

اور میں نے بھی اس کو کتاب شمشیر برہنہ میں لکھا ہے۔

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض وبرکات

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

شريح بن عبيد قال: ذكر أهل الشام عند علي [رضي الله عنه] وقيل العنهم يا أمير المؤمنين قال: لا إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب"[143]

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا یا امیر المومنین! ان لوگوں پر لعنت بھیجیئے، آپ نے کہا، "نہیں" میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے سُنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں، وہ چالیس آدمی ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے، انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے پوچھا، آپ نے فرمایا:

ستون رجلاً۔

یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں۔

---

[143] (الحاوی للفتاوٰی للسیوطی ج۳، ص ۳۶۰/ المشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص ۳۶۹)

لیکن ایک روایت میں ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم الابدال اربعون رجلاً و اربعون امراۃً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً و کلما ماتت امراۃ ابدل مکانھا امراۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں، جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم خیار امتی فی کل قرن خمس مائۃ و الابدال اربعون فلا الخمس مائۃ ینقصون و لا الاربعون کلما مات رجل ابدل اللہ من الخمس مائۃ مکانہ و ادخل من الاربعین مکانہ، قالوا یا رسول اللہ ﷺ! دلنا علیٰ اعمالھم قال یعفون عمن ظلمھم و یحسنون الیٰ من اساء الیھم و یتواسون فیما أتاھم اللہ۔[144]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے اس کی جگہ کسی کو بدل دیتا ہے، اور چالیس میں سے اس کی جگہ داخل کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! ان کے اعمال سے ہم کو آگاہ فرمایئے، فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے، اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے برا سلوک کرے، جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں۔

---

[144] (اجابۃ الغوث، ابن عابدین شامی، ص ۲۷۰، ۲۷۱)

چنانچہ ابو طفیل سے مروی ہے:

الابدال بالشام، النجباء بالکوفة۔

ترجمہ: ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے:

الا ان الاوتاد من اھل الکوفة و من اھل الشام ابدال۔

یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہل کوفہ سے ہیں اور اہل شام سے ابدال ہیں۔

ایک روایت آپ سے مروی ہے:

الابدال من الشام و النجباء من اھل مصر و الاخیار من اھل العراق۔

یعنی ابدال شام سے ہیں اور نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

البدلاء اربعون رجلاً اثنان و عشرون بالشام و ثمانیة عشر بالعراق کلما مات واحد ابدال اللہ تعالیٰ مکانہ أخر فاذا جاء الامر قبضوا کلھم فعند ذالک تقوم الساعة۔

ترجمہ: ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا جاتا ہے، جب سب مر جائیں گے تو قیامت قائم ہو گی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظام عالم موقوف رکھا ہے، جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آئے گی، جس روز یہ سب کے سب مر جائیں گے، قیامت آ جائے گی۔

ایک گاؤں میں سات سات بندے خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں، حضرت ابن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

الابدال سبعون فستون بالشام و عشرة بسائر الارض۔

ترجمہ: ابدال ستر ہیں، ساٹھ شام میں، دس باقی زمین میں۔

عبيد الله بن محمد العبسي قال سمعت الكتاني يقول النقباء ثلاثمائة والنجباء سبعون والبدلاء أربعون والأخيار سبعة والعمد أربعة والغوث واحد فمسكن النقباء المغرب ومسكن النجباء مصر ومسكن الأبدال الشام والأخيار سياحون في الأرض والعمد في زوايا الأرض ومسكن الغوث مكة فإذا عرضت الحاجة من أمر العامة ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثم الأبدال ثم الأخيار ثم العمد فإن أجيبوا وإلا ابتهل الغوث فلا تم مسألته حتى تجاب دعوته۔[145]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے کتانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر، ابدال چالیس، اخیار سات، اوتاد چار، غوث ایک، نُقباء دیار مغرب میں رہتے ہیں، نجباء مصر میں، اوتاد زمین کے اطراف میں، غوث مکہ معظمہ میں، جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اوتاد اگر دعا قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ غوث دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہٖ وَ سلَّم ان بُدلاء اُمتی لم یدخلوا الجنة بکثرة صلاتهم و لا صیامهم و لکن دخلوها بسلامة صدورهم و سخاوة انفسهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہٖ وَ سلَّم نے میری امت کے ابدال کچھ روزے، نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہوں گے۔

عن عبادة بن صامت قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہٖ وَ سلَّم الابدال فی امتی ثلٰثون رجلاً بهم تقوم الارض و بهم یمطرون و بهم ینصرون۔

---

[145] (تاریخ مدینة دمشق ج ۲۲، ص ۳۹۸، الناشر دار الفکر / تاریخ بغداد ج ۳، ص ۸۹، الناشر دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے میری امت میں سے تیس ابدال ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ماخلت الارض من بعد نوح عن سبعة یرفع اللہ بھم عن اھل الارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلا دور فرماتا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لا یزال اربعون رجلاً یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدال اللہ مکانه اٰخر وھم فی الارض کلھا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے چالیس ایسے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے، جب کوئی مرتا ہے تو ان میں قائم مقام کیا جاتا ہے، وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ابدال و اوتاد و اقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصادیق کا بھی اظہار صحابہ تابعین اور اتباع و من بعد ھم نے فرمایا ہے،

جیسا کہ اوپر کی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام طریقت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میزان میں امام ابو حنیفہ اور دیگر آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کو اوتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد بن حنبل، سری سقطی، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی اور سہل بن عبد اللہ سری رحمہ اللہ تعالیٰ م کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا اور اوتاد عراق فرمایا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرفات کونیہ کے لئے، یعنی جو جو امور عالم میں واقع ہوتے ہیں جیسے مینہ کا برسنا، بادشاہوں کا اقبال وادبار، محتاج کا غنی ہو جانا اور غنی کا محتاج ہو جانا، اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی و تنزلی، ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا، بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا، فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ غرض تمام مطالب اور حوادث عالم کے لئے وسیلہ سبب اور ذریعہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو ٹھہرایا ہے۔

بہر صورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھہرایا، بلکہ قیام و انتظام عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے۔ در منثور اور روح البیان وغیرہ میں بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں:

دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُیُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا (الحج ۴۰)

ترجمہ: ”اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔“

اس سے یہ بات مُستنبط ہو سکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (الفتح ۲۵)

ترجمہ: "اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم اُنہیں روند ڈالو تو تمہیں اُن کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ (ناپسندیدہ شے) پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے"۔

اس میں مستور الحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید ابدال مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، چونکہ وہ اہل اللہ اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی جاہل اُن کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتا ہے تو اپنی سزا پاتا ہے۔

دلیر بر صف افتادگان عشق متاز
کہ جائے گرد ازیں خاک مردے خیزد

ترجمہ: عشق کے باعث افتادہ لوگوں کی صف کے پاس سے دلیر ہو کر مت دوڑ کیوں کہ اس مٹی سے گرد کی بجائے ایک مرد اُٹھ کھڑا ہو گا۔

غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی تمام اولیاء پر

تفسیر روح البیان زیر آیت وجعل فیها رواسی (سورہ حم سجدہ رکوع ۱/ ۲) لکھا ہے:

قال بعضهم: رواسي الجبال أوتاد الأرض في الصورة والأولياء، أوتاد الأرض في الحقيقة، فكما أن الجبال مشرفة على سائر الأماكن، كذلك الأولياء مشرفون على سائر الخلائق دل عليه قوله: {مِن فَوْقِهَا} يعني: من فوق العامة، فكما أن جبل قاف مشرف على كل

جبل كذلک القطب الغوث الأعظم مشرف على كل ولي، وبه قوام الأولياء والرواسي دونه ومن خواص الأولياء من يقال لهم الأوتاد، وهم أربعة: واحد يحفظ المشرق بإذن الله تعالى، ويقال له: عبد الحي، وواحد يحفظ المغرب، ويقال له: عبد العليم وواحد يحفظ الشمال، ويقال له: عبد المريد۔

وواحد يحفظ الجنوب، ويقال له: عبد القادر۔

وكان الشافعي رحمه الله في زمانه من الأوتاد على ما نصّ عليه الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر في "الفتوحات" وببركات الأولياء يأتي المطر من السماء ويخرج النبات من الأرض وبدعائهم يندفع البلاء عن الخلق، وأن حياتهم ومماتهم سواء، فإنهم ماتوا عن أوصاف وجودهم بالاختيار قبل الموت بالاضطرار فهم أحياء على كل حال ولذا قيل۔[146]

مشو بمرگ زامداد اهل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: بعض محققین فرماتے ہیں کہ رواسی سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتاد ارض ہیں اور اولیاء حقیقی اوتاد ارض ہیں، پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاء کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں اسی طرح اولیائے کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں، جس پر اس کا قول "من فوقها" دلالت کرتا ہے، یعنی عوام سے اوپر، پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر ولی سے بزرگ ہیں۔ اور اولیاء کا نظام ولایت اسی سے ہے، اور رواسی (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں، اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے، اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کو عبد الحی کہا جاتا ہے، اور ایک مغرب کا نگہبان ہے، اس کا نام عبد العلیم ہے، اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبد المرید کہتے ہیں، اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبد القادر

[146] (تفسير روح البيان-موافق للمطبوع، ج٨، ص ١٧٨، دار النشر/دار إحياء التراث العربى)

کہا جاتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔ جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں تصریح فرمائی ہے، اور اولیائے کرام کی برکات سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اُگتی ہیں، اور ان کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی زندگی اور موت یکساں ہے، کیونکہ وہ موت اضطراری سے پہلے اپنے اوصاف وجود سے مر چکے، پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے۔

مشو بمرگ زامداد اھل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

اولیاء اللہ کا تصرف

قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إن الله قال من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وإن سألني لأعطينه۔[147]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں، اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور

[147] (باب التواضع، صحيح البخارى، ج۵، ص ۲۳۸۴، الناشر: دار ابن كثير، اليمامة–بيروت)

کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنالیتاہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتاہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتاہوں جس سے وہ دیکھتاہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتاہوں جس سے وہ چلتاہے، اگر مجھ سے مانگتاہے تو میں اس کو ضرور دیتاہوں۔ الخ (مشکوٰۃ)

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ ادائے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان عین اللہ ہو جاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہو جاتے ہیں۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است　　　آں دعا او نیست گفت داور است

ترجمہ: بے خود لوگوں کی دعا اور ہی قسم کی ہوتی ہے وہ دعا نہیں بلکہ فرمان باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فنا است　　　آں دعا و آں اجابت از خدا است

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان پر) خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنافی اللہ ہوتا ہے وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قرب نوافل

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

گفت اورا من زبان و چشم تو　　　من حواس و من رضا و خشم تو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھ ہوں، میں تیرے حواس اور تیری خوشی و ناخوشی ہوں۔

رو کہ بی یسمع وبی یبصر توئی　　　　سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

ترجمہ: چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو سر تم ہی ہو چہ جائے کہ سر والے ہو۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شرح مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں:

ایں مرتبہ قرب نوافل ست و حق دریں مرتبہ باطن عبد مے گردد و عبد ظاھر و قوائے او کہ باطن اند در حق فانی مے شوند و باقی ببقاء حق میشوند پس شنیدن و دیدن و بطش و مشی و نطق کہ از قوی مے شود ھمہ از حق است۔

ترجمہ: یہ قرب نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بن جاتا ہے اور بندہ ظاہر اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی ببقاء حق ہو جاتی ہیں، بس سُننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے۔ پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

اولیائے کرام میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت

جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (پیدا کرنے کی قوت) اور کن فیکون (یعنی ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوح الغیب مقالہ سادس/۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

افن عن الخلق بحکم اللہ۔

ترجمہ: مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فتنبو عن الاخلاق البشریۃ فلن یقبل باطنک شیئا غیر ارادۃ اللہ فحینئذ یضاف الیک التکوین و خرق العادات۔

ترجمہ: پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اور کوئی شے ہر گز قبول نہیں کرے گا، پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوتا ہے۔

فیری ذالک منک فی ظاهر العقل و الحکم۔

پھر وہ (فعل اور تصرف) تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)۔

کیونکہ معجزہ اور کرامت فعل خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو۔

جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:

و هو فعل الله و ارادته حقا فی العلم۔

ترجمہ: حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین و خرق عادات اللہ تعالیٰ کا فعل و ارادہ ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

قال الله تعالیٰ فی بعض کتبه یا ابن آدم انا الله لا اله الا انا اقول لشئی کن فیکون و اطعنی اجعلک تقول لشئی کن فیکون۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں شے سے کہتا ہوں "ہو جا" "وہ ہو جاتی ہے" اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کروں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔

وقدفعل ذالک بکثیر من انبیائه وخواصه من بنی آدم۔[148]

ترجمہ: اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔

دیکھئے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ولی اللہ کے لئے تصرف تکوین اور **کن فیکون** وغیرہ ثابت کرتے ہیں، کیا آپ بھی ترک کی تعلیم دیتے تھے، آپ ہی **غنیۃ الطالبین** کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت[149] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کی کتاب **فتوح الغیب** بھی ہے، اس کا بھی مطالعہ کرکے اپنے اعتقاد کو درست کیجیۓ۔

---

[148] نوٹ: فتوح الغیب میں یہ عبارت نہیں مصنف کی کے طرف سے تبصرہ معلوم ہوتا ھے۔

[149] وھابیہ غنیۃ الطالبین کو محض اس لئے وقعت دیتے ھیں کہ اس میں ایک جگہ گمراہ فرقہ مرجیہ کا ذکر ھے، اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام مذکور ھے، جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ھیں جو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس فقہ میں شامل ھو جاتے تھے اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے، جس طرح بعض وھابی مولوی شیخ الھند اور سید انور رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضل دیوبند کہلاتے ھیں حالانکہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی نسبت بلکہ حنفی درسگاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وھی وھابی کے وھابی ھی ھیں اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے شرذمہء قلیلہ کو بلحاظ عقائد حنفیہ کے سواد اعظم سے پوری مناسبت نھیں، جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اس گروہ حنفیہ مرجیہ کے مندرجہ عقائد سے ظاھر ھے، مگر چونکہ وھابیہ کو اس سند سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ھیں، حالانکہ اس میں صدھا مسائل ایسے بھی مندرج ھیں جن کے خود وھابی خلاف ھیں، مثلاً نیت نماز بالفاظ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ھیں جس کی بناء پر ان کو حنفیہ کو مرجیہ کھہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ھے، سچ ھے۔

ھنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست — گل ست سعدی و درچشم دشمناں خارست

ترجمہ: دشمنی کی نظر میں ھنر بہت بڑا عیب ھوتا ھے، سعدی اگرچہ پھول ھے لیکن دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ھے۔

پھر اور بھی تماشے کی بات یہ ھے کہ وھابیہ پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ھے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب چڑھی ھے، مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نھیں آئے کہ بندہ بھی کن فیکون کا مظھر ھو سکتا ھے، حضرت یہ بات تو وھابیہ کے خرمن عقائد کے لئے برق خاطف ھے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

اولیاء اللہ کو تصرف کی طاقت عطا ہونا

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں زیر آیت **اذا السمآء انشقت** کے تحریر فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارح تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ھم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنھا بجہت کمال وی ست تدارک آنہا مانع توجہ ایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از نہامے نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از نہامے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ھم مترنم بایں مقالات ست۔ مصرع:

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کے لئے خاص مددگار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے تدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا، اویسی انہی سے تحصیل کمالات باطنی کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں ان کی زبان حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنم ہے۔

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن۔

اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا۔

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مدبر عالم ہیں

اللہ تعالیٰ سورۃ النازعات رکوع؍اول میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا (النازعات ۵)

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں (چلیں) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیر کریں

تفسیر بیضاوی میں ہے:

او صفات النسفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعاً شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الیٰ عالم الملکوت و تسبح فیه فتسبق الیٰ خطائر القدس فتصیر بشر فها و قوتها من المدبرات۔

ترجمہ: یا ان کلمات (نازعات ناشطات) وغیرہ سے مراد ارواح فاضلہ کی صفات ہیں، جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں، چنانچہ وہ اجسام سے بطور عرق کشید کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں عالم ملکوت کی طرف اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیر عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے توسل کئے جانے میں کیا قباحت ہے؟

تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وان لارواح افاضل الادمیین دخولا فیهم ولهو قابهم کما قال اللہ تعالیٰ۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ۳۰)

وقال رسول الله صَلى الله تعالیٰ علیه وَ اٰله وَ سلَّم رایت جعفر بن ابی طالب ملکا یطیر فی الجنت مع الملئکة بجناحین و انا ھنالک ینزل القضاء ویتین الامر المشار الیه بقوله تعالیٰ فیھا یفرق کل امر حکیم، و ان ھنالک یتقر الشرائع بو جه من الوجود۔[150]

ترجمہ: افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ۳۰) اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ۔ اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا ہے کہ "میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اُڑ رہا تھا" اور یہاں قضائے الٰہی نازل ہوتی ہے، اور وہ امر متعین ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ "اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے" اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقرر ربانی ہے۔ الخ۔

اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مہتمم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالح کائنات کا انصرام، معاملات ارض و سماء کا انتظام، قضائے الٰہی کا نزول اور شرائع کا تقرر ہوتا ہے۔

[150] (حجة اللہ البالغت جلد اول صفحه ۱۲/۱)

دیکھئے جب عدالت کے لئے ادنیٰ چپڑاسی متوسلین کے بڑے بڑے کام بنا دیتے ہیں تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکان عظمیٰ سے توسل کرنا کیوں لا حاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

در میر و وزیر و سلطاں را　　　بے وسیلت مگرد پیرامن

ترجمہ: بادشاہ، وزیر اور امیر کے دروازے کے ارد گرد بغیر وسیلے کے نہ پھر۔

سگ و درباں چو یافتند غریب　　　ایں گریبانش گیرد آں دامن

ترجمہ: کتا اور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھ لیتے ہیں تو یہ گریبان سے اسے پکڑ لیتا ہے اور وہ دامن سے

تائید دوم از امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْأَرْوَاحُ الْبَشَرِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الْعَلَائِقِ الْجُسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَةُ إِلَى الِاتِّصَالِ الْعُلْوِيِّ بَعْدَ خُرُوجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْأَجْسَادِ تَذْهَبُ إِلَى عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ، وَمَنَازِلِ الْقُدْسِ عَلَى أَسْرَعِ الْوُجُوهِ فِي رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، فَعَبَّرَ عَنْ ذَهَابِهَا عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ بِالسِّبَاحَةِ، ثُمَّ لَا شَكَّ أَنَّ مَرَاتِبَ الْأَرْوَاحِ/فِي النَّفْرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَمَحَبَّةِ الِاتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا كَانَتْ أَتَمَّ فِي هَذِهِ الْأَحْوَالِ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَسْبَقَ، وَكُلَّمَا كَانَتْ أَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَثْقَلَ، وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَرْوَاحَ السَّابِقَةَ إِلَى هَذِهِ الْأَحْوَالِ أَشْرَفُ فَلَا جَرَمَ وَقَعَ الْقَسَمُ بِهَا، ثُمَّ إِنَّ هَذِهِ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ الْعَالِيَةَ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ فِيهَا مَا يَكُونُ لِقُوَّتِهَا وَشَرَفِهَا يَظْهَرُ مِنْهَا آثَارٌ فِي أَحْوَالِ هَذَا الْعَالَمِ فَهِيَ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا أَلَيْسَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَرَى أُسْتَاذَهُ فِي الْمَنَامِ وَيَسْأَلُهُ عَنْ مُشْكِلَةٍ فَيُرْشِدُهُ إِلَيْهَا؟ أَلَيْسَ أَنَّ الِابْنَ قَدْ يَرَى أَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيهِ إِلَى كَنْزٍ مَدْفُونٍ؟ أَلَيْسَ أَنَّ جَالِينُوسَ قَالَ: كُنْتُ مَرِيضًا فَعَجَزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا أَرْشَدَنِي إِلَى كَيْفِيَّةِ الْعِلَاجِ؟ أَلَيْسَ أَنَّ الْغَزَالِيَّ قَالَ: إِنَّ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ إِذَا فَارَقَتْ أَبْدَانَهَا، ثُمَّ اتَّفَقَ إِنْسَانٌ مُشَابِهٌ لِلْإِنْسَانِ الْأَوَّلِ فِي الرُّوحِ وَالْبَدَنِ، فَإِنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَحْصُلَ لِلنَّفْسِ الْمُفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ بِهَذَا الْبَدَنِ حَتَّى تَصِيرَ كَالْمُعَاوِنَةِ

لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذٰلِکَ الْبَدَنِ عَلَى أَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمَّى تِلْکَ الْمُعَاوَنَةُ إِلْهَامًا؟ وَنَظِيرُهُ فِي جَانِبِ النُّفُوسِ الشِّرِّيرَةِ وَسْوَسَةٌ, وَهَذِهِ الْمَعَانِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنْقُولَةً عَنِ الْمُفَسِّرِينَ إِلَّا أَنَّ اللَّفْظَ مُحْتَمِلٌ لَهَا جِدًّا.[151]

ترجمہ: آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیدہ ہو جاتی ہیں اور عالم علوی کی طرف جا ملنے کی مشتاق ہوتی ہیں بعد اس کے کہ وہ اجسام کی اندھیری کوٹھری سے نکل جاتی ہیں عالم ملائکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازل قدس کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی اور راحت کے ساتھ، اور ان کی اس حالت میں اس روانگی کو سیاحت کہتے ہیں، ان ارواح کے مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض ارواح کو از بس دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا شوق انتہاء درجہ کا ہوتا ہے، بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں بعض میں متوسط، الحاصل جس روح میں یہ دونوں حالتیں کمال درجہ کو پہنچی ہوتی ہیں ان کی سیر منازل قدس میں سب سے بڑی ہوتی ہے، جن کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط ہوتی ہیں، جن کی سیر سب سے بڑی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہیں، اس لئے ایسی ارواح کی قسم کھائی گئی، ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا کے احوال میں ایک خاص قسم کا تعلق ہے، اس وجہ سے وہ مدبرات سے سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے، بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور باپ اسے خزانہ بتادیتا ہے، جالینوس نے کہا میں مریض تھا اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی

---

[151] (تفسیر کبیر، ج/۳۱، ص/۳۰، ۳۱، مطبوعہ مصر۔)

ایسی روح پاتی ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اسی بدن کے ہے جس کے ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن سے خاص تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں مدد دے۔ اسی معاونت کو الہام کہتے ہیں، اور اس کی نظیر شریر ارواح میں وسوسہ ہے اور یہ امور اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔

تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ سبحانه اذا قبض الارواح من هذه الاجساد الطبيعية حيث كانت و العنصرية اودعها صوراً جسدية فی مجموع هذا القرن النوری فجميع ما يدركه الانسان بعد الموت فی البرزخ من الامور انما يدركه بعين الصورة التی هو فيها فی القرن و بنورها وهو ادراک حقيقی ومن الصور هنالک مهی مقيدة عن التصرف ومنها ما هی مطلقة كارواح الانبياء كلهم و ارواح الشهداء و منها ما يكون لها نظر الیٰ عالم الدنيا فی هذه الدار و منها ما يتحلی للنائم فی حضرة الخيال التی هی فيه وهو الذی تصدق رؤياه ابداً و كل رويا صادقة لا تخطی فاذا اخطات الرويا فالرويا ما اخطات ولكن العابر الذی يعبرها هو المخطی حيث لم يعرف ماالمراد بتلک الصورة؟[152]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام طبعی سے جس حیثیت سے ہوں یا اجسام عنصری سے قبض کرتا ہے تو اس قرن نوری کے مجموعہ میں ان کو صور جسدیہ عنایت فرماتا ہے، پس انسان موت کے بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس کے نور سے وہ ادراک حقیقی ہے، یہاں ان صورتوں میں سے بعض صور مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی

---

[152] (فتوحات مکیه، ج ۱، ص ۳۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، بعض آزاد ہوتی ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے، تمام انبیاء اللہ علیہم السلام کی ارواح طیبہ اور شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں، بعض ارواح کی عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں، اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، رؤیائے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی، البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور ان کے عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے ارباب حاجات و اصحاب مشکلات کی فریادرسی کے واسطے، تو جس طرح زندگی میں ان کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت و مشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہے گا، بلکہ اس وقت ان کا ادراک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے، قوت تصرف حالت حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجرد کے ہوتی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھ سے حسین ابن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا:

”کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہو کر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے

تھے اور ان کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور ان سب کا قصد "بیشہ" میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے۔"

"ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ ہم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب "بیشہ" کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔" (حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں، یہ سب چلے جارہے تھے انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے، پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا، میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ ان سے میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اُڑتا ہوں اور جنت سے اترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی ہو کیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی، لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے پس آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دے دیں، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی، پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ چلے جارہے تھے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دیئے ہیں، انہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث شریف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر مظہری میں زیر آیت "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" تحریر فرماتے ہیں:

وقدتواتر عن کثیر امن الاکابر انھم ینصرون اولیائھم ویذمرون اعدائھم۔

ترجمہ: اور بڑے بڑے فضلاء سے متواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تزکرۃ الموتیٰ والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں رادر دنیا و آخرت مددگای مے فرمایند و دشمناں راھلاک مے نمایند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہداء کا شعور و ادراک

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود درراہ خدا در جھاد کہ ایشاں مردہ اند، وح چنانچہ تر، زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ بامور سفلانیہ اوراز صفائی ادراک مانع مے شد، چوں از بدن جدا شد آں مانع مرتفع گشت، پس در حقیقت حیات ایشاں اتم حیات دنیوی است ولکن لا تشعرون لیکن شما شعور ندارید کہ ایشاں در ترقی اعمال و در تمتعات در تلذذات بدنی باشما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند ودر عالم دیگر ورائے عالم شما رزق ایشاں راو سیر مقرر است مانند کسے کہ در ولایت میوہ ھا میخورد و سیر گلزار مے نماید وقھل ھندوستان چو اورانہ بینندہ مردہ انگارند۔

ترجمہ: اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہ خدا میں کام آیا یہ نہ کہو کہ مارا گیا، روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے، اور شعور اور ادراک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہے، کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف توجہ اس کو صفائی ادراک سے مانع ہوتی تھی جب اس بدن سے جدا ہوئی تو مانع مرتفع ہا گیا، پس در حقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے **ولکن لا تشعرون** (لیکن تم شعور نہیں رکھتے) کہ یہ ترقی اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری سے غائب ہیں اور ایک اور عالم میں جو تمہارے اس عالم

سے جداگانہ ہے ان کا رزق اور سیر و گردش مقرر ہے، اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سیر کرتا ہے اور اہل ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں

مرد ھمت گرچہ میرد زاں نکوترمے شود
ابر گر بر داشت آب از بحر گوھر مے شود

ترجمہ: ہمت والا مرد اگرچہ مر جاتا ہے لیکن پہلے سے اس کی حالت بہتر ہو جاتی ہے بادل اگر سمندر سے پانی اٹھائے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔

اولیاءاللہ کے تصرفات افعال الٰہیہ ہیں

سید احمد حموی نفحات القرب و الاتصال میں تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد مماتهم فتصرفهم انما هو باذن الله تعالیٰ و ارادته لا شریک له خلقا و ایجادا اکرمهم الله به و اجراه علی ایدیهم و بسببهم خرقاً للعادة وتارة بالهام و تارة بدعائهم وتارة بفعلهم و اختيارهم وتارة بغير اختيارهم و تارة بالتوسل بهم الی الله تعالیٰ فی حیاتهم و بعد مماتهم مما یمکن فی القدرة الالٰهية و لا یقصد الناس بسوالهم ذالک منهم قبل الموت و بعد نسبتهم الی الخلق و الایجاد و الاستقلال بالافعال فان هذا لا یقصده مسلم و لا یخطر ببال احد من العوام فضلاً عن غیرهم، فصرف الکلام الیه و منعه من باب التلبیس فی الدین و التشویش علیٰ عوام موحدین، و کیف یحکم بالکفر علیٰ من اعتقد ثبوت التصرف بهم فی حیاتهم و بعد مماتهم حیث کان مرجع ذالک الیٰ قدرة الله تعالیٰ خلقاً و ایجاداً کیف و کتب جمهور المسلمین طافحة به وانه جائز و واقع لامرية فيه البتة حتیٰ یکاد ان یلحق بالضروریات بل بالبدیهیات و ذالک لان جمیع کرامات هذه الامة فی حیاتهم و بعد مماتهم تصرفاً او غیره من جملة معجزات النبی صَلی الله تعالیٰ علیه وَ أله وَسلّم الدلالة علیٰ نبوته و عموم رسالته الباقیة بعد موته لا ینقطع دوامها بتعدد الکرامات فی کل عصر من الاعصار الیٰ یوم القیمة۔

ترجمہ: انبیاء علیہ السلام و اولیائے کرام کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے، ان کا تصرف کبھی بطور خرق عادات ہوتا ہے، کبھی بالہام، کبھی ان کی دعا سے، کبھی ان کے فعل و اختیار سے، کبھی بغیر اختیار کے، کبھی ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف توسل کرنے سے ان باتوں میں جو قدرت الٰہیہ میں ممکن ہیں عام ازیں کہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں، اور لوگ جو ان سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر سوال نہیں کرتے، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں، عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے، پھر خوامخواہ اس سے وہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا ایک قسم کا فریب ہے دین میں اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ان سے تصرفات بحالت زندگی یا بعد وفات کا مرجع خلقاً و ایجاداً اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور یوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں، اور وہ جائز اور واقع ہے جس مین ہرگز کسی قسم کا شک نہیں حتیٰ کہ وہ ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیعیات میں داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت کی تمام کرامات جو ان کی زندگی میں ہوں یا ان کی وفات کے بعد تصرف ہو یا کچھ اور سب نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے معجزات ہیں۔ جو آپ کی نبوت اور عموم رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے بعد باقی رہنے والی ہے کہ اس کا دوا منقطع نہ ہو گا اس لئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اولیاءاللہ کی کرامات نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے معجزات ہیں

برماوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ **الدلائل الواضحاتفی اثبات الکرامات فی الحیات و بعد الممات** میں لکھتے ہیں:

"کہ جن لوگوں نے کرامت اولیاء اللہ کو ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے ان میں سے شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی ہیں اور شیخ عبدالباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوف المقال میں لکھاہے، اور شیخ احمد غنیمی حنفی ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے:

"کہ ہر گاہ مرجع کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیاء کرام کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاء کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کراتا ہے تاکہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی ان کی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصد ان کے، اور کبھی ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ٹھہرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی، اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے معجزے غیر منحصر ہیں، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاء کے ذریعے بطور کرامت جاری کرے گا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر نہیں ہے۔ پس کرامات اولیاء اللہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہے گا اور جو صحت نبوت پر قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بد اعتقاد۔

ظاہر و مظہر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گزشت چہ یک مشت کمال عارف از بحر بحت بالا ترے رود و نفس کلیہ بجائے جد عارف مے شود ذات بحت بجائے روح او ھمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری در خود بیند۔

ترجمہ: جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے، جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ بھر اور کیا ایک مشت بھر برابر ہے، عارف بحر بحت سے بالاتر ہو جاتا ہے اور نفس کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذات اصل الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو تبعاً علم حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھل کر بیان نہیں کرتے لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر نہ رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذات بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نوجوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا

عن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ قال بینما رجل بالشام و معہ زوجتہ و قد کان استشھد لہ ابن قبل ذالک بما شاء اللہ اذ رأی فارساً قد اقبل فقال لامراتہ ابنی و ابنک یا فلانۃ! قالت لہ اخدعک الشیطان ابنک قد استشھد منذ حین و انت مفتون فاقبل علیٰ عملک و استغفر اللہ، ثم نظر و دنا الفارس فقال ابنک و اللہ یا فلانۃ! و نظرت فقالت ھو و اللہ فوقف علیھما فقال لہ ابوہ الیس قد استشھدت یا بنی! قال بلیٰ و لکن عمر بن عبدالعزیز توفی فی ھذہ

الساعة فاستاذن الشهداء ربهم فی شهوده فکنت منهم واستاذنت فی السلام علیکما ثم دعالهما وانصرف ووجدعمر قدتوفی فی هذه الساعة۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا اے فلانی! یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے، بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکہ دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور استغفار کر، اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آ گیا، تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلانی! یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے اسے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو بہو وہی ہے، وہ ان کے قریب آکر کھڑا ہو گیا، تب باپ نے اس سے کہا کہ اے پیارے بیٹے! تو شہید نہیں ہوا تھا، اس نے کہا بے شک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں، پھر ماں باپ کو دعا دے کر رخصت ہوا، تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب **عیون الحکایات** میں بسند ابی علی الضریر کے لکھا ہے:

”کہ ملک شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے، ایک بار رومیوں نے ان کو پکڑ لیا، شاہ روم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے، انہوں نے انکار کیا اور کہا: یا محمداہ! شاہ کے حکم کے مطابق تین دیگیں لائی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا، تین روز تک اس کے نیچے آگ

سلگائی گئی تاکہ ان تینوں کو دیگوں میں ڈال کر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے، ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر منجھلے کو، پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لا کر دھمکایا اور اس کو دین اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے، بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملک روم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے، میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دوں گا، اور وہ اس کو دین اسلام سے پھیر دے گی، آپ اس کو مجھے دے دیں، بادشاہ نے ان کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی۔ پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا، لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ، بس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح رہا کہ دن بھر روزہ ہوتا اور رات بھر نوافل پڑھتا، یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے، اس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا، لڑکی نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں چونکہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا لہٰذا تم بادشاہ سے کچھ مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو، بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھا دی اور ان کو دوسرے شہر میں بھیج دیا، وہ جوان وہاں بھی صائم الدحر اور قائم اللیل رہتا تھا حتیٰ کہ میعاد مہینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے، ایک دن اس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص! تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے، بے شک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو

چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں، تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہیئے، اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی، پھر وہ دونوں سوا ہو کر وہاں سے چلے رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے، ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جارہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سنی جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے جو ان کے پاس بھیجے گئے تھے، انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تا کہ تمہارا نکاح اس نوجوان عورت کے ساتھ کر دیں، الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا اس کے بعد وہ چلے گئے۔“

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

(اول) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر مصائب کے وقت لفظ یا محمداہ پکارا کرتے تھے۔

(دوم) بعض ان میں سے صائم الدھر اور قائم اللیل رہا کرتے تھے۔

(سوم) جو دونوں بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر سے جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح ان کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے

عن عمير بن الحباب السلمي قال أسرت أنا وثمانية معي في زمان بني أمية فأدخلنا على ملك الروم فأمر بأصحابي فضربت رقابهم ثم إني قدمت لتضرب عنقي فقام إليه بعض البطارقة فلم يزل يقبل رأسه ورجليه ويطلب إليه حتى وهبني له .... ثم انه جعل ابنة له من

اجمل النساء تعويه وتفتنه عن دينه فلم تقدر عليه فدعتني إبنته ذات ليلة إلى بستان لها فقالت ما يمنعک مما عرض عليک أبي فقلت ما أترک ديني لإمرأة و لا لشيء قالت فتحب المكث عندنا أو اللحاق ببلادک فقلت الذهاب إلى بلادي قال فأرتني نجما في السماء وقالت لي سر على هذا النجم بالليل و اكمن بالنهار فإنه يبلغک إلى بلادک ثم زودتني و انطلقت فسرت ثلاث ليال أسير بالليل و أكمن بالنهار فبينما أنا اليوم الرابع مكمن فإذا الخيل فقلت طلبت فأشرفوا علي فإذا أنا بأصحابي المقتولين على دواب و معهم آخرون على دواب شهب قالوا عمير قلت عمير فقلت أوليس قد قتلتم قالوا بلى و لكن الله بشر الشهداء و أذن لهم أن يشهدوا جنازة عمر بن عبد العزيز فقال لي بعض الذين معهم ناولني يدک يا عمير فناولته يدي فأردفني ثم سرنا يسيرا ثم قذف بي قذفة وقعت قرب منزلي۔[153]

ترجمہ: محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ عمی بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے، پھر ہم کو شاہ روم کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا، اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اس کو بخش دیا، اور پھر اس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے بہکائے اور مجھے دین اسلام سے پھیرے، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی، ایک رات اُس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے؟ بس میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا؟۔۔۔ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا،۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں پھر اس۔۔۔۔۔۔۔۔ نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اُسی ستارے کے رُخ پر رات کو

---

[153] (شرح الصدور، ص ۸، ۹)

چلنا اور دن کو چھپ رہنا، یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دے گا، پس میں تین رات تک چلتا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا، پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے، دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخنک گھوڑوں پر تھے، عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے جنازہ پر حاضر ہوں، پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر! اپنا ہاتھ مجھے دو، میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھایا، پھر ہم تھوڑا چلے، پھر انہوں نے مجھے یکبارگی اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اترا۔ (ابن عساکر)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چڑھا کر اُن کے گھر پہنچا دیا۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

للأنبياء عليهم السلام دعوات كثيرة مستجابة ، وكذا استجيب لنبينا صلى الله عليه وسلم في مواطن كثيرة ، لكن لكل نبي دعوة واحدة منبجسة من الرحمة التي هي مبدأ نبوته ، فإنها إن آمنوا كانت بركات عليهم ، وانبجس في قلب النبي أن يدعو لهم ، وإن أعرضوا صارت نقمات عليهم ، وانبجس في قلبه أن يدعو عليهم ، واستشعر نبينا صلى الله عليه وسلم

أن اعظم مقاصد بعثته أن يكون شفيعا للناس، و اسطة لنزول رحمة خاصة يوم الحشر، فاختبأ دعوته العظمى المنبجسة من أصل نبوته لذلک اليوم۔[154]

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے، جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبدا ہے، کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہوگی، اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے، اور اگر روگردانی کریں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ غضب ہوگی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے خلاف بد دعا کرے، اور ہمارے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں تاکہ نزول رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز، پس آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔

اس تقریر سے انبیاء علیہم السلام کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے توسل کیوں ناجائز ہو؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے:

لكل نبي دعوة قد دعا بها فاستجيب فجعلت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة۔[155]

ترجمہ: ہر نبی کے لئے دعا ہے جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزماً مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔ (مشکوٰۃ)

---

[154] (حجة الله البالغة، ج ۲، ص ۲۰، الناشر: دار إحياء العلوم - بيروت لبنان)

[155] (الصحيح البخاری، ج۵، ص ۲۳۲۳، دار ابن كثير، اليمامة — بيروت) (صحيح مسلم كتاب الايمان باب اثبات الشفاعة قديمى كتب خانه كراچى ۱/ ۱۱۳)

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں، لیکن رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے نبی کی مبء نبوت سے جوش زن ہوتی ہے جس نبی کی امت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی دعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ان کے حق میں عذاب کی، دونوں حال میں یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے، ادھر زبان قلب سے نکلی ادھر مقبول ہوئی، لیکن رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کے شفیع ہوں پھر اس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔

حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا فریاد رس ہونا، جانوروں کا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے فریاد کرنا

عن أم سلمة: كان النبي صلى الله عليه و سلم في صحراء، فنادته ظبية، يا رسول الله، قال: ما حاجتک؟ قالت: صادني هذا الأعرابي، و لي خفشان في ذلک الجبل، فأطلقني حتى أذهب فأرضعهما و أرجع. قال: و تفعلين؟ قال: نعم. فأطلقها، فذهبت و رجعت، فأوثقها، فانتبه الأعرابي و قال: يا رسول الله، ألک حاجة؟ قال: تطلق هذه الظبية فأطلقها فخرجت تعدو في الصحراء، و تقول: أشهد أن لا إله إلا الله، و أنک رسول الله۔[156]

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم صحرا میں تھے، ایک ہرنی نے نداء کی یا رسول اللہ ﷺ!، فرمایا: کیا حاجت ہے؟ عرض کیا مجھے ایک اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا لوں، پھر میں واپس آ جاؤں گی، فرمایا: "تو ایسا کرے گی؟ عرض کیا ضرور، آپ نے اس کو

[156] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۲۱۷)

کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلاکر واپس آگئی پھر اس کو باندھ دیا، اب اعرابی بیدار ہوا، عرض کیا یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کچھ حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرن کو چھوڑ دے، اس نے ہرنی کو کھول دیا، وہ کلمہء شہادت **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ** پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔

غرض رسول اللہ ﷺ ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد سنتے ہیں۔

چنانچہ **روز النظیف** میں ہے:

فاللہ اقسم ما اتاک منکسر　　　الا و اصبح منه الکسر ینجبر

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔

و لا احتمی بحماک المحتمی فزعاً　　　الا و عادبامن مله خضر

ترجمہ: اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے دربار میں پناہ لی مگر امن وامان کے ساتھ واپس ہوا کہ اب اس کو کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔

و لا اتاک فقیر الحال ذو امل　　　الا و فاض من الاثر له نهر

ترجمہ: اور نہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر حوائج کی جاری ہو گئی۔

و لا اتاک امراء من ذنبه وجل　　　الا و عاد بعفو و هو مغتفر

ترجمہ: اور نہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈوبا ہوا آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔

و لا دعاک لهیف عند نازلة　　　الا و لباه منک العون و الیسر

ترجمہ: اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جان بسے عون اور آسانی نے اس کو لبیک کہا۔

یارب صل وسلم دائما ابداً   علی حبیبک زانت به العصر

ترجمہ: اے پروردگار! اپنے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابد لآباد تک درود بھیج۔

انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام و صلحاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اذا انفلتت دابة احدکم فلینادا عینونی یاعباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ البزار)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہئے کہ یوں پکارے: اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ: مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

(۲) عن عتبة بن غزوان: عن نبي اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: (اذا أضل أحدکم شیئا أو أراد أحدکم عونا وهو بأرض لیس بها أنیس فلیقل یاعباد اللہ أغیثوني یاعباد اللہ أغیثوني فان لله عبادا لا نراهم) وقد جرب ذلک۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم

نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔(حصن حصین)

نامی نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا۔

(۳) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: إذا انفلتت دابة أحدكم بأرض فلاة فليناد: يا عباد الله احبسوا علي يا عباد الله احبسوا علي فإن لله في الأرض حاضر سيحبسه عليكم۔[157]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو یوں ندا کرے کہ اے اللہ کے بندو! روک دو، اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق زمین میں ہوتی ہے وہ اسے تمہارے لئے روک دے گی۔(ابن السنی)

(۴) عن بن عباس قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اعینونی یا عباد اللہ!۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے، مدد کرو اے اللہ کے بندو۔[158]

اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ (رجال الغیب) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کبھی بھی ایسا نہ فرماتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے۔

دیکھئے خود رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی، کیا اب بھی کوئی ناسمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے،

---

[157] (المعجم الكبير، ج ۱۰، ص ۲۱۷)
[158] (ابن شيبه، بزار)

کیا اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے پیش نظر آیت **ایاک نستعین** نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے۔ غرض ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک نہیں ہے بلکہ ارشاد رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے عین مطابق ہے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے:

الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا فيسقي بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب۔[159]

ترجمہ: ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہی کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں، انہی کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات المفاتیح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے:

بهم يدفع البلاء عن هذه الأمة۔[160]

ترجمہ: ان کی برکت سے اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے

---

159 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱۸، ص۱۶۰)

160 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱۸، ص۱۶۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ اطیب النعم میں ارقام فرماتے ہیں:

وانت مجیر من ھجوم ملمۃ اذا انشبت فی القلب شر المخالب

ترجمہ: یعنی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب وہ اپنے سخت پنجے قلب میں گاڑھ دے۔

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور اُن سے استمداد جائز ہے

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف و مصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا توسل پکڑو تو تمہاری تکالیف اور حاجات بر آئیں گی، چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجتہ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحہ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی علی رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم بعد السلام و یسلم علیہ ثم یخطو الی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی ویذکر حاجتہ فانھا تقضی۔[161]

ترجمہ: جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص گیارہ

---

[161] (بھجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲)

بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر درود بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے آئمہ و محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ:

(۱) شیخ مجد الدین شیرازی فیروزآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف قاموس نے روض الناظرین میں۔

(۲) شیخ محمد سعید زنجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزہۃ الخواطر میں۔

(۳) شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روض الزاھر میں۔

(۴) امام عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلاصتہ المفاخر میں۔

(۵) شیخ محمد یحیٰ التنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلائد الجواہر میں۔

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے زبدۃ الاسرار زبدۃ الآثار (مختصر بھجۃ الاسرار) میں۔

(۷) شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہء قادریہ میں۔

(۸) ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزھۃ الخاطر الفاتر میں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وقد جرب ذالک مراراً افصح۔

یعنی اور تحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا۔

ھمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
آں سگے کیست کہ بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: دنیا کے سارے شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں ایسا کتا کون ہو سکتا ہے کہ اس زنجیر کو توڑ سکے؟

شیخ شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ندائے غیبیہ کو خطاب حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاوٰی شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے:

سئل عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان! و نحو ذالک من الاستغاثۃ بالانبیاء و المرسلین و الصالحین و ھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصہ ان الاستغاثۃ بالانبیاء و المرسلین و الاولیاء و الصالحین جائزۃ و للانبیاء و الرسل و الاولیاء و الصالحین اغاثۃ بعد موتھم۔[162]

ترجمہ: شیخ الاسلام شہاب رملی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں، یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے، اور انبیاء علیہم السلام و رسول علیہم السلام اور اولیاء و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔

---

162 (فتاوی جمال بن عمر مکی)

مردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ گفت کہ حضرت شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی ھست یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی است و من مے گویم امداد میت قوی است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق و در حضرت اوست۔ (بھجۃ الاسرار)

ترجمہ: شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا کہ بے شک! کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے براہ راست مدد مانگنا

توسل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے براہ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود ان سے طلب کیا جائے مثلاً:

یا رحمۃ اللہ انی خائف وجل　　　یا نعمۃ اللہ انی مفلس عان

ترجمہ: اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور تشویش ناک ہوں، اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں۔

فکن امانی من شر الحیوٰۃ و من　　　شر الممات و من احراق جسمانی

ترجمہ: پس تم میری زندگی کے شر سے مجھے امن دلاؤ اور موت کے شر سے اور میرے جسم کو عذاب نار سے۔

یا محمد بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مجھ بے سروساماں کی مدد فرمایئے، اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتی امت بکف ھمت تست
اندریں ورطہ گم صدمہ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدا ایئم تو سلطان دو عالم شدہ
شاہ شاھاں مددے شاہ گدایان مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دوجہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

عاصیم پُر گناھم سخت غریبے دارم
رحم فرماز غریبے غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پر ہیں، غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجئے۔

شیئاللہ چوں گدائے مستمند　　　　　المدد خواھم زشاہ نقشبند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ عطا ہو کیوں کہ میں حاجت مند فقیر ہوں، میں شاہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔

امداد کن امداد کن از بند وغم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

ترجمہ: اے غوث اعظم! ہاتھ کو تھامنے والے! مدد فرمایئے، مدد فرمایئے، غم اور قید سے رہائی دیجئے، دین ودنیا میں مجھے شاد فرمایئے۔

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے بلا خلاف جائز ہے، کیونکہ ارواح مقدسہ مدبرات سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو اچھی طرح کرسکتے ہیں، چنانچہ قاضی بیضاوی، امام رازی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابن عربی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو ندائے غائبانہ کرکے مرض فالج سے شفا پائی

منقول ہے کہ امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف بردہ شریف راستے میں جاتے ہوئے یکایک مرض فالج میں مبتلا ہوگئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ ہی کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا، پس انہوں نے اسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه   سواک عند حلول الحادث العمم

(آپ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگ ترین خلائق! میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔

ولن یضیق رسول اللہ جاھک بی   اذا الکریم تجلی باسم منتقم

اور اے رسول! صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہو گی، جس وقت اللہ تعالیٰ صفت انتقام سے ظہور فرمائے گا۔

الغرض جب انھوں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے استغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آگئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا، اور فالج کا نام ونشان تک نہ دیکھا۔

گمشدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوث اعظم پکارنے سے

علامہ شیخ نورالدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ جبائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شہر نیشاپور میں ملاقی ہوا، اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا کر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھہر نہیں سکتا تھا، غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ کم نکلے، میں نے ادھر اُدھر ان کی بڑی تلاش و تجسس کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے، آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیئے، صرف ایک ساربان میری خاطر ٹھہر گیا، اس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے میں میری بڑی مدد کی، لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوث پاک کا ارشاد یاد آگیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ:

”اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا فوراً رفع ہو جائے گی“۔

میں نے اسی وقت با آواز بلند پکارا:

"یاحضرت شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں اللہ کے لئے میری مدد کیجئے"۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے، جس کے کپڑے سفید براق ہیں، اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اُٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند، اور وہ شخص بھی غائب تھا اسی حیرانی میں، میں نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے گمشدہ اونٹوں کو وہاں پایا۔۔۔۔ میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جا کر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا، پھر ہم جلدی جلدی قدم اُٹھا کر قافلے کے ساتھ جاملے، قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلے والے شخص غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے، یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا

شیخ نورالدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳/ صفر/ ۵۹۹ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکایک اُٹھ کر وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، پھر بڑے زور سے نعرہ مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی، پھر آپ خاموش

ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس راز کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن تئیس (۲۳) روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو، انہوں نے ایک سیر ریشم چند ریشمی کپڑے، تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳ر صفر کو جارہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے بدو حملہ آور ہوئے انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے، ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، یکایک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور ان سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی، اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا، غرض ہم نے باآواز بلند پکارنا شروع کیا:

یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المدد!

تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اُٹھے، ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ آور ہو گئے ہیں، ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال و اسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، غرض انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے، ہم نے اس راز کا انکشاف کیا، جب لٹیروں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت

دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوث پاک کی خدمت میں پہنچ کر بیعت مسنونہ سے شرف یاب ہوئے اور تھوڑی ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست — دست او جز قبضۃ اللہ نیست

ترجمہ: شیخ کا ہاتھ اپنے غائب مریدوں کی مدد سے کوتاہ نہیں ہو تا کیوں کہ اُس کا ہاتھ دراصل اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہو تا ہے۔

التماس

لو خبر میری خدارا غوث اعظم دستگیر — پھر رہا ہوں بے سہارا غوث اعظم دستگیر
ہو رہے ہیں ہم غریق بحر عصیاں المدد — ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوث اعظم دستگیر
چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمایئے — ہے کہاں تم سا سہارا غوث اعظم دستگیر
کس کے در جاؤں پکاروں کس کو اے فریاد رس! — کون ہے تم بن ہمارا غوث اعظم دستگیر
آتش دوزخ جلا دے گی مجھے کیا تاب ہے — نام لیوا ہوں تمہارا غوث اعظم دستگیر
کون ہے جُز آپ کے دیگر مرا حاجت روا — دو مجھے اپنا سہارا غوث اعظم دستگیر
قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر — نام کہہ دوں گا تمہارا غوث اعظم دستگیر
پار اُس کا ہو گیا بیڑا بحکم ذوالجلال — آپ کو جس نے پکارا غوث اعظم دستگیر
ہوتی رہے ان کی تسلی دستگیر بے کساں — رات دن پڑھتے ہیں جو غوث اعظم دستگیر

حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا

ایک روز حضرت نجم الدین کبرٰی رحمہ اللہ تعالیٰ حسب معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکایک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا، اسی اثناء میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ:

"کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل خدا کو واحد مانتے ہیں"

کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے، اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

یہ کلمات سُن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا آج کیا بات تھی آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا، اور نیز آپ نے اف معمول ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا؟ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزع کی حالت میں ہیں اور شیطان نے ان کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا، حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی، قریب تھا کہ وہ لاجواب ہو کر کافر ہو جاتے، ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف پھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں، چنانچہ اسی وقت انہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا وہ یہ سن کر بھاگ گیا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔

یک زمانہ صحبتے بااولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: اولیائے کرام کے ساتھ کچھ وقت کی مجلس سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

چند قصائص و اشعار بمضمون ندائے غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد و اشعار اکابر امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سے غائبانہ استغاثہ و استمداد کی گئی ہے، یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو نداء غائبانہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

(۱) قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بنام قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم:

تطلبت ھل من ناصر او مساعد　　　　الوذُبہ من خوف سوء العواقب

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے جس سے میں انجام امور کی خرابی سے پناہ لوں۔

فلست ارٰی الا الحبیب محمدا　　　　رسول اللہ الخلق جم المناقب

تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم جو خدائے عالم کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم ہیں اور بڑی صفات والے ہیں۔

ومعتصم المکروب فی کل غمرۃ　　　　ومنتجع الغفران من کل تائب

اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں، اور ہر تائب کے لئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ملاذ عباد اللہ ملجا خوفھم　　　　اذا جاء یوم فیہ شیب الذوائب

آپ اللہ کے بندوں کے لئے جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع، جب وہ دن آئے گا جس میں سر کے بال سفید پڑ جائیں گے۔

و احسن خلق اللہ خلقا و خلقة　　　و انفعهم للناس عند النوائب

اور اللہ کی ساری مخلوق سے خلق اور پیدائش میں اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مصائب میں نفع رساں ہیں۔

و انفعهم للناس عند النوائب　　　و یا خیر مامول و یا خیر واهب

اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے! آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر اللہ کی رحمت ہو، اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے امید کی جاتی ہے اور اچھے عطا کرنے والے۔

و یا خیر من یرجیٰ لکشف رزیة　　　و من جوده قد فاق جود السحائب

اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے مصیبت دفع کرنے کی امید کی جاتی ہے، اور وہ کہ جن کی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے۔

و انک اعلی المرسلین مکانة　　　و انت لهم شمس و هم کالثواقب

اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں، اور آپ ان کے لئے آفتاب ہیں اور وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں۔

و انت مجیری من هجوم ملمة　　　اذا نشبت فی القلب شر المخالب

اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم سے جب اس نے دل میں سخت پنجے گاڑھے ہوئے ہوں۔

فما انا اخشی ازمة مدلهمة　　　و ما انا من ریب الزمان براهب

بس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں، اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فانی منکم فی قلاع حصینة　　　و حد حدید من سیوف المحارب

کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں اور جنگجو (محافظ) کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۲) تخمیس بر وصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

تقضیٰ شباب العمر فی غفلتی سدٰی　　　وما زلت فی قید المعاصی مقیدا

زندگی کا شباب میری غفلت میں رائیگاں تلف ہو گیا اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا۔

ولم اذخر للذنب عذرا امهدا　　　فلست ازی الا الحبیب محمدا

اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا پس میں کسی کو مددگار نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو۔

رسول اله الخلق جم المناقب

جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مدار وجود الکون فی کل لحظة　　　ومفتاح باب الجود فی کل عسرة

آپ ہر وقت وجود کائنات کے مدار ہیں ہر تنگی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں۔

ومتمسک الملهوف فی کل شدة　　　ومعتصم المکروب فی کل غمرة

اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں۔

ومنتجع الغفران من کل تائب۔

اور ہر توبہ کرنے والے کے لئے بخشش تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ومقصد اهل اللہ کعبة طوفهم　　　ومشبعهم من بره ملاجوفهم

اور اہل اللہ کا مقصد ہیں، ان کے طواف کا کعبہ ہیں اور اپنے احسانات سے ان کو گرسنگئی شکم کے وقت پر کر دینے والے ہیں۔

الیه اشاروا فی عسادهم وسوفهم　　　ملاذ عباد اللہ ملجا خوفهم

لوگ اپنی امید وار توقع میں میں انہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ بندگان خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع۔

اذا جاءیوم فیہ شیب الذوائب

جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جائیں۔

الیک تمد العین حین ضراعة　　　　وفیک یفر الخلق من ہول ساعة

عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے۔

ویرجو نداک العم کل جماعة　　　　وانت شفیع یوم لا ذو شفاعة

اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔

بمغن کما اثنیٰ سواد بن قارب

کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

بلیت باحزان تطول معمة　　　　وفترة عزم فی امور مہمة

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں اور ضروری معاملات میں سختی میں مبتلا ہوں۔

فانت الذی ارجوہ فی کشف غمة　　　　وانت مجیری من ھجوم ملمة

پس آپ ہی ہیں جن سے رفع غم کی امید رکھتا ہوں اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں۔

اذاانشبت فی القلب شر المخالب۔

جب وہ قلب میں سخت پنجے گاڑھ دے۔

وان کنت لا ارعی عھودا و ذمة　　　　ولاأمن الشیطٰن شرا و لمة

اور اگرچہ میں عہد وپیمان کو نباہ نہیں سکتا اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں۔

فمازلت ارجو من جنابک ھمۃ　　　　فما انا اخشیٰ ازمۃ مدلھمۃ

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (ودعا) کا امیدوار ہوں، پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں۔

وما انا من ریب الزمان براھب۔

اور نہ زمانے کی گردش سے خائف ہوں۔

فلو قطعونی کل عرق ولینۃ　　　　وقاربت وسط البحر غرق سفینۃ

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور منجدھار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے۔

فمازلت خوفا عن مقام سکینۃ　　　　فانی منکم فی قلاع حصینۃ

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں، کیونکہ میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں۔

وحد حدید من سیوف المحارب

اور اس محافظ جنگجو کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۳) قصیدہ ہمزیہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

واخر مالمادحہ اذاما　　　　احس العجز عن کنہ الثناء

ترجمہ: اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کا مداح سراجب حقیقت مدح سے (اپنا) عجز محسوس کرے تو اس کا آخری حیلہ یہ ہے کہ:

لینادی ضارعا بخضوع قلب　　　　وذل وابتھال والتجاء

نہایت مشتاق ہو کہ خضوع دل سے اور خاکساری وزاری اور التجاء کے ساتھ ندا کرے۔

رسول اللہ یا خیر البرایا　　　　نوالک ابتغی یوم القضاء

رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو کہ اے مخلوق سے افضل! میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔

اذا ما حل خطب مدلهم — فانت الحصن من كل البلاء

جب کوئی تاریک حادثہ آپڑے تو ہر بلا سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہی (امن کا) قلعہ ہیں۔

اليك توجهي وبك استنادی — وفيك مطامعي وبك ارتجائی

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے توقع ہے۔

(۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

فاغثنا يا من هو الغوث والغيث — اذا اجهد الورى اللداء

پس فریادرسی کرو ہماری اے وہ! جو فریادرس اور باران رحمت ہیں، جب تنگ کر دیا خلق کو سختی نے۔

والجواد الذی به تفرج — الغمة عنا وركشف الحوباء

اور وہ جوانمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب۔

(۵) از یحییٰ صرصری رحمہ اللہ تعالیٰ

جو اقران مجد الدین جد تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابن تیمیہ نے کتاب انتصار میں لکھا ہے:

الفقيه الصالح صاحب الشعر المشهور

یعنی وہ ایک نیک فقیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔

اور حضرت ابن اخبب رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں لکھا ہے:

ومدائحه سائرة وكان حسان وقته۔

یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانہ کے حسان ہیں۔

الا یارسول اللہ انت وسیلتی　　　　الی اللہ ان ضاقت بما رمت حیلتی

ہاں یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ میرے وسیلہ ہیں اللہ کی طرف، اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے۔

وانت نصیری فی خطوب تتابعت　　　　علی وذخری عند فقری وعیلتی

اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے مددگار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی وتنگدستی میں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں

یاسیدی یارسول اللہ یاسندی　　　　فی کل خطب ثقیل موجع الم

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول ﷺ! اے میرے سہارا! ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں۔

فاستغفر اللہ لی یامن اذا نزلت　　　　لی شدۃ انجو فیہ من النقم

بس میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو جب مجھ پر سختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں

(۳) وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے جواز کی تحقیق

بعض لوگ وظیفہ **یا شیخ سید عبدالقادر شیئاً للہ** کا پڑھنا کفر و شرک کہتے ہیں، حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علماء و صلحاء اس وظیفہ کو مصائب و تکالیف اور قضائے حاجات کے واسطے پڑھنا اکسیر فرماتے ہیں، حقیقت میں اگر عقل سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ: کے لغوی معنی یا شیخ! یعنی اے بزرگ! عبدالقادر، یعنی بندہ قادر، جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شیئاًللہ، یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی "فی سبیل اللہ" اور "اکراماًللہ" دیجئے۔ مطلب یہ ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمایئے۔

خود منکرین شیئاً کہنے کے مرتکب ہیں

منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو للہ روٹی دو، کپڑا دو، کرایہ دو، فلاں مولوی صاحب کی امداد کرو، علی ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ یتیموں کی للہ امداد کرو، طالب علموں کی مدد کرو، غرضیکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شیئاًللہ کہتا ہے، مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی، اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں، لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے، حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں اور نہ ہی پنجابی وغیرہ میں۔

رفع اشتباہ

غرض شیئاًللہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوث پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا، نہ خدا کا شریک، نہ مختار ذاتی، نہ متصرف کلی و جزئی، بلکہ ہر وقت عبدالقادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے، اور سوال بھی بلفظ للہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا دور سے بھی باذن اللہ جانتا ہے اور آپ امداد فرمائیں تو اس امداد کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتا ہے پھر بھلا عقل سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبوہ　　　کاں سبو را ھم مدد باشد زجو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پان کی مدد) ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور　　　　نور مہ ھم آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

علامہ خیر الدین رملی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ دربارہ جواز یا شیخ عبدالقادر الخ

علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف در مختار کے استاد ہیں وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو جائز فرماتے ہیں۔

چنانچہ فتاوی خیریہ میں ہے:

سئل فی دمشق عن الشیخ الصماوی فیمااعتادہ السادۃ الصوفیۃ من حلق الذکر الجھریۃ فی المساجدمن الجماعۃ ورثوا ذلک من آبائھم و اجدادھم و الصادرۃ عن ذوی المعارف الالھیۃ کالقادریۃ و السعدیۃ ویقولون "یاشیخ عبدالقادریاشیخ احمدالرفاعی شیئالله" ونحو ذلک ویحصل لھم فی اثناءالذکر وجدعظیم۔

ترجمہ: دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صماوی کی طرف سے سوال کیا گیا دربارہ عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکر جہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں پایا ہے ار اشعار صوفیہ جو اہل معارف الٰہیہ مثلاً قادریہ و سعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ "یا شیخ عبدالقادر" "یا شیخ احمد رفاعی شیئاً للہ" وغیرہ کہتے ہیں اور اثنائے ذکر میں ان کو وجد عظیم ہوتا ہے۔

اجاب بعدماذکران حقیقۃ ماعلیہ الصوفیۃ لاینکرھاالاکل نفس جاھلۃ غبیۃ وبعد ماذکر جوازحلق الذکروالجھریۃ وانشادالقصائدوالاشعارفی المسجدبماصورتہ واما قولھم یاشیخ عبدالقادرفھونداءواذااضیف الیہ شیئالله فھوطلب شئی اکراماللہ فھوجائز ولایجوزالاغتراربقول من انکرہ اونقلہ من الوھبانیۃ نظراالی ان معناہ اعط اللہ شیئاوھذا

المعنى لايجوزقطعاوعلى هذانقل صاحب الدرالمختارغيرجوازه ، والحال انه لايختلج ببال احدمن المسلمين ان الله فقيراعطه شيئانعوذبالله من ذلک بل معناه الصحيح لتلک الكلمة اعطنى شيئالوجه الله اواكراما لله وهذاجائزوصحيح ونظيره فى القرآن معمول وموجودفان لله خمسه وللرسول وقدرده يعنى صاحب الدرالمختارفى هذاالقول جمع كثيرمن الفقهاءمنهم خيرالدين الرملى استاذه فى الفتاوىٰ الخيرية من هامش الفتاوى الحامدية فى الجزءالثانى "مطبوعة مصرص ۲۸۲،وفى ردالمختارللعلامة الشافى فى الجزءالثالث ان يقول اردت ان اطلب شيئااكراماالله تعالى ان قصدالمعانى الصحيح فانه لابأس به هكذافى طوالع الانوارشرح الدرالمختارالشيخ محمدعابدسندھی ثم المدنى وفى الطحطاوىعلى الدرالمختار"

ترجمہ: جواب (شیخ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ نے) اس ذکر کے بعد کہ صوفیاء کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل و غبی ہے، اس کا ذکر کے بعد کہ ذکر و جہریہ کے حلقے اور قصائد و اشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے جواب دیا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شیئاًللہ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا بوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے، یا اس کو وہابئیہ سے نقل کرتا ہے اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو کچھ دو حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے اس کلمہ کا عدم جواز صاحب در مختار نے نقل کیا، حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو (نعوذ باللہ من ذالک) بلکہ اس کلمہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا، یا باکرم خدا عطا کرو، اور یہ معنی حق ہیں اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً:

فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُولِ (الانفال ۴۱)

"تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول ﷺ کا"۔

اور صاحب در مختار کی اکثر فقہاء مثلاً علامہ خیر الدین رملی، علامہ شامی، محمد عابد سندھی اور طحطاوی وغیرہ نے معنی اول کے سمجھنے میں تردید کی ہے، چنانچہ فتاویٰ حامدیہ (فہریہ) جلد دوم صفحہ ۲۸۲، اور رد المختار شرح در المختار جلد سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اکراماًللہ طلب کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اسی طرح طوالع الانوار شرح در مختار شیخ محمد عابد سندھی ثم المدنی اور طحطاوی شرح در مختار میں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواز

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:

هذا ما حققه الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوی فی كتابه المسمی بتوصيل المريد المشهور بدعوة الحق فی اختتام شبر الاسماء الالٰهية ومما يستحفظ ويستعصم ويتمسک هذا العبد فی قراءة هذه الاحزاب ان يقراء عند اول كل شبر هذه الصيغة من الصلوٰة "اللهم صل علی سيدنا محمد صلوٰة تنجينا من جميع الاهوال والآفات الخ" ويستحضر جمال الحضرة النبوية ويلتجی اليها وكمال الحضرة الالٰهية ويستعين بهامن جميع الأفات ثم يقول هٰذه الكلمة عشر مرات فصاعدًا يا شيخ عبدالقادر شيئا لله ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع ويقول بعد تمام كل شبر أمين اللهم صل علٰی محمد واله وصحبه وسلم ثلٰثا يا شيخ عبدالقادر شيئا لله ثلٰثا ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع فی شبر أخر وهذا اعتصام هذا الحزم عندی بالهام الله سبحانه والله الحفيظ۔

ترجمہ: یہ وہ وظیفہ ہے جس کی تصدیق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب توصیل المرید الی المراد مشہور بہ دعوۃ الحق میں اسمائے الٰہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز

کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ: **اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا من جمیع الاھوال و الآفات الخ** اور اس وقت حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا جمال حاضر فی الذہن کرکے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الٰہی کا کمال متحضر کرے اور اس کی پناہ لے تمام آفات سے، پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ: **یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ** پھر پڑھے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمے پر **آمین اللھم صل علیٰ محمد و الہ و صحبہ و سلم** تین مرتبہ کہے، **یا شیخ عبدالقادر شیئاًللہ** تین مرتبہ، پھر کہے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پھر دوسرا شبر شروع کرے اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔ میرے نزدیک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا الہام ہے اور اللہ حافظ ہے۔

وظیفہ یا گیلانی شیئاً للہ

قال الشیخ المحقق عبدالحق المحدث الدھلوی البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب دعوۃ الحق و عبارتہ "اقول بعد اتمام ھذا الدعاء یا شیخ عبدالقادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئا للہ ثلٰثا او فصاعدًا۔

ترجمہ: حضرت شیخ المحقق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے، "اس دعاء کے خاتمہ پر میں یہ کہتا ہوں **یا شیخ عبدالقادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئاًللہ** تین مرتبہ یا اس سے زیادہ۔

وحضرت شیخ عبدالحق دھلوی در رسالہ ضرب الاقدام می نویسند چوں فقیر در سفر حرمین الشریفین در کشتی بودم کہ اکثر اھل آں کشتی در برداشتن لنگر کشتی یاد نام حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ میکردند فقیری را شنیدم کہ بایں کلمات مشغول بود، یا گیلانی شیئاًللّٰہ، یا جیلانی شیئاًللّٰہ۔۔۔یا شیخ عبدالقادر شیئاًللّٰہ

ترجمہ: اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا:

یا گیلانی شیئاً اللہ، یا جیلانی شیئاً اللہ، یا شیخ عبدالقادر شیئاً اللہ۔

وحضرت شاہ ابوالمعالی وادری لاھوری کہ عالم و فاضل صوفی کامل عالم عامل در وقت خود بے نظیر بودند وداد محبت و عشق حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادند مریداں و تلمیذان خود را بخواندن یا شیخ عبدالقادر شیئاًللّٰہ ھزار بار وصیت میفرمودند۔

ترجمہ: اور حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لاثانی تھے اور حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے، اپنے مریدوں اور شاگردوں کو "یا شیخ عبد القادر شیئاًللہ" ہزار بار پڑھنے کی وصیت کیا کرتے۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذ بلا واسطہ مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ماکہ محدث وفقیہ بود در طبقات در ذکر سید احمد بدوی می آرد کہ عادت اھل مصر وغیرہ ھمیں بود کہ سید احمد شیئاًللّٰہ۔

ترجمہ: حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد بلاواسطہ ہیں جو محدث و فقیہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں کہ اہل مصر وغیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ:
یاسیداحمدشیئاًللہ۔

ودر رسالہ حامیہ کہ تصنیف خلف الصدق خواجہ باقی باللہ قدس سرہ در مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ می نویسند کہ زیادہ ازیں چہ منقبت ایشاں خواھد بود کہ عوام و خواص حرمین الشریفین یاد آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقب یاد حضرت رسالت مآب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلمؐ میکنند در پیش آمدن مہم ھر کار بعد از التجاء بدرگاہ رسالت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلمؐ از و استعانت جویند و ساکنان حرمین بخواندن شیئاًللہ یا شیخ عبدالقادر مخصوص وملتزم اند۔

ترجمہ: اور رسالہ حسامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب ان کا ہوگا کہ حرمین شریفین کے عوام وخواص آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد رسالت مآب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی یاد کے بعد کرتے ہیں، اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالت مآب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی درگاہ میں التجاء کے بعد ان سے استعانت کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے باشندے شیئاًللہ یاشیخ عبدالقادر کے پڑھنے میں مخصوص وملتزم ہیں۔

محب رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے

حضرت مولانا علی القاری در شرح حدیث عرضت علی صلوته نوشته ای بالمکاشفة او بواسطة الملائكة۔

(۱) ونیز شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ در کتاب انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء بحدیث صحیح اثبات کردہ کہ آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم رادر عالم برزخ و جود سمع خارق عادت ست کہ از اطراف درود بعید الارجاء نداء و آواز صلوٰۃ و سلام و نیاز اھل راز میشنوند۔ چنانکہ آنحضرت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم در دار دنیا بسمع خارق عادت ممتاز بودند۔

(۲) وهذا عبارته قدس سره ان الله يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع سلام المسلم وان بعد نظره وقد كان له صَلّى الله تعالىٰ عليه وَاٰله وَسلَّم فى الدنيا حالة يسمع فيها سمعاً خارقاً للعادة بحيث كان يسمع اطيط السماء و حاله صَلّى الله تعالىٰ عليه وَاٰله وَسلّم فى البزخ كحاله فى الدنيا سواء (انتهىٰ)

(۳) در مشکوٰۃ از ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور:

قال قال رسول الله صَلّى الله تعالىٰ عليه وَاٰله وَسلَّم من صلى على عند قبرى سمعته و من صلى على نائياً ابلغته۔

(۴)در بعض احادیث وارد گشتہ کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم درود و سلام بے واسطہ از دور استماع می نمایند چنانچہ شیخ سید سلیمان جزولی کتاب ''دلائل الخیرات'' روایت کردہ:

قیل لرسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم ارئیت صلاۃ المصلی علیک ممن غاب عنک و من یاتی بعدک ما حالھما عندک؟فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم الحدیث

در مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات گفتہ و ظاھر الحدیث انہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم یسمع صلوٰۃ اھل محبتہ سواء صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم المحب لہ عند قبرہ او نائباً عنہ بعیدمنہ۔

(۵) در مشکوٰۃ شریف آوردہ کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم گفت شنیدم کہ رسول خدا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرمود:

صلو علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم، رواہ النسائی قال ابن حجر و رواہ احمد فی مسندہ و ابو داؤد و صححہ النووی فی الاذکار۔

(۶)دریں جا تسلیہ و تبشر است مر مشتاقاں را اگر بسبب دوری ضروری از سعادت قرب صوری محروم باشند باید کہ از توجہ و حضور قلبی غافل نباشند و خود را از ساحت حضور دور خیال نکنند۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب و بعد خاک
کو ذرہ پرور است بہر شہر و ھر دیار
درراہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

مصرعہ:

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

کذافی اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلوی صفحہ ۴۲۸ جلد اول۔

ترجمہ: حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہ عرضت علی صلوٰتہ لکھا ہے کہ یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔

(۱) اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب انتباہ الاذکیا فی حیات الانبیاء میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے لئے عالم برزخ میں شنوائی کا وجود خارق عادت ہے کہ تمام دور دراز کی طرفوں سے درود اور نداء، آواز صلوٰۃ و سلام کا اور نیاز اہل راز کا سُن لیتے ہیں، جیسے کہ آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم دنیا کے اندر شنوائی کے خارق عادت سے ممتاز تھے۔

(۲) اور یہ ان کی عبارت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے "اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطور خرق عادات واپس دے دیتا ہے، چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو اور آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم اس میں بطور خرق عادات سنتے تھے، یہاں تک کہ آسماں کی چرچر کی آواز سن لیتے، آنحضرت کا حال برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا، انتھٰی۔

(۳) اور مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۴) اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم درود و سلام بلا واسطہ دور سے سن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ان لوگوں کو درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے غائب ہیں اور جو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے بعد پیدا ہوں گے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں آخر حدیث تک، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنے اہل محبت کا درود سن لیتے ہیں خواہ آپ کا محب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے دور فاصلے پر رہ کر پڑھے۔

(۵) مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو فرماتے سنا ہے: تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(٦) یہاں تسلی و بشارت ہے خاص مشتاقوں کو، سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہیئے کہ قلب کے حضور و توجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدم حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود و سلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف قریب ہیں۔

یکساں بپیش مہر بود قرب وبعد خاک
کو ذرہ پرور است بہر شہر وہر دیار

ترجمہ: سورج کے آگے خاک کا قرب وبعد یکساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر شہر وملک میں ذرہ پرور ہے۔

درراہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست
می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

ترجمہ: عشق کی راہ میں قرب وبعد کا مرحلہ نہیں ہے میں آپ کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است۔

جب روحانی قرب ہو تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔**(اشعۃ اللمعات)**

(۱) حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی در جلد ثانی اخیر مدارج النبوۃ می فرمایند:

وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی ست بجناب محمدی وآں نیز دو قسم ست:
قسم اول دوام استحضار آں صورت بدیع المثال اگر ہستی تو کہ بتحقیق دیدہ وقتی از اوقات در خواب وتو مشرف شدہ بداں پس استحضار کن صورتے راکہ دیدہ کہ دیدہ در منام۔

(۲) واگر ندیدہ ہر گز ومشرف نشدہ بآں واستطاعت نداری کہ استحضار کنی آں صورت موصوفہ ایں صفات رابعینھا ذکر کن اوراودرود بفرست بروئی صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسلَّم وباش درحال ذکر گویا حاضراست پیش درحالت می بینی ومی شنود کلام ترازیراکہ متصف است بصفات اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الٰہی آنست

کہ انا جلیس من ذکرنی مر پیغمبر را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب وافر است ازیں صفت زیراکہ عارف وصف او وصف معروف او است سبحانہ وو ی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعرف الناس باللہ تعالیٰ است۔

(۳) واگر نمی توانی بود نزدوی بایں صفت وہستی توکہ زیارت کردہ روزے قبر شریف اورادیدہ روضۂ عالیہ وقبلہ شریفہ اوراحضار کن درذھن خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنیہ راوہر گاہ ذکر کنی اورادرود بفرست بروی وباش چنانکہ ایستادہ نزد قبر شریف وی باجلال وتعظیم تاآنکہ مشاہدہ کنی روحانیت اوراظاہراً وباطناً۔

(۴) واگر نیستی توکہ زیارت کردہ قبر شریف اوراوندیدہ موطنِ حضرت وروضہ منورہ اوراپس دائم بفرست صلوۃ وسلام بروی وتصور کن وی می شنود سلام ترا، وباش درحال تأدب جامع اللہ تابرسد صلوۃ توبروی دریں حضور قلب نزدوی وجمع ہمت رااثرے عظیم ست وشرم دارازان کہ ذکر کنی اوراونا بفرستی بروی درود وتومشغول بغیروی باشید صلوۃ تو درحکم جسم بے روح۔

(۵) وچوں دانستی انچہ ذکر کردیم مرتراکہ قسم اول از تعلق معنوی استحضار صورت شریف اوست بآنچہ متعلق است باملازمت ومداومت تعلق بدآں سبب ہیبت واجلال وعزت کمال پس لازم گیر آں راکہ دروست سعادت کبریٰ ومکانت زلفی واللہ الموفق۔

(٦) (قسم ثانی) از تعلق معنوی استحضار حقیقت کاملہ موصوفہ باوصاف کمال وی کہ جامع است میان جمال وجلال ومتجلی باوصاف خدائے کبیر متعال مشرف بنور ذات الٰہی در آباد وآزال محیط بکل کمال خفی خلقی مستوجب بہر فضیلت وجود صورۃ ومعانی حقیقتاً وحکماً عیناً وشہادۃ ظاہراً وباطناً۔

(٧) ونمی توانی کہ استحضار کنی این ہمہ را تا آنکہ بدانی کروی ﷺ برزخ کلی ست قائم در حقائق وجود قدیم وحدیث، پس اوست حقیقت ہر یک از جہتین ذاتا وصفاتا زیرا کہ وی مخلوق ست از نور ذات جامع اسماء وصفات وافعال وآثار آنرا حکماً وعیناً۔

(٨) وصیت میکنم ترا ای برادر بدوام ملاحظہ صورت ومعنی او اگرچہ باشی تو متکلف ومستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیر دروح تو بوی پس حاضر آید ترا وی ﷺ عیاناً ویابی اورا وحدیث کنی باوی وجواب دہد ترا وی وچوں حدیث گوید باو وخطاب کند ترا فائز شوی بدرجہ صحابہ عظام ولاحق شوی بایشاں ان شاء اللہ تعالیٰ۔[163]

ترجمہ:(١) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ کی دوسری جلد کے آخر میں فرماتے ہیں: فصل، دوسری قسم جو تعلق معنوی ہے جناب محمدی ﷺ کے ساتھ اور وہ بھی دو قسم پر ہے: قسم اول اس صورت بدیع المثال کا دوام استحضار، اور اگر تم کو یہ موقع میسر ہے کہ تم نے کسی نہ کسی وقت آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم اس پر مشرف ہوئے ہو پس اس صورت کو جو تم نے خواب میں دیکھی ہے استحضار کرو۔

[163] (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دہلوی قدس سرہ، مدارج ٢) (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دہلوی قدس سرہ، مدارج ٢)

(۲) اور اگر ہرگز خواب میں زیارت نہیں کی اور اس پر مشرف نہیں ہوئے اور طاقت نہیں رکھتے کہ اس صورت موصوفہ بایں صفات کا بعینہا استحضار کرو تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یاد ہی کرو اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر درود بھیجو، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اور ذکر میں تم ایسی حالت میں رہو کہ گویا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تمہارے آگے بحالت حیات تشریف فرما ہیں اور تم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو مودبانہ تعظیم و تکیم سے اور ہیبت و حیاء سے دیکھ رہے ہو اور واضح رہے کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تم کو دیکھ رہے ہیں اور تمہارے کلام کو سن رہے ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ:

انا جلیس من ذکرنی۔

”میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے“

اس صفت میں پیغمبر صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو کافی حصہ ملا ہے، کیونکہ اُس کا وصف ”عارف“ ایک مشہور وصف ہے سبحانہ، اور آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تمام لوگوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہیں۔

(۳) اور اگر تم اس صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے کہ کسی دن آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہء عالیہ کا استحضار اپنے ذہن میں کرو اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر درود بھیجو اور ایسا تصور کرو کہ گویا تم آپ کی قبر شریف پر کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم ظاہراً و باطناً آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی روحانیت کو مشاہدہ کرو گے۔

(۴) اگر تم نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر شریف کی زیارت نہیں کی اور حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وطن اور آپ کے روضہء منورہ کو نہیں دیکھا، پس ہمیشہ آپ صَلی اللہ

تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم پر درود و سلام بھیجتے رہو اور تصور کرو کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سن رہے ہیں تمہارے سلام کو، اور ادب کے حال میں رہو اس بات سے شرم کرو کہ آپ کی یاد کے وقت یا آپ پر درود بھیجتے وقت غیر کے ساتھ مشغول رہو، اور تمہارا درود مثل جسم بے روح ہو۔

(۵) اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ تعلق معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریف کا استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں، پس اس کو لازم پکڑو۔

(۶) (قسم دوم از تعلق معنوی) اس حقیقت کاملہ کا استحضار ہے جو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے اوصاف کمال کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و جلال کی جامع ہے اور خداوند کبیر متعال کے اوصاف سے آراستہ ہے ذات الٰہی کے نور سے ازل و ابد میں مشرف ہے ہر کمال پر حاوی ہے وجوہ صورت اور معنیٰ حقیقت کی ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے، **حکماً و عیناً** اور **شھادۃً ظاھراً و باطناً**۔

(۷) اور ان تمام باتوں کا استحضار تم نہیں کر سکتے کہ جب تک یہ نہ سمجھو کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم برزخ کلی ہیں جو وجود قدیم و حدیث کے حقائق میں قائم ہے، پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتاً و صفاتاً آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم ہی ہیں۔ کیونکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم اس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو **حکماً و عیناً** اپنے اسماء و صفات و افعال و آثار کی جامع ہے۔

(۸) اے بھائی! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت اور معنیٰ کا ہمیشہ تصور رکھو، اگر تم متکلف اس کو مستحضر رکھو گے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے ساتھ الفت اختیار کرے گی، اور آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم عیاناً تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سے ملاقات کرو گے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ

وَسلَّم کے ساتھ بات کروگے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے، پس تم صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجے پر فائز ہوگے اور ان کے ساتھ جاملوگے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

(۴)خود بعض اکابر وہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سر گروہ ہیں، جنھوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، وہ اپنی دوسری کتاب "تحفۃ النبلاء" میں طبرانی کی مذکورہ سابق حدیث کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور مجرب پایا ہے، وہ اس طرح کہ میں ۱۲۷۵ھ میں مرزاپور سے جبل پور کے راستہ بھوپال کو آرہا تھا موسم برسات کا تھا، راستہ میں ایک ندی کو عبور کرنا تھا، ندی بڑی طغیانی پر تھی، میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہو گا اس میں ڈال دیا، جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا، میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے، میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے اُس وقت میں نے تین بار با آواز بلند کہا:

یاعباداللہ اعینونی۔

اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جاکر ٹھہر گئے، اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا۔

واقعی یہ کلمہ بڑا پُر تاثیر ہے، اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر امداد فرما دیتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، یہی لوگ اہل سنت والجماعت کہلانے کے حق دار ہیں یہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں:

زمرہ رائے درافتادبہ ارباب سنن　　شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

ترجمہ: اہل رائے کی جماعت اہل حدیث جماعت سے الجھ رہی ہے، اے شیخ سنت! کچھ مدد کیجئے اے شوکاں کے قاضی! کچھ مدد کیجئے۔

مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابرازالغی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا جو شخص رسول ربانی، غوث صمدانی سے استمداد و استعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے ایسا شخص کون ہوا؟

ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا مرتبہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اور حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تھا؟ آیا قاضی صاحب (معاذ اللہ) اوتاد تھے جن سے امداد طلب کرنا جائز ہوا؟ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ:

خودرافضیحت دیگرے رانصیحت۔

ترجمہ: اپنے لئے رسوائی کا سامان اور دوسروں کو نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں:

مالی وراءک مستغاث فارحمن　　　　یا رحمته للعالمین بکائی

ترجمہ: یارحمتہ للعالمین! صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے پاس آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے رونے پر ضرور رحم فرمایئے۔

نواب صاحب اپنی کثیر تصانیف میں غیر اللہ سے امداد طلب کرنے کو کفر و شرک تحریر کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کس طرح غیر اللہ سے امداد مانگتے ہیں، شاید بھول گئے یا واقعی ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہو گیا ہو گا، گویا یہ شعر ان کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے مدد مانگنا

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب ”نظارہ گلبن عثمان“ میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے:

اے شافع محشر ہے یہی وقت مدد کا
جز آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے سب ھیبت حق کھائے ہوئے ہیں
سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں　　　　شافع حشر ہو تم عیش کے ساماں تم ہو!

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں ان کو خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور دراصل یہ اس مسئلہ استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی اور غیبی تائید ہے سچ ہے:

چوں تیرے جہد ز کمان گفتگوئے حق ہر چند خصم ساعی انکارمے شود

ترجمہ: حق تعالیٰ کا فرمان کمان سے تیر کی مانند ہدف تک پہنچ جاتا ہے اگر چہ دشمن انکار کی کوشش کرتا رہے۔

استمداد باولیاء اللہ و استعانت بہ اہل القبور

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالم برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے، اس طور پر کہ ان کو مظہر عون الٰہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے، بالذات وہی مدد کرتا ہے، وہی مستعان حقیقی ہے اور اولیاء کرام محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجازاً ہیں، اور ان سے استمداد کرنا اسباب ظاہریہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے، اس قسم کی استمداد شرعاً ثابت ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اس کی جہالت ہے، لہٰذا انصاف پسند اور عقل سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قول فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

استمداد باولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہیئے وہ اپنے رسالہ زیارت قبور میں رقمطراز ہیں:

وان قال انا اساله لکونه اقرب الی اللہ منی لیشفع لی فی هذہ الامور لانی اتوسل الی اللہ به کما یتوسل الی السلطان بخواصه واعوانه فهذا من افعال المشرکین والنصاریٰ فانهم یزعمون انهم یتخذون احبارهم ورهبانهم شفعاء یستشفعون بهم فی مطالبهم وکذالک اخبر اللہ عن المشرکین مانعبدهم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔

ترجمہ: اگر وہ (طالب امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قرب الٰہی میں مجھ سے بڑا ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسل اس لیے پکڑتا ہوں جیسے

بادشاہوں کے ہاں ان کے مقربین اور درباری لوگوں کے ساتھ توسل کیا جاتا ہے، تو یہ مشرکین و نصاری کا سا قول و فعل ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ احبار اور رہبان بارگاہ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ۔ (الزمر ۳)

”صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

علامہ صاحب کا دعوٰی کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں:

کلمة الحق ارید به الباطل۔

ترجمہ: حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعوٰی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (معاذاللہ من ذالک) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام میں ذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوگئے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کے برابر ہے، اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین انصاف فرمائیں کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوئے یا ان اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والے۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

افسوس کہ منکرین استمداد نے جوش استدلال میں انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دخل وخدع کا راز سنیئے۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (الزمر ۳)

اس آیت سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعوی پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد احبار و رھبان کے لئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اصنام واوثان ہیں۔

چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اولیاء یعنی الاصنام۔

تفسیر مدارک میں ہے:

اولیاء ای الھة وھو مبتا محذوف الخبر تقدیرہ والذین عبدو الاصنام۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جواز استمداد باولیاء

شاید شیخ ابن تیمیہ کے اس دعوی و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا، سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ اول استمداد اور بت پرستی میں فرق

(سوال): (۱) بت پرستے مدد از بت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن، بت پرست گفت کہ گر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک ست، و گر مخلوق فھمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد؟

(۲) عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید، بت پرست گفت کہ بنی نوع انسان از یک دگر چرا سوال مے نمایند؟

(۳) عالم گفت کہ بنی نوع زندہ اند از یشاں سوال منع نیست وبتاں تو مثل کنہیا و کالکا و غیرہ مردہ اند قدرت بر ھیچ چیز ندارند۔

(۴) بت پرست گفت کہ شما از اھل قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما ھم شرک عائد شود، القصہ بہ چہ مقصد و مراد شما از اھل قبور ست ھماں قسم مقصود من ھم از کنہیا[164] و کالکا[165] است۔ بحسب ظاھر نہ قوت اھل قبور دارند نہ بت۔

(۵) واگر میگوئی کہ بقوت باطن اھل قبور کشائش حالات بنمایند، باحبا از بتاں ھم روائی حاجات میشود واگر میگوئید کہ بایشاں میگویم کہ از خدا برائے ما شفاعت بخواھید من ھم از بتاں ہمیں استدعا دارم پس ھر گاہ جواز استمداد از اھل قبور ثابت شد بعض ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی و غیرہ چگونہ باز خواھند آمد؟

ترجمہ:(۱) سوال ایک بت پرست بت سے استمداد کرتا تھا کسی عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہو گا؟

---

[164] کنھیا: ھندوؤں کے اوتادسری کرشن کانام ھے

[165] کالکا: کالی دیوی

(۲) عالم نے کہا کہ کلام مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو، بت پرست نے کہا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟

(۳) عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی خیر پر قدرت نہیں رکھتے۔

(۴) بت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہل قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو، القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا اور کالکا سے ہے، بظاہر نہ اہل قبور قوت رکھتے ہیں نہ بت۔

(۵) اور اگر کہو کہ اہل قبور قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہل قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو میں بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں، پس جب استمداد اہل القبور ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

جواب: (۱) دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آں چند جا را خبردار باید شد آنگاہ بفضل الٰہی جواب سوال بخوبی واضح خواھد شد۔

(۲) اول آنکہ مدد خواستن چیز دیگر ست و پرستش چیز دیگر است، عوام مسلمین برخلاف حکم شرع از اھل قبور مدد مے خواھند و پرستش نمیکنند و بت پرستاں مدد ھم میخواھند و پرستش ھم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کنند و طواف کنند یا نام او را بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او

کنند یا خود را بنده فلانی بگوید و هر که از مسلمانان جاهل با اهل قبور این چیزها بعمل آرد فی الفور کافر میگرداز مسلمانی مے برآید۔

(۳) دوم آنکه مدد خواستن دو طور مے باشد۔ اول مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے، مثل آنکه از امیر و بادشاه نوکر و گدا در مهماتے خود مدد مے جویند، و عوام الناس از اولیاء دعاء میخواهند که از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید این نوع مدد خواستن در شرع از زنده مرده جائزست۔

(۴) دوم آنکه بالاستقلال چیزے که خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش و باراں یا دفع امراض یا طول عمر، مانند این چیزهائے آنکه دعا و سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکه کفر است، و اگر از مسلماناں کسے از اولیائے مذهب خود خواه ز زنده باشد یا مرده این نوع مدد خواهد از دائره مسلماناں خارج می شود بخلاف بت پرستاں که همیں نوع مدد از معبودان باطل خود مے خواهند و آں را جائز مے شمارند۔

(۵) وآنچه بت پرست گفت که من هم از بتان خود شفاعت میخواهم چنانچه شما هم از پیغمبران و اولیاء شفاعت میخواهید پس دریں کلام هم دغل و تلبیس است زیرا که بت پرستاں هرگز شفاعت نمی خواهند بلکه معنے شفاعت را نمی دانند و نه در دل خود تصور می کنند، معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست که کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد و بت پرستاں در وقت درخواست مطالب خود از بتاں نمی گویند که سفارش بالحضور پروردگار جل و علا

نمیند و مطالب ماراازجناب او تعالٰی برآرید بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود میکنند۔

(٦) وآنچہ گفتہ است کہ ھر چہ مقصد شما از اھل قبور ست ھماں قسم مقصود من ھم از صورت کنہیا و کالکا است نیز خطا در خطاست زیراکہ در ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون ست البتہ مے باشد زیراکہ مدت دراز دریں بدن بودہ اند ولیہنا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ از طرف خود صورت ھا و سنگھاو درختاں و دریاھا راا اقرار مے دھند کہ صورت فلان است بےآنکہ آں چیز را تعلق باآں ارواح باشد یا بدن آنہار را در آنجا سوختہ گردد دریں قرارداد افترائی را ھیچ اثر نیست، آرے حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راہ رحمانیت خود میفرماید آنہا مے فھمند کہ از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالٰی کہ عالم الغیب والخفیات ست حالات بندگان خود را مے داند و در زندگانی آنہا حاجت روائی منظور ست از ھر خود راکہ صغیر السن ست میداند و در وقتیکہ از خدمت گار و دایہ خود چیزے می طلبد باو میدھ حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور نہ دارند و ھمچنیں است حال بتاں بلکہ حال اھل قبور نیز موافق قاعدہ اھل اسلام۔

(٧) وآنچہ مرقوم شدہ پس ھر گاہ کہ جواز استمداد از اھل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد ازپرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چکونہ باز خواھند؟

آمد پس فرق میان استمداد از اهل قبور و پرستش سیتلا و مسانی بچند وجہ است۔

(۸) اول آنکہ اهل قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگان بودہ اند و سیتلا و مسانی موهوم محض از وجود آنها معلوم نیست بلکہ بظاهر خیال بندئ ایں مردم ست۔

(۹) دوم آنکہ سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود آنها از قبیل ارواح خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند اینهارا با رواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت۔

(۱۰) سوم آنکہ استمداد از اهل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب مابر آرند و پرستش ایں چیز ها بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت ست کہ کفر محض ست۔[166]

ترجمہ: (۱) اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہئے پھر بفضل الٰہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

(۲) اول یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے، عوام مسلمین شرع کے ظاہری احکام کے خلاف اہل قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے، اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقرب ورد کرے یا جانور اس کے نام پر ذبح کرے یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے،

[166] (فتاوٰی عزیزی)

اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

(۳) دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے، اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے ہیں اور عوام الناس اولیائے کرام سے دعا کرتے ہیں کہ جناب الٰہی سے ہمارے فلاں مطلب کی استدعا کرو، اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔

(۴) دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جناب الٰہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے کہ جناب الٰہی سے دعاو سوال کرنے کی نیت ہو، جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا، اور اس کے مانند، اس قسم کی استمداد حرام مطلق بلکہ کفر ہے، اور اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں اس قسم کی مدد مانگے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۵) اور یہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء اللہ سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام میں بھی فریب اور دھوکا ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتا بلکہ شفاعت کے معنی بھی نہیں جانتا اور نہ اپنے دل میں تصور کرتا ہے، شفاعت کے معنی ہیں سفارش کرنے کے، اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض معروض کر دے، اور بت پرست اپنے مطالب کو بتوں سے طلب کرتے وقت

یہ نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل علا کے حضور میں کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے برلاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔

(٦) اور وہ جو کہا ہے کہ جو کچھ تمہارا مقصد اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصد بھی کہنیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کا تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان چیزوں کا ان ارواح کے ساتھ تعلق ہو، یا ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور اس بناوٹی قرارداد کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی اشیاء سے آگاہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے، جیسے مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دے دیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے موافق اہل قبور کا بھی۔

(٧) اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے؟ پس اہل قبور سے استمداد کرنے اور سیتلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔

(۸) اول یہ کہ اہل قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہوم محض ہیں، ان کے وجود کا کوئی علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔

(۹) دوسرے یہ کہ سیتلا اور مسانی کہ وجود کی تقدیر پر وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟

(۱۰) سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کر دیں، اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے جو کفر محض ہے۔

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ بر خلاف شرع سرسری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے غالباً اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے دراصل یہ لفظ بر خلاف ظاہر شرع ہو گا، یہ فقرہ یوں ہو جائے گا:

عوام مسلمین بر خلاف حکم ظاہر شرع از اهل قبور مدد میخواهند۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ استمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحاً شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اصول شرع کے خلاف بھی نہیں، چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو استمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

فتویٰ دوم استمداد بدعت حسنہ ہے

سوال: از انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شهدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موت شان استمداد بایں طور کہ یا فلان از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شود دعا برائے من بخواہ درست است یا نہ؟

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ: اے فلاں! حق تبارک وتعالیٰ سے میری مراد کی استدعا کرو اور میری شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ؟ ونیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرق استمداد اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است پس ظاھراً جواز ست زیرا کہ دریں صورت شرک نمے آید مانند استمداد از صلحاء بدعا و التجاء در حال حیات واگر بنوع دیگر است پس حکم آں موافق آں خواھد بود ودر حدیث برائے رواں شدن حاجت ایں قدر آمدہ است:

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلّم فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء فیحسن الوضوء ویدعوا بھذا الدعاء "اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔[167]

ترجمہ: جواب فوت شدہ بزرگوں سے استمداد خواہ قبروں کے نزدیک ہو یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ اور نیز استمداد کے طریقوں کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے، اگر استمداد اس طرح ہے جو سوال

---

[167] (رواہ الترمذی) (فتاویٰ عزیزی جلد اول)

میں مذکور ہے تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں جیسے صالحین کی حیات میں دعاو التجاء کے ساتھ استمداد کرنا، اور اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اس کے موافق ہو گا، اور حدیث شریف میں حاجت روائی کے لئے اس قدر آیا ہے ”حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے صحت بخشے، تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، بس یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اس نے کہا دعا کیجئے، راوی کہتا ہے کہ بس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کما حقہ کرے اور یہ دعا کرے:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔

الٰہی میں سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے جو نبی الرحمۃ ہیں میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد برلائے الٰہی! بس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمایئے۔ (مشکوٰۃ)

فتویٰ سوم جواز استمداد میں

استمداد بارواح بزرگان دو قسم است، قسم آن ست کہ با بزرگان زندہ ھم مانند آں بعمل مے آید۔ یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابہ فہمیدہ ایشاں را واسطہ درخواست مطالب خود سازد و ایشاں را مرتبہ بجز توسط اولیت در ذھن خود نہ نھد و مانند عینک پندارد و ھذا جائز بلا اشتباہ، و قسم آنست کہ توجہ مقصود بر ایشاں باشد و چناں پندارد کہ ایشاں در دھانیدن مطلب یادادن آں مستقل اند، و مرتبہ از قرب حق دارند کہ تدبیر الٰہی را تابع مرضی خود توانند ساخت و ھمیں

وسم ست کہ عوام بآں استمداد مے طلبند و ایں قسم شرک محض ست مشرکان زمان جاھلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط۔

ترجمہ: ارواح بزرگاں سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے، یعنی ان کی دعا کو اقرب الی الاجابۃ سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں، اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں، اور بلاشبہ جائز ہے، اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ حضرات مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں، اور قرب حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس عوام استمداد کرتے ہین اور یہ قسم شرک محض ہے، جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق

شاہ صاحب ممدوح تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الہی مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض وامثال ذالک رامشرکاں نسبت بارواح خبیثہ واصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موجداں از تاثیر اسماء الہیٰ یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحابندگان او کہ ھم از جناب اودر خواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے گھمند ودر ایمان ایشاں خلل نمے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنا، رزق وسیع ہونا، بیمار کا تندرست اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں خلل نہیں، کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موئثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر التفات محض بجانب حق ست واورا یکے از مظاھر عوام دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاھری نماید دور از عرفان نخواھد بود و در شرع نیز جائز ر رواست و انبیاء اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است نہ از غیر۔

ترجمہ: اگر التفات خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ اسباب و حکمت پر نظر کر کے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہو گا اور شرع میں بھی جائز و روا ہے، اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور در حقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو   کاں سبو را ھم مدد باشد ز جو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی ز خور   نور مہ ھم ز آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ دربارۂ استمداد

شیخ ابن تیمیہ جیسے مانعین استمداد کے منع و انکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبدالعزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارف اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں۔

حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

ھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ باحیا و اموات در مخوف مھالک مدد ھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ھا نمودہ است گاہ ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود۔

ازما و شما بھانہ بر ساختہ اند[168]

ترجمہ: اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف و ہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے۔

ازما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ہم اور تم سے بہانہ بنالیا گیا۔

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

(۱) اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے، کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو موہم شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) ان کے اعتقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے، وگرنہ اگر ان کا عقیدہ موہم شرک ہوتا تو الٹا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

---

[168] (مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفتر دوم، مکتوب ۵۸/ صفحہ ۲۵)

(۳)اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبان خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد اور کاربر آئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بامر حق دیگر ارواح طیبہ یا ملائکہ یاان محبوبان کی صور مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق دربارۂ استمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہ جہان بادشاہ کے مفتیٔ اعظم اور قاضی القضاہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے عاشق زار شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) ودر استعانت و استمداد از قبور فقہا را سخن ست ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت و اعتبار وتذکر موت بود یا برائے ایصال نفع و استغفار برائے موتی باشد چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است۔

(۲) ومشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرار ھم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء درعالم برزخ دائم و باقی ستو توسل واستمداد بارواح مدسہ ایشاں ثابت و موثر۔

(۳) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ مے گویند کہ ھر کہ درحیات وے بوے توسل وتبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جست۔

(۴) وایں سخن موافق دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث واجماع علماء ثابت است و متصرف در حیات وبعد از ممات روح ست نہ بدنی و متصرف حقیقی حق تعالیٰ ست، وولیات عبارت از فنا فی اللہ وبقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔

(۵) و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ مرات بامرات۔ و اولیاء راابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند وامداد وارشاد طالباں کنند۔

(۶) و منکراں را دلیل و برھان بر انکار آں نیست۔

(۷) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء رادیدمکہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات یا بیشتر۔

(۱) ازاں جملہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) و شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ودیگر رااز اولیاء نیز شمردہ۔ (رسالہ تکمیل الایمان)

ترجمہ: (۱) قبروں سے اعانت و مدد چاہنے کے بارے میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء علیہم السلام کی نہ ہوں عبرت و نصیحت اور یاد موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۲) اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے توسل واستمداد کرنا ثابت اور موثر ہے۔

(۳) اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں توسل اور تبرک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔

(۴) اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ولایت سے مراد فنافی اللہ اور بقاباللہ ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے۔

(۵) اور اہل کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ مزور کی ارواح سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ۔ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی امداد کرتے ہیں۔

(۶) اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

(۷) مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھا جو کہ اپنی قبر میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا زیادہ۔ منجملہ ان کے:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارۂ جواز استمداد

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵/ میں تحریر فرماتے ہیں:

استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطۂ مرشد خود کردہ الخ۔

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں، خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے؟

جواب: (۱) جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔

(۲) اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳) اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔

(۴) اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے:

استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیۃ۔

(۵) ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصور و تذکر سے قسم رابع ہے کیونکہ

اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے قسم خامس ہے۔[169]

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (سورة اليونس ١٨)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

اس آیت سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحاً قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا اس کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام پر چسپاں کرنا کفر ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شفاعت اور نفع و ضرر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہ راست انبیاء علیہم السلام و اولیا کرام سے مدد مانگنا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے براہ راست مانگنا بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے.

(١) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم اطلبوا الحوائج الیٰ ذوی الرحمة من امتی ترزقوا و تنجحوا فان اللّٰہ تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی

[169] (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

الرحمة من عبادی ولا تطلبوا الحوائج عند القاسیة قلوبهم فلاتر زقوا ولا تنجحوا فان اللہ تعالیٰ یقول ان سخطی فیهم۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے: اپنی حاجتوں کو میری امت کے مہرباں لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) تو تم دیئے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے مہربان بندوں میں ہے اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیئے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک میری ناخوشی ان میں ہے۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

(۲) عن عتبة بن غزوان قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم من اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ! اعینونی یا عباد اللہ! اعینونی، یا عباد اللہ! اعینونی وقد جرب ذالک۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جو چاہے مدد تو چاہیئے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!۔ طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اذانفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلیناد اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہیئے کہ پکارے، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

دیکھئے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے باوجود آیت **ایاک نعبدو ایاک نستعین** کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(۳) بہجتہ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کھڑاؤں میں وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اٹھا کر اونچا پھینک دیا وہ ہماری آنکھوں سے فوراًاوجھل ہوگئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہوگئی پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں؟ آپ نے فرمایا بے شک لے لو چنانچہ انہوں نے ایک سیر ریشم، چند ریشمی کپڑے، کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لا کر دے دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملی ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے، انہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا، اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف چل دیئے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہوگئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، دور سے ہم بھی دیکھ رہے

تھے، اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم محی الدین جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور ان سے امداد طلب کریں، ممکن ہے کہ آپ کی روحانی امداد سے ہم کو فائدہ پہنچے، بنا بریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کر دیں گے، چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنا شروع کی، یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المدد! جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوفزدہ ہو گئے اور جنگل بھی گونج اٹھا، ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لٹیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آ گئے ہیں جس سے یہ شور و غل پیدا ہوا ہے، ابھی ہم اپنے خیالوں میں تھے کہ چند آدمی ان کی طرف سے ہماری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو، اور جو مصیبت اس وقت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو دیکھو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں، کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، الغرض انہوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، کسی اللہ کے مقبول بندے نے تمہاری امداد کی ہے، ہم نے کنایۃً اس راز کا انکشاف کیا، جب ان لٹیروں نے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہو گئے، خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہو گئے۔

بستان المحدثین میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ ابو العباس احمد زروق رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ دو شعر تحریر کئے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاته　　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبته

ترجمہ: میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة　　　فنادبیازروق اتی بسرعته

ترجمہ: اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو تو یازروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

اولیاءاللہ کا فیض جس طرح ان کی دنیوی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے لہٰذا ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور ان سے امداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے سینکڑوں حاجت مند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات استمداد کردہ می شود بوی بعد وفات۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے ساتھ استمداد کی جاتی ہے زندگی میں اس سے استمداد کی جاسکتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء مشائخ دیار مغرب است گفت کہ از روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حیی اقویٰ است یا امداد میت من گفتم کہ قومے می گویند کہ امداد حیی قوی تراست و من می گویم کہ امداد میت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست۔

ترجمہ: سیدی احمد زروق جو بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخ دیار مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مردہ کا؟ میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ امداد زندہ کی زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے کیونکہ وہ بساط حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالت زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت وبزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعے جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پورا کر دیں[170]۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے طفیل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں.

چنانچہ مشارق الانوار میں ہے:

شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کر دیتے ہیں، کیونکہ عالم برزخ میں ان کے اختیارات وسیع ہو جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں ان کو اس کا اس قدر ثواب ملتا ہے ج قدر ان کو عالم برذک میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

---

[170] (مشارق الانوار ص ۸۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود وزیارت ازاں جا انجذاب دریوزہ کند۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصول جذب کی بھیک مانگے۔

اہل روم کا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے مدد مانگنا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (حکم واسد الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلب باراں کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے۔

(۱) شیخ طفیل منبجی علیہ الرحمہ

(۲) شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمہ

(۳) شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ

(۴) شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ

یہ روایت راقم نے کتاب "شذرات الذهب فی احوال من ذهب" میں بھی دیکھی ہے، مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی در قبر خود مثل احیاء تصرف میکند۔

ترجمہ: شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب صفۃ الصفوہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عن احمد بن الفتح قال سالت بشراً عن معروف الکرخی قال فمن کانت له حاجة فلیات قبره و یدع فانه یستجاب له ان شاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ: حضرت احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بشر حافی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے معروف کرخی علیہ الرحمہ کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول ہو گی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحق معروف کرخی میری حاجت کو پورا کر، قبول ہو گی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:

(۵) امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

(۶) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماء وفضلاء حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس آجاتے۔

ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

انی اتبرک بابی حنیفۃ واجیی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و سالت اللّٰہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضیٰ سریعاً۔(ردالمختار)

ترجمہ: میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔(خیرات الحسان)

(۷) ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے واسطے تریاق اکبر ہے، جس نے آپ کے طفیل سے بدرگاہ رب العالمین دعا مانگی، اس کی مراد بر آئی۔

(۸) شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ تزکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

شیخ ابو نصر سراج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا، چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے ک ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضہ ء مبارک کے پاس لاکر رکھتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔(تذکرۃ الاولیاء)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں جن سے لوگ فیض وبرکت حاصل کر رہے ہیں، مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری، بمقام میترانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد حضرت مولانا مست علی نقشبندی قادری، اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی، سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی، دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت نظام الدین اولیاء، کلیر شریف میں حضرت علاؤالدین صابر، چورہ شریف میں حضرت نور محمد و فقیر محمد وغیرہ۔

استفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیاء کا طریقہ

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارت قبرے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو سینہ میت نماید و سورۂ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار و در وقت آمدن بمقبرہ ایں الفاظ بگوید السلام علیکم اھل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم وانا ان شاءاللہ بکم اللاحقون۔ واگر قبرے بزرگے از اولیاء و صلحاء باشد روے سوئے سینہ آں بزرگ کردہ بنشیند وبست ویکبار بچہار ضرب سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح گوید و سورۃ انا انزلنا سہ بار بخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینہ آں بزرگ آرد و برکات در دل ایں زیارت کنندہ خواھد رسی۔(فتاویٰ عزیزی)

ترجمہ: جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورۃ الفاتحہ ایک بار اور سورۃ الاخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے:

السلام علیکم اھل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم وانا ان شاءاللہ بکم اللاحقون۔

”سلامتی ہو تم پر اے اس مقام والو! مومنوں اور مسلمانوں سے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے اور ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں۔“

اور اگر اولیاء و صلحاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کی قبر ہو تو اپنا منہ اس کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی۔

طریق استمداد

حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

بعضے از اھل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں بتواتر شدہ، طریق استمداد از ایشاں آن است کہ جانب سر قبر او سورۃ البقر انگشت بقبر نہادہ مفلحون بخواند، باز بطرف پائین قبر بیاید و امن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت! من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجائے کنم و دعائے شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نماید، باز رو بقبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواھد و کسانیکہ کمال ایشاں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافت کمال آنہا بھاں طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بداند کہ ایں قبر از اھل صلاح و کمال ست لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔ (رسالہ فیض عام)

ترجمہ: بعض اہل قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر ہو چکا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان کی قبر کے سرہانے قبر پر انگلی رکھ کر سورۂ بقر مفلحون تک پڑھے پھر پائنتی کی طرف آئے اور امن الرسول آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے: اے حضرت! میں

فلاں کام کے لئے جناب الٰہی میں التجاء کرتا ہوں اور دعا۔ آپ بھی دعا اور شفاعت سے میری امداد کرو، پھر روبقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جناب باری تعالیٰ سے چاہے، اور جن کا کمال معلوم نہیں اور شہرت و تواتر کو نہیں پہنچا ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ و درود اور ذکر سبوح کے بعد اپنے دل کو صاحب قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہل صلاح و کمال کی قبر ہے، لیکن استمداد مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہیئے۔

شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ ضمیمہ ٔمقامات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یک باریک پہلو شل شد استمداد از روح حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نمودم ھموں وقت صورت شریف ایشاں را معلق در ھوا دیدم کل آں بیماری سلب نمودند۔

ترجمہ: ایک بار میرا پہلو شل ہو گیا میں نے حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی میری تمام بیماری سلب کر لی۔

انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض

ضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسل

حافظ ابن القیم اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان میں نقل فرماتے ہیں ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے،

انہوں نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھ کر ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں جدا جدا کھودیں، جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا، اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس مردے کو کس امید پر رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے، پھر پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر پوچھا کہ ان کے جسم میں کچھ تغیر تو نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اور بعد از وصال حصول مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ الاسلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے رہے، اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرما دیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی برکت

تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر چل دیئے، جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے، بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا، آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آکر بتلائے، ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو تو میرا تابوت جس میں میری لاش ہوگی اپنے ہمراہ لے جانا ورنہ راستہ نہیں ملے گا، آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاتی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے، آپ نے پوچھا، وہ کیا ہے، کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں، آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کر لو ہم اس کی آرزو پوری کریں گے، چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کر لیا، اس نے اسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے، انہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں:

(۱) تابوت یوسف نبی علیہ السلام سے استمداد کرنے کی مشروعیت۔

(۲) خود حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے تابوت سے استمداد کرنے کی وصیت کرنا۔

(۳) بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبیٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبر سے نکل کر سائل کے لئے دعا کرنا

علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوٰی حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نقل الیافعی وغیرہ عن الشیخ الکبیر ابی عبداللہ القرشی انہ وقع بمصر غلاء کبیر فتوجہ للدعاء برفعہ فقیل لا تدع فلا یسمع لاحد منکم فی ھذا الامر دعاء فسافرت الی الشام فلما وصلت الی قریب من ضریح الخلیل علیہ و علی نبینا افضل الصلاۃ و السلام تلقانی فقلت یا رسول اللہ اجعل ضیافتی عندک الدعاء لاھل مصر فدعالھم ففرج اللہ عنھم۔

ترجمہ: امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو، اس باب میں تم میں سے کسی کی نہ سنی جائے گی، شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا، جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ میری میزبانی وضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کر دی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائش رزق بھی ہوتا ہے۔

روضہء رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے امداد مانگنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک و العذراء یدمی لبانھا　　　و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

ترجمہ: ہم حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہہ رہا ہے اور بچوں والیاں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں۔

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا   واین فرار الخلق الی الی الرسل

ترجمہ: حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے اور مخلوق بھاگے تو بجز رسولوں کے پاس کہاں بھاگے۔

اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس کی التجاء کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ مینا برسنا شروع ہو گیا۔ (بیہقی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ:

"اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو بے شک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے؟"

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ   ثمال الیتامیٰ عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے جو یتیموں کا ماوی اور بیواؤں کا ملجا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا چہرہء انور خوشی وشادمانی سے دمکنے لگا۔
(بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس سے کبھی خوش نہ ہوتے، اور ابوطالب کے قصیدہ گوئی کا منشاء جس میں آپ کا وہ شعر ہے جسے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے پڑھوا کر سنا یہ تھا کہ قریش حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو ابوطالب نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے توسل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا، حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا، اس پر ابوطالب نے یہ قصیدہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہء رسول کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قحط اھل المدینۃ قحطاً شدیداً فشکوا الی عائشۃ فقالت انظروا الیٰ قبر النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فاجعلو منہ کوا الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف ففعلوا فمطروا۔ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو الجوازء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا، فرمایا کہ روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر جاؤ اور چھت میں سوراخ کر دو تاکہ رحمتہ للعالمین کے روضہء مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہو گئی۔

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآن مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو "پیر پرست" کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ، اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں، غرض اس روایت سے توسل بالفعل ثابت ہوا، اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبس، حسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس بس چیز موجب رحمت ہے اس لئے ہم پر رحم فرمائیے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص نے روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی: "یارسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیئے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے"، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا ہوشیار رہو، وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، آپ زار زار رونے لگ گئے، پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یااللہ! میں قصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں۔[171]

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلب بارش کے لیے روضہء مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں یہ دکھلانا کہ حضرت

---

[171] (بیھقی، ابن ابی شیبہ، جذب القلوب)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، اور پھر اس اعرابی کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) محمد بن حرب ہلالی (بروایت عتبی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جاکر روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، یہ کہہ کر وہ زار و قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا۔

یاخیر من دفنت فی القاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع الاکم

ترجمہ: اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔

روحی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

ترجمہ: میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ اعرابی چلا گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دیکھا، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مجھے فرمایا کہ اس اعرابی کو جا کر بشارت دو، کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔[172]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روضہ ٴرسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کو مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا وصال کے بعد آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم امور دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

(۵) احمد بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک ادھر اُدھر پھرتا رہا، جس سے میں بے حد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہو گیا، لاچار مدینہ منورہ میں آکر روضہ ٴرسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کیا، پھر میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا، خواب میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا، اے احمد! کیا حال ہے؟ عرض کیا یا حضرت میں بھوک سے بے تاب ہو کر آپ کا مہماں ہوں، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔[173]

---

[172] (ابن عساکر، ابن جوزی، ابن کثیر، مواہب اللدنیہ اور خلاصت الوفاء)
[173] (جذب القلوب)

(٦) ایک شخص مدینہ منورہ میں آکر پانچ روز تک ٹھہرا لیکن کھانے کے لئے کہیں کچھ نہ ملا، آخر روضہ ء رسول پر حاضر ہو کر سلام کر کے عرض کیا؛ یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں آپ کا مہمان ہوں، یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا، وہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں، مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لارہے ہیں، میں نے اُٹھ کر اسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔[174]

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے زمانہ مبارک میں مہمان آکر کھانا کھاتے تھے، اسی طرح آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

(٧) امام ابو بکر بن مقری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے، خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا، ایک دن عشاء کے وقت میں روضہ ء مقدسہ پر جا کر یوں عرض کیا: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہم بھوک سے بے تاب ہو گئے ہیں، اب آپ کے مہمان ہیں، یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا، میں اور ابوالشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا، ایک مرد علوی نے آکر دستک دی، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ شخص ہاتھوں میں دو تشتریاں کھانے اور چھواروں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں، انہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[174] (جذب القلوب، صفۃ الصفوہ)

وَاٰلہ وَسلَّم کے حضور میں شکایت کی تھی، کیونکہ مجھے خواب میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جاکر ان کے ساتھ کھاؤ۔[175]

(۸) **حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنۃ و البدعۃ** میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ:

"ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (سکہ) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے، شیعہ دکاندار نے ہمیں سنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابو بکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہر گز نہیں کہوں گا، غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کا جواب دیتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے جوش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتا ہے، اس دکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا میں روتا ہوا روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر جاکر یوں فریادی ہوا، "یا رسول اللہ ﷺ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر حاضر ہوا ہوں، خدارا میری مدد کیجیے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی، خواب میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں، گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی، میں نے آپ ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس دکاندار نے پہچان کر آواز دی، میں نے اس کے

---

[175] (دارمی، کتاب الوفاء، جذب القلوب)

پاس جا کر کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا میں بے شک وہی ہوں جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں یہ تو ناممکن کام ہے میں نے اپنے بینا ہونے کا تمام قصہ بتلایا، وہ یہ سن کر مع اہل و عیال کے اپنا مذہب چھوڑ کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہو گیا۔

یا محمد من بے سر و ساماں مددے
قبلہ ءدیں مددے کعبہ ءایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! مجھ بے سر و سامان کی مدد فرمایئے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتیٔ اُمت بکف ھمت تست
اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ماگدائیم تو سلطان دو عالم شدہ　　شاہ شاھاں مددے شاہ گدایاں مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دو جہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

لیس لی غیرک یا سید مکی مدنی
سوئیم افگن نظرے بر من حیراں مددے

ترجمہ: اے میرے مکی مدنی آقا! میرے لئے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میری طرف نظر رحمت فرمایئے اور مجھ حیران کی مدد فرمایئے۔

عاصیم پر ز گناھیم و غریبی داریم

رحم فرما بہ غریبی غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہگار ہیں، گناہوں سے پر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجیئے۔

(۹) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شواہد الحق میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرف حاضری پایا تو روضہ ء مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

في حالة البعد روحي كنت ارسلها تقبل الارض عني فهي نائبتي

وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامدد يمينك كي تحظي بها شفتي

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فمديده الشريفة من الشباك فقبلها۔

یعنی جب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم سے دور تھا تو اس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرک حاصل کرے، لیکن اب تو میں خود آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکالئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے اسی وقت اپنا دست مبارک روضہ ء مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اس کو بوسہ دیا۔

دیکھئے روضہ ءرسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے اب تک لوگ ویسے ہی فیض پا رہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا، غرض آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے، اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری　　بدرگاھش بیاؤ ھر چہ میخواھی تمنا کن

ترجمہ: اگر دنیا اور آخرت کی خیریت کی تجھے آرزو ہے اُن کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ اور آرزو کر تجھے سب کچھ ملے گا۔

عاشق رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم　　کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
کچھ نہیں ہے پاس اور راہ عدم در پیش ہے　　آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
نقد توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن　　نفس نے مجھ کو تو لوٹا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
کون سا وہ کار بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا　　میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
سر پہ گٹھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو　　تم سے آکر کیا کہوں گا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی　　میں رہا پابند دنیا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
جز خطا مجھ سے نہ کوئی بھی ہوا کار ثواب　　کون ہے بدکار مجھ سا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
میں غریق بحر عصیاں ہوں کرم کی ہو نظر　　پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
آپ ہی اپنے در اقدس پہ جب رہنے نہ دیں　　پھر کہاں میرا ٹھکانہ یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

امت عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں ناخدا کا کیا بھروسہ یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا ہو میرے سر پر بھی سایہ یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشید محشر تیز جب چہرۂ انور دکھانا یا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

عام موتیٰ کے لئے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت

انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرک ہوتی ہے، اس لئے عوام و خواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم ان کے مزار کے قریب دفن ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہم گناہ گاروں کو بخش دے، یہ بھی ایک طرح سے استمداد باولیاء اللہ ہے، بہر کیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی۔

دیکھئے جب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں، بھلا جو شخص آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے قریب دفن ہو گا وہ کس طرح آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے، یہی برکت اولیائے کرام کے مزارات کی ہے م بنابریں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضہ ءمقدسہ کے پاس دفن ہونا

جمال موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ءمبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سارو پیہ خرچ کیا، جب جگہ مل گئی تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پر یہ

لکھنا کہ ایک کتا دہلیز پر پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظر عنایت سے جو ان پر ڈال رہا ہے محروم نہ کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

منکرین استمداد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اس کا جواب

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ھیں از و خواھید نے از غیر او　　　آب در یم جو مجو از خشک جو

ترجمہ: ارے اُس سے مانگو اُس کے غیر سے مت مانگو، پانی سمندر سے ڈھونڈو خشک نہر سے مت ڈھونڈو۔

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم سے اُن کے اپنے غیر مقلدانہ عقائد کی تائید ہوتی ہو اگرچہ وہ ظاہری مفہوم صاحب کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو، اس بنا پر وہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا شعر کو استمداد باولیاء اللہ کی تردید میں پیش کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی، ولی، غوث، قطب، ابدال سے استمداد و استعانت نہ کرو، اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک فریب ہے جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں استمداد کا زیر بحث مسئلہ ہی مراد نہیں، بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دست

سوال درازنہ کرو کسی صنم و متمول اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عار اختیار کرو، بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو کہ متوکلین کی شان یہی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

من سال الناس امو الهم تكثر افانما يسئل جمر افليستقل او ليستكثر

یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگار مانگ رہا ہے خواہ تھوڑے مانگے یا زیادہ۔ (مشکوٰۃ)

مايزال الرجل يسال الناس حتیٰ ياتی يوم القيامة ليس فی وجهه مضغتةً لحم۔

یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہو گی۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

ليسال احدكم ربه حاجة كلها حتیٰ يسال شسع نعله اذاانقطع۔

یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے۔ (مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اس قسم کی طلب اور سوال سے منع فرما رہے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں نہی وارد ہوئی ہے، کہ وہ دوں ہمتی اور عدم توکل پر مبنی ہے، اور اولیاء اللہ سے فی الحیات اور بعد الممات استمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے جس کو اس طلب و سوال سے کوئی نسبت نہیں، مولانا کے اس مدا کا تعین یہ دوسرا شعر کر رہا ہے جو اس کے آگے فرمایا ہے:

ور بخواھی از د گرھم اودھد بر کف میلش سخاھم اونھد

یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکلین کو توکل کی تعلیم دینا مقصود ہے نہ کہ اولیا اللہ سے استمداد و استعانت کرنے کو غیر شرع ٹھہرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سر تاج ہیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ استمداد باہل قبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اسلاف کا اہل باطن کے قبور سے بطریق مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اشغال سے ہے، چنانچہ شاہ اسحٰق محدث دہلوی نے شیخ عبد الحق دہلوی علیہما الرحمہ کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم او الانبیاء علیهم السلام فقد انکره لثیر من الفقهاء و اثبته المشائخ الصوفیة قدس اللہ اسرارهم و بعض الفقهاء رحمته اللہ تعالیٰ علیهم الخ۔

یعنی استمداد باہل القبور سوائے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیاء کرام اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔(مائۃ المسائل)

پس مولانا کے کلام سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلاف مسلک ہو ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتب نہیں ہو سکتا۔

فوت شدہ بزرگان دین ک قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات

ان واقعات و نظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہتا ہے کہ پلے چند اکابر ملت کے بیانات استمداد و اعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ تعالیٰ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جواہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے حاصل کی، یہ جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے، یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے، اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے، اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہرگز اجازت حاصل نہ کرتے، دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امداد طلب کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

نادعلی سات بار، یا تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ نادعلی یہ ہے:

نادعلیا مظہر العجائب تجدہ عونالک فی النوائب، کل ھم و غم سینجلی بو لیتک یا علی یا علی یا علی!

ج کا ترجمہ یہ ہے: "پکار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں، تم ان مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤ گے، ہر ایک فکر اور غم اے علی! اے علی! آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا۔"

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا

عن علی ابن ابی طالب قال لما مات رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم و دفن جاءت فاطمۃ فاخذت قبضۃ من تراب القبر فوضعتہ علی عینیھا و بکت

ماذا علی من شم تربۃ احمد   عن لا یشم مدیالزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انها　　　　صبت علی الایام عدن لیالیا[176]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا انتقال ہوا اور وہ دفن کئے گئے تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضے پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے:

ماذا علی من شم تربۃ احمد　　　　عن لا یشم مدیالزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها　　　　صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبر احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے، مجھ پر وہ مصیبتیں گریں کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں تو وہ رات بن جاتے۔ (وفا ابن جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر جاکر اظہار مصائب کرنا جائز ہے، بلکہ مسنون ہے۔

قبور اکابر سے استفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری مالکی المشہور بابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں لکھتے ہیں:

فمن اراد حاجۃ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالیٰ و خلقہ و قد تقرر فی الشع و علم مالله تعالیٰ بھممن الاعتناء و ذالک کثیر مشھور وما زال الناس من العماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقاً ومغرباًیتبر کون بزیارۃقبورھم ویجدون برکۃ ذالک حسا و معنی۔

---

[176] (رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

ترجمہ: جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ بزرگان دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسل کرے اس لئے کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں، اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ ء خاص ہے، یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے، ہر زمانے کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازیں کہ علماء مشرق ہوں یا مغرب بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے فیض وبرکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہراً و باطناً محسوس کرتے رہے ہیں۔

تشفع و توسل آئمہ دین کا معمول ہے

امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء میں تحریر فرماتے ہیں:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علماء المحققین من ائمۃ الدین۔

ترجمہ: ارباب بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالم حیات میں تھی، صالحین کی قبور کے پاس جا کر دعا کرنا اور ان کی شفاعت چاہنا، علمائے محققین اور ائمہ دین کا معمول ہے۔ (رواہ فی مدخل)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر اہل روم استمداد و استسقاء کرتے ہیں:

ابو ایوب انصاری غزیٰ قسطنطنیۃ فی خلافۃ معاویۃ مع ولدہ یزید فقتل ھنا لک و دفنہ المسلمون فی اصل سور البلد قال الراوی فالروم یزورون قبرہ و یستسقون بہ اذا قحطوا۔ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے اور وہیں شہید ہوئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑھ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (اسد الغابۃ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت

اوی اقبل مروان یوما فوجد اجلا و اضعاً و جهه علی القبر فقال اتدری ما تصنع؟ فاقبل علیه فاذا ابو ایوب انصاری فقال جئت رسول اللّٰه و لم أت الحجر ة سمعت رسول اللّٰه صَلی اللّٰه تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم یقول لا تبکوا علی الدین اذا و لاه اهله و لکن ابکوا علی الدین اذا و لاه غیر اهله۔[177]

ترجمہ: مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہء رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا منہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا) کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دین پر نہ رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو جو اس کے قابل ہو، لیکن تم دین پر اس وقت رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو اس کے قابل نہیں ہے۔

---

[177] (رواہ احمد والحاکم)

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

(اول) رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم یا بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ء مبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

(دوم) اہل اللہ کے مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ء مبارک پر اپنا منہ رکھا تھا، لہٰذا اصحابہ کا فعل حجت ہے.

چنانچہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: یعنی میرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

(سوم) اگر کوئی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزاروں پر منہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق روناچاہیۓ جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے

ابن حاج مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَظِيمُ جَنَابِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسلِ - صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَيَأْتِي إِلَيْهِمْ الزَّائِرُ ـــــــــــــــــــــ ثُمَّ يَتَوَسَّلُ إِلَى اللّٰہِ تَعَالَى بِهِمْ فِي قَضَاءِ مَآرِبِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَيَسْتَغِيثُ بِهِمْ وَيَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْهُمْ وَيَجْزِمُ بِالْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ وَيُقَوِّي حُسْنَ ظَنِّهِ فِي ذٰلِكَ فَإِنَّهُمْ بَابُ

اللہِ الْمَفْتُوحِ، وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ الْوُصُولِ إلَيْهِمْ فَلْيُرْسِلْ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَذِكْرِ مَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ مِنْ حَوَائِجِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَسَتْرِ عُيُوبِهِ إلَى غَيْرِ ذَلِکَ، فَإِنَّهُمْ السَّادَةُ الْكِرَامُ، وَالْكِرَامُ لَا يَرُدُّونَ مَنْ سَأَلَهُمْ وَلَا مَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ، وَلَا مَنْ قَصَدَهُمْ وَلَا مَنْ لَجَأَ إلَيْهِمْ۔[178]

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں اپنی قضائے حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں، اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پوری کرتا ہے، اور جو ان کے مزار مبارک پر حاضر نہیں ہو سکتا وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے، مغفرت کی دعا کرتا ہے، ستر عیوب کا آرزومند ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں، بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے، جو ان سے توسل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا، جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا۔

اہل اللہ تعالیٰ کی قبر سے فیض حاصل کرنا

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذب فیض و دریوزہ کند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اس جگہ سے حصول فیض کی بھیک مانگے۔

---

[178] المدخل لابن الحاج مکی ج ۱ ص ۲۵۸

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

انه قال لابی جعفر المنصور لما ساله عن استقبال القبر حین الدعاء فقال الامام مالک له ولم تصرف وجهک عنه وهو وسیلتک و وسیلة ابیک آدم قبلک بل استقبله و تشفع به فیشفعک اللہ۔

ترجمہ: ایک روز امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو، وہ تمہارا وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا۔

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی ہے۔(عبدالعزیز مصحح)

استمداد قبور پر ایک جامع تقریر

شیخ الاسلام **کشف الغطا** میں تحریر فرماتے ہیں:

واین امریست ثابت و مقرر نزد مشائخ صوفیہ از اھل کشف و کمال تاآنکہ گویند اکثرے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ، امام شافعی گفتہ کہ قبر موسی کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را حجۃ الاسلام گفتہ ھر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ شود بودے بعد از ممات، و امام رازی گفتہ چوں مے آید زائر نزد قبر حاصل مے شود نفس اورا تعلق خاص بقبر چناں کہ نفس صاحب قبر را و بسبب این دو تعلق حاصل مے شود میان ھر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس صاحب مزار قوی

تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر بعکس بود بر عکس شود، و در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ مے شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس احیارا ازاموات بدرستی کہ نفس مفارقہ راتعلقے است بہ بدن و بہ تربتے کہ دفن کردہ شدہ است دراں۔ پس چوں زیارت مے کنند زندہ آں تربت راو متوجہ مے شود بسوئے نفس میت حاصل مے شود میان ھر دو نفس ملاقات و اضافات، و اختلاف کردند دریں کہ امداد حی قوی تر است از امداد میت یا بالعکس؟ مختار بعض محققان ثانی ست و دریں باب بعضے روایت مے کنند کہ فرمود آنحضرت صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلم ہچوں متحیر شوید شمادر امور یعنے برآمد کار پس وجوئید ازاصحاب قبور۔

ترجمہ: اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت مسلم ہے اہل کشف و کمال سے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ اکثر کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے، اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کر سکتے ہیں، اور امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحب قبر کے نفس کو ہوتا ہے، اور ان دو تعلقوں کے سبب سے دونوں نفسوں کے مابین ملاقات معنوی اور خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، پس اگر صاحب قبر کا نفس قوی ہے تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس ہو تو بر عکس ہوتا ہے، اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت قبور سے اور زندوں کے متوفیوں سے استمداد کرنے سے نفع ملتا ہے، بلاشبہ جدا ہونے والے نفس کو بدن کے

ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہے تعلق ہے، پس جب کوئی زندہ آکر قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی امداد مردہ کی امداد سے قوی تر ہے یا بالعکس، بعض محققین کا مختار یہ ہے کہ متوفی کی امداد قوی تر ہے، اور اس بارہ میں بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو یعنی کار برآری میں مشکل پیش آئے، تو اہل قبور سے مدد مانگو۔

استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اما استمداد باھل قبور در غیر نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم یا غیر انبیاء علیہم السلام مزکر شدہ اند، زیرآنکہ بسیاری از فقہاء مے گویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی و استغفار برائے ایشاں و رسانیدن نفع بایشاں بہ دعا و استغفار و تلاوت قرآن، و اثبات کردہ اند آنرا مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم و بعضے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم۔ و ایں امر محقق و مقرر ست نزد اھل کشف و جمال از ایشاں تاآنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مر اجابت دعا را۔

(۳) وحجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ھر کہ استمداد کردہ مے شود بوے۔۔۔۔۔در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات۔

(۴) ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را مشائخ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ھائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ما و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ اند و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

(۵) سیدی احمد بن رزوق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ دیار مغرب ست گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمے از من پرسید امداد حی قوی است یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی ترست و من میگویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست و در حضرت اوست۔

(٦) و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف ایں باشد ایں ردمے کند۔

(۷) و تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بر زئراں و و احوال ایشاں ثابت و ارواح کاملہ را قربے و مکانے در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامت و تصرف در عوام

حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را دراں باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانہ وھمہ بقدرت اوست وایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات، پس اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بواسطت یکے از دوستان حق بمکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانچہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ھر دو حالت مگر حق را جل جلالہ وعم نوالہ ونیست چیزے کہ فرق کند میان ھر دو حالت۔

(۸) و یافتہ شدہ است دلیل براں در شرح بخاری شیخ ابن حجر در شرح حدیث: لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجدًا گفتہ است ایں بر تقدیر یست کہ نماز گزارد بجانب قبر از جہت تعظیم وے کہ حرام است باتفاق، واما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبر یا صالح ونماز گزاردن نزد قبر وے نہ بقصد تعظیم قبر و توجہ بجانب قبر بلکہ بہ نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت بہ برکت قرب و مجاورت مرآں روح پاک را حرجے نیست درآں۔

(۹) ودر آخر باب چیزے بیاید متعلق بایں سخن وتمام گردد ایں بحث ان شاءاللہ تعالٰی در کتاب جہاد ودر قصہ مقتولان بدر۔ واما استمداد باھل قبور منکر شدند آں را بعض فقہاء اگر انکار از جہت آن است کہ سماع و علم نیست ایشاں را بزائراں واحوال ایشاں پس بطلان او ثابت شدہ۔

(۱۰) واگر سبب آں ست کہ قدرت و تصرف نیست مر ایشاں را دراں موطن تامدد کنند بلکہ محبوس و ممنوع اند و مشغول بآنچہ عارض شدہ است مر ایشاں رااز محنت و شدت آنچہ باز داشتہ است از دیگراں، ممنوع کہ ایں کلیہ باشد خصوصاً درشان متقین کہ دوستان خدااند شاید کہ حاصل شود ارواح ایشاں از قرب در برزخ و منزلت و قوت و قدرت بر شفاعت و دعا و طلب حاجات مر زائراں راکہ متوسل اند بایشاں چنانچہ روز قیامت خواھد بود و چیست دلیل بر نفی آں۔

(۱۱) و تفسیر کردہ است بیضاوی آیت کریمہ والنازعات غرقاًالایہ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ مے شوند از ابدان و نشاط مے کنند بسوئے عالم الملکوت و سیاحت مے کنند دراں پس سبقت مے کنند وحظائر قدس پس مے گردند بشرف وقوت از مدبرات۔

(۱۲) ولیت شعری چہ مے خواھند ایشاں استمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکراند آں رااز آنچہ ما مے فہمیم ازاں ایں است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کنند خدارا و طلب مے کنند حاجات خود رااز قرب جناب عزت و غناء وے و توسل مے کنند بروحانیت ایں بندۂ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے وے مے گوید خداوندا بہ برکت ایں بندۂ ت کہ رحمت کردہ بروے وا کرام کردہ اورا بلطف و کرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مراکہ تو معطی کریمی، یاندا مے کند ایں بندۂ مقرب راکہ اے بندۂ خداوولی وے شفاعت کن مراوبرخواہ از

خدا کہ بدھد مسول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا۔ پس معطی و مسئول ومامول پروردگار ست تعالٰی و تقدس و نیست ایں بندہ درمیاں مگر وسیلہ، نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ واولیاءاللہ فانی وھالک اند، در فعل الٰہی و قدرت سطوت وے نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ دراں ھنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

(۱۳) واگر ایں معنیٰ کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بماسوٰی حق باشد چنانکہ منکر زعم مے کن پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع ست در دین۔ و اگر میگویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شد و بروں آوردہ شدند ازاں حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالت حیات چیست دلیل برآں؟

(۱۴) یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شدند از آفات بعد از ممات، پس ایں کلیہ نیست بردوام و استمرار آں تا روز قیامت نہایت ایں کہ ایں کلیہ نباشد و قاعدہ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستھلک باشند در لاھوت حق چنانچہ ایشاں را شعوری و توجہی بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفی و تدبیری در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاھر مے گردد نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اھل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے

توجہ بحضرت حق والتجاء بجانب وے تعالیٰ ست چنانکہ عوام وجاھلاں و غافلاں اعتقاد دارند وچنانکہ مے کنند آنچہ حرام ومنہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مرآں را و نماز بسوئے وے وجز آں کہ ازاں نہی و تحذیر واقع شدہ است، ایں اعتقاد وایں افعال ممنوع و حرام خواھد بود، و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است، وحاشا از عالم شریعت وعارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را وایں فعل را بکند۔

(۱۵) وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اھل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر ست ومذکور ست در کتب ورسائل ایشاں و مشھور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آں راذکر کنم وشاید کہ منکر متعصب سود نکند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک۔

(۱۶) سخن دریں جا از وجہ علم وشریعت است آری مروی ومسنون در زیارت، سلام بر موتی واستغفار مر ایشاں راوقرات قرآن است ولیکن دراینجا نہی از استمداد نیست۔ پس زیارت برائے امداد موتی و استمداد ایشاں ھر دو باشد بر تفاوت حال زائر ومزور۔

(۱۷) باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین کہ ایشاں احیا اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق واولیاء بحیات اخروی معنوی، وکلام دریں مقام بحد اطناب و تطویل کشید بر رغم منکراں کہ در قرب ایں زماں ایں فرقہ پیدا شدہ منکر استمداد واستعانت را از اولیائے خدا کہ نقل

کردہ شدہ اندازیں دار فانی بدار بقاو زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و ھر مردم راازاں شعور نیست و متوجہان بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام مے دانند و مے گویند آنچہ میگویند۔

ترجمہ:(۱) لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے استمداد کو صحیح تسلیم کیا ہے اور بعض فقہا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی اس کو مانا ہے، اور یہ امر ثابت و مسلم ہے اہل کشف و کمال کے نزدیک حتیٰ کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(۳) اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی استمداد کی جاسکتی ہے۔

(۴) اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو بزرگ اور شمار کئے اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ جو دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔

(۵) سیدی احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ جو دیار مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا متوفی کی؟ میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندی کی امداد قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ متوفی کی امداد زیادہ قوی ہے، پس شیخ نے کہا! ہاں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اور ان کے حضور میں ہیں۔

(۶) اور اس بارے میں ان حضرات صوفیاء وفقہاء عظام کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر و شمار نا ممکن ہے، اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے۔

(۷) اور بتحقیق ثابت ہوا ہے آیات واحادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواح کاملہ کو جناب حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا، یا اس سے زیادہ، اور اولیاء کو لوگوں میں تصرف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح کو ہی حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرف حقیقی محض خداوند عزشانہ ہی ہے اور سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہیں، پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسل سے دی جائے اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھا اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرف خاص خداوند تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں۔

(۸) شیخ ابن حجر کی بخاری شریف کی شرح میں اس پر دلیل موجود ہے آپ نے درج ذیل حدیث کی شرح میں:

لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذو اقبور انبیائھم مساجدًا۔

"لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

فرمایاہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق، لیکن کسی پیغمبر علیہ السلام یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کرکے بلکہ اس سے مدد لینے کی نیت سے تا کہ اس روح پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۹) اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب جہاد میں اور مقتولان بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی لیکن استمداد باہل قبور سے جو بعض فقہاء منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار اس لحاظ سے ہے کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال و سماع کا علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا۔

(۱۰) اور اگر اس سبب سے ہے کہ قدرت و تصرف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تا کہ مدد کر سکیں بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو مانع ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے، پس اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے خصوصاً متقیوں کے حق میں جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح کو برزخ میں قرب و منزلت کے باعث زائر جو ان سے توسل کرتے ہیں ان کی شفاعت، ان کے لئے دعا اور طلب حاجت پر قدرت ہو، جیسے کہ روز قیامت میں ہو گی، اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے۔

(۱۱) اور بیضاوی علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ والنازعات غرقاً الایۃ کی تفسیریوں کی ہے کہ ان سے وہ نفوس فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوئے ہیں کہ وہ بدنوں سے کھینچے جاتے ہیں اور عالم ملکوت

کی طرف نشاط کرتے اور اس میں چلے جاتے ہیں پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کی بدولت مدبرات بن جاتی ہیں۔

(۱۲) معلوم نہیں یہ لوگ استمداد و امداد سے کیا مراد سمجھتے ہیں جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں، ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی (دعا گو) جو محتاج ہے، اور اللہ کا فقیر ہے وہ خدا سے دعا کرتا ہے اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے جناب عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور توسل کرتا ہے اس بندہ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت یافتہ ہے اور کہتا ہے کہ خداوند اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے، اپنی اس مہربانی اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت بر لا، کیونکہ تو عطا فرمانے والا کریم ہے، یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے ولی! میری شفاعت کر اور خدا سے دعا کر کہ میرا مقصود و مراد وہ مجھے دے، اور میری حاجت کو پورا کرے، پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے اسی سے امید ہے، تعالیٰ و تقدس بندہ محض درمیان میں وسیلہ ہے۔ اور کوئی قادر و فاعل ع متصرف موجود نہیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ اور اولیاء اللہ خدا کے فعل و قدرت و سطوت میں فانی و ہالک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی فعل و قدرت و تصرف نہیں، نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ وہ زندہ تھے دنیا میں۔

(۱۳) اور اگر یہ معنیٰ جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر کئے ہیں موجب شرک و توجہ بما سوائے حق ہوں، جیسے کہ منکر کا زعم ہے پس چاہئے کہ صالحان اور دوستان خدا سے ان کی زندگی میں بھی توسل کرنا ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ باتفاق مستحب و مستحسن ہے اور دین میں شائع ہے، اور

اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول ہو گئے اور اس حالت و کرامت سے جو ان کو زندگی میں حاصل تھی خارج کر دیئے گئے ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

(۱۴) یا کہتے ہیں کہ وہ حضرات ان آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہین مشغول و ممنوع ہو جاتے ہیں، پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں ہو گا، اور استمداد کا قاعدہ عام نہ ہو گا، بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالم قدس کی طرف منجذب اور لاہوت حق میں مستہلک ہوں، چنانچہ ان کو عالم دنیا کی طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو، اور اس میں تصرف اور تدبر نہ ہو، جیسے کہ اس عالم میں بھی مجذوبوں ور متمکنوں کے تفاوت احوال سے ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر زائر لوگ یہ اعتواد کریں کہ اہل قبور حضرت حق کی طرف توجہ کرنے اور حق تعالیٰ سے التجاء کرنے کے بغیر خود متصرف مستقل اور قادر ہیں جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد رکھتے ہیں، اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے جو اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً بوسہ ء قبر، سجدہء قبر، نماز بجانب قبر وغیرہ جس سے نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے، یہ اعتقاد اور افعال ممنوع اور حرام ہیں، عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے، ایک عالم شریعت اور واقف احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے۔

(۱۵) اور وہ جو مروی و مذکور ہے مشائخ اہل کشف سے کاملین کی ارواح سے استمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ بے شمار ہے، اور ان حضرات کی کتب و رسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں کہ شاید منکر متعصب کو کلمات ان حضراتکے مفید نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔

(۱۶) یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے خواہ مروی و مسنون زیارت ہو، مردوں کو سلام کرنا ان کے لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا، لیکن یہاں استمداد سے نہی وارد نہیں، پس موتی کی زیارت سے ان کی امداد اور ان سے استمداد زائر و مزور کے تفاوت حال پر دونوں ہو سکتی ہیں، واضح رہے کہ اختلاف غیر انبیاء علیہم السلام میں ہے کیونکہ یہ زندہ بحیات حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق، اور اولیائے کرام بحیات اخروی معنوی۔

(۱۷) اور کلام یہاں طوالت و درازی کو پہنچ گیا منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے یہ لوگ اولیاء اللہ سے جو اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہو کر ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں، استمداد و استعانت کرنے کے منکر ہیں اور ان کی جناب میں توجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت

روی ابن عساکر فی تاریخہ و ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن، والامام ھبۃ اللہ فی توثیق عری الایمان من العتبی ان اعرابیا جاء الیٰ قبر النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلّم فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا" (النساء ۶۴)، وقد جئتک مستغفرا من ذنبی مشفعاً بک الیٰ ربی ثم انشا یقول۔

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمہ — فطاب من طیبھن القاع والاکم
روحی الفداء لقبر انت ساکنہ — فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

قال العتبی فغلبتنی عینای فرایت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلّم فی النوم فقال یا عتبی! الحق الاعرابی و بشرہ بان اللہ قد غفر لہ۔ (جزب القلوب)

ترجمہ: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن میں اور امام ھبتہ اللہ نے توثیق عری الایمان میں عتبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا:

السلام علیک یا رسول اللہ: ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے، میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا۔

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمه   فطاب من طیبهن القاع و الاکم

”اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں، جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔“

روحی الفداء لقبر انت ساکنه   فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

”میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے۔“

عتبی نے کہا کہ مجھ کو نیند آگئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عتبی! تم اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہء مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں۔

روضہء مبارک سے بشارت مغفرت کی دوسری نظیر

روی ابو سعید السحانی عن علی کرم اللہ وجھہ ان اعرابیا قدم علینا بعد ما دفنا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ثلاثۃ ایام فرمی بنفسہ علی قبرہ وحثی علیٰ راسہ من ترابہ وقال یا رسول اللہ! قلت فسمعنا قولک ووعیت عن اللہ فوعینا عنک و کان فیما انزل الیک ولو انھم "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفِرُ اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ٦٤)، وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک۔ (مواھب اللدنیا، خلاصۃ الوفا)[179]

ترجمہ: حضرت ابو سعید سحانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہا: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا ہم نے اسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا اور آپ پر جو نازل ہوا۔

---

[179] شواھد الحق۔ ص ۸٦/۸٧،

اس میں یہ آیت ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ٦٤)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہئے اور بخشش مانگئے، اسی وقت اسے روضہ مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تو بخش دیا گیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہء مبارک پر جاکر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں، نیز اس روایت میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے روضہء مبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزول باراں کی بشارت

عن مالک الدار و كان خازن عمر رضي الله عنه قال أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله أستسق لأمتک فإنه قد هلكوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال ائتي عمر فاقرأه السلام وأخبره أنهم مسقون وقل له عليک الكيس الكيس فأتى الرجل عمر رضي الله عنه فأخبره فبكى عمر ثم قال يا رب ما آلو إلا ما عجزت[180]۔

---

[180] خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، ص ٤٩، ج ١، اخرجه ابن ابی شيبة فی المصنف ج٧، ص ٤٨٢، ٣٢٠٠٢، والبيهقی فی الدلائل ج٧، ص ٤٧

ترجمہ: حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی تھے سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ءمبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی امت کے واسطے پانی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب خواب میں اس شخص کے پاس رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر ان کو میر اسلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ ہوشیار رہیں، اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حال بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر بارش و باراں مانگنے کے لئے جانا اور آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا اس کی استدعا کو قبول کرکے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، پھر اس اعرابی کا یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے، پس اگر طلب حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس اعرابی کی عرض کو کیونکر قبول کرتے، پس جب رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ءمبارک پہ جانے اور عرض کرنے سے قحط جیسی بلا دفع ہوئی اور بزرگوں کی قبروں پر جاکر مراد مانگنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے، غرض انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر جانا کفر و شرک نہیں ہے اور ان کا توسل پکڑنا جائز ہے،

بتوں سے مانگنے یا توسل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا توسل پکڑنے میں زمین و آسماں کا فرق ہے۔

بت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں جو مظہر انوار الٰہی ہیں۔

روضہ مبارک کے توسل سے بارش برس گئی

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا:

انظروا الی قبر النبی ﷺ۔

یعنی روضہء مقدسہ پر جاؤ۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو، یا قرآن مجید پڑھو، بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں۔

فاجعلوا امنه کواالی السماء حتی لایکون بینه و بین السماء سقف۔

اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تا کہ رحمت اللعالمین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے روضہ مبارک اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے۔

ففعلوا۔۔۔۔۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

فمطروا۔۔۔۔۔ پس موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:

عن أبي الجوزاء قال قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة رضي الله عنه فقالت فانظروا اقبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوة إلى السماء حتى لا يكون بينه

وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا حتى نبت العشب وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم[181]

ترجمہ: حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنادو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پانی خوب زور سے برسا حتیٰ کہ گھاس بکثرت پیدا ہوگئی اور اونٹ فربہ ہوگئے حتیٰ کہ چربی سے پھٹ گئے۔

دیکھئے اگر توسل بالقبر شرک ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روجہ مبارک پر بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں، چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا اس لئے انہیں اجزت دی، لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب پر کامیاب ہو گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و سبب در رفع حجاب میان قبر شریف و آسماں آں باشد کہ ایں طلب شفاعت است از قبر شریف زیرا کہ در حیات آنحضرت استسقاء مے کردند بذات شریف وچوں ذات شریف وے در پردہ شد امر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تا باراں ببارد، گویا استسقاء کردند بقبر در

[181] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲، ص ۱۴۱

حقیقت استسقاء واستشفاع است بذات شریف وے وکشف قبر مبالغہ است دراں۔

ترجمہ: چھت میں اس سوراخ کرنے کا سبب یہ تھا کہ طلب شفاعت کرنی ہے قبر شریف سے، اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلب باراں کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہوگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے حکم فرمایا چھت میں سوراخ کرنے کا تاکہ پانی برسے، گویا طلب باراں کی بذریعہ قبر شریف کے مگر یہ حقیقت میں طلب باراں ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نماز استسقاء پڑھی گئی اور نہ دعامانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے روضہ مبارک کا حجاب جو قبر اور آسمان کے درمیان تھااٹھادیا گیا،یعنی چھت میں سوراخ کردیا گیااور قبر شریف واسطہ کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز وشاداب ہوگیا۔

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کرکے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعے سے طلب بارش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کامل ہے کہ مدعابر آئے اور یہ کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا، اب کس

مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعل مسنون کا نام (جو بحکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا ہو، اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو) شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے، اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول و فعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک، بس جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول و فعل شرک ٹھہرا تو اسلام کا خدا حافظ۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی۔

ترجمہ: جب کفر کعبہ سے ہی اُٹھ کھڑا ہو تو اسلام کہاں رہے گا۔

ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت فرمائی

أبو الخير الدعوى رعونة لا يحتمل القلب أمساكها فليلقها إلى اللسان فتنطق بها ألسنة الحمقى قال و سمعته يقول دخلت مدينة الرسول صلى الله عليه و سلم و أنا بفاقة فأقمت خمسة أيام ما ذقت ذو قا فتقدمت إلى القبر فسلمت فسلمت على النبي صلى الله عليه و سلم و على أبي بكر و عمر و قلت أنا ضيفك الليلة يا رسول الله و تنحيت فنمت خلف المنبر فرأيت في النوم النبي صلى الله عليه و سلم و أبو بكر عن يمينه و عمر عن شماله و علي ابن أبي طالب بين يديه فحركني علي و قال لي قم قد جاء رسول الله صلى الله عليه و سلم فقمت إليه و قبلت بين عينيه فدفع إلي رغيفا فأكلت نصفه و انتبهت و إذا في يدي نصف رغيف[182]

ترجمہ: حضرت ابو الخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں فاقہ سے تھا، وہاں میں پانچ دن ٹھہرا اور میں نے کچھ نہ کھایا، پھر میں روضہ نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم پر آیا اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ

---

[182] صفة الصفوة ج ۴، ص ۲۸۳، الناشر: دار المعرفة - بيروت

تعالیٰ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا: أنا ضیفک اللیلة: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آگے دیکھا، حضر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بلایا اور فرمایا کہ اُٹھ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لاتے ہیں، میں اُٹھا اور میں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس میں سے کچھ کھایا، پھر میں جاگ پڑا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے زمانہ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور ان کو آپ کھانا کھلاتے تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضہ مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا، مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں۔

دوسری نظیر: شیخ عبد الحق محدث ہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن الجلاء مے گوید کہ بمدینہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم در آمدم ویک دو فاقہ بر من گزشتہ بود، وقبر شریف ایستادم گفتم: اناضیفک یارسول اللہ! و بخواب رفتم پیغمبر خدارا دیدم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم رغیفے بدست من داد نصفے را ھم در خواب خوردم چوں بیدار شدم، نصف دیگر در دست من باقی بود۔

ترجمہ: حضرت ابن الجلار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا، لاچار میں نے روضہ مبارک پر جا کر عرض کیا: **انا ضیفک یا رسول اللہ** ﷺ! یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم! میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا، خواب میں میں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دیکھا، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میں بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

تیسری نظیر: جذب القلوب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں:

ابو بکر اقطع گوید بمدینہ درآمدم و پنج روز بر من گزشت کہ بعام نچشیدم روز ششم بر قبر شریف رفتم و گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ! بعد ازاں در خواب مے بینم کہ سرور انبیاء علیہم السلام مے آید و ابو بکر بہ یمین و عمر بہ شمال و علی بن ابی طالب در پس، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا مے گوید: برخیز کہ پیغمبر آمد، رفتم و بوسہ درمیان دو چشم او دادم رغیفے بمن داد او را خوردم چوں بیدار شدم ھنوز پارۂ از وے در دست من بود۔[183]

ترجمہ: حضرت ابو بکر اقطع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا، چھٹے روز روضہ مبارک پہنچا اور کہا: **انا ضیفک یا رسول اللہ** ﷺ! یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں آپ کا مہمان ہوں، اس کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے

---

[183] (صفۃ الصفوۃ مصنفہ ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ)

دائیں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے کی طرف، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ اٹھو حضور اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف لا رہے ہیں، میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی

وقال الإمام أبو بكر بن المقرئ: كنت أنا والطبراني وأبو الشيخ في حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكنا على حالة، وأثّر فينا الجوع، وواصلنا ذلك اليوم، فلما كان وقت العشاء حضرت قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت: يا رسول الله الجوع، وانصرفت، فقال لي أبو القاسم: اجلس، فإما أن يكون الرزق أو الموت، قال أبو بكر: فقمت أنا وأبو الشيخ والطبراني جالس ينظر في شيء، فحضر بالباب علوى، فدقّ ففتحنا له، فإذا معه غلامان مع كل واحد زنبيل فيه شيء كثير، فجلسنا وأكلنا وظننا أن الباقي يأخذه الغلام، فولى وترك عندنا الباقي، فلما فرغنا من الطعام قال العلوي: يا قوم أشكوتم إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فأمرين أن أحمل بشيء إليكم[184]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ابو بکر المنقری کہتے تھے کہ میں اور ابوالشیخ اور طبرانی حرم رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں فاقہ کی حالت میں تھے،

---

[184] وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، ج۴، ص ۲۰۰، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

ہمیں بھوک معلوم ہوئی، ہم نے وہ دن تمام کیا، پھر میں رات کے وقت روضہ رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر حاضر ہوا اور میں نے کہا: **یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم الجوع الجوع**، یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہم بھوکے ہیں، ہم بھوکے ہیں، پھر میں چلا آیا، اس کے بعد ابوالشیخ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانے کی کوئی چیز آ جائے گی یا پھر موت آ جائے گی، حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں اور ابوالشیخ سو رہے ہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ کو ہلایا، میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا، پھر وہ شخص چلا گیا اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا، پس جس وقت میں نے کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم! کیا تم نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے شکایت کی تھی، کیونکہ میں نے آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔[185]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر جا کر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **جذب القلوب** میں ارشاد فرماتے ہیں:

احمد بن صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ طرقیدہ کہ بمدینہ آمدم و براں سرور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم ؤصاحبیہ رضی اللہ

---

[185] (رواہ ابن الجوزی فی الوفاء)

تعالیٰ عنہما سلام کردم و بجواب رفتم آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم ہرادر خواب دیدم کہ مے فرمایداحمد آمدی، چہ حال داری؟ گفتم: اناجائع وانا فی ضیافتک یارسول اللہ! فرمود دست بکشا، کشادم دراھمے چند در دست من نہاد، بیدار شدم دراھم در دست من بود، ببازار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔

ترجمہ: حضرت احمد بن محمد صوفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہو گیا، میں مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور میں نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کیا اور سو گیا، خواب میں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ اے احمد! آئے ہو کیسا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بھوک سے بے تاب ہوں، آپ کا مہمان ہوں، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت اٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کر کھایا اور جنگل کی طرف چلا آیا۔

آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے روضہ مبارک سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا

بھجۃ الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو روضہ مقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی:

فی حالۃ البعد کنت روحی ارسلھا　　　تقبل الارض عنی وھی نائبی

ترجمہ: میں دوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا، وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت　　　فامدد یدیک کی تحظی بھا شفتی

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے، پس اپنا دست مبارک نکالئے کہ میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے یہ سن کر اپنا دست مبارک نکالا اور حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن علی بن الہیتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ بقا بن بطو رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی زیارت کی،

پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کو خلعت پہنا کر فرمایا: ”اے شیخ عبد القادر! میں علم شریعت، علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں“۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا، کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے، آپ کی شمولیت سے اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی

عن ابی محمد الاشبیلی نزلت برجل من اھل غرناطة علة عجز عنها الاطباء و ایسوا من برئها فکتب عنه الوزیر بن ابی الخصال کتابا الیٰ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم یسئا له فیه الشفاء لدائه فما ھو الا ان وصل الراکب الی المدینة الشریفة و قرء علیٰ قبر رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم ھذا الشعر و برء الرجل مکانه۔

کتاب و قید من زمانة مشفی　　　　بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

ترجمہ: حضرت ابو محمد اشبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطباء نے جواب دیا، وزیر بن ابی الخصال نے اس کی طرف سے ایک معروضہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم کی خدمت میں بھیجا، اس میں شفا کی درخواست تھی، جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔

کتاب و قیدمن زمانة مشفی بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہ ہلاکت ہے وہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قبر پر طالب شفاء ہے۔[186]

روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریادرسی

حافظ ابن قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھا ہے جو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے وہ یہ ہے کہ:

کان بعض العدو قطع لسان احدھما و بعضھم فقا عین الاخر فلما اتیاقبرہ الشریف واستغاثا بہ ردا اللہ علیھما ما فقدمن اللسان و العین۔[187]

ترجمہ: بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی، اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی، وہ دونوں شخص رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر گئے اور فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کٹے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہٰذا قبروں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

---

[186] (خلاصۃ الوفاء)

[187] (رواہ ابن قیم فی کتابہ الکبائر فی السنۃ و البدعۃ)

حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں

شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ:

''کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے ایک شیعی بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ ایسا تو میں کبھی نہیں کہوں گا، آخرکار وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا، میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے طیش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اس شیعہ نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونوں آنکھیں بہہ کر رخسار پر آ گئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ وبکا کرتا ہوا روضہ مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ ! میں مظلوم ہوں آپ کے در پر فریاد لے کر آیا ہوں، للہ میری دستگیری کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آ گئی، خواب میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے میری چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی، میں نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس رافضی نے پہچان کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ میں نے کہا کہ بے شک میں وہی آدمی ہوں، جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، رافضی کہنے لگا کہ پھر آنکھیں درست کس طرح

ہوئیں، یہ تو محال اور ناممکن بات ہے، میں نے اپنا تمام ماجرا بتایا کہ یہ محض حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہو گیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا، وہ یہ سن کر مع عیال واطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہو گیا"۔

خواب میں حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ایک ظالم کو دفع فرمایا

امام جزری رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے دیباچہ میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنجے میں پھنس گیا، میں نے کتاب حصن حصین جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توسل پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مودب کھڑا ہو گیا، آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا:

ماترید؟ یعنی تو کیا چاہتا ہے؟

فقلت له ادع الله لی وللمسلمین:

یعنی میں نے عرض کی، یارسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بدرگاہ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائے

آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مع حاضرین مقربین کے دعا مانگی، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش و خرم نظر آرہی ہے اور میں بھی آزاد ہو گیا ہوں، گویا یہ حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنجے سے رہا ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں:

"کہ میرے ایک نہایت معتبر و ثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، منشی، فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۴ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ (مرشد امیر حبیب اللہ خان کابلی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حرم روضہ میں مصروف ذکر و دعا تھے تو رات کو ۱۰ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو اخرج اخرج (نکل جاؤ، نکل جاؤ) کہہ کر نکالنے لگا، اس حکم کی تعمیل ضروری تھی کہ یہ دائمی انتظام تھا، خواجہ صاحب بھی تعمیل قاعدہ لازم سمجھ کر باہر چلے آئے، اگلے روز پھر ہم کو حرم روضہ میں رات آگئی اور عین اسی وقت پھر اخرج، اخرج کا حکم تعمیل پانے لگا، مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اس کو پکارا کہ **دع ھذا الشیخ فانہ امرنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم البارحۃ بانہ لا یخرج** (یعنی ان بزرگ کو رہنے دو کیونکہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرم روضہ سے نہ نکالا جائے)"

دیکھئے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقان باصفا کا کس قدر خیال ہے، پھر اگر محبان رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے استمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محل تعجب ہے؟ **حاشا و کلا۔**

روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

محمد بن المنکدر گوید مردے پیش پدر من ہشتاد دینار ودیعت نہاد و بجہاد رفت واذن داد کہ اگر ترا احاجت افتد ازیں ھا خرچ کن۔ پدرم نزد احتیاج آں را خرچ کرد چوں آں مرد باز آمد مبلغ کہ نہادہ بود طلب کرد، پدر در ادائے آں درماند و باوے گفت کہ فردا بیا تا جواب تو گویم، ایں بگفت و شب در مسجد شریف نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلم بتوجہ کرد و زمانے در حضور شریف و گاھے پیش منبر استغاثہ نمود و فریاد کرد ناگاہ در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرۂ ہشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ را باں مرد بداد و از زحمت مطالبہ خلاص یافت۔

ترجمہ: محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے، اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان میں سے خرچ کر لینا، میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی وہ واپس مانگی، والد اس کی ادائیگی سے عاجز آگئے اور اس سے کہا کل آنا تو میں جواب دوں گا، یہ کہا اور رات کو مسجد نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے، اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی، صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ سے نجات پائی۔

ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی

وقال أبو العباس بن نفيس المقري الضرير جعت بالمدينة ثلاثة أيام فجئت إلى القبر فقلت يا رسول الله جعت ثم بت ضعيفا فركضتني جارية برجلها فقمت معها إلى دارها فقدّمت إليّ خبز برّ وتمرا وسمنا وقلت كل يا أبا العباس فقد أمرني بهذا جدي صلى الله عليه وسلم ومتى جعت فأت إلينا[188]۔

ترجمہ: حضرت ابو العباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا، پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم میں بھوکا ہوں، پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ ایک عورت نے پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے جگایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا، وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابو العباس! مجھے میرے نانا صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اس کا حکم فرمایا ہے، جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو۔

روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا

عن ابی ایوب رجل من قریش ان امرأة من اهله کانت تجتهدفی العبادة وتدیم الصیام وتطیل القیام فاتاهاالملعون وقال الی کم تعذبین هذاالجسدوهذاالروح لوافطرت وقصرت من القیام وکان ادوم لک واقویٰ قالت فلم یزل یوسوس لی حتی هممت بالتقصیر قالت ثم دخلت مسجدرسول الله صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم معتصمة بقبره وذلک بین المغرب والعشاءفذکرت الله وصلیت علی رسوله ﷺ وذکرت مع نزل بی من وسوسة الشیطان واستغفرت وجعلت ادعوالله ان یصرف عنی کیده ووساوسه قال فسمعت صوتامن ناحیة القبریقول: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ

[188] خلاصة الوفاباخبار دار المصطفیٰ، ج ۱، ص ۵۰

أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦) قالت فرجعت مذعورة وجلة القلب فواللہ ماعاودتنی تلک الوسوسةبعدتلک اللیلة۔

ترجمہ: حضرت ابو ایوب قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی، جو عبادت شاقہ کیا کرتی تھی اور صائم الدہر رہتی اور طول قیام کیا کرتی تھی، ایک روز اس کے پاس شیطان مردود نے آکر کہا کہ تم اپنے جسم اور جان کو کہاں تک تکلیف دو گی، اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہو گا، وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کر لیا، پھر ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان روضہ رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر درود بھیجا اور اس وسوسے کو جو شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا، اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کر دے، پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦)

ترجمہ: کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہو کر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا، اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہیں آیا۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہیئے کہ روضہ نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم یا دیگر اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر امداد طلب کرے جس سے امید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔

ندائے یا محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم سے بکریاں موٹی ہو گئیں

ابن ایثر رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب "الکامل" میں ارشاد کرتے ہیں کہ ۱۸ ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجیے تاکہ اس سے اپنا پیٹ بھریں، انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام و نشاں ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی۔ جب اس کی کھال اتاری گئی تو اس میں گوشت نہ تھا بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں یہ حالت دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے با آواز بلند کہا "یامحمداہ" اس پر حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازی ہو جائیں گی اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فربہ دیکھا اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادرسی

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب "المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ" میں لکھا ہے:

يا نبي اللهَ إني متوجه بک إلى ربي في حوائجی لتقضي لي الیٰ ان قال ثم يتوجه الى اللّهَ تعالى ما سأل وأضعف له وذلک فوق سألته لكرامة إبراهيم -عليه السلام- وحدث أبو الحسن موسى بن الحسين التاجر قال: حدثني رجل من أهل بعلبک قال: زرنا قبر إبراهيم

الخليل -عليه السلام- و كان معنا رجل مغفل من أهل الجبل فسمعنا وقد زار القبر و هو يبكي و هو يقول: حبيبي إبراهيم سل ربک يكفيني فلانًا و فلانًا فإنهم يؤ ذياني و نحن نضحک منه و نتعجب من قوله، ثم رجعنا بعد مدة إلى يافا فوصل قارب من بيروت و فيه رجل من أهل بعلبک فحدثنا أن الثلاثة الذين سماهم ماتوا[189].

ترجمہ: یانبی اللہ ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تاکہ تو میری حاجت پوری کر دے ھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے خصوصاً سردار اولین و آخرین سردار ہمارے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ذریعے سے اور کعب نے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دوچند اس سے بہ سبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم علیہ السلام کی کے، اور حسن بن مولیٰ بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک اور معزز شخص بعلبک کا تھا، میں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار کی زیارت کرتے وقت رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے پیارے ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے سوال کیجیئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے توسل

حدثنا أبو العالية قال: "لما فتحنا تستر وجدنا فی بیت مال الهرمزان سریرا علیه رجل میت، عند رأسه مصحف له، فأخذنا المصحف، فحملناه إلى عمر بن الخطاب رضی الله عنه،

---

[189] إتحاف الأخِصّا بفَضَائل المسجد الأقصى، ج ٢، ص ٦٢، ٦٣، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتب

فدعا له كعباً، فنسخه بالعربية. فأنا أول رجل من العرب قرأه، قرأته مثل ما أقرأ القرآن. فقلت لأبي العالية: ما كان فيه؟ قال سيرتكم وأموركم ولحون كلامكم. وما هو كائن بعد. قلت: فما صنعتم بالرجل؟ قال: حفرنا بالنهار ثلاثة عشر قبراً متفرقة، فلما كان الليل دفناه وسوينا القبور كلها، لنعميه على الناس لا ينبشونه، فقلت: وما يرجون منه؟ قال: كانت السماء إذا حبست عنهم أبرزوا السرير فيمطرون. فقلت من كنتم تظنون الرجل؟ قال: رجل يقال له: دانيال، فقلت: مُذ كم وجدتموه مات؟ قال: مذ ثلاثمائة سنة، قلت: ما كان تغير منه شيء؟ قال: لا، إلا شعيرات من قفاه، إن لحوم الأنبياء لا تبليها الأرض، ولا تأكلها السباع[190]۔

ترجمہ: ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا، پھر میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں، رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا، یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ کھودیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برسنا شروع ہو جاتا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام تھے، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو

---

[190] الكتاب: إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، ج ۱، ص ۲۰۳، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية

لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہوئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے"۔

اس روایت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو حین حیات میں اور بعد ممات کے حصول مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا اور لوگ ہمیشہ سے کیا کرتے تھے، تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش مبارک کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے اسی وقت بارش ہو جایا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس قصے کو ذکر کر کے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

قبولیت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ** میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی بروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۲) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۳) شیخ طفیل نجمی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۴) شیخ حیات بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت بشر بن حارث تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے اکسیر ہے۔

وقال أحمد بن الفتح فما فعل معروف الكرخي فحرك رأسه ثم قال لي هيهات حالت بيننا وبينه الحجب إن معروفا لم يعبد الله شوقا إلى جنته ولا خوفا من ناره وإنما عبده شوقا إليه فرفعه الله إلى الرفيع الأعلى ورفع الحجب بينه وبينه ذاك الترياق المقدس المجرب فمن كانت له إلى الله حاجة فليأت قبره وليدع فإنه يستجاب له إن شاء الله تعالى[191]۔

ترجمہ: حضرت احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور ان کے درمیان میں پردہ حائل ہو گیا، معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام اعلیٰ میں اٹھالیا، پس جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کے مزار مبارک پر جا کر دعا کرے، ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدث رحمہ اللہ تعالیٰ پکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے، اس کا کام ہو جائے گا، تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور کون بدبخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے۔

---

[191] صفة الصفوة، ج ٢، ص ٣٢٤، الناشر: دار المعرفة - بيروت

(۲) شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ در قبر خود مثل احیاء تصرف مے کند۔

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

(۳) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دعا قبول ہونے کے لئے مثل تریاق ہے۔

(۴) علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لم یزل علماء و ذوو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفة یتوسلون الی اللہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک۔ منھم الامام الشافعی یقول لانی اتبرک بابی حنیفة و اجیء الیٰ قبرہ زائراً فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و جئت الیٰ قبرہ۔

ترجمہ: بڑے بڑے علماء و فضلاء اور حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور با نیل مرام واپس جاتے، چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں، اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات وجوابات

ساری امت مصطفی صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)...رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرۃ ۱۰۷)

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ مِنْ دُونِ اللّٰہِ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا اولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ

وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران ۱۶۰) اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیئے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (آل عمران ۱۹۲) ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (المائدة ۵۵) یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبة ۷۱) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)...رب تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى (الزمر ۳) یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کردیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ نَعْبُدُهُمْ ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر

کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبارت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کوتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا آلِهَةً (الاحقاف ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)...رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون ٦)

برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔

معلوم ہوا کہ نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب: یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (المنافقون ۵) جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبۃ ۱۰۳) اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے:

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بدقسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۴)...رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (التوبۃ ۸۴)

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے عبداللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری

جس میں نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب:۔ اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبۃ ۸۴) کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)...رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے:

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (البقرۃ ۲۵۴)

اور کہیں فرماتا ہے:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (المدثر ۴۸)

یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔

معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیات کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرۃ ۲۵۴)

مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ٦٧)

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیز گاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (٨٨) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء ٨٩)

اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔

معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (٦)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ٣٥)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہو گی۔ لہذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور

وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا و مردہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکواۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری: جنت کا داخلہ تین طرح ہو گا۔ کسبی۔ وہبی ء عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جَزَاءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدة ١٧) جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور ٢١) جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہو گی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (۷)... قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا **يَانُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود ۴۶)** اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب:۔ جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا **يَابُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (ھود ۴۲)** یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ **قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (ھود ۴۳)** میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہر گز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا۔

يَاإِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (ھود ۷۶)

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب:۔ قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لئیے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا: اذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لامساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہوگئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری: انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر علیہ السلام ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہو سکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جائے لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لئے رب نے فرمایا۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (المنافقون ٦) آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لئیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیھم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)... مشکوۃ شریف باب الاتداد میں ہے کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

لاأُغْنِي عنکَ مِن اللهِ شيئًا۔[192]

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (المائدة ۵۵)

تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔

حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرماتے ہیں:

کل نسب منقطع یوم القیامة الا نسبی وسببی۔[193]

قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے ذریعے اور رستہ کے۔

---

[192] ((أخرجه البخاري (٢٧٥٣)، ومسلم (٢٠٦)، والترمذي (٣١٨٥)، والنسائي (٣٦٤٧) واللفظ له، وأحمد (٨٧٢٦)مشکوة المصابیح باب الارتداد و التحذیر الفصل الاول ص ۴٦۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[193] (شامی باب غسل میت ج ا ص ٦۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہو گی۔

کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طفیل بخشے جائیں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔[194]

نوٹ ضروری: حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ **رحمۃ للعالمین۔**

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　　　ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

---

[194] (ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔**[195] میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابو طالب دوزخ میں جانے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)...بخاری شریف کتاب الاستقاء باب سوال الناس الامام الااستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقیا و انا نتوسل الیک بعم نبینا ناسقنا قال فیسقر۔[196]

ترجمہ: الٰہی ہم اپنے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

---

[195] (ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[196] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیئے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پر نور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرماتا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرۃ ۸۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش

سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتارہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز معلوم ہورہا ہے کہ جس کو نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے نسبت ہوجائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وانا نتوسل الیک بعم نبینا۔[197]

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

ای بوسیلۃ الرحیم التی بینہ وبین النبی ﷺ۔

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے قربت تھی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں:

قصہ استقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبد المطلب ازیں باب است۔

---

[197] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وھو من المندوبات وفی صحیح البخاری فی الاستسقآء حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا او انا نتوسل الیک بعم نبیک فاسقنا فلیسقو والحدیث عثمان ابن حنیف فی شان الاعمیٰ۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعامیں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہٰذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض (۱۱)... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹادیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکواۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولے کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ **بخاری شریف کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ** میں ہے۔

ولایاتی احدکم یوم القیامة ببعیر یحمله علی عنقه له رغاء فیقولو یا محمد فاقول لااملک لک شیئا قد بلغت۔[198]

نوٹ ضروری: یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے جو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہوگئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور کافروں کے لیئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کرسکے کا۔ یعنی نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم شفیع مختار اور وسیلہ بااختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لیئے یہ ارشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

---

[198] (صحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔[199]

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے لئے ہو گی۔

نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہو گی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری: وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان عفو سیات کا۔

دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض (۱۲)... بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آگئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور

---

[199] (سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ و الرائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)... شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نداریم غیــراز تو فریادرســـ۔

پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریادرس ماننا پڑے گا۔

جواب:۔ اس جگہ حقیقی فریادرس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریادرس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

ہر کہ فریادرســـ روز مصیبـــت خواہد
گو درایام اســلامت بجوانمـــردی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریادرس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فریادرس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستان میں ہے۔

بــہ تہــدید گر بر کشد تیغ حــکم　　　بمــانــند کروبیــان صــم و بکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہئیے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرمارہے ہیں اورروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب:۔ جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کرسکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا۔

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل   بمہان دارالسلامت طفیل

یارسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ ﷺ کے طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جائیں۔

نیز فرماتے ہیں:

خدایا بحق بنی فاطمہ   کہ بر قوم ایمان کنم خاتمہ

الٰہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

شنیدم کہ درروزامید دبیم   بداں رابہ نیکاں ببخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴)... اگر اللہ کے مقبول بندے خدا رسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیئے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب:۔ وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

اعتراض (۱۵)... جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العٰلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلاواسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العٰلمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لیئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے

رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکر ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)...وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہو گی کہ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بخشوالیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب:۔ یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کرکے توبہ کرلیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مالداروں کی زکوۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہ گار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کرلو۔

شیخ فرماتے ہیں:

نہ بنی کہ چوں گربہ عاجز شود　　　　برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)... مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدارسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔ (لقمان ۲۵)

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب:۔ ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں

ہے۔ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس ۸۲) اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شئ ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ۔ (السجدة ۱۱)

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (آل عمران ۱٦٤)

نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (الاسراء ۲٤)

کہو کہ یااللہ! جیسے میری ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے۔

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۹۸) إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الشعراء ۹۸)

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجتمند مانتے تھے قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (الاسراء ۱۱۱)

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہٰذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری: ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش وپرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم وہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے کفن درزی...کے وسیلہ سے دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ: ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آپ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔

ارْکُضْ بِرِجْلِکَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (ص ۴۲)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)... موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے كَمْ لَبِثْتَ؟ (البقرۃ ۲۵۹) تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (البقرۃ ۲۵۹) میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (البقرۃ ۲۵۹) تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جاکر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دینا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم

کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف۴۵)

اے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا۔ اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی (علیہ السلام) ولی (رحمہ اللہ تعالیٰ) وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہو گا۔ مگر مومن کے لئیے ایک نماز کے برابر ہو گا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہٰذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)... نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (القصص ۵۶) جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب:۔ اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے محبت کرے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے جو محبت کرے گا وہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی بات مانے گا ابو طالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ہدایت نہ پا سکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابو طالب کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض(۲۰)... نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض(۲۱)... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پاکر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب:۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ۔ (النمل ۲۲) میں اس چیز کا احاطہ کرکے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جاکر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار رہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر

تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ (النمل ۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا أَنَا آتِيکَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْکَ طَرْفُکَ (النمل ۴۰) میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض (۲۲)...رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (المائدة ۴۰) رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ مَنْ يَشَاءُ میں مَنْ عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے۔ (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ جن کے بارے میں فرمادیا گیا۔

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳) وَامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لهب ۴) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (سورہ البینہ ۸) اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالٰی سے راضی ہو گئے یا فرمادیا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (النساء ۹۵) اللہ تعالٰی نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالٰی کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالٰی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالٰی جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہو گا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہو گا۔

اعتراض (۲۳)... قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی صَلَّى اللّٰہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم سے مطالبہ کیا کہ: لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (الاسراء ۹۰)

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنۡتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (الاسراء ۹۳) کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹادی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد وثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے انگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور وانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

بوریا ممنون خواب راحتش　　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔[200]

امام الائمہ کاشف الغمّہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ مبارکہ میں بارگاہ نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں عرض کرتے ہیں:

انت الذی لمّا توسل آدم من ذلة بک فاز وھو اباک۔

ترجمہ: ”آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم وہ ذات ہیں کہ آدم علیہ السلام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے توبہ کی اور کامیاب ہوئے۔ اور وہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے دادا تھے۔“

معلوم ہوا کہ منکرینِ وسیلہ اگر اپنے آپ کو حنفی کہیں تو وہ جھوٹے ہیں اور دھوکہ باز ہیں، ان کے نزدیک تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ **(العیاذ باللہ)** مشرک ہیں۔ امام اعظم تو وسیلہ کے قائل ہیں اور یہ گمراہ اسے شرک کہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ مذاہبِ اربعہ بلکہ اسلام سے خارج ہیں۔ وسیلہ پر بے شمار دلائل ہیں، علمائے کرام نے کتب بھی لکھے حتیٰ کہ علماء نے لکھا کہ وسیلہ کا انکار کفر ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بے دریغ امداد مانگی۔

اشعار حسب ذیل ہیں:

یا شفیع العباد خذ بیدی — انت فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم — کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لیس لی ملجاء سواک اغث — مسنی الضر سیدی سندی

---

[200] سعید الحق فی تخریج جاء الحق ص ۴۸۸

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی!

غشنی الدھر ابن عبداللہ — کن مغیثا مانت لی مددی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف — اے مرے مولیٰ خبر لیجئے میری

نام احمد چوں حصینے شد حصین — پس چہ باشد ذات آں روح الامین

اعتراض(۲۴)....إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (البقرة ۵)

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب:۔ اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (پارہ ۷ سورہ ٦ آیت نمبر ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (البقرة ۲۵۵) اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔ پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔ یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے بہ عطائے الٰہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ "کالی مائی تیری دہائی" وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔

ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔ اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر غسال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

اعتراض (۲۵).....رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَالَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرۃ ۱۰۷)

معلوم ہوا کہ رب کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب:۔ یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی مِنْ دُونِ اللَّهِ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین، ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ، وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى (طه ۲۴)

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (٢٩) هَارُونَ أَخِي (٣٠) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (طه ٣١)

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء علیہم السلام ہے۔

اعتراض:۔ در مختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیئاً للہ قیل یکفرہ معلوم ہوا کہ یاعبدالقادر جیلانی شئیاًللہ کہنا کفر ہے۔[201]

جواب:۔ یہاں شیئاًللہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔ رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔ یہ معنی واقعی کفر ہیں۔ اس کی شرح میں شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اما آن قصد المعنی الصحیح فالظاھر انہ لا باس بہ۔[202]

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شئیاللہ کا یہ ہی مطلب ہے۔

اعتراض:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے ۔۔۔ جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

جواب:

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے ۔۔۔ جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے
توسل کر نہیں سکتے خدا سے ۔۔۔ اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

---

[201] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتدمطلب فی کرامات الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[202] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتدمطلب فی کرامات الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعتراض:۔ خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہئیے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔[203]

جواب: ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ قرآن بھیج رہا ہے۔ دیکھو گزشتہ تقریر۔ اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں   مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے!

اعتراض: قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

جواب: اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور حاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کر چکے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيرًا (النساء ۵۲)

ترجمہ: جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کا مدد گار کوئی نہیں۔

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مدد گار بنائے۔

اعتراض: شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل (علیہ السلام) نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل (علیہ السلام) کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔ بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

---

[203] (تقویۃ الایمان)

جواب: یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکالنا رب کو ناپسند ہو گا۔ اسی لئے خلیل اللہ علیہ السلام نے اس وقت خدا سے بھی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعا نہ کی نہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔

اعتراض: زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مُردوں سے نہیں۔ کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مُردہ میں نہیں لہذا یہ شرک ہے۔

جواب: قرآن میں ہے وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحۃ۵) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔ کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہئیے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو۔

وَلَاتَقُولُوالِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَاتَشْعُرُونَ (البقرۃ ۱۵۴)

ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں گے مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔(روح البیان)اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے، جل جائے، طاعون میں مرے، عورت زچگی کی حالت میں مرے۔ طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذاللہ مردہ ماننا لازم آئے گا۔ حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق بہ ہم ثبوت استمداد میں کر چکے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جائے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ إِلَٰهًا آخَرَ (القصص ۸۸) کی تفسیر میں ہے:

فحینئذ فلیس فی الایة دلیل علی ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا و میتا شرک فانه جهل مرکب لان سوال الغیر من اجراء اللّٰه النفع او النصر علی یده قدیکون واجباً لانه من التمسک بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحوداً او جهولاً۔

ترجمہ: یعنی یہاں لا تدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔[204]

[204] (تفسیر صاوی ج۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے۔

(۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں۔

(۳) لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض: بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست وپاہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ (الحج ۷۳) یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب: یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح ہے کمزور ہو گیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔ خصوصاً ارواح انبیاء علیہم السلام رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى (الضحیٰ ۴) پر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمداد ولی کی روح سے ہے۔ نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔[205]

يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا (التوبۃ ۳۷) کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زہر پیا۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا۔ اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور

[205] تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۲۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض:۔ حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ (الحج ۷۳)

جواب: ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی مگر طاقت کا استعمال نہ کیا کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء فرعون کو بھی کھا سکتا تھا مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منگا لیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الٰہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے مگر حکم الٰہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہٰذا یہ آیت انبیاء علیہم السلام واولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے بار بار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

وہابیوں کا اعتراض

آپ سنی لوگ پیر بابا سید علی ترمذی کے مزار پر حاضری کے لئے جاتے ہو تمہیں کیا معلوم کہ پیر بابا اس دنیا سے مسلمان گزرا یا خارج از اسلام تھے یہ وہابیوں کا مشہور اعتراض ہے۔(نعوذ باللہ من

اقوال الوھابیة الخبیثة ومن ظنونھم المردودة)مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے بارہ جواب دیئے ہیں۔

جواب اول

پہلا جواب الزامی ہے:

اے وہابی تجھے کیا معلوم کہ تو جسے اپنا ابا کہتا ہے وہ حقیقت میں تیرا ابا ہے یا تیری امی جان نے کہیں چوری کرکے تجھے ناجائز جنا ہے۔

(۲)اے وہابی تو نے اپنے والد (وہ والد جس کا تجھے والد ہونے کا حق الیقین نہیں)کا جنازہ پڑھا تجھے کیا تحقیق کہ تیرا یہ مشکوک والد مسلمان گزرا یا کافر؟ پھر تو نے اپنے اس مشکوک والد کا جنازہ کیوں پڑھا؟

میں کہتا ہوں کہ پیر بابا سید علی ترمذی شاہ خراساں رحمہ اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں، حسینی سید ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں پھر لاکھوں لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا ہے اور جنازہ اس میت کا پڑھا اور پڑھایا جائے۔

جس میت میں وہ شرائط پائے جائیں جو فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کئے ہیں شرائط ملاحظہ ہوں:

(۱)**وشرط صحة الجنازة اسلام المیت۔**

کسی میت پر نماز جنازہ تب صحیح ہوگا جب مرنے والا مسلمان ہو میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

فقہ کی تمام کتب میں یہ مسئلہ تحریر ہے۔[206]

[206] (تنویر الابصار، شامی ج ۱ ص ۲ ۱ ۵، برجندی ج ۱ ص ۲۲۸، کبیری ص ۲۶۸، والکنز والزیلعی ج ۱ ص ۲۳۹، جامع الرموز ج ۱)

(۲) ویصلی علی کل بر و فاجر اذامات علی الایمان۔

ہر (مسلمان میت) نیک وبدپر نماز جنازہ پڑھی جائے بشرطیکہ وہ حالت ایمان پروفات ہوا ہو۔[207]

شفاء السقام کے مصنف فرماتے ہیں

(۳) لو قیل لہ بناء علی قولک ھذا لانصلی الجنازۃ علیک بعد موتک لانا لاندری ھل مت انت علی الکفر او الایمان و انت مقر بذلک علی الغیر فلایسلم ذلک لنفسہ فان لم یرض بذلک لنفسہ فلایتجاریٰ علی من غمرہ اللہ تعالیٰ برضاہ برمسہ۔[208]

(۴) انہ اذذاک یجرہ الی الشک فی صحبتہ الصحابۃ بان یقول من این علمتم ان الصحابۃ ماتوا علی الاسلام فان اقر بموجب ھذہ المقالۃ۔ قلنالہ یاخاسر الدین ویاعدو خاصۃ المسلمین ھم نجوم الاسلام۔[209]

جب وہابی یہ کہے کہ ہمیں کیا معلوم، کہ یہ شخص مسلمان مرا ہے یا کافر، تو کیونکر اس کے مزار کی زیارت کے لئے جایا جائے، میں کہتا ہوں (اے وہابی) اگر یہی بات ہے، تو تیرے مرنے کے بعد ہم تیرا جنازہ کیونکر پڑھیں کیونکہ ہمیں کیا معلوم، کہ تو مسلمان مرا یا کافر جب کہ تو اپنے لئے کبھی بھی اس بات کے لئے تیار نہ ہو گا، میں کہتا ہوں، کہ جب تو اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا تو بزرگ اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں ہیں ان بزرگوں کے بارے میں ایسی گستاخی کیوں کرتا ہے۔

---

[207] (عقائد نسفیہ و شرح العقائد)
[208] (شفاء السقام ص ۲۳۴)
[209] (شفاء السقام ص ۲۳۴)

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

جب (وہابی) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرتے کرتے یہاں تک پہنچتا ہے تو پھر (ایک دن) وہ یہ کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کرے گا۔

اور کہے گا کہ تجھے کیا معلوم کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حالت اسلام پر وفات ہوئے ہیں، جب وہ اس مقالہ (بات) تک پہنچ جائے تو ہم اسے کہیں گے کہ اے مسلمانوں کے دشمن اوراے وہ جس کا دین (اس طرح گفتگو کرنے سے) برباد ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اسلام کے (چمکتے ہوئے) ستارے ہیں۔

صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں:

(۵) وماظهر من الميت من كلمات الكفر فى حال موته يغفر ويعامل معه معاملة الموتى المسلمين حملاله على انه فى حال زوال عقله ولذااختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال۔[210]

ترجمہ: اگر قریب المرگ سے حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہو جائیں تو وہ (عند اللہ) معاف ہے، کیونکہ اس سے یہ کلمات ایسی حالت میں صادر ہوئے جو بے خودی (بے ہوشی) کا عالم ہے، بعضے فقہاء نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ موت سے پہلے اس کے عقل کے ضائع ہونے کا حکم دیا جائے گا، لہٰذا اس کے ساتھ (غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن وغیرہ) میں وہی معاملہ کریں گے جو عام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں عزیز مسلمان بھائیو! اگر کسی عام مسلمان سے بھی حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہوئے تو وہ بھی (بے ہوشی، عالم بے خودی، زوال عقل) کی وجہ سے (عند اللہ) معاف ہے۔ تو جس

---

[210] (تنویر الابصار ص ۵۹۷)

سے بحمدہ تعالیٰ یہ کلمات صادر ہی نہ ہوں اس کے ایمان و اسلام میں کس طرح شک کیا جائے، اولیاء اللہ کے بارے میں ایسا سوچنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے۔ حضور پرنور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے فرمان عالی کے مطابق۔

(۶) عن الاصحاب مصباح الدین بشھادۃ سید المرسلین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فقد سلتزمت نفسک الشک فی بقائھم علی اکمل الحالات بعد الموت فقد حرمت برکۃ انوارھم و اسرارھم و فاتک عن الخیرات اعظم فوت۔

حضور پرنور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے فرمان عالی کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین دین کے درخشاں ستارے ہیں (اے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن) تو نے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں غلط گمان کرکے اپنے آپ کو شکوک و شبہات میں ڈال دیا۔ سو تو ان کے انوار و اسرار کی برکت سے محروم ہوا حالانکہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، کہ انتقال کے بعد ان کے حالات (عالم برزخ میں) بطریق اولیٰ کامل و اکمل ہو جاتے ہیں (ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء کہ وہ تو فانی گھر کو چھوڑ کر باقی گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)۔

(اے دشمن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو اس گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم مہربانیوں سے محروم ہوا۔

سوالھم۔ (ای سوال الوھابیۃ) کلامی فی غیر ھذہ العصابۃ المرضیۃ۔

اگر وہابی کہے کہ میرے اعتراض سے صحابہ مراد نہیں بلکہ میری مراد دوسرے اولیاء اللہ وغیرہ ہیں۔

جواب (ہم کہتے ہیں اے دشمن صحابہ) اگر تیری مراد اولیاء اللہ ہوں، تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اولیاء اللہ نہیں؟ بلا ریب (بغیر کسی شک و شبہ کے) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام کے تمام اولیاء اللہ ہیں، بلکہ اولیاء اللہ کے سردار ہیں، سو تیرے اعتراض میں لا محالہ صحابہ کرام بھی شامل ہو گئے۔

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

(۷) بانه و بماجره الی الکفر العیاذ بالله تعالیٰ بان یصرح فی حق الانبیاء علیهم السلام بتلک العبارة الشنیعة فما اقبح ذلک الخبیث و اقل حیائه۔[211]

وہابی کا یہ شک وشبہ اولیاء کے بارے میں کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ مسلمان وفات ہوئے یا نہیں یہ شک اس وہابی کو) حد کفر تک لے جاتا ہے، کیونکہ اس کا یہ خیال فاسد اسے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیگا۔ سو یہ (وہابی) کتنا بڑا خبیث و بے حیا ہے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کے قول کو بھی جھٹلایا۔

(۸) يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (الابراهیم ۲۷)

(اس کاذب وہابی نے) اللہ تعالیٰ کے اس قول کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (دنیا و قبر و آخرت کی زندگی میں) قول ثابت (کلمہ توحید لا اله الا الله محمد رسول الله) پر ثابت (قدم) رکھتا ہے (وہابی نے) اس سے انکار کیا، سو یہ وہابی اپنے قول سے ہی کافر ہو گیا۔

(۹) قوله تعالیٰ: أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (آل عمران ۱۳۳)

(جنت) پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

---

[211] (شفاء السقام، ص ۲۳۴)

مسلمان بھائیو! جنت پرہیز گاروں کے لئے ہے اور اولیاء اللہ سارے کے سارے متقی پرہیز گار ہیں۔ بمع پیر بابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تو ماننا پڑے گا کہ یہ پہلے مسلمان ہیں پھر پرہیز گار و اولیاء اللہ، اگر بفرض محال اہل و سنت والجماعت میں سے اولیاء اللہ کو متقی و پرہیز گار نہ مانا جائے تو کیا فرقہ وہابیہ دائمی جہنمیہ کافرہ کو متقی و پرہیز گار مانے، نعوذ باللہ، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن اللہ کے دوست اولیاء بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱۰) أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۶۲) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۶۳) لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: خبر دار اللہ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے، (یہ متقی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری (اختیار) کی۔ انہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہو، اللہ کے کلمات کو تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں نہ ان کے لئے کوئی غم۔ نیز اللہ تعالیٰ تو انہیں خوشخبریاں سنا رہا ہے، اور وہابی انکار کرتا ہے، اس انکار و تکذیب کے بنا وہابی کافر ہے صاحب شفاء سقام کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس وہابی کا یہ کہنا کہ تمہیں کیا معلوم کہ یہ ولی ایمان کے ساتھ گزرا یا (نعوذ باللہ) بدون ایمان کے۔

صاحب شفاء اس قول کا مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۱) یکذبه صریحا امره صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلّم (فی الحدیث الصحیحه الصریحة المنقولة فی الصحاح الستة وغیرها) بزیارة القبور علی العموم من المسلمین ولم یقل لاتزوروا الامن تحققتم موته علی الاسلام۔[212]

اس کا رد اس حدیث صحیحہ جو صحاح ستہ میں موجود ہے کے لئے کافی ہے۔

(جس میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے امت سے فرمایا کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب (جاؤ) قبروں کی زیارت کرو) اس حکم میں عموم ہے، رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مسلمانوں کی قبروں کا حکم دیا یہ نہیں فرمایا کہ (اس کا جنازہ پڑھ کر دفنانے کے بعد اب) تحقیق کرو کہ اس کی موت اسلام پر واقع ہوئی یا نہیں۔

صاحب شرح عقائد لکھتے ہیں:

(۱۲) اجماع الامت من عصر النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلّم الی یومنا هذا بالصلوٰة علی من مات من اهل القبلة من غیر توبة والدعاء والاستغفار لهم من العلم بارتکابهم الکبائر بعد الاتفاق علی ان ذلک لا یجوز لغیر المؤمن۔[213]

عہد مصطفوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے لے کر آج تک جمیع امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو اہل قبلہ بغیر توب و استغفار کے وفات پا جائے اور اس بات کا علم بھی ہو کہ مرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب تھا، پھر بھی باتفاق جمیع امت اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے، نماز جنازہ مومن کے علاوہ کسی اور پر جائز نہیں، ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولیوں کے مزارات کی حاضری جائز ہے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔

---

[212] (شفاء السقام ۲۳۴)

[213] (شرح عقائد و رمضان آفندی ۲۴۱)

”سو“ وہابی کا قول مردود ہے۔

ثبوت نداء یارسول اللہ ﷺ

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلے میں کہ زید جو موحد مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا خدا مانتا ہے اور رسول (ﷺ) کو رسول مانتا ہے اور نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں حضور ﷺ کو کلمہ ”یا“ کے ساتھ پکارتا ہے اور اس طرح سلام عرض کرتا ہے کہ ”الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ“ یا کہتا ہے کہ کہ ”اسئلک الشفاعة یارسول اللہ“۔ کیا اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بعض دیوبندی، وہابی، پنج پیری، مودودی گروپ، تبلیغی گروپ اور عثمانی گروپ وغیرہ اس طرح درود شریف پڑھنے والے اور یارسول اللہ (ﷺ) اور یاغوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہاں تک درست اور صحیح ہے۔ دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کا حل بتائیے۔

بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب

المستفتی: ڈاکٹر محمد افضل کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب!

الحمدلله الذی جعلنا علی عقیدة اهل السنة والجماعة وحفظنا من عقیدة الوهابیة الکفرة الفجرة الضآلة والصلوة والسلام علی سیدنا محمد الذی حکم علی الوهابیة بالشقاوة وعلی آله واصحابه الذین حکموا علی الوهابیة بشرار الخلق الضآلة۔ اما بعد!

کلمات مذکورہ بلاشبہ جائز ہیں اوران کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اس طرح درود شریف پڑھنے والے کو مشرک یا بدعتی کہنا خود مشرک اور بدعتی ہونا ہے اوراسلام کے دائرے سے باہر نکلنا ہے۔

بعض علماء نداء انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص نداء یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو شرک کہتے ہیں حالانکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار تھا۔

جیسے حافظ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثمّ نادیٰ بشعار المسلمین و کان شعارھم یومئذٍ یا محمداہ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم۔[214]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنگ کے وقت **یا محمداہ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم** کہنے کا معمول تھا۔کیونکہ ابن کثیر و ابن اثیر نے اس کو شعار المسلمین یعنی مسلمانوں کی علامت فرمایاہے۔

بنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت مشکل میں گرفتار ہوگئے۔

و کان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یا محمد یا محمد ایا نصر اللّٰہ انزل۔(فتوح الشام)

شعار یعنی یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نشانی تھی۔اسی طرح آج جو بھی لوگ **یا رسول اللّٰہ یا حبیب اللّٰہ یا محمداہ** کہتے ہیں تو وہ صحیح اہلسنت والجماعت ہیں۔اور مخالفت کرنے والے گمراہ

---

[214] (البدایۃوالنہایۃص ۳۲۹ ج۶)

کافر بے دین ہیں۔ اور بعض تو "یارسول اللہ" کہنے کو زنا سے بھی بدتر کہتے ہیں جیسے منیر شاکر زندیق نے کہا ہے۔ حالانکہ نداءخصوصاًفی الجہادالی الغائب اور نداء الی الرسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لطلب المعونۃ الروحانی باذن اللہ تعالیٰ اور بوجہ عشق و محبت آداب کے دائرہ میں (بمع درود شریف) جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ہم نے ندا "یارسول اللہ" پر ۳۱۳ دلائل پیش کیے ہیں۔

اس روایت کو علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" ص۲۴۶ (مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت) میں ذکر کی ہے۔

لکھتے ہیں:

ثم برز خالد و دعا الی البراز ونادیٰ بشعارھم وکان شعارھم یا محمداہ ﷺ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ۔

اس روایت سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار یہ تھا کہ یا محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے الفاظ سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پکارتے تھے۔ اور نصر اللہ انزل کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔ شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جس کو فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو یا محمداہ ﷺ کہے اسے مسلمان مانا جائے گا۔ اور جو یہ نہ کہے وہ مرتد اور کافر ہوگا۔[215]

---

[215] (قاموس ص ۲۸، صراح ص ۱۸۷، لغات الحدیث ص ۵۸، لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹، المنجد ص ۵۳۰، مفردات ص ۵۴۱)

دلیل نمبر ۱:

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی**۔ یعنی اے رسول، اے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے ندا کی گئی ہے اور جو کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ شرک نہیں ہوتا کیونکہ قرآن پاک شرک کی تعلیم نہیں دیتا۔

دلیل نمبر ۲:

پارہ چوبیس (۲۴) سورہ زمر آیت نمبر ۳۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام امت کو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے **"یاعبادی"** کہہ کر مخاطب فرمایا ہے لہٰذا اس کے جواب میں امتی **"یا رسول اللہ"** کہہ سکتے ہیں۔ نہ وہ شرک تھا اور نہ یہ شرک ہے۔

دلیل نمبر ۳:

پارہ نمبر ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اپنے درمیان اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کر کے آواز دیتے ہو۔[216]

اس آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر اور مجاہد نے فرمایا:

"قولوا یا رسول اللہ فی رفق ولین ولا تقولوا یا محمّد بتجھم"[217]

جس طرح تم لوگ ایک دوسرے کو نام لے کر سخت لہجے میں پکارتے ہو اس طرح حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو مت پکارا کرو بلکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی صفات کا ذکر کر کے نہایت ادب و نرمی سے یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کہہ کر پکارا کرو۔

---

[216] (سورۃ النور ۲۴، آیت نمبر ۶۳)

[217] (تفسیر قرطبی، ص ۲۲۲، ج ۱۲)

دلیل نمبر۴:

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مفسر صاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"ھٰذافی حیاتہ وکذابعدوفاتہ فی جمیع مخاطباتہ"[218]

یہ حکم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا نام مبارک انتہائی ادب سے لیناضروری ہے۔

دلیل نمبر۵:

یٰاٰدَمُ اَنبِئْھُم بِاَسْمَآئِہِمْ (سورہ بقرہ)

یعنی اے آدم علیہ السّلام انھیں تمام اشیاء کے نام بتادیجئے۔

دلیل نمبر۶:

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ (سورۂ بقرہ)

اے آدم علیہ السّلام آپ اور آپ کی زوجہ جنّت میں رہیئے۔

دلیل نمبر۷:

یٰنُوحُ اھبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرکٰتٍ عَلَیک (سورۂ ھود)

اے نوح علیہ السّلام ہماری طرف سے سلامتی اور برکت کے ساتھ کشتی سے اتر جائیں۔

دلیل نمبر۸:

یٰمُوسٰی اِنِّی اَنَااللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِینَ (القصص ۳۰)

اے موسیٰ علیہ السّلام بے شک میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

---

[218] (شرح الشفاء، ص ۳۸۶، ج ۳، تفسیر صاوی، ص ۱۴۹، ج ۳)

دلیل نمبر ۹:

یٰاِبۡرٰھِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ ھٰذَا (سورۂھود)

اے ابراہیم علیہ السّلام اس سے اعراض فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۰:

یٰعِیۡسٰی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیّ (آل عمران)

اے عیسٰی علیہ السّلام میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤنگا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

دلیل نمبر ۱۱:

پارہ اٹھارہ(۱۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَنَادَوۡا اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ" (الاعراف ۴۶)

یعنی اعراف والے جو مشرک نہ ہونگے بلکہ موحد ہونگے جنّتیوں کو کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔

اس سے بڑھ کر "السّلام علیک یا رسول اللہ" کہنا ثابت ہوا۔

دلیل نمبر ۱۲:

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے ہر زمانے میں ہر نمازی کو اس طرح سلام عرض کرنے کا حکم فرمایا۔ "السّلام علیک ایّھا النّبی" اے اللہ کے نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم آپ پر سلامتی ہو۔[219]

---

[219] (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۵)

دلیل نمبر ۱۳:

آپ ﷺ جب بھی کسی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ بلند آواز سے "الصّلٰوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" کہتا۔[220]

دلیل نمبر ۱۴:

آقائے نامدار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی سواری گم ہو جائے تو وہ بلند آواز سے پکارے "یا عباد اللہ احبسوا"[221]

دلیل نمبر ۱۵:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی غیر آباد علاقے (اجنبی جگہ) میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ وظیفہ پڑھے۔ "اعینونی یا عباد اللہ" اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔[222]

چونکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اس لیے یارسول اللہ کہہ کر ان سے مدد طلب کرنا بطریق اولیٰ جائز وثابت ہوا۔

---

[220] (سیرت حلبیہ ص ۲۱۴ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۵۴۰)

[221] (حیاۃ الحیوان ص ۳۱۹ ج ۱، البصائر ص ۱۵ المولوی حمد اللہ دیوبندی، الرسائل الستہ فی المسائل السّتہ ص ۵۲، صواعق الھیہ ص ۳۵)

[222] (نزل الابرار ص ۳۳۵، المولوی وحید الزمان غیر مقلد، تسکین الصدور ص ۳۳۴، اثبات الاغراض ص ۶۵ (مولوی شیخ القرآن شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۰۱۷ ج ۲، سُنن الھدٰی ص ۴۶۴)

دلیل نمبر ١٦:

صحابی رسول ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے صحابی کو وظیفہ "**یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم**" سکھایا جو حاجت مند تھا جب انہوں نے اس وظیفے پر عمل کیا تو خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً انکی حاجت پوری کر دی۔[223]

دلیل نمبر ١٧:

ابن حنیف رضی اللہ عنہ اور انکے صاحبزادے رضی اللہ عنہ (**یعلمون الناس**) لوگوں کو وظیفہ یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی تعلیم دیتے تھے۔[224]

دلیل نمبر ١٨:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص روضہء نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر حاضر ہو تو وہ یوں سلام عرض کرے "**السلام علیک ایھا النبی**"[225]

دلیل نمبر ١٩:

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے "**السلام علیک یا رسول اللہ**"

226

---

[223] (انجاح الحاجۃ ص ١٠٠، حجۃ اللہ علی العالمین ص ٣٨۴ ج ٢، اثبات الاغراض ص ٧٦)

[224] (نسیم الریاض ص ١١۴ ج ٣)

[225] (انوار محمّدیہ ص ٢٠٠)

[226] (انوار محمّدیہ ص ٢٠٠)

دلیل نمبر ۲۰:

نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا:

"یا اُمّۃ محمّد و اللہ لَوْ تَعْلَمُونَ ما أعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیلًا، و لَبَکَیْتُمْ کَثِیرًا."[227]

یعنی اے محمّد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی امت خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ اس حدیث مبارکہ میں تمام امت کو خطاب ہوا ہے لہٰذا تمام امتی بھی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو "یا رسول اللہ" کے ساتھ خطاب کرسکتے ہیں۔ نہ وہ کفر تھا اور نہ یہ کفر ہے۔

دلیل نمبر ۲۱:

"یا ابابکر انّ اللہ سماک الصّدیق"[228]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۲۲:

تبلیغی جماعت کے قائد اور دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی زکریا لکھتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر درود اور سلام دونوں یکجا ہو جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ یعنی "السلام علیک یا رسول اللہ،

---

[227] (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۰) البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٦٤٨٦] • صحيح • [أخرجه البخاري (٤٦٢١)، ومسلم (٢٣٥٩)•

[228] (کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

السلام علیک یا نبی اللہ" وغیرہ کی جگہ اگر "الصّلوٰ ۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ، الصّلوٰ ۃ و السّلام علیک یا نبی اللہ" آخر تک...پڑھا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔[229]

دلیل نمبر۲۳:

مجاھد حق گو، فاضل العصر، کامل الدھر، صادق الاحوال عاشق الرحمٰن والرسول حضرت مولانا الحاج محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سبحان ربی الاعلٰی میں لکھا ہے کہ:

تکیہ دھمہ بے کانولاس راکیرہ — ولاب پہ کمر یارسول اللہ یم

پہ مخ ستامِ ستاشفاعت شہ نصب — لائق دسقر یارسول اللہ یم

اسی طرح تمام نعتیہ کلام اس کتاب میں ہے جس میں یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر۲۴:

"لا تتَّخِذوهم غرَضًا بعدي"[230]

میرے بعد میرے صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا اس حدیث شریف میں "الخطاب للحاضرین فی الذھن ممن یجئی بعدہٗ" قیامت تک پیدا ہونے والوں کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کیا ہے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کرنا درست ہے۔ لہٰذا دونوں جہانوں کے سردار، شاھد اعظم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو روحانی طور پر حاضر ماننا اور انھیں یارسول اللہ کہہ کر پکارنا اور نداء کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

---

[229](فضائل درود شریف ص ۲۷)
[230](مشکوۃ ص ۵۵۴)

دلیل نمبر ۲۵:

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ایک نابینا صحابی کو بینائی کے لئے یہ وظیفہ سکھایا "**یامحمّد انّی اتوجّہ بک الی ربّک**" اے محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم، میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وسیلے سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔[231]

دلیل نمبر ۲۶:

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ:

کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا سلام   کرے گا یا نبی اللہ میری یہ کیا پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا   نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار[232]

دلیل نمبر ۲۷:

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یارسول اللہ شفاعت از تو میدارم امید   باوجود صد ہزاراں جرم در روز جزا[233]

دلیل نمبر ۲۸:

حسن السنجری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[231] (ابن ماجہ ص ۱۰۰، شفاء ص ۲۱۲ ج ۱)
[232] (البصائر ص ۵۰، بحوالہ الشھاب الثاقب) (قصائد قاسمی از مولوی محمد قاسم نانوتوی مکتبہ رشیدیہ دھلی ص ۸)
[233] (بحوالہ البصائر ص ۷۷ مولوی حمداللہ دیوبندی)

کعبۂ دل قبلۂ جان یارسول اللہ توئی
سجدہ مسکین حسن ہر لحظہ باد اسوئے تو[234]

دلیل نمبر ۲۹:

حضرت محمّد بن سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف پاپیادہ گیا جب راستے میں کمزوری پیدا ہوئی تو میں نے عرض کی "انا فی ضیافتک یا رسول اللہ"[235]

دلیل نمبر ۳۰:

ایک مرتبہ احمد بن محمّد رحمۃ اللہ علیہ کنویں میں گر گئے انہوں نے "یا حبیبی یا محمّد" کہا تو فوراً باہر نکل آئے۔[236]

دلیل نمبر ۳۱:

"یا ابابکر ھذا جبرئیل یقرئک من اللہ السّلام"[237]

اے ابو بکر یہ جبریل علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے ہیں۔

دلیل نمبر ۳۲:

"یا ابادوس ایاک و مشاورۃ النساء"[238]

اے ابو دوس عورتوں کے مشورے سے بچتے رہنا۔

---

[234] (بحوالہ البصائر ص ۷۷ مولوی حمداللہ دیوبندی)
[235] (حجۃ اللہ ص ۱۵)
[236] (حجۃ اللہ ص ۱۵۴ ج ۲)
[237] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[238] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۳۳:

"یااباذرانّہ لایضر من الدنیاماکان للاخرۃ"[239]

اے ابوذر رضی اللہ عنہ دنیا کی کوئی چیز بھی آخرت کیلئے مضر (نقصان دہ) نہیں۔

دلیل نمبر ۳۴:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مردہ کو دعائیہ صورت میں اس انداز سے پکارنا جائز لکھا ہے:

"ویقول یاسیدی احمدبن علوان ان لم تردعلیَّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء فان اللّٰہ یردعلی من قال ذلک ضالۃ ببرکتہ"[240]

حاصل عبارت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی چیز گم ہو جائے اور اس کا ارادہ ہو کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ واپس کر دے تو اسے چاہیئے کہ بلند جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی روح مبارک کو اور پھر سیّد احمد بن علوان کی روح مبارک کو بخش دے اور مذکورہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گمشدہ چیز کو واپس فرمادیگا۔ اگر مردے کو آواز دینایعنی پکارنا منع (ناجائز) ہوتا تو علّامہ شامی یہ کیوں نقل فرماتے۔

دلیل نمبر ۳۵:

کثیر بن محمد کسی مرض میں مبتلا تھے۔ حکیم نے کہا کہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے۔ انہوں نے "یامحمّدانّی اتوجہ بک الی ربّک۔" پڑھا تو بالکل تندرست ہو گئے۔[241]

دلیل نمبر ۳۶:

---

[239] (کنوزالحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[240] (شامی مصری ص ۳۳۴ ج ۳، جاءالحق ص ۱۹۹، اعلام المومنین ص ۵۳ لمولوی سیداحمدشاہ دیوبندی)
[241] (حجۃاللہ ص ۱۹۴ ج ۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی اذان سنتے اور اس میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسمِ مبارک سنتے تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھتے اور پڑھتے:

"قرۃ عینی بک یا رسول اللہ"۔[242]

دلیل نمبر ۳۷:

بہت سے مشائخ کرام کا یہ معمول ہے کی وہ جب بھی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا نام پاک سنتے تو "صلّی اللہ علیک یا سیّدی یا رسول اللہ" پڑھتے۔[243]

دلیل نمبر ۳۸:

حضرت مجدد الف ثانی امام ربّانی قدس سرّہ دونوں انگوٹھے چوم کر "قرّۃ عینی بک یا رسول اللہ" پڑھتے۔[244]

دلیل نمبر ۳۹:

سیّدنا حمزہ اور سیّدنا جعفر رضی اللہ عنھما فرمایا کرتے تھے کہ "لا الٰہ الاّ اللہ" کے بعد سب سے بہترین وظیفہ "الصّلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ" ہے۔[245]

دلیل نمبر ۴۰:

---

[242] (روح البیان ص ۲۲۹ ج ۷، جلالین ص ۳۵۷، بر حاشیہ نمبر ۱۳)
[243] (مقاصد حسنہ ص ۳۸۴، ص ۳۸۵)
[244] (جواہر مجددیہ ص ۵۲)
[245] (افضل الصلوٰۃ للنبھانی ص ۱۱۰)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کعبہ شریف میرے روضہ مطہرہ پر حاضر ہو کر **السلام علیک یا محمّد**صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے گا اور میں اس کے جواب میں وعلیک السلام یا بیت اللہ کہوں گا۔[246]

دلیل نمبر ۴۱:

کنز العباد میں ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا نام نامی اسم گرامی یارسول اللہ کہنا مستحب ہے۔[247]

دلیل نمبر ۴۲:

"انا جلیس من ذکرنی"۔

مجھے جہاں بھی یاد کیا جاتا ہے میں وہاں موجود ہوتا ہوں۔[248]

دلیل نمبر ۴۳:

"من قال عشرۃ مرۃ الصلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ فکانما اعتق رقبۃ"۔

یعنی جس نے دس مرتبہ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسول للہ پڑھا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔(ان شاءاللہ)[249]

دلیل نمبر ۴۴:

مولوی حسین احمد دیوبندی نے لکھاہے:

---

[246] (تفسیر عزیزی فارسی سورۂ بقرہ ص ۴۶۳)

[247] (طحطاوی ص ۱۱۱، شامی ص ۲۹۳ ج ۱)

[248] (سعادۃ الدارین ص ۴۵۴، مدارج النبوۃ ص ۵۷۰ روح البیان ص ۳۳۵ ج ۲)

[249] (بحوالہ نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳، المدارج السنیّہ ص ۵)

"الصّلوٰۃ والسَّلام علیک یارسول اللہ وجملة الصور للصّلوٰۃ ولو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب مستحسن"۔[250]

دلیل نمبر ۴۵:

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"واحضر فی قلبک النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولیصدق املک فی انّہ یبلغہ ویرد علیک ما ھوا وفی منہ"۔

یعنی اپنے دل میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو حاضر رکھو اور انکی سراپا نور شخصیت کا تصور کرو پھر کہو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اور یہ یقین رکھو کہ میرا اسلام آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تک پہنچتا ہے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جواب عنایت فرماتے ہیں۔[251]

دلیل نمبر ۴۶:

حضرت آدم علیہ السلام بروز قیامت بلند آواز سے فرمائیں گے:

"یا احمد یا احمد ھذا رجل منطلق بہ الی النارّ"[252]

اے احمد اے احمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) اس آدمی کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔

---

[250] (الشہاب الثاقب ص ۶۵)

[251] (احیاء العلوم ص ۱۲۹ ج ۱، عمدۃ القاری ص ۱۱۱ ج ۶، مواھب لدنیہ ص ۳۲ ج ۲، سعایہ ص ۲۲۷ ج ۱، حجۃ السّالکین فی رد المنکرین ص ۹۷)

[252] (القول البدیع ص ۱۲۳)

دلیل نمبر ۴۷:

جب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مدینہ منوّرہ کے لوگ چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے بچیاں گلیوں میں گھوم کر یہ نعرہ "ینا دون یا محمّد یا رسول اللہ" بار بار لگاتے۔[253]

دلیل نمبر ۴۸:

صالح بن شوشا فرماتے ہیں کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ دشمن کے جہاز نے ہمارا تعقب (پیچھا) کیا قریب تھا کہ ہماری کشتی ڈوب جاتی کہ میں نے عرض کیا:

"یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نحن فی ضیافتک الیوم یا رسول اللہ"[254]

یعنی یا رسول اللہ ہم آج آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے مہمان ہیں اچانک دشمن کے جہاز کا بادبان پھٹ گیا اور ہم خیریت سے تیونس پہنچ گئے۔

دلیل نمبر ۴۹:

---

[253] (مسلم شریف ص ۴۲۹)

[254] (حجۃ اللہ ص ۶۱۴ ج ۲)

محمّد بن محمود کو کبھی کبھی بخار آتا تھا انہوں نے ایک دن کتاب الشفاء کو سینے پر رکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہم نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر تکیہ کیا ہے تو فوراً بخار ختم ہو گیا۔[255]

دلیل نمبر ۵۰:

سید العشاق، رئیس مداحِ سّیدنا محمّد ﷺ، حاجی محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یارسول اللہ ! یَہِ غـم کبن ڈوب شو یاران تاپسے۔

یعنی اے اللہ کے محبوب! آپ کے سارے ساتھی آپ کے غم میں نڈھال ہو گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۵۱:

ایک بزرگ سرکار دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے مواجہ شریف میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ انّی جائع۔ یعنی اے اللہ کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں بھوکا ہوں ایک سیّد زادے آئے اور ان کو ساتھ لے گئے اور کھانا کھلایا پھر فرمایا کہ " اخی لو طلبت الجنّه او المغفرة او الرضاء" یعنی اے بھائی کاش کہ آپ شہنشاہ رسالت سے جنت، مغفرت یا رضا خداوندی مانگتے تو اچھا ہوتا۔[256]

دلیل نمبر ۵۲:

---

[255] (حجّۃ اللہ ص ۱۶ ۴ ج ۲)

[256] (حجّۃ اللہ ص ۸ ۲ ۴ ج ۲)

ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ستر ۷۰ مرتبہ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بلند آواز سے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی درود ہو آج تیری مراد پوری ہو گی۔[257]

دلیل نمبر ۵۳:

حضرت یامین بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے وادی القراء پہنچے تو بھوک نے بہت ستایا ہمارے ساتھی نے عرض کیا یا رسول اللہ نحن جیا ع و نحن فی ضیا فتک یا رسول اللہ۔ یعنی یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہم بھوکے ہیں اور آپ ﷺ کے مہمان ہیں تو فوراً مدینہ منوّرہ کی روٹیاں آئیں اور ہم نے تین دن تک تناول کیں۔[258]

دلیل نمبر ۵۴:

حضرت جامع الشریعت والطریقت عالم باعمل مرشد اکمل حاجی محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

یا محمّد عـــربی تا پسے بـــہ مرم تر کومہ یعنی یا محمّد عربی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر کب تک مرتا رہو نگا۔

[257] (حجۃ اللہ ص ۴۴، انوار محمدیہ ص ۲۰۱)
[258] (حجّۃ اللہ ص ۴۲۹)

دَ ختکندن سلګئ ب تا پسے وهم ترکومه یعنی آپ ﷺ کی جدائی میں نزع کی تکلیف کب تک سہتار ہونگا۔

دواړه جهانه چې روخانه کړه رب ستاله مخه یعنی دونوں جہاں کو اللہ نے آپ ﷺ کے چہرے سے روشن کیا۔

ستاد هجران تورو تیږو کې ب راه یم ترکومه یعنی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ہجر کی تاریکی میں کب تک رہونگا۔

مادوصال ساحل ته اور سوه للّٰه محبوب یعنی مجھے للّٰہ وصال کے ساحل تک پہنچااے محبوب ﷺ!

تریخ سمندر کی دَ هجران ب خلته ځم ترکومه یعنی هجر کے ترش سمندر میں کب تک نیچے جاتارہونگا۔

کوردِ زړګی مِ شودوخانه ستادمخ په شمع یعنی میرے دل کا محل آپ کے شمع چہرۂ سے روشن ہوا۔

لکه پتنګ ب په لمبو ګرځونه خورم ترکومه مانند یعنی پتنگ شعلوں پر کب تک گھومتارہونگا۔

ترحم اے دَ مدینے منورے مسیحایعنی اے مدینہ منورہ کے مسیحارحم فرمایئے۔

پټئ د صبر ب په زخم دزړه ګدم ترکومه یعنی صبر کی پٹی دل کے زخم پر کب تک لگا تارہونگا۔

یو د هجران بل دَ پاکستان غمونه یعنی ایک هجر کا غم اور دوسرا پاکستان کا غم۔

زه محمد آمین سبہ دادواڑہ زغم ترکومہ یعنی میں محمد امین ان دونوں کو کب تک برداشت کرتا رہونگا۔[259]

دلیل نمبر ۵۵:

ایک پکڑے ہوئے ہرن نے فریاد کی "یارسول اللہ ان لی اولاداً" اے اللہ کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے بچے بھوکے ہیں مجھے آزاد کیجئیے تاکہ میں انھیں دودھ پلا آؤں۔[260]

دلیل نمبر ۵۶:

حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰفرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ اس حال میں پہنچا کہ میں نے پانچ دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں آپ کا مہمان ہوں پھر منبر رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس سو گیا۔ خواب میں زیارت رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہوئی اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے روٹی عنایت فرمائی میں نے فوراً کھانا شروع کر دی آدھی روٹی کھائی تھی کہ بیدار ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔[261]

دلیل نمبر ۵۷:

شیخ بہاء الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کشف الارواح کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف پھر دل پر یارسول اللہ (ﷺ) کی ضرب لگائے۔[262]

---

[259] (دستور جماعت ناجیہ صالحہ ص ۹)

[260] (القول البدیع ص ۱۴۸)

[261] (حجّۃ اللہ ص ۸۲۸ ج ۲)

[262] (اخبار الاخیار ص ۱۹۹ فارسی)

دلیل نمبر ۵۸:

مذاھبِ اربعہ کے محقق سیدی عبد الوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سادات کرام اپنے درمیان اختلاف شروع کرتے ہیں تو میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف متوجہ ہو کر یارسول اللہ ﷺ کہتاہوں اور ان کی اصلاح کیلیئے دعا کرتاہوں۔[263]

دلیل نمبر ۵۹:

سیدی عبد القادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ روضہ ءاقدس پر حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کا غلام حاضر ہے۔**یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم** آپ کی بارگاہ کا ایک کتّا آپ کے روضے کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ ﷺ کی ایک نظر کرم مجھے مایوسی سے مستغنی کر دیگی۔یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مہربانی کی ایک جھلک بھی میرے لیے کافی ہو گی۔تو روضہ ءانور سے آواز آئی کہ تو میرا بیٹا ہے اور میرے روضہ ءانور کی برکت اور اسکے سبب سے تو میرا منظورِ نظر ہے۔[264]

دلیل نمبر ۶۰:

بیروت کے ایک پریشان حال شخص کو علامہ یوسف نبھانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح درود شریف سکھایا:

---

[263](لطائف المنن ص ۱۵ ج ۲)
[264](جامع کرامات الاولیاء ص ۲۱۸ ج ۲)

" اللّٰھُمّ صلّ علٰی سیّدنا محمّد وعلٰی اٰل سیّدنا محمّد قلت حیلتی ادرکنی یا رسول اللّٰہ "۔[265]

جب انہوں نے یہ درود شریف پڑھا تو مشکل حل ہو گئی۔

دلیل نمبر ۶۱:

سیّدنا علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آئمہ مجتہدین جب مسائل کا استنباط فرماتے تو کتابوں میں انھیں لکھنے سے پہلے بالمشافہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے پوچھتے کہ " یا رسول اللّٰہ! قدفھمنا کذامن آیات کذاو فھمنا من قولک فی الحدیث الفلان کذافھل تحبُّ "[266]

یعنی یا رسول اللہ ہم نے فلاں آیت یا حدیث سے فلاں مسئلہ مستنبط کیا ہے استنباط صحیح ہے یا غلط ؟ اور آپ کو پسند ہے یا نہیں ؟ اس کے بعد جو حکم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔

دلیل نمبر ۶۲:

مخدوم جہاں سیّد جلال بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوراد و وظائف میں یہ درود شریف بھی داخل ہے:

" الصّلٰوۃ السّلام علیک یا نبی اللّٰہ "[267]

---

[265](جواھر البحار ص ۳۵۴ ج ۲)
[266](المیزان الکبزی ص ۴۳)
[267](جواھِر خمسہ اردو ص ۱۰۲)

دلیل نمبر ۶۳:

طریقہ ءشطاریہ کے بزرگوں کے اوراد میں یہ بھی داخل ہے:

" نادعلیّا مظہر العجائب تجدہ عونالک فی النوائب کل ھمّ و غم سینجلی بنبوتک یا محمّد و بولایتک یاعلی یاعلی یاعلی "[268]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز دو جو مظہر عجائبات ہیں تو تم انکو اپنے تمام غم اور تکالیف میں مددگار پاؤ گے۔ آپ ﷺ کی نبوت کے وسیلے سے یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولایت کے وسیلے یاعلی یاعلی یاعلی تمام مصائب ختم ہو جائیں گے۔

دلیل نمبر ۶۴:

دونوں جہان کے سردار، محبوبِ کبریا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دو فرشتے لوگوں کو یا ایھا النّاس سے مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں " ما قل و کفی خیر ممّا کثیر و الھی " تھوڑا مگر کافی مال (جو کفایت کرے) بہتر ہے اس زیادہ مال سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے۔[269]

جب اتنی دور سے " یا ایھا النّاس " کہنا شرک نہیں تو یارسول اللہ کہنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

پھر اگر تمام انسان یہ آواز نہیں سنتے مگر انسانیت کی روح حضرت محمّد مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تو ضرور سنتے ہیں اسلیے کہ آواز سنانے کیلئے اور منادیٰ (جسے پکارا جائے) کو متوجّہ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔[270]

---

[268] (جواھر خمسہ ص ۲۸۲)

[269] (حلیۃ الاولیاء ص ۲۲۶ ج ۲)

[270] (شرح جامی ص ۹۶)

دلیل نمبر ۶۵:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتے کو ساری مخلوقات کی آواز سننے کی طاقت بخشی گئی ہے۔وہ قیامت تک درود شریف سنے گا اور عرض کرے گا یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فلاں بن فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں نذرانۂ درود شریف پیش کیا ہے۔[271]

جب آپ ﷺ کے نور مبارک سے پیدا شدہ فرشتہ دور و نزدیک سے اگرچہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ سنتا ہے اور درود شریف پڑھنے والے اور اسکے آباءواجداد کے نام جانتا ہے توخود آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کیلئے ان اوصاف کو ثابت کرنا اور ماننا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان : کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

سوال: اپنی حاجت بیان کیے بغیر صرف یارسول اللہ (ﷺ) کہنا کیسے جائز اور ثابت ہے؟

جواب: یارسول اللہ (ﷺ) اور یااللہ اور دیگر نعروں میں محاورہ کے ساتھ سوال متضمن (پوشیدہ) ہے۔ اپنا مقصد لفظوں میں بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاجت مند اپنے مخدوم کو **یا کریم، یا نفّاع، یا کریم، یا رحمٰن** سے مخاطب کرے تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ مجھ پر کرم فرما، نفع عطا فرما اور رحم فرما کیونکہ یہ "**ھٰذہ الاذکار جاریۃ مجری السوال**" یعنی یہ الفاظ اور آواز سوال کے قائم مقام ہیں۔[272]

---

[271] (شفاء السّقام ص ۴۶، القول البدیع ص ۱۲، جلاء الافھام ص ۵۲)

[272] (تفسیر کبیر ص ۱۵۱ ج ۱، طبع جدید)

بناء بریں ایک مرتبہ حضور اقدس صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقصد کو بیان کیے بغیر بار بار یا رسول اللہ (ﷺ) کہا اور اپنی حاجت روائی کی۔[273]

اسی طرح ایک دفعہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یا رسول اللہ کہا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا۔[274]

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ اپنی حاجت کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صرف "یا امیر المؤمنین" پر اکتفاء کرتے تھے۔[275]

رئیس النحاۃ مولانا عبد النبی فرماتے ہیں کہ یا محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا مطلب یہ ہے کہ:

اے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلم بیا کہ من مشتاق توام۔

اے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آیئے کہ میں آپ کے دیدار کا شوق رکھتا ہوں۔[276]

عارف ملا جامی نے شرح جامی ص ۹۶ میں یہ فرمایا ہے:

"فالحمد اللہ علیٰ ذالک"۔

دلیل نمبر ۶۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

" مرّ النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بقبور بالمدینة فاقبل علیھم بو جھه فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفُنا و نحن بالأثر "[277]

---

[273] (بخاری شریف ص ۳۶۲)

[274] (بخاری شریف ص ۲۷۲، ۲۷۳ ج ۱)

[275] (بخاری شریف ص ۴۳۰ ج ۱)

[276] (جامع الغموص ص ۲۲ ج ۱)

[277] (مشکوۃ ص ۱۵۴)

"رفع النداء باعلی الصوت فی اثبات یا رسول اللہ بعد الموت" ص۷(لمولوی شیخ طریقت علی محمد البلخی رحمہ اللہ تعالیٰ) آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا مدینہ منورہ کی قبروں پر سے گزر ہوا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم انکی طرف متوجہ ہوئے اور ر فرمایا اے اھل قبور تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں معاف فرمائے۔ آپ ہم سے پہلے گزر گئے ہیں ہم پیچھے (بعد میں) آنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۶۷:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن مختلف لوگ حاضر ہونگے اور "اغثنی یا رسول اللہ" عرض کرینگے۔[278]

دلیل نمبر ۶۸:

مشہور حدیث میں ہے کہ جب لوگ تمام انبیاء علیہم السَّلام کے بعد آپ ﷺ کی بار گاہ میں قیامت کے دن حاضر ہونگے تو یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کہہ کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔[279]

غلامان احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے　　　کہ محشر میں بھی ہو گا انکا نعرہ یا رسول اللہ

---

[278](مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)

[279](مسلم شریف ص ۱۱۱ ج ۱)

دلیل نمبر ۶۹:

"وانابفراقک یاابراھیم لمحزونون"۔[280]

ہم آپ کی جدائی میں اے ابراھیم (ضرور) غمگین ہیں۔

دلیل نمبر ۷۰:

اکابر علماء دیوبند حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

دستگیری کیجئے میرے نبی ﷺ — کشمکش میں تم ہی میرے ولی
میں ہوں بس اور آپ کا دیا یار سول اللہ — ابر غم گھیرے نہ پھر مجھکو کبھی[281]

دلیل نمبر ۷۱:

حضرت علامہ شمس العلماء سیدی جمال مکی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی مثلاً هل هو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثه با لاولیاء ونداء هم والتو سل بهم امر مشروع ومرغوب لاینکر الامکابر او معاندو قد حرم برکة الاولیاء الکرام"۔[282]

یعنی مجھ سے پوچھا گیا اس آدمی کے بارے میں جو تکلیف و مشکل میں یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہتا ہے۔ آیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اولیاء کرام سے بذریعہ توسل امداد طلب کرنا اور انھیں پکارنا (مشروع) جائز اور مستحسن ہے۔اس

---

[280](مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۱)
[281](نشر الطیب ص ۱۴۵)
[282](المسئلۃ البیضاء ص ۲۲)

سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو انصاف کا دشمن اور حق سے اندھا ہو اور ایسا شخص اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

دلیل نمبر ۷۲:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ و مرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
بر گزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی

دلیل نمبر ۷۳:

حضرت شیخ محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خرابم در غم ھجرت جمالت یا رسول اللہ
جمال خود نما رحمے بجان راز و شیدا کن
بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلم کرم فرما:
بہ لطف خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن۔[283]

یا رسول اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلَّم کی جدائی کے غم سے میں برباد ہوا اپنا دیدار عطا فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ بے سر و پا قافلے کو سامان عطا فرمایئے۔

دلیل نمبر ۷۴:

[283] (اخبار الاخیار ص ۳۲۳)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ "یا محمّد لا اُعذب احدا یسمی باسمک النار "یعنی اے محبوب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں اس شخص کو دوزخ کا عذاب نہیں دونگا جس کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہو۔[284]

دلیل نمبر ۷۵:

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو فرمایا:

" یا محمّد انھنّ خمس صلوات کل یوم و لیلة لکل صلوٰ ة عشر فذلک خمسون صلوٰة"۔

یعنی اے محبوب یہ پانچ نمازیں ہیں جن کو میں نے دن رات میں فرض کیا ہے۔ ہر نماز کا ثواب دس 10 / نمازوں کے برابر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ثواب کے لحاظ سے 50 نمازوں کے برابر ہے۔[285]

دلیل نمبر ۷۶:

"یا ابابکر انت عتیق اللہ من النار"۔[286]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۷۷:

"یا ابابکر ماظنک باثنین اللہ ثالثھما"۔[287]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔

---

[284] (نداء یامحمّد ص ۲۲)

[285] (مشکوٰۃ ص ۵۲۸ ج ۲)

[286] (رواہ احاکم فی المستدرک از کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

[287] (رواہ الشیخان کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۷۸:

سر خیل دیوبند مولانا گنگوہی لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اشعار کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز ہے۔

یارسول کبریا فریاد ہے　　　　یا محمدّ مصطفیٰ فریاد ہے

مدد کر بہر خدا حضرت محمدّ مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم

تم سے ہر گھڑی فریاد ہے[288]

دلیل نمبر ۷۹:

"یااباذر صل صلوٰۃ لوقتھا"۔

یعنی اے ابوذر اپنے وقت پر نماز ادا کرو۔[289]

دلیل نمبر ۸۰:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک سن ہو گیا تو آپ نے "یا محمّداہ" کہا تو پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا۔[290]

یا محمّداہ میں " الف" استغاثہ کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ اے محبوب میری فریاد رسی فرمایئے۔

دلیل نمبر ۸۱:

---

[288](فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۹ ۳)

[289](رواہ احمد از کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

[290](شفاء ص ۱۸ ج ۲)

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی مسجد میں آتے یا جاتے تو کہتے السَّلام علیک ایھاالنبی۔[291]

دلیل نمبر ۸۲:

آپ ﷺ کی بارگاہ میں کسی نے غربت کے بارے میں شکایت کی آپ ﷺ نے انہیں وظیفہ بتایا کہ جب آپ گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کہیں پھر مجھ پر سلام پڑھیں اور پھر سورۃ الاخلاص پڑھیں۔ انہوں نے اس پر عمل کیا تو چند دن کے اندر غربت ختم ہو گئی اور خوشحالی آگئی۔[292]

دلیل نمبر ۸۳:

علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"لانّ روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام"۔[293]

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر موجود ہوتی ہے۔اس لیے گھر میں داخل ہوتے وقت "السّلام علی النبی" کی طرح "السّلام علیک ایھّاالنبی" بھی درست ہے۔

دلیل نمبر ۸۴:

---

[291] (شفاء ص ۵۳ ج ۲، نسیم الریاض ص ۴۶۵ ج ۳)

[292] (جلاءالافھام ص ۲۵۵، نسیم الریاض ص ۴۶۴ ج ۳)

[293] (شرح الشفاء ص ۴۶۴ ج ۳)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد صحابہ ء کرام علیہم رضوان آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ۔[294]

دلیل نمبر ۸۵:

صحابہ ء کرام علیہم رضوان نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارکہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور عرض کیا" السلام علیک یا رسول اللہ" پھر کہا کہ ابو بکر حاضر ہے اور آپ کے پاس دفن کرنے کی اجازت درکار ہے آواز آئی " ادخلوا الحبیب الی الحبیب "یعنی دوست کو دوست کے ساتھ ملاؤ۔[295]

دلیل نمبر ۸۶:

ابو بکر بن مجاھد نے خواب دیکھا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جناب شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دیا اوراس شفقت کی وجہ یہ بتائی کہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ "صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ" پڑھتے ہیں۔[296]

دلیل نمبر ۸۷:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے درود شریف پڑھتے تھے:

---

[294] (تنویر الملک ص ۲۳۰ ج ۱)
[295] (تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱ ،نزھۃالمجالس ص ۱۷۹ ج ۲)
[296] (القول البدیع ص ۱۷۳ ،جلاءالافھام ص ۲۵۸ ،فضائل درود شریف از مولوی زکریا)

"یامحمّدصلّی اللہ علیک وسلّم"[297]

دلیل نمبر ۸۸:

جب بھی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تو ان الفاظ سے سلام عرض کرتے:

"السَّلام علیک یا رسول اللہ"۔[298]

دلیل نمبر ۸۹:

ایک اعرابی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روضہ ء انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ماقلت سمعنا" یارسول اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے جو فرمایا ہم نے سن لیا ہے ہم آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔" فنودی من قبرہ قد غفرلک" قبر انور سے آواز آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔[299]

دلیل نمبر ۹۰:

"یااباررافع اُقتل کل کلب بالمدینہ"۔[300]

اے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے تمام کتوں کو قتل کر دو۔

دلیل نمبر ۹۱:

---

[297] (القول البدیع ص ۲۲۵)
[298] (القول البدیع ص ۱۸۵)
[299] (مدارک ص ۲۲۴ ج ۱)
[300] (رواہ احمد کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

"یا اباسعید لا یاکل طعامک الاتقی"۔[301]

یعنی اے ابو سعید رضی اللہ عنہ تمھارا کھانا متقی شخص کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

صحابہء کرام علیہم رضوان کا یہ طریقہ تھا کہ دور و نزدیک، حاضر وغائب کو ہر جگہ سے ہر حال میں ایک دوسرے کو "یا" کے ساتھ پکارتے تھے۔اس میں ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔یہی طریقہ تمام مسلمانان اھلِسنت کا ہے۔منکرین ووھابیوں کا اعتراض صرف اہلِسنت وجماعت پر نہیں بلکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ہے۔

دلیل نمبر ۹۲:

مفتی غلام رسول صاحب دارالعلوم جماعتیہ نے فرمایا کہ اذان سے پہلے اور بعد دونوں اوقات میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" جائز ہے۔[302]

دلیل نمبر ۹۳:

"یا ابافاطمہ ان اردت تلقائی فاکثر السجود"۔[303]

اے ابو فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم میری ملاقات چاہتے ہو تو سجدوں کی کثرت کرو (یعنی سجدے زیادہ کیا کرو مراد نماز پڑھنا ہے۔) واللہ اعلم۔

دلیل نمبر ۹۴:

"عن أبي هريرة: يا أباهريرةَ، إذا توضأْتَ فقُلْ: بسمِ اللهِ"۔[304]

---

[301] (مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابو سعید الحذری دار الفکر بیروت ۳/۳۸) (رواہ حاکم کنوز، الترمذی فی النوادر الحقائق ص ۲۰۴ جلد ۲)

[302] (فتاوی جماعتیہ ص ۱۲۵)

[303] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

[304] ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، نتائج الأفكار ١/٢٢٧•

یعنی اے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی آپ وضو کریں تو بسم اللہ پڑھا کریں۔

دلیل نمبر ۹۵:

"یا اباھریرۃ جدد الاسلام تکثر من الشھادۃ"۔[305]

اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کی تجدید کرتے رہو اور کلمہ ءشہادت کثرت سے پڑھا کرو۔

دلیل نمبر ۹۶:

"یا اخی عمر لا تنسنا من دعائک"۔[306]

اے بھائی عمر ہمیں اپنی دعاء میں نہ بھولنا۔

دلیل نمبر ۹۷:

"یا ابن عباس اذا قرأت فرتل "۔[307]

اے ابن عباس جب آپ تلاوت کریں تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔

دلیل نمبر ۹۸:

"یا سعد ارم فداک أمی و أبی"۔

اے سعد رضی اللہ عنہ تیر اندازی کرو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔[308]

دلیل نمبر ۹۹:

"یا عائشہ اعطی و لا تحصی فیحصی اللہ علیک"۔

---

[305] (از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

[306] (البصائر از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

[307] (کنوز الحقائق)

[308] (کنوز الحقائق ص ۲۰۵)

اے عائشہ رضی اللہ عنہا سخاوت کیا کرو اللہ کی راہ میں اور گنتی نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں گن کر عطا کریگا۔

دلیل نمبر ۱۰۰:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہونا چاہے تو اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر انور کی طرف منہ کرے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرے اور اس طرح عرض کرے "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہُ"[309]

دلیل نمبر ۱۰۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتے "السّلام علیک یا رسول اللہ"[310]

دلیل نمبر ۱۰۲:

سیّدنا ابراھیم علیہ السلام جب کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آواز دی:

"ایھّا النّاس انّ ربکم قد اتخذ بیتا فحجّوہ"۔[311]

یعنی اے لوگو! بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ تو قیامت تک جتنے بھی لوگ پیدا ہونے والے ہیں ان سب نے آواز کو سن لیا اور جن کی قسمت میں حج تھا انہوں نے لبّیک کہا۔

---

[309] (مسند امام اعظم ص ۱۲۶)

[310] (مسند امام اعظم ص ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۴)

[311] (تفسیر ابنِ کثیر ص ۲۱۶ ج۳، بخاری شریف ص ۴۷۶ حاشیہ نمبر ۵)

لبیک کہنے والوں میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بھی تھے۔ انھیں بھی آواز دی گئی اور انہوں نے جواب بھی دیا۔[312]

دلیل نمبر۱۰۳:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

یا رحمۃ للعٰلمین ادرک لزین العابدین

محبوس فی ایدی الظالمین فی موکب ومزدحم[313]

اے دونوں جہاں کیلئے رحمت زین العابدین کی مدد فرمایئے کہ وہ (ازدحام) ظالموں کے ہجوم میں پھنس گیا ہے۔

دلیل نمبر۱۰۴:

جب آپ ﷺ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز ادا فرمارہے تھے انہوں نے نماز میں پڑھا **"اشھد انّک یا رسول اللہ"** اے اللہ کے رسول میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔[314]

---

[312] (حیوٰۃ الحیوان ص ۱۱۵ ج ۱)

[313] (البصائر ص ۳۷، احسن المارب ص ۳۴)

[314] (الانوار المحمدیہ من المواھب اللدنیہ ص ۳۳۴)

دلیل نمبر ۱۰۵:

سیّد نا ابراھیم ،سیّدنا موسیٰ ،سیّدنا عیسیٰ علیہم السلام بلند آواز سے ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھتے تھے:

" السلام علیک یا اول ، السلام علیک یا آخر ، السلام علیک یا حاشر ۔ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ آلہ وَ سلَّم "۔[315]

دلیل نمبر ۱۰۶:

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسیلمہ کذّاب کے ساتھ لڑائی ہوئی تو صحابہ کرام نے میدان جنگ میں مسلمانوں کے شعار کے (مطابق) طور پر بلند آواز سے **" یا محمّداہ "** کہا۔[316]

شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جسے فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہو جائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو **یا محمداہ** کہے تو اسے مسلمان مانا جائے گا اور جو یہ نہ کہے تو وہ مرتد و کافر ہو گا۔[317]

شعار یعنی یہ صحابہ ء کرام علیہم الرضوان کی نشانی تھی۔اسی طرح آج جو بھی لوگ **یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ** اور **یا محمداہ** کہتے ہیں تو وہ صحیح اہل سنت و جماعت ہیں اور مخالفت کرنے والے گمراہ ہیں۔

---

[315] (انوار محمدیہ ص ۳۳۴)

[316] (البدایہ و النھایہ ص ۳۳۴ ج ۲)

[317] (قاموس ص ۲۸۱ ،صراح ص ۱۸۷ ،لغات الحدیث ص ۵۸ ،لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹ ،المنجد ص ۵۳۰ ، مفردات ص ۵۴۱)

دلیل نمبر ۱۰۷:

جناب عاشق الرّحمٰن والرسول حاجی محمد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ والسلام یا رحمۃ لّلعٰلمین

قاب قوسین آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا مقام یا رحمۃ لّلعٰلمین

خیرات دیدار چاہیئے خوار و بے نوا محمد امین کو

آپ کا مداح عاجز مداح یا رحمۃ لّلعٰلمین[318]

اسی طرح چودہ (۱۴) اشعار ذکر کیے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۸:

الحاج مولوی احتشام الحق دیوبندی نے بارگاہ نبوی میں اس طرح سلام عرض کیا ہے:

السلام علیک یا رسول اللہ : السلام علیک یا خیر خلق اللہ

السلام علیک یا حبیب اللہ : السلام علیک یا سید ولد آدم[319]

دلیل نمبر ۱۰۹:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ کے وقت مسلمانوں کا شعار **یا محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم، یا منصور امتک** تھا۔ اے محبوب اے مدد کیے گئے اپنی امت کی مدد فرمایئے۔[320]

دلیل نمبر ۱۱۰:

---

[318] (کتاب الحمدللہ ص ۱۰۰)

[319] (تجلیات مدینہ ص ۸۱)

[320] (فتوح الشام للواقدی ص ۱۶۰ ج ۲)

آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

السلام علیک یا سیدالمرسلین، یا خاتم النبین، ویا شفیع المذنبین، طبتَ حیاو میّتا ورحتَ سعیداًومحموداًوترکتنافی دارالظلام فکیف نعیش فی دارالدنیابغیرک"[321]

اے محبوب آپ زندگی اور موت دونوں میں خوش ہیں۔ آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نیک بخت اور صفت کیے گئے، تشریف لے گئے، آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ہمیں تاریکی کے گھر میں چھوڑ دیا، ہم یہاں (دنیامیں) آپ کے بغیر کیسے زندگی گزاریں گے۔

دلیل نمبر ۱۱۱:

بھنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سخت مشکل میں گرفتار ہوگئے۔

"وکان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یا محمد یا محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم یا نصر اللہ انزل"[322]

اس رات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شعار یہ تھا یعنی **یا محمد یا محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ سے آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پکارتے تھے اور **نصر اللہ انزل** کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۱۲:

---

[321] (تذکرۃالواعظین ص ۴۷۲)

[322] (فتوح الشام ص ۲۱۸)

حضرت مولانا شیخ المشائخ قدوۃ السّالکین، زبدۃ العارفین اخون حافظ عبد المقتدر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

اے داعی ھادی برھان — مجھے دیدار سے مشرف فرما

نورانی ماہ تاباں — مجھے دیدار سے مشرف فرما

یہ دنیاو عقبیٰ سب کچھ — آپ کے نور سے پیدا ہوا ہے...الخ[323]

دلیل نمبر ۱۱۳:

حاجی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

السّلام علیک یا نور الھدٰی — مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا[324]

دلیل نمبر ۱۱۴:

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط سالی ہوئی، ایک شخص روضۂ انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا "**استسق لامتک یا رسول اللہ**" اے اللہ کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمایئے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خواب میں بشارت عطا فرمائی۔[325]

دلیل نمبر ۱۱۵:

---

[323] (دیوان حافظ الپوری ص ۱۶، ولادت حافظ الپوری ۱۱۲۸ھ، وفات ۱۲۱۵ھ، بحوالہ تذکرہ اولیاء پاکستان ص ۸۰۹)

[324] (گلزارِ مدینہ ص ۵)

[325] (حجۃ اللہ ص ۸۳۰ ج ۲)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد عورتوں کی تعزیت کی مجلس میں حضرت سیدۃالنساء فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے درود شریف پڑھا "یا خاتم الرسل المبارک ضوئہ صل علیک منزل القرآن"[326]

یعنی اے رسولوں کے سردار (خاتم) اے مبارک نور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر قرآن نازل کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے درود ہو۔

دلیل نمبر ۱۱۶:

سید ناز ھیر رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے عرض کی:

"امنن علینا رسول اللہ فی کرم و انک المراء نرجوہ و ننتظر"[327]

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مہربانی فرمایئے اور ہم پر احسان فرمایئے ہم آپکے کرم کے امیدوار ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱۷:

ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا : واین فرار الناس الا الی الرسول

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کے علاوہ ہمارا کون ہے کہ ہم اسکی طرف مشکل اور سختی کے وقت دوڑیں۔ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ لوگوں کے فرار کی جگہ کونسی ہے۔[328]

دلیل نمبر ۱۱۸:

---

[326] (سیرۃ ابن ھشام ص ۳۸۰ ج ۲)
[327] (سیرۃ ابن ھشام ص ۳۰۶ ج ۲)
[328] (حجۃ اللہ ص ۲۳۷ ج ۲)

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"یابردنار الخلیل یاسببا لعصمة النار وھی تحرق"۔

اے ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے ذریعے اور ان کو سخت آگ سے بچانے کے سبب۔[329]

دلیل نمبر ۱۱۹:

ایک اعرابی روضہ ء انور پر حاضر ہوئے اورر عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ اور پھر عرض کی:

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه : فیه العفاف وفیه الجود والکرم

قال ثم أنصرف فحملني عيناي فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال يا عتبيّ الحق الأعرابي فبشره بأن الله قد غفر له"[330]

میری روح اس قبر (انور) پر قربان ہو جائے جس قبر (انور) میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم تشریف رکھتے ہیں۔ جس میں عفو، بخشش اور مہربانی ہے نے فرمایا کہ مجھے خواب میں سرکار دو عالم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس اعرابی کو بخشش کی بشارت دے دو۔[331]

دلیل نمبر ۱۲۰:

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

یاسید السّادات جئتک قاصدا ارجو رضاک واحتمی بحماک

---

[329] (نسیم لریاض ص ۲۰۵ ج ۲)

[330] (خلاصة الوفاء ص ۸۵)

[331] (خلاصة الوفاء ص ۸۵)

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہے آپ کی خوشنودی اور حفظ وامان چاہیئے۔[332]

دلیل نمبر ۱۲۱:

شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فیاسیّدالرسل یامن تری مواطئہ اثمدللمقل

اے رسولوں کے سردار ﷺ۔ اے وہ (عظیم) شخصیت جنکے قدموں کی مبارک خاک آنکھوں کا سرمہ ہے۔[333]

دلیل نمبر ۱۲۲:

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی وفات کے بعد آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

الایارسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنابراولم تک جافیا

یارسول اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی ذات سے ہماری امیدیں قائم ہیں۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے کبھی بدسلوکی نہیں کی۔[334]

دلیل نمبر ۱۲۳:

---

[332] (قصیدہ نعمانیہ ص ۱)
[333] (نسیم الریاض ص ۵۷۹ ج ۴)
[334] (حجۃ اللہ ص ۳۳۹ ج ۲)

تحریک آزادی کے ایک شہید فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کالا پانی کے جزیرے میں عرض کیا۔

"یا رحمۃ للعٰلمین ارحم علی من لا لہ فی العالمین وثاء"[335]

اے رحمت عالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس شخص پر رحم فرمایئے جس کیلئے اس زمانے میں کوئی رحم نہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۴:

شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر　　　من وّجهک المنیر لقد نور القمر[336]

اے حسن و جمال کے مالک صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم، اے انسانوں کے سردار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے روشن چہرے سے چاند نے روشنی حاصل کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲۵:

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

" السّلام علیک یا حبیب اللہ و یا نبی اللہ ذھبت الی دار السرور و ترکتنا فی دار الغرور فکیف نحیی الی یوم النفور"۔

[335] (الثورۃ الھندیہ ص ۳۱۳)

[336] (تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۳۰، اردو ص ۳۷۰، فارسی ص ۲۲۷)

اے اللہ کے محبوب نبی صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ دارالسرور یعنی خوشی کے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں دھوکہ کے گھر چھوڑ گئے۔ ہم مرنے تک کیسے زندگی گزاریں گے۔[337]

دلیل نمبر ۱۲۶:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حاضرِ بارگاہ رسالت صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہوئے اور عرض کیا:

"السلام علیک یا افصح العرب و منبع الجود و الکرم و یا صاحب التاج و العلم ذھبت الی دار الرضوان و ترکتنا فی دار الخذلان لان فماندری کیف نجد الامان"۔[338]

اے عرب کی فصیح ترین شخصیت اور سخاوت اور کرم کے سرچشمے، تاج و علم والے (یارسول اللہ ﷺ) آپ جنت کی طرف گئے اور ہمیں شرمندگی کے گھر چھوڑ دیا۔ ہم نہیں جانتے کہ کیسے امن پائیں گے۔

دلیل نمبر ۱۲۷:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"السّلام علیک یا سیّد السادات و یا خزائن الرحمة و السعادة اخترت العقبیٰ و ترکتنا فی دار الدنیا"۔

---

[337] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[338] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

یعنی اے سرداروں کے سردار آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر سلام ہو۔ اے رحمت ونیک بختی کے خزانے آپ نے آخرت کو ترجیح دی اور ہمیں دنیا میں چھوڑ گئے۔[339]

دلیل نمبر ۱۲۸:

اسی درمیان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا:

"الصلوٰۃ السلام علیک یا نور الھدی وتاج الوریٰ انت ذھبت الی دار الجنان وترکتنا فی دار البطلان فکیف حالنا"۔

اے ھدایت کے نور اور مخلوق کے تاج آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ آپ جنتوں کی طرف گئے اور ہمیں خرابی کے گھر چھوڑ گئے ہمارا کیا حال ہو گا۔[340]

دلیل نمبر ۱۲۹:

اسی دوران حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور عرض کیا:

"الصّلوٰۃ والسلام علیک یا امام المتقین ویا امین رب العٰلمین رحلت الی دار القرار وترکتنا فی الدنیا وفی دار بلا اعتبار فکیف فی یوم البوار"۔

اے پرہیز گاروں کے امام اور رب العالمین کے امین آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہو آپ نے دار قرار کی طرف سفر فرمایا اور ہمیں دنیا اور بے اعتباری کے گھر میں چھوڑ گئے۔ ہمارا قیامت کے دن کیا حال ہو گا۔[341]

دلیل نمبر ۱۳۰:

---

[339] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)
[340] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)
[341] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے بھی عرض کیا:

" الصلوٰۃ والسلام علیک یاسلطان الأنبیاء ویا برھان الأصفیا ء انت سافرت الی دارالامان وترکتنافی دارالاحزان فکیف حالنایانبی آخر الزمان"۔[342]

اے سلطان الانبیاء اور برھان الاصفیاء آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ آپ نے دارالامان کی طرف سفر کیا اور ہمیں غم کے گھر چھوڑ گئے۔ اے محبوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم اے نبی آخر الزماں ہمارا کیا حال ہو گا۔

دلیل نمبر ۱۳۱:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائیں اور عرض کیا کہ:

" السلام علیک یا رسول الثقلین ویا امام القبلتین ذھبت الی دارالنعیم وترکتنا فی دارالغمیم فکیف معیشتنامن الخواص والعمیم"۔[343]

اے جن وانس کے رسول علیہ السلام، اے دونوں قبلوں کے امام آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم پر سلام ہو آپ نعمتوں والے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں غموں والے گھر میں چھوڑ گئے ہم خواص وعوام کی زندگی کیسے گزرے گی۔

دلیل نمبر ۱۳۲:

علامہ سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

انت الشفیع وامالی معلقۃ　　　　وقدرجوتک یاذاالفضل تشفع لی

---

[342] (تذکرہ الواعظین ص ۴۷۳)

[343] (تذکرۃالواعظین ص ۴۷۳)

اے شفاعت فرمانے والے میری آرزوئیں آپ سے وابستہ ہیں۔ اے فضل کے مالک میں آپ کی شفاعت کا امید وار ہوں۔[344]

دلیل نمبر ۱۳۳:

الشیخ احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جب میں دور ہوتا ہوں تو روح کو اپنا نائب مقرر کرکے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں بھیجتا ہوں وہ میری طرف سے اس پاک سرزمین کو بوسہ دیتی ہے۔ اب جب مجھے حاضری کی سعادت ملی ہے تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اپنا دست اقدس ظاہر فرمایئے تا کہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں تو فوراً آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا دست اقدس ظاہر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا۔[345]

دلیل نمبر ۱۳۴:

امام ابنِ حجر الھیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یارسول اللّٰہ یا جد الحسین کن شفیعی یا امام الحرمین"۔

اے رسولِ خدا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میری شفاعت فرمایئے۔[346]

دلیل نمبر ۱۳۵:

امام شرف الدین البوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[344] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)
[345] (نسیم الریاض ص ۴۴۲ ج ۳+فضائل حج)
[346] (النعمۃ الکبری ص ۲۶)

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه　　سواک عند حلول الحادث العمم[347]

اے مخلوق میں معزز ترین مہربان نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم۔ عام مصائب کے نزول کے وقت آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے سوا ہماری کوئی جائے پناہ نہیں کہ (ہم وہاں پناہ لیں)

دلیل نمبر ۱۳۶:

حضرت العارف الصرمری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

الا یا رسول الالہ الذی　　هدانا به اللہ من کل تیه

یارسول اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچایا اور ھدایت عطا فرمائی۔[348]

دلیل نمبر ۱۳۷:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چہ وصف کند سعدی ناتمام　　علیک الصلاۃ اے نبی والسلام

سعدی ناقص آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی تعریف کیسے کر سکے گا یا نبی اللہ آپ پر درود وسلام ہو۔[349]

دلیل نمبر ۱۳۸:

---

[347] (قصیدہ بردہ شریف)
[348] (نسیم الریاض ص ۳۰۵ ج ۱)
[349] (بوستان سعدی ص ۱۱)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ یا پھوپھی نے عرض کیا کہ "اے ہاشم کے بیٹے میری روح آپ پر قربان ہو آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اللہ تعالیٰ کے امین اور ساری مخلوق کیلئے رسول ہیں"[350]

دلیل نمبر ۱۳۹:

صحابیٔ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہحضرت مازن بن عضوبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں میری سواری دوڑتی ہوئی آئی۔اس نے عمان سے عرج تک ایسا راستہ طے کیا کہ جس کے دونوں طرف درخت تھے۔[351]

دلیل نمبر ۱۴۰:

مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا نبی اللہ سلام علیک ۔۔۔ انما الفوز و الفلاح لدیک[352]

اے اللہ کے نبی صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ پر سلام ہو، کامیابی اور کامرانی آپ کے پاس ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۱:

ز مھجوری بر آمد جانِ عالم ۔۔۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم

آپ کی جدائی کی وجہ سے تمام عالم کی روح نکلنے والی ہے۔اے اللہ کے نبی ﷺ رحم فرمایئے رحم فرمایئے۔[353]

---

[350](الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ص ۳۲۸ ج ۴)
[351](الاصابۃ ص ۳۳۶ ج ۴)
[352](سلسلۃ الذھب ص ۱۴، روح البیان ص ۱۵۲ ج ۱)
[353](زلیخا ص ۱۵، فضائل درود شریف)

دلیل نمبر ۱۴۲:

مولانا احمد تھانسیری لکھتے ہیں:

"یا مولائی"، اے میرے آقا و مولیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم مجھ پر رحم فرمایئے، مدد فرمایئے، کرم فرمایئے کیونکہ آپ کے علاوہ میری کوئی جائے پناہ نہیں۔[354]

دلیل نمبر ۱۴۳:

ھشیم بن جمیل الانطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبد الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کی ٹوپی دیکھی جو ایک گز لمبی تھی اس کے اندر **"یا محمّد ﷺ یا منصور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم"** لکھا ہوا تھا۔[355]

دلیل نمبر ۱۴۴:

شیخ المحدثین شاہ عبد الحق دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خرابم در غم ھجرِ جمالت یا رسول اللہ
جمال خود نمارحمے بجان زار شیدا کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سر و سامان جمع اے سرو پا کن

---

[354](اخبار الاخیار ص ۱۴۲)
[355](میزان الاعتدال ص ۵۷۴ ج ۲)

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کی جدائی کی وجہ سے میرا حال خراب ہے اپنا چہرہ انور دکھایئے اور عاشق زار پر رحم فرمایئے۔یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بہر صورت رحم فرمایئے میرے پراگندہ خراب حال اسباب کو ترتیب دیجئیے۔

دلیل نمبر ۱۴۵:

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم۔[356]

دلیل نمبر ۱۴۶:

مجدد چودھویں صدی، مفتی اعظم الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ انت بعثت فینا کریما رحمۃ حصنا حصینا

تخوفنی العدی کیدا متینا اجرنی یا امان الخائفینا

یارسول اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہم میں کریم، رحمت، قوی محافظ بنائے گئے ہیں ہمارے دشمن کو مضبوط تدبیر سے ڈرایئے۔مجھے پناہ دیجئیے۔اے ڈرے ہوئے کی جائے پناہ۔[357]

دلیل نمبر ۱۴۷:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

---

[356](مکتوبات برھامش اخبار الاخیار ص ۳۱۶)

[357](فتاوی رضویہ ص ۳۷۱ ج ۱)

امت کا حق نے کر دیا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ہاتھ

بس اب چاہو تراؤ ڈوباؤ یا رسول اللہ (ﷺ)[358]

دلیل نمبر ۱۴۸:

الصلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ کے جواز میں کوئی شک نہیں۔[359]

دلیل نمبر ۱۴۹:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرید کو تعلیم دیتے ہیں کہ "اکیس (۲۱) مرتبہ استغفر اللہ اور تین مرتبہ "الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ۔" پڑھو۔

دلیل نمبر ۱۵۰:

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے جبکہ وہابی اسے شرک کہتے ہیں ۔یا جو بھی یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو شرک کہتے ہیں وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔[360]

دلیل نمبر ۱۵۱:

سیّدنا محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یا رسول اللہ انظر حالنا — یا حبیب اللہ اسمع قالنا

انّنی فی بحر همّ مغرق — خذیدی سهل لنا اشکالنا[361]

[358](گلزارِ معرفت ص ۷)

[359](امداد المشتاق ص ۵۹)

[360](فتاوٰی خیریہ ص ۱۸۶، عقائد المسلمین ص ۱۷)

[361](جاء الحق ص ۲۰۱ ج ۱)(تنویر الایمان بوسیلۃ اولیاء الرحمٰن ص ۲۱۴)

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے حال پر رحم فرمایئے اور میری فریادرسی فرمایئے، میں مشکلات کے دریا میں غرق ہوں۔ میری دستگیری فرمایئے اور میری مشکلات حل فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۵۲:

ولی کامل حاجی محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نصیب دِرب کڑہ سرداری اغثنی یارسول اللہ

اللہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو سرداری عطا فرمائے اغثنی یارسول اللہ

شولہ راپیخہ لاچاری اغثنی یارسول اللہ

قسمت میں میری لاچاری ہے اغثنی یارسول اللہ

خاورے ددرستام پہ سرکہ شی لطف وکرم بہ وی

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے در کی خاک اگر سر پر ہو تو لطف وکرم ہو گا

لرمہ دا امیدواری اغثنی یارسول للہ　　　یہ امید رکھتا ہوں اغثنی یارسول للہ

فقیر گدا محمد امین برائے رب العالمین

فقیر گدا محمد امین واسطے رب العالمین

وائی پہ شاہ مختاری اغثنی یارسول للہ　　　شاہ مختار کو کہتا ہے اغثنی یارسول للہ

اسی طرح بارہ اشعار ہیں۔[362]

دلیل نمبر ۱۵۳:

---

[362](دیوان مدح ص ۲۲۲)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی مثالی صورت کا تصور کر کے درود شریف پڑھے۔ دائیں طرف یا احمد، بائیں طرف یا محمد، اور دل پر ہزار مرتبہ یارسول اللہ ﷺ پڑھے ان شاء اللہ خواب میں یا بیداری میں زیارتِ رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہو جائیگی۔[363]

دلیل نمبر ۱۵۴:

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

دلش نالد چرا نالد؟ نداند : نگاہے یارسول اللہ نگاہے[364]

دلیل نمبر ۱۵۵:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے میدان کربلا میں عرض کی **"یامحمداہ یامحمداہ صلی اللہ علیک"**[365]

دلیل نمبر ۱۵۶:

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ روم کے کفار نے تین غازیوں کو گرفتار کیا تو انہوں بلند آواز سے **"یامحمداہ یامحمداہ"** کہا۔[366]

دلیل نمبر ۱۵۷:

---

[363] (ضیاء القلوب ص ۳۹)
[364] (ارمغان حجاز ص ۳۸)
[365] (البدیہ والنہایہ ص ۱۹۳ ج ۸)
[366] (شرح الصدور ص ۹۰)

درود شریف کی مشہور کتاب "دلائل الخیرات" میں ہے "ھٰذہ الصلوٰۃ تعظیماً لحقک یا سیدنا محمداً" یعنی یہ درود شریف آپ کی تعظیم کیلئے ہے۔[367]

دلیل نمبر ۱۵۸:

حضرت شیخ عبدالقادر البغدادی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درج ذیل درود شریف کو ایک ہزار مرتبہ پڑھنے سے تمام مصیبتیں ٹل جاتی ہیں:

"الصلوٰۃ و السلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ قلّت حیلتی ادر کنی"۔[368]

دلیل نمبر ۱۵۹:

جزیرۂ سقر کے ایک مسلمان قیدی نے جیل میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم سے مدد طلب کی "کان یستغیث ویقول یا رسول اللہ" جب اُس مسلمان قیدی نے یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کہا تو وہاں کسی کافر نے کہا "قل لہٗ یُنقذک" کہ اپنے رسول ﷺ سے کہو کہ تمھیں رہائی دلائے۔ جب رات ہوئی تو کوئی شخص جیل میں آیا اور کہا کہ اذان دو جب اس نے اذان میں اشھد انّ محمد رسول اللہ پڑھا تو فوراً زنجیریں ٹوٹ گئیں اور وہ جیل سے رہا ہو گئے۔[369]

دلیل نمبر ۱۶۰:

---

[367](ص ۱۳۸، مطالع المسرات ص ۲۸۲)
[368](افضل الصلوات ص ۱۵۵)
[369](حجۃ اللہ ص ۲۰۹ ج ۲)

ایک مسلمان قیدی نے کہا کہ ایک کافر بادشاہ کا جہاز سمندر میں پھنس گیا۔ تین ہزار افراد نے زور آزمائی کی مگر جہاز کو نہ نکال سکے۔ آخر کار مسلمان قیدیوں سے کہا کہ آپ لوگ جہاز نکالیں "**فقلنا باجمعنایارسول اللہ**" تمام قیدیوں نے ملکر بیک آواز یارسول اللہ کا نعرہ لگایا اور جہاز کو زور لگا کر نکال لیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس (۴۵۰) آدمی تھے۔[370]

دلیل نمبر ۱۶۱:

حضرت ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ امیر شہر نے دوسو (۲۰۰) علماء کو گرفتار کیا۔ ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں آزاد ہونے کیلئے بارگاہ رسالت میں اس طرح فریاد کرنے کیلئے عرض کی: "**یا احمد، یا محمّد یا ابا القاسم یا خاتم النبّیین یا سید المرسلین یا من جعلہ رحمۃ للّعٰلمین**" خواب میں آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے بشارت دی کہ "**غدا یطلقون ان شآءاللہ**" کل ان شآءاللہ آپ آزاد ہو جائیں گے۔ جیسے ہی صبح ہوئی وہ سب آزاد کر دیئے گئے۔[371]

دلیل نمبر ۱۶۲:

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اونٹ گم ہو گیا تلاش کرنے پر بھی نہ ملا تو پھر مدینہ منورہ کی طرف مُنہ کیا اور ان الفاظ سے فریاد کی "**یا سیّدی یا رسول اللہ انا مستغیث بک**" فوراً میرا اونٹ واپس مل گیا۔[372]

دلیل نمبر ۱۶۳:

---

[370] (حجۃاللہ ص ۸۱۰ ج ۲)
[371] (حجۃاللہ ص ۸۱۰ ج ۲)
[372] (حجۃاللہ ص ۸۱۵)

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا کہ جب بھی آپ کو کوئی تکلیف دے تو مجھے ان الفاظ سے پکار کر فریاد کریں "انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ" یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔[373]

دلیل نمبر ۱۶۴:

حضرت ابو سالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ (مذکورہ) واقعہ سنا تو ایک نابینا شخص نے حفظ کر لیا جب وہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور (رابغ) مقام تک پہنچے تو پانی کا مشکیزہ سوکھ گیا تھا، نابینا شخص نے پیاس کی حالت میں کہا انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ تو اچانک ایک شخص آیا اور اس کا مشکیزہ پانی سے بھر دیا۔[374]

دلیل نمبر ۱۶۵:

جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو تمام صحابہ ء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ نعرہ لگایا "واویلاہٗ، واویلاہٗ، یا احمد خلق اللہ ھیھات ھیھات الی فراق حبیب اللہ"[375]

دلیل نمبر ۱۶۶:

[373] (حجۃ اللہ ص ۴۱۵)
[374] (حجۃ اللہ ص ۴۱۵)
[375] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۴)

ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سے فرمایا:

"یا محمّد اسمع یا محمّد انا رب لطیف و انت نبی شریف فانت تنادی فی القیامة امتی امتی و انا اقول رحمتی رحمتی"۔[376]

اے محبوب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں رب لطیف (کریم) ہوں اور آپ ﷺ شریف (شرافت والے) نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہیں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم قیامت کے دن امتی امتی یعنی (میری امت امت) پکاریں گے اور میں رحمتی رحمتی کہونگا۔

دلیل نمبر ١٦٧:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیلئے ایک لشکر مجاھدین کا روانہ فرمایا اور ان کی کمان حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ ایک دن جمعہ کے خطبہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے "یا سارية الجبل الجبل الجبل " اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے۔ تین مرتبہ فرمایا، کچھ دن بعد جب لشکر کا قاصد پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے مجاہدین کے حالات دریافت فرمائے تو انہوں نے بیان کیا کہ اے امیر المومنین ایک دن ہم شکست کھانے والے تھے کہ اچانک ایک آواز آئی کہ اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے یہ آواز تین دفعہ سنائی دی جب ہم پہاڑ کی طرف ہوئے تو کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبے میں تین مرتبہ "یا سارية الجبل " کہا اور یہ پہاڑ نہاوند میں ہے جو مدینہ منوّرہ سے تقریباً پندرہ (١٥٠٠) سو میل کے فاصلے پر ہے۔

---

[376] (تذکرة الواعظین ص ٤٨٦)

لطیفہ

زمانہ جاہلیت میں ایک واقف کار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم دونوں ہم عمر ہیں اور میری اتنی نظر باقی نہیں رہی کہ میں ایک میل تک کسی کو دیکھ سکوں اور آپ پندرہ سو/(۱۵۰۰) میل تک دیکھ سکتے ہیں اور حفاظت کرسکتے ہیں۔ کون سی دوائی استعمال کرنے سے آپ کی نظر تیز ہوئی ہے وہ مجھے بھی بتادیں تاکہ میں بھی استعمال کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دوائی صرف اور صرف ادب اور عشق مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ہے جسکے ذریعے میری ظاہری اور باطنی قوتوں اور کارخانوں کی تعمیر ہوئی ہے۔[377]

دلیل نمبر ۱۶۸:

شیخ الاسلام شہاب الرملی الانصاری الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ آیا یہ جائز ہے؟ کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت یا فلاں پیر یا دیگر اولیاء، انبیاء اور صالحین سے استغاثہ کرتے ہیں۔

"فا جا ب بما نصہ الاستغاثہ بالانبیا ء والمرسلین والصالحین جائز ة بعد موتھم ...الخ"۔

امام ممدوح رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ انبیاء، اولیاء علماء، صلحاء کی وفات کے بعد ان سے استعانت اور استمداد جائز ہے۔[378]

دلیل نمبر ۱۶۹:

---

[377] (الجہاد ص ۱۲۶، محدث ہزارہ)

[378] (الصواعق الربانیہ فی الرد علی الوھابیہ ص ۲۴، فتاویٰ خیریہ ص ۲۸۲ تا ص ۲۹۰)

علامہ امام شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"والمنقول انھم کانوا یقولون فی تحیۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ"۔[379]

صحابہء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول ہے کہ وہ دربار رسالت میں ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے۔(الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ)

دلیل نمبر ۱۷۰:

علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" انہ ورد فی عدۃ طرق جماعۃ من الصحابۃ انھم قالو ا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک "۔[380]

متعدد ُطرق سے منقول ہے کہ صحابہء کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ان الفاظ سے درود شریف پڑھتی تھی"یارسول اللہ صلی اللہ علیک"۔

دلیل نمبر ۱۷۱:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد قحط سالی ہوئی جو عام الرمادہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قحط کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم موت کے قریب ہیں کوئی بکری وغیرہ ذبح کریں تو آپ نے کہا کہ بکریوں میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔بہر حال ان کے اصرار کی وجہ سے انہوں نے بکری ذبح کر دی اور کھال اتاری دیکھا تو ہڈی کے علاوہ کچھ باقی نہ

---

[379] (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ص ۴۵۴ ج ۳)

[380] (زرقانی علی المواھب ص ۳۳۰ ج ۶)

رہا۔ جب یہ حالت دیکھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آواز دی **فناڈی یا محمّداہ فرأی فی المنام ان رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم اتاہ فقال البشر۔**[381]

آپ نے آواز دی کہ **یا محمّداہ** تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خواب میں ان کو بشارت فرمائی۔

دلیل نمبر ۱۷۲:

میدان کربلا میں جب ظالموں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جب ان کی لاش خون میں آلود اور خاک آلود دیکھی تو روتے روتے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو اس طرح پکارا"

یا محمّدا ہ یا محمّدا ہ صلّی اللہ علیک وملک السماء ھذا حسین با لعراۃ مزمل بالدماءمقطع الاعضاءیامحمّداہ وبناتک سبایاوزریتک فقتلہ تسفی علیھاالصباء یا محمّداہ یامحمّداہ"[382]

یعنی **یا محمّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم** آپ پر اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتوں کی طرف سے سلامتی ہو۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ بے گور و کفن، خون میں لت پت ہیں۔ ان کے اعضاء کٹ چکے ہیں۔ **یا محمّداہ** آپ کی بیٹیاں قیدی بنادی گئی ہیں اور آپ کی اولاد قتل کی گئی ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔

نوٹ: اگر یا محمّد کہنا شرک ہوتا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیوں **یامحمّداہ** کہتیں۔ **ولکن الوھابیۃ لا یعلمون۔**

---

[381](ابن اثیر ص ۲۳۵ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۹۱)

[382](البدایہ والنہایہ ص ۱۹۳ ج ۸)

دلیل نمبر ۱۷۳:

علامہ رملی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ جو مصنف درِّ مختار کے استاذ ہیں اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

قولھم یاشیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمة۔[383]

لوگوں کا یہ قول "یاشیخ عبدالقادر" یہ ایک آواز ہے۔ پھر اسکے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۷۴:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"یاسیدی یارسول اللہ قد شرفت قصائدی بمدیح فیک قدر صفا"۔[384]

اے آقا و یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ کی مدح سرائی کی وجہ سے میرے قصیدوں نے خوب عزت و شرافت حاصل کی۔

دلیل نمبر ۱۷۵:

امام الاولیاء سیّدی ابو مدین المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فھو النبی محمّد و ھو الذی : ترجی شفاعته عذا فی الموقف

یعنی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم وہ شخصیت ہیں جنکی شفاعت کی امید کل بروزِ قیامت کی جائیگی۔[385]

دلیل نمبر ۱۷۶:

دیوبندی جیّد عالم مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

---

[383] (فتاویٰ خیریہ ص ۲۸۲ ج ۲، احسن المارب ص ۲۷)

[384] (المجموعة النبھانیة ص ۵۸ ج ۲، المدائح النبویه)

[385] (المجموعه النبھانیه ص ۳۸۰ ج ۲)

یاشفیع العباد خذبیدی : انت فی الاضطرار معتمدی

اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری امید گاہ ہیں۔[386]

دلیل نمبر ۱۷۷:

نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد لکھتے ہیں:

یاسیدی یاعروتی و وسیلتی　　یاعدتی فی شدة ورخاء
یامقصدی یااسوتی و معاضدی　　وذریعتی یامرصدی مولائی
شفعت جاهک ضارعامتز للا　　مالی وراءک صارف الضراء
انت المغیث برحمة وکرامة　　فی غمة وغوایل وبلاء
انجح مرامی یاکریم کرائم　　انت القدیر علی نفاذرجائی
مالی وراءک مستغاث فارحمنی　　یارحمة للعٰلمین بکائی

یعنی اے میرے سردار اے میرے وسیلے اور سہارے، اے میرے سختی ونرمی کے سازوسامان، اے میرے مقصود، اے میرے پیشوا اور میرے مددگار، اے میرے ذریعہ اور ٹھکانے اور اے میرے مولا، میں نے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے لیے آپ کی جاہ وجلال کو شفیع بنایا، میرے لیے آپ کے علاوہ کوئی اور تکلیف اور مصیبت دور کرنے والا نہیں۔[387]

دلیل نمبر ۱۷۸:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیہقی کی روایت میں حضرت فاطمہ خزاعیہ فرماتی ہیں۔

---

[386] (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

[387] (مائر صدیقی موسوم بہ سیرت والاجاهی ص ۳۱+۳۰ ج ۲، القصیدة العنبریة فی مدح الخیر البریة، را ۱۵حق)

"ووقفنا علی قبرہ فقلنا السلام علیک یا عم رسول اللہ فسمعنا کلاما رد علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"۔

یعنی ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے چچا مبارک، آپ پر سلامتی ہو تو ہم نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سُنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سن کر جواب دیا۔[388]

دلیل نمبر ۱۷۹:

امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیّدی شمس الدین محمّد حنفی اپنے حجرہ میں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک ان کا ایک جوتا (نعل شریف) غائب ہوا حالانکہ حجرہ میں کوئی جانے کا راستہ بھی نہیں تھا اور دوسرا جوتا اپنے خادم کو دیا کہ اپنے پاس رکھو جب تک کہ دوسرا جوتا واپس نہ آئے۔ کچھ دن بعد ملک شام سے ایک شخص نے وہی جوتا واپس لا کر دیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

"ان اللص لما علی صدری لیذبحنی قلت فی نفسی یا سیّدی محمّد یا حنفی فجاءتہ فی صدرہ فانقلب مغمی علیہ ونجانی اللہ عزّ وجل ببرکتک"۔

یعنی جب ڈاکو نے میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے قتل (ذبح) کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے دل میں کہا کہ (یاسیدی یا حنفی) جب میں نے یہ آواز دی تو اسی وقت غیب سے یہ جوتا آیا اور اس ڈاکو کے سینے پر اس زور سے لگا کہ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا اور میں آپ کی برکت سے بچ گیا۔[389]

---

[388] (شرح الصدور ص ۸۷)
[389] (طبقات الکبریٰ مصری ص ۹۵ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۸۰:

مولوی سید نورالحسن بخاری دیوبندی لکھتے ہیں کہ علماء نجد میں ایک ممتاز عالم علامہ عبد المجید خطیب، جو پاکستان میں سعودی سفیر کی حیثیت سے بھی رہے ہیں اور سعودی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے، نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام **"تحیة للحبیب"** ہے۔ مصر میں طبع ہوا ہے۔

اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

وصلی اللہ والملائکة من قدیم — علیه اللہ فی الرسل الکرام
وقال علیه صلوا یاعبادی — وزیدوا فی التحیة والسلام
لهذا یارسول اللہ انی — اتیت مقدما کل احترام
وحسبنی ان ترد علی سلامی — بنفسک یاحبیبی بالسلام
علیک سلام اللہ یاسید الوریٰ — ومن قدره عند الالٰه عظیم
وفی مسجدی یاقوم صلو وسلموا — علی فانی بالسلام علیکم
ارد علیکم بالسلام فخالقی — یرد الی الروح وهو حکیم
وکان ابن فاروق یجئی اذاتی — الیه من الاسفار وهو بهیم
ولم یعرض یوما علیه صحابی — وهذا دلیل للجواز قویم

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر اللہ تعالیٰ قدیم (پہلے) سے رسولوں کے درمیان میں رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے میرے بندو میرے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھو اور هدیہ ٔسلام پیش کرو۔ یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس لئے میں انتہائی ادب اور احترام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اے میرے محبوب میرے لئے یہ کافی ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے سلام کے جواب میں سلام

فرمادیجئے۔اے سردار کائنات آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی بڑی عزّت وقدر ومنزلت ہے۔اے مسلمانوں میری مسجد میں مجھ پر درود وسلام عرض کیا کرو کیونکہ میں صلوٰۃ وسلام سنتاہوں اور میرا خالق میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتاہے تومیں سلام کا جواب دیتا ہوں۔جب بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر سے تشریف لاتے تو بالارادہ آپ کے در پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے اور کسی صحابی رضی اللہ نے بھی آپ پر اعتراض نہیں کیا تو اس عمل پر یہ مضبوط دلیل ہے۔[390]

دلیل نمبر ۱۸۱:

دیوبندی مسلک کے حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب اپنے ایک خط میں سخت پریشانی کے وقت اپنے مرشد کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

یامرشدی یاموئلی یامغزعی : یاملجائی فی مبدئ ومعادی

ارحم علی یاغیاث فلیس لی : کھفی سوی حبکم من زاد

فاز الانام بکم وانی ھائم : فانظر الی برحمۃ یاھاد

یاسیّدی اللہ شیئا انّہٗ : انتم لی المجدی وانی جادی

اے میرے مرشد،میرے مولا۔اے میرے وحشت کے انیس،اے میری دنیاوآخرت کی جائے پناہ،اے میرے فریادرس مجھ پر رحم فرمایئے کیونکہ میں محبت کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا،اے ھادی مجھ پر نظرِ رحمت فرمایئے۔اے میرے سردار اللہ کیلئے کچھ عطاء کیجئیے کیونکہ آپ دینے والے ہیں اور میں سوالی ہوں۔[391]

---

[390](حیاۃالنبی سیدالکائنات ص ۱۳۲)(رحمت کائنات ص ۲۳۵، ص ۲۳۶ مولوی زاھدالحسینی صاحب)
[391](تذکرہ الرشید ص ۱۱۴ ج ۱)

دلیل نمبر ۱۸۲:

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشفت : عنہٗ ومن نادی باسمی فی شدۃ
فرجت عنہ ومن توسل بی : الی اللہ عزّ وجل فی حاجۃ قضیت لہٗ

یعنی جو بھی تکلیف کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو اس کی تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو بھی سختی کے وقت میرا نام لے تو سختی دور ہو جائے گی اور جو بھی مجھے حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔[392]

دلیل نمبر ۱۸۳:

در مختار میں ہے:

"ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہٗ علی وجہ انشاء کانہ یحیی اللہ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاءہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی"۔

تشہد کے الفاظ سے ان کے معنٰی کو انشاء کے طریقے سے مراد لیا جائے گویا کہ نمازی تحیۃ خداوندی ادا کرتا ہے اور اس کے رسول پر سلام عرض کرتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر اور اپنے آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ اس سے مراد اخبار نہ لیا جائے۔[393]

دلیل نمبر ۱۸۴:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

---

[392] (بھجۃ الاسرار، خلاصۃ المفاخر، نزھۃ الخاطر، تحفہ قادریہ، زبدۃ الاثار)
[393] (درمختار ص ۳۵۴، البصائر ص ۱۰۵)

" یا رسول اللہ کیف نصلی علیک یعنی فی الصلوۃ قال تقولون اللھم صلّی علی محمّد...الخ"۔

یعنی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم ہم آپ پر نماز میں کس طرح درود پڑھیں تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فرمایا اللھم صلّی علی محمّد...الخ۔[394]

دلیل نمبر ۱۸۵:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ای لا یقصد الاخبار و الحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم و من ربہ سبحانہٗ و من الملائکۃ علیھم السلام"۔

یعنی التحیات میں سے واقعہ معراج کی حکایت کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔[395]

دلیل نمبر ۱۸۶:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿الاحزاب ۵۶﴾

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلوٰۃ و سلام دونوں کا حکم فرمایا ہے۔اس کی تعمیل میں اُمّتی الصلٰوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ صلوّا کے حکم سے الصلوٰۃ اور سلموا کے حکم سے السلام اور علیہ کے حکم سے علیک یا رسول اللہ کہے۔گویا " الصلوٰۃ و

---

[394](جلاء الافھام لابن قیم ص ۱۶)

[395](ردالمختار ص ۳۵۸)

السلام علیک یا رسول اللہ" اس حکم کی تعمیل ہے اگر اس آیت کریمہ کی تعمیل درود ابراھیمی سے ہو تو یہ تعمیل پوری نہ ہو گی کیونکہ درود ابراھیمی میں صلوٰۃ ہے مگر سلام نہیں ہے اور آیت میں دونوں کا حکم ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ کی مکمل تعمیل " الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ "کے ساتھ ہو گی۔ اور رہی بات درود ابراھیمی کی کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ہمیں تعلیم دی ہے تو یہ درود نماز کے ساتھ خاص ہے جسے تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔[396]

دلیل نمبر ۱۸۷:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا:

" یا محمّد لا یصلی علیک احد الا صلی علیہ الف ملک و من صلت علیہ الملائکۃ کان من اھل الجنّۃ"۔

اے محبوب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم آپ پر جو بھی ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اس پر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور جس پر فرشتے درود شریف پڑھیں وہ جنتی ہے۔[397]

دلیل نمبر ۱۸۸:

اتوار کے دن جب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر دربار نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میں حاضر ہوئے اور عرض کی:"الصَّلوٰۃ و السَّلام علیک یا رسول اللہ"۔[398]

---

[396] (راہ حق ص ۳)
[397] (درۃ الناصحین ص ۲۷)
[398] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۶۱)

دلیل نمبر ۱۸۹:

"یاعائشۃالویل ثم الویل لمن لم یرنی یوم القیامۃ"۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس شخص پر ہلاکت ہو جو قیامت کے دن بھی مجھے نہ دیکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے محبوب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم وہ کون بدبخت ہو گا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا جو بخیل ہو گا۔ پوچھا کہ بخیل کون ہے؟ تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا جو میرا نام مبارک سنے اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔[399]

دلیل نمبر ۱۹۰:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ سفر پر جارہا تھا ایک جگہ پہاڑی سلسلہ آیا ابھی ہم زیادہ دور بھی نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی "الصلٰوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ، الصلٰوۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاروں طرف دیکھا آواز تو آرہی ہے مگر کوئی نظر نہیں آرہا۔ آواز دوبارہ آئی مگر نظر کوئی نہ آیا، میں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کی کہ یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اس پہاڑ میں کون آپ کا عاشق ہے جو محبت سے درود پڑھ رہا ہے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا وہ پہاڑ نظر آرہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں: فرمایا اس کی چوٹی نظر آرہی ہے تو میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ اس چوٹی پر ایک پتھر ہے جو مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے۔
400

[399] (تذکرۃ الواعظین ص ۱۷۸)

[400] (شفاشریف، بارہ تقریریں ص ۱۸۰)

دلیل نمبر ۱۹۱:

ویتحول قدر زراع حتی یحاذی رأس الصدیق ایضاً "ویقول السّلام علیک یا خلیفة رسول اللہ، السّلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار، السّلام علیک یا رفیقه فی الاسفار، السّلام علیک یا امینه علی الاسرار جزاک اللہ عنّا"۔[401]

پھر ایک گز فاصلے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کے سامنے ہو جائے اور مذکورہ الفاظ سے سلام عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۲:

"ثم یرجع قدر نصف ذراع فیقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَاٰلهٖ وَسلّم و رفیقیه و وزیریه و مشیریه و المعاونین له علی القیام فی الدین و القائمین بعده بمصالح المسلمین جزاکما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"۔[402]

پھر نصف گز کے فاصلے سے واپس ہو کر مذکورہ الفاظ سے عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۳:

مولانا شیخ القرآن والحدیث عبدالمتین دیوبندی شموزئی سواتی لکھتے ہیں کہ: بعض دشمنانِ اسلام یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ جیسے ندائیہ الفاظ سے اور زیارت قبور سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غیر اللہ کو نداء کرنا (پکارنا) ناجائز ہے۔ حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) جائز ہے۔[403]

---

[401] (سراج الوھاج ھندیه، مراقی ص ۴۴۹)
[402] (سراج الوھاج، ھندیه ص ۲۸۵)
[403] (الرسائل السته فی المسائل السة ص ۵۷)

دلیل نمبر ۱۹۴:

"ان جسدہ الشریف لا یخلو عنہ زمان و لا مکان و لا عرش و لا کرسی و لا قلم و لا بر و لا بحر و لا سھل و لا وعر و لا برزخ و لا قبر"۔

بیشک آپ ﷺ کے جسم مبارک سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ مکان، نہ عرش، نہ کرسی، نہ قلم، نہ جنگل، نہ دریا، نہ نرم زمین، نہ سخت زمین نہ برزخ نہ قبر۔[404]

دلیل نمبر ۱۹۵:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنفُسِهِمْ (الاحزاب ٦) یعنی آپ ﷺ مومنوں سے انکی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔[405]

دلیل نمبر ۱۹۶:

حضرت مولوی حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں:

"ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہٗ علی وجہ الانشاء کانّہٗ یحیی اللہ تعالٰی ویسلم علی نبیہ ﷺ وعلی نفسہ"۔

[404](جواھر البحار ص ۴۸۳)

[405](تحذیر الناس ص ۱۴، عقائد اھلنست ص ۹۶)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان اور تمام امت کے لوگوں نے نداء کی ہے لہٰذا یہ کفر اور شرک نہیں ہے اگر کوئی دور سے پکارنے کو کفر وشرک کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو کافر بناتا ہے۔[406]

دلیل نمبر ۱۹۷:

حضرت علامہ پیر طریقت شمع ھدایت شیخ گل صاحب لنڈی کوتل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الصّلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ" درود شریف ہے اور اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنے کا بہت ثواب ہے یہ بات کتاب وسنت اور اقوال علماء اہلسنّت سے واضح ہے۔[407]

دلیل نمبر ۱۹۸:

آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیھم الرضوان کو اس طرح ندائیہ کلمات کی تعلیم دی ہے۔
"السّلام علیک ایھا النبی۔۔۔الخ" اس غرض سے کہ یہ نداء قیامت تک ہوگی اور وقت زمین کے اوپر اور اندر دونوں کو شامل ہے تو اس سے نداء بعد الوفات ثابت ہوئی اس پر صحابہ کرام علیھم رضوان، تابعین اور آئمہ اربعہ اور تمام امت نے عمل کیا ہے۔[408]

دلیل نمبر ۱۹۹:

قولہٗ تعالیٰ حکایۃ عن شعیب علیہ السلام "وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۹۰)فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ

[406] (البصائر ص ۱۰۵، مراقی ص ۱۷۰، ھندیہ ص ۹۸، اثبات الاغراض ص ۶۵)
[407] (اوضح البیان ص ۱۴۰)
[408] (اثبات الاغراض ص ۶۵، البصائر ص ۱۰۵)

جٰثِمِينَ(الاعراف ۹۱) "ای بارکین علی الرکب متین (الی قوله) وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالٰت ربّی و نصحت لکم فکیف اٰسی علی قوم کافرین۔

اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کا قصّہ یوں سنایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہوئے تو تم ضرور نقصان میں رہو گے تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی تو کیو نکر کافروں کا غم کروں۔

دلیل نمبر ۲۰۰:

دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی حمد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشھادۃ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ، وعند الثانیه قرۃ عینی بک یا رسول اللہ"۔

مستحب ہے کہ اذان میں پہلی مرتبہ اشھد انّ محمد رسول اللہ ﷺ پر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شھادت کے وقت قرّۃ عینی بک یا رسول اللہ کہے۔[409]

دلیل نمبر ۲۰۱:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال اذا اصاب احد کم جرحة بارض فلاۃ فلینا داعینوا یا عباد اللہ یرحمکم اللہ"۔

[409] (البصائر ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی جنگل میں گرفتار ہوجائے تو یوں آواز دے کہ اللہ تعالٰی کے بندو تم پر اللہ کی رحمت ہو میری مدد کرو۔[410]

دلیل نمبر ۲۰۲:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیفَۃً فِی الْاَرْضِ (ص ۲۶)

اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

دلیل نمبر ۲۰۳:

یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِ (المائدۃ ۱۱۰)

اے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میرے احسانات کو یاد کرو۔

دلیل نمبر ۲۰۴:

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ (مریم ۷)

اے زکریا (علیہ السلام) ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۰۵:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ (مریم ۱۲)

اے یحیٰ (علیہ السلام) کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

---

[410] (تفسیر کبیر ص ۱۶۳، البصائر ص ۱۵، اثبات الاعراض ص ۶۵، فدائے یا محمد ص ۱۵۲، ضیاء الصدور ص ۱۷، جآء الحق ص ۱۹۸، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۱۷ ج ۲، الحجج البیّنات ص ۹، حصن حصین مع شرح تحفۃ الزاکرین ص ۱۸۱ + ص ۱۸۲، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، الرسائل الستہ فی المسائل الستہ ص ۵۶، تنبیہ الضمائر ص ۳۹، طیب البیان ص ۵۵، المسائل المنتخبہ ص ۲۳، فتنۃ الوھابیۃ ص ۷۰، مقیاس مناظرہ ص ۶۶)

دلیل نمبر ۲۰۶:

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (المزمل ۱)

اے کمبل میں لپٹنے والے۔

دلیل نمبر ۲۰۷:

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر ۱)

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

دلیل نمبر ۲۰۸:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب ۳۲)

اے نبی کریم (ﷺ) کی ازواج مطہرات آپ دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔

دلیل نمبر ۲۰۹:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ (الاحزاب ۳۰)

اے ازواج مطہرات آپ میں سے جو آئیں۔

دلیل نمبر ۲۱۰:

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ جا رہے تھے۔ ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں اونٹ کو قتل کیا گیا تھا اور لوگ جمع تھے۔ جب آپ ﷺ اونٹ کے قریب ہوئے تو اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر آواز دی **"اغثنی یا رسول اللہ"** اے اللہ کے رسول ﷺ میری دادرسی فرمایئے۔[411]

---

[411] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۹۰)

دلیل نمبر ۲۱۱:

جب نبوتِ سرکارِ مدینہ کا ظہور ہوا تو اس دن تمام جمادات نے ان الفاظ سے سلام پیش کیا۔

"السّلام علیک یا رسول اللہ"۔[412]

دلیل نمبر ۲۱۲:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (پیر و مرشد اکابر دیوبند) لکھتے ہیں:

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی ﷺ — دل ہوا غم سے دوپارہ یا نبی ﷺ
طالب دیدار ہوں دکھلایئے — روئے نورانی خدارا یا نبی ﷺ
حق تعالیٰ کے تم ہی محبوب ہو — کون ہے ہمسر تمہارا یا نبی ﷺ
لیجئے در پر بلا کب تک پھروں — دربدریاں مارا مارا یا نبی ﷺ
باغِ جنت سے ہے افضل لاکھ بار — مجھ کو وہ کوچہ تمھارا یا نبی ﷺ
چین آتا ہے میرے دل کو تمام — نام لیتے ہیں تمھارا یا نبی ﷺ
مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف — زندگی ہووے دوبارہ یا نبی ﷺ[413]

اگر ہم اہلسنت کو یارسول اللہ کہنے پر وہابی "مشرک" کہتے ہیں تو انکا اپنا پیر و مرشد بھی مشرکین کے زمرہ میں آتا ہے اور اگر وہ مشرک نہیں تو "یارسول اللہ" کا نعرہ لگانے والے بھی مشرک نہیں الغرض جن مسائل میں علماء و عوام مشرک نہیں ہوتے تو ان کو مشرک کہنا خود مشرک ہونا ہے۔[414]

دلیل نمبر ۲۱۳:

---

[412] (جواھر البحار ص ۱۷۹)

[413] (بحو الۂ تحفہ محمدی ص ۲۲، حصہ چھارم)

[414] (برکاتِ میلاد شریف و سلام و قیام)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا (الاحزاب ۵۴)

اے نبی غیب کی خبر دینے والے ہم نے آپکو گواہ بنا کر بھیجا۔

دلیل نمبر ۲۱۴:

"وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ من خبر الاولین و الاٰخرین و ما کان و ماھو کائن قبل ذلک من فضل اللہ علیک یا محمد من خلقک"۔

یا رسول اللہ ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین و آخرین کا علم دیا ہے جنکا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کو ما قبل اور بعد میں ہونے والے تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔[415]

دلیل نمبر ۲۱۵:

مشہور فقیہ عبد الرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان الحنفی المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں۔

" ویقول السلام علیک یا رسول اللہ اسئلک الشفاعة الکبرٰی و اتوسل بک الی اللہ تعالٰی فی ان اموت مسلما علی ملتک و سنتک"۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر سلامتی ہو میں آپ ﷺ کی شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی ملت اور سنت پر مسلمان ہو کر مروں۔[416]

دلیل نمبر ۲۱۶:

---

[415] (ابن جریر ص ۱۶۳ ج ۵)

[416] (مجمع الانھر ص ۳۱۳ ج ۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۶۱)

علامہ سیّد احمد طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ "الشفاعة" کی تشریح فرماتے ہیں "ای نطلب منک الشفاعةیارسول اللہ" یارسول اللہ ہم آپ سے شفاعت کی التجاء کرتے ہیں۔[417]

دلیل نمبر ۲۱۷:

"ویبلغہ سلام من اوصاہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یشفع بک الی ربک فاشفع لہٗ ولجمیع المسلمین۔۔۔الخ"۔

جو شخص کسی کو آپ ﷺ پر سلام کرنے کی وصیت کرے تو وہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرے کہ یارسول اللہ فلان ابن فلان آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں اور آپ کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بناتے ہیں ان کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمایئے۔[418]

دلیل نمبر ۲۱۸:

خاتم المحدثین برکتہ المصطفیٰ فی الہند حضرت مولانا عبدالحق محدث دھلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ، وسلم علیک یا حبیب اللہ"۔[419]

دلیل نمبر ۲۱۹:

"واخرج ابو یعلیٰ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ سمعتُ رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنّہٗ"۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا فرمایا کہ قسم اس ذات (خداوندی) کی جس کے قبضہ ٔقدرت میں میری جان ہے، وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل

[417] (طحطاوی ص ۴۰۶)
[418] (عالمگیری ص ۲۸۲ ج ۱)
[419] (تکمیل الحسنات ص ۷)

فرمائیگا(آسمان سے اتارے گا) کہ جو میری قبر شریف پر کھڑے ہو کر یا محمد (ﷺ) کہیں گے تو میں ضرور جواب دونگا۔

دلیل نمبر ۲۲۰:

وایضاًقال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی تھانوی۔

یاشفیع العباد خذبیدی انت فی الاضطرار معتمدی

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے کیونکہ آپ پر میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔[420]

دلیل نمبر ۲۲۱:

قَالُو ایاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِينَ (یوسف ۹۷)

بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بیشک ہم خطاوار ہیں۔

دلیل نمبر ۲۲۲:

قولہ تعالیٰ حکایہ عن صالح علیہ السلام وقالوا وَ قَالُو ایٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿۷۸﴾ (بارکین علی الرکب میتین) فَتَوَلّٰى (اعرض صالح) عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النّٰصِحِينَ ﴿۷۹﴾ (ای بعد ان ھلکوا وماتوا کما خاطب النبی الکفار من قتلی بدر حین القوا فی القلیب فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ کیف تکلم اقواماقدجیفوا افقال ماانتم باسمع لما اقول منھم ولکن لا یجیبون۔

(جلالین وصاوی)

---

[420] نشر الطیب ص ۱۹۴)

یعنی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مُردوں کو آواز دینا(پکارنا) جائز ہے۔اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کا قصہ یوں بیان فرمایا ہے۔

"بولے اے صالح ہم پر لے آؤ وہ عذاب جس کا تم وعدہ کر رہے ہو اگر تم رسول ہو تو انھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم! بیشک میں نے تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمھارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرض (پسند کرنے والے)ہی نہیں۔(کنزالایمان) یہ باتیں اور نداء اور حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت اور موت کے بعد کی ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے ان کفار کو خطاب فرمایا تھا جو میدان بدر میں قتل کئے گئے تھے اور پھر کنویں میں پھینک دیئے گئے تھے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہیں جو مر گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے یعنی یہ ہے کہ ایسا جواب نہیں دیتے جو تم نہیں سنتے۔

دلیل نمبر۲۲۳:

مسئلک اہل سنّت میں عقیدت سے یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور اسی طرح دیگر اولیاء مثلاً پیر بابا، داتا گنج بخش، شاہ سمنگاں وغیرہم کو نداء کرنا(پکارنا) جائز ہے اور جو شخص ان الفاظ کے قائلین کو مشرک،کافر یا مرتد و ملعون کہتا ہے وہ خود ملعون، و کافر ہے۔(الحق المبین)

وہابیوں کے امام ابن قیم نے بھی یہ حدیث بطور استدلال نقل کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مردے سنتے ہیں جب عام مردوں کا سننا ثابت ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی سماعت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۲۲۴:

مولوی حمد اللہ جان دیوبندی صاحب جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو امام الخوارج فی زمانہ مولوی محمد طاہر پنج پیری بھی گیا اور مکہ میں ان سے مناظرہ کیا اور پنج پیری کو ملامت کر کے شرمندہ کیا ۔دورانِ مناظرہ مولانا سیّد جلال الدین نے مفتی مکہ مکرمہ سے پوچھا کہ الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ دربار نبوی سے باہر (دور) پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفتی مکہ مکرمہ نے کہا کہ میں یہاں بھی الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا ہوں یعنی مکہ مکرمہ میں اور یہ میرے نزدیک جائز ہے۔[421]

دلیل نمبر ۲۲۵:

دیوان قاضی بیدل میں اسطرح نداء کی گئی ہے:

یاشفیع المذنبین المستغاث یا امام المتقین المستغاث[422]

دلیل نمبر ۲۲۶:

---

[421] (دعوۃ التوحید و السنۃ ص ۴)

[422] (دیوان،قاضی بیدل ص ۲۶)

شیخ القرآن والحدیث حافظ کفایت اللہ دیوبندی لکھتے ہیں۔اگر کوئی شخص بطورِ وظیفہ یہ وظیفہ پڑھے:

"یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیأللہ اقض حاجتی باذن اللہ و بحرمۃ محمد بن عبداللہ"۔

اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ آواز سُنا دے گا بطور کرامت تو یہ فعل جائز ہے۔

اور شیأ مصدر ہے شوی یشوی شواءً سے مطلب یہ ہوا کہ محبت الٰہی میں بھُنا ہوا۔[423]

دلیل نمبر ۲۲۷:

مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ "یا دافع البلاء والوباء" کہنا جائز ہے۔اس میں آپ ﷺ کی طرف نسبت مجازاً ہوئی ہے۔[424]

دلیل نمبر ۲۲۸:

مولانا موصوف لکھتے ہیں جب کوئی شخص درود شریف "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" پڑھے تو آپ ﷺ خود بطورِ خرقِ عادت اپنے کان مبارک سے سنتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۲۹:

دارالعلوم حقّانیہ کے مفتی و شیخ الحدیث مفتی محمد فرید سے پوچھا گیا "یا محمّد و یا رسول اللہ" کہنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ یا محمّد لکھنا اور پڑھنا جائز ہے اسکی مخالفت کرنے والے سلفی اور وھابی ہیں۔(فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے)

دلیل نمبر ۲۳۰:

---

[423] (الذخائر لاھل البصائر ص ۲۱)
[424] (الذخائر لاھل البصائر ص ۲۱)

حضرت علامہ حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور اپنے سر پر خاک پاک ڈالی اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ جو قرآن پاک آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت کریمہ بھی ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ " میں حاضر ہوا ہوں میرے لیے دعافرمایئے تو قبر انور سے آواز آئی کہ تمھاری بخشش ہوگئی ہے۔[425]

دلیل نمبر ۲۳۱:

شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ بعض لوگ طریقت کے مقاصد کے حصول کیلئے ختم کرتے ہیں اس میں گیارہ مرتبہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمة الله علیه شیأ لله" پڑھتے ہیں۔[426]

دلیل نمبر ۲۳۲:

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں " الصلوۃ والسّلام علیک یارسول للہ " پڑھنا بیشک جائز ہے اس کو شرک کہنا جہالت اور گمراہی ہے۔[427]

دلیل نمبر ۲۳۳:

مولانا قاضی حبیب الحق پر مولوی دیوبندی لکھتے ہیں انبیاء واولیاء کو نداء کرنا بطریقۂ توسل جائز ہے۔[428]

---

[425] (تفسیر ابنِ کثیر ص ۵۲۰ ج ۱، الذخائر ص ۵، تسکین الصدور ص ۳۵۲)
[426] (بحوالہ اظہار حق ص ۵۲، میاں ظاہر شاہ مدین سوات)
[427] (راہ حق ص ۲)
[428] (المسائل المنتخبہ ص ۳۳)

دلیل نمبر ۲۳۴:

الحمدللہ اہلِ سنت وجماعت "الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" پڑھتے ہیں جو آیت کریمہ کی تعمیل ہے۔[429]

دلیل نمبر ۲۳۵:

مولانا شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ بہاولپور لکھتے ہیں یارسول اللہ شوق و محبت سے پڑھنا جائز ہے اور جب کوئی شخص تشھد میں بیٹھے تو اپنے دل میں آپ ﷺ کو حاضر کرکے السلام علیک ایّھا النبی کہے۔[430]

دلیل نمبر ۲۳۶:

حضرت مولانا حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں: "ان فلتت دابۃ احد کم فلیصلی رکعتین والیقراء فاتحۃ الکتاب فلیقل یا سیّدی احمد بن علوان ان لم ترد علیّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء وھذا مجرب " اس میں میت سے توسل کرنا اور اسے (نداء کرنا) پکارنا ثابت ہے۔[431]

دلیل نمبر ۲۳۷:

آپ ﷺ کے دربار گہربار میں آپ ﷺ پر درود شریف "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھا جاتا ہے۔ جس میں آیتِ کریمہ کی تعمیل ہے۔ جو لوگ مذکورہ درود شریف کو شرک کہتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ آیا یہ لوگ صبح و شام دربار نبوی میں شرک کرتے ہیں بلکہ

---

[429] (راہِ حق ص ۶)
[430] (صحیح مسلک ص ۱۶، امدادالفتاویٰ ص ۳۸۳ ج۵)
[431] (شامی ص ۳۳۴ ج۳، الذخائر ص ۷)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہاں شرک نہیں ہے مگر یہاں شرک ہے۔ چونکہ یہ لوگ ہر کارِ خیر کو شرک کہتے ہیں اس لیے اگر درود شریف کو بھی شرک کہیں تو کوئی تعجب نہیں۔[432]

دلیل نمبر ۲۳۸:

"اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمّدفا قول ای رب رضیت" (فیصلہ حق وباطل) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے فرمائیگا کہ یا محمد ﷺ کیا آپ راضی ہوگئے ہیں میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب میں راضی ہوگیا۔

دلیل نمبر ۲۳۹:

"یا محمد ارفع رأسک وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفع فاقول یارب امتی امتی"۔[433]

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرمائیگا کہ سر اٹھایئے اور فرمایئے سُنا جائیگا مانگئے عطا کیا جائیگا۔ شفاعت فرمایئے قبول ہوگی، میں عرض کرونگا کہ یااللہ میری امت کو معاف فرما۔

دلیل نمبر ۲۴۰:

مولانا عبدالجبار دیوبندی لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کو آواز دینا جائز ہے۔ اگر کوئی کہے " یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعٰلمین، یا محمد، یا احمد ﷺ، یا عیسیٰ، یا موسیٰ، یا

[432] (راہِ حق ص ۷)
[433] (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۸)

داؤد،یازکریا،یاایھاالنبی،یاایھاالرسول،یاایھاالمزمل،یاایھاالمدّثر،یاآدم علیھم السلام، یہ سب جائز ہیں"۔[434]

دلیل نمبر۲۴۱:

تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، آئمّہ، اولیاءاللہ اور تمام اہلِسنت یہ درود شریف پڑھتے ہیں "**الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ**" اور کہتے ہیں کہ یہ درود شریف حق ہے۔[435]

دلیل نمبر۲۴۲:

آپ ﷺ کو احترام کے ساتھ یا محمد ﷺ سے پکارنا جائز ہے۔[436]

دلیل نمبر۲۴۳:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں کوہِ حرا پر تھا کہ غیبی آواز یوں آئی "**یا محمد انک رسول اللہ**" میں نے ارد گرد دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔اوپر دیکھا تو وہ فرشتہ نظر آیا جو وحی لیکر غارِ حرا آیا تھا۔[437]

دلیل نمبر۲۴۴:

---

[434] (سنن الھدیٰ ص ۵)
[435] (راہِ حق ص ۹۲)
[436] (ندائے یامحمد ﷺ ص ۱۷)
[437] (شانِ حبیب الرحمٰن ص ۲۰۹)

حضرت علامہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح البیان میں لکھاہے کہ درود شریف کی بہت فضیلت ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے: **"الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" یا حبیب اللہ، یا خلیل اللہ"۔**[438]

دلیل نمبر ۲۴۵:

مولانا حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات پر فرمایا، **"یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ جنّۃ الفردوس ماواہ"۔**[439]

اے میرے والدِ محترم آپ نے رب کی دعوت قبول فرمائی۔ اے میرے ابا جان جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔

دلیل نمبر ۲۴۶:

حضرت مولانا نوران شاہ صاحب لکھتے ہیں: "یارسول اللہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کے وسیلے سے دنیا روشن ہوئی آپ کی مثل کوئی نہیں، میں اپنا سر ومال آپ پر قربان کرونگا...الخ"۔[440]

دلیل نمبر ۲۴۷:

---

[438] (شانِ حبیب الرحمٰن ص ۱۵۷)
[439] (بخاری شریف، البصائر ص ۱۰۵)
[440] (کیمیائے صداقت ص ۵)

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا" **یا محمد ارسلنی اللہ الیک تکریما لک و تشریفالک خاصۃ لک"۔**[441] اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں آپ کی تعظیم و تکریم کیلئے بھیجا کیاہے۔

دلیل نمبر ۲۴۸:

"یامحمدمن ادرک احدو الدیہ فلم یدخلاہ الجنّۃ فابعدہٗ اللہ ثم ابعدہ"۔

اے محبوب ﷺ جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور انکی خدمت کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی رحمت سے دور فرمائے۔[442]

دلیل نمبر ۲۴۹:

احادیث اور فقہ کی کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمیشہ کیلئے یا رسول اللہ کہنا مستحب اور باعثِ برکت ہے۔[443]

دلیل نمبر ۲۵۰:

یامحمدان ربّک یقرأعلیک السلام... (الخ)۔

اے محبوب ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔[444]

دلیل نمبر ۲۵۱:

"کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاءک یامحمد"۔

---

[441] (بیھقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۴۹)
[442] (جلاء الافہام ص ۲۵)
[443] (بحوالہ ندائے یامحمد مفتی غلام سرور سیفی ص ۵۴، روح البیان ص ۲۲۸ ج۷)
[444] (الاتحافات السنیہ ص ۴۴)

سب لوگ میری رضا طلب کرتے ہیں اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔[445]

دلیل نمبر ۲۵۲:

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی:

"فحانت الصلوة فاممتهم فلما فرغت من الصلٰوة قال لی قائل یا محمد هذا ملک خازن النار فسلم علیه فاالتفت الیه فبدأنی بالسّلام"۔

نماز کا وقت آیا تو میں نے انبیاء کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو غیبی آواز آئی کہ یا محمد ﷺ یہ دوزخ کا نگران فرشتہ مالک ہے سلام کیجئے جب میں نے انکی طرف دیکھا تو اس نے مجھ پر سلام کرنے میں پہل کی۔[446]

دلیل نمبر ۲۵۳:

میں مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وھابی، پنج پیری، مودودی، تبلیغی کے چکر میں نہ آئیں بلکہ ذوق وشوق سے رحمتوں والا درود شریف "الصّلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ، الصّلوۃ والسّلام علیک یا حبیب اللہ" پڑھیں۔[447]

دلیل نمبر ۲۵۴:

"یا محمد من اٰمن بی و لم یؤمن بالقدر خیرہ و شرہ فلیلتمس ربا غیری"۔[448]

اے محبوب ﷺ جو مجھ پر ایمان لائے اور تقدیر خیر و شر پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنے لیے ،میرے علاوہ دوسرے خدا کو تلاش کرے۔

---

[445] (تکمیل الایمان ص ۲۰)
[446] (مشکوٰۃ ص ۵۳۰)
[447] (راہِ حق ص ۲۶)
[448] (الاتحافات السنیة ص ۲۲)

دلیل نمبر ۲۵۵:

حضرت مولانا حمداللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اور یا محمد ﷺ بطور استعانت جائز ہے۔[449]

دلیل نمبر ۲۵۶:

مولوی فقیر محمد عباس قادری دیوبندی لکھتے ہیں۔ ہر مصیبت اور آفت سے بچنے اور سلامتی کیلئے "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" بہترین وظیفہ ہے۔ خواہ وہ مصیبت بمباری یا توپوں کی گولیاں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو آپ بھی اس پر ضرور پڑھتے ہیں تو جس کیلئے آپ ﷺ سلامتی کی دعا فرماتے ہیں تو وہ یقیناً سلامت رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی دعا رد نہیں فرماتا۔[450]

دلیل نمبر ۲۵۷:

یا محمد، یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانا مسجدوں میں یا گھروں میں ادب سے تو یہ جائز اور باعث برکت ہے۔[451]

دلیل نمبر ۲۵۸:

"یامحمداخبرنی عن الاسلام"۔[452]

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجیے۔

---

[449] (البصائر ص ۱۴۹)

[450] (دم درھہ ص ۶۸)

[451] (میزائل ص ۱، اقتدار احمد خان شیخ الحدیث)

[452] (مشکوۃ شریف و صحیحین)

دلیل نمبر۲۵۹:

جو شخص "الصّلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" اس نیت سے پڑھے کہ فرشتے بارگاہِ نبوی میں پیش کریں گے تو اس طرح اس درود شریف کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔[453]

دلیل نمبر۲۶۰:

حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی روح قبض کرنے کیلئے جب تشریف لائے تو عرض کیا کہ "یامحمدان اللہ ارسلنی الیک"۔[454]

دلیل نمبر۲۶۱:

اعلٰی حضرت شاہ احمد رضاخان افغانی قندھاری ثم فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ ﷺ
بکارِ خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ ﷺ
ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود سازو سامانم اغثنی یارسول اللہ ﷺ[455]

دلیل نمبر۲۶۲:

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

حبیبی یارسول اللہ ﷺ   اغثنی یارسول اللہ ﷺ

---

[453](اختلافِ امت وصراط مستقیم ص ۴۲، مولانا لدھیانوی)
[454](بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۸۹)
[455](بحوالہ اغثنی یارسول اللہ ص ۲۲، محمد منشاء تابش قصوری)

خدا کے بعد ہے تیری — بڑائی یارسول اللہ ﷺ
فرشتے تجھ کو دیتے ہیں — سلامی یارسول اللہ ﷺ
ثناء خواں ہو گئی ساری — خدائی یارسول اللہ ﷺ
مصیبت میں ضرورت ہے — مدد کی یارسول اللہ ﷺ[456]

دلیل نمبر ۲۶۳:

امام واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلمانوں کا روم کے عیسائیوں سے مقابلہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس جہاد میں پیش پیش تھے ان کا نعرہ یا محمداہ تھا۔

"کان خالد امامنا فی حملته و نحن من ورائه و کان شعارنا یا محمداه یا منصور امتک امتک"۔[457]

دلیل نمبر ۲۶۴:

وسعت رزق کیلئے امام شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وظیفہ بتایا کہ جو کہے: **"یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات"** تو اللہ تعالیٰ اسکی مشکلات آسان فرمادیگا۔[458]

---

[456] (اغثنی یارسول اللہ ص ۱۳۰)
[457] (فتوح الشام ص ۱۴۱)
[458] (شمع شبستان رضا حصہ دوم)

دلیل نمبر ۲۶۵:

مولانا نورالدین دیوبندی لکھتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو پکارنا جائز اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔[459]

دلیل نمبر ۲۶۶:

حضرت مفتی اقتدار احمد خان نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک جس طرح یا اللہ لکھنا، پڑھنا جائز ہے اسی طرح یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جائز ہے۔

دلیل نمبر ۲۶۷:

حضرت عبید اللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسر کو فتح کرنے کیلئے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ کو بھیجا۔ راستے میں دشمن کے ۵۰۰۰ کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا جنگ کے دوران ہی دشمنوں کا ۵۰۰۰ کا لشکر مزید امداد کیلئے پہنچ گیا۔ مسلمان مصیبت میں پھنس گئے۔ انتہائی بے قراری کی حالت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یا محمداہ یا محمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی الساعة وانتم الاعلون"۔[460]

یا محمد یا رسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد نازل ہو۔ اے مسلمانوں ثابت قدم رہو تھوڑی دیر مصیبت ہے پھر غلبہ ہمارا ہے۔

---

[459] (نورالوسیلہ ص ۳۲)

[460] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

دلیل نمبر ۲۶۸:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "نعرہ رسالت یا رسول اللہ" کہنا جائز ہے۔ قرآن وحدیث سے جائز ہے۔"قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیکُمْ جَمِیعاً" اے محبوب فرمایئے کہ لوگوں میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو "یا" سے خطاب کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے مخاطب کون ہیں؟ آیا مکہ کے لوگ تھے جو آپ کے سامنے تھے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ کہنا ہو گا کہ آپ کو صرف اُن ہی لوگوں کیلیۓ رسول بنایا گیا۔ اور یہ حکم "امنو اباللہ ورسولہ۔۔۔الخ"۔ یہ بھی صرف انہیں لوگوں کیلیۓ ماننا پڑے گا۔ مگر بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ کیونکہ خطاب عام ہے اور لفظ (جمیعاً) اس پر قرینہ ہے۔ جیسا کہ اس پر مفسرین کرام کا اتفاق ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام بنی نوع انسان کو "یا" سے خطاب کیا۔[461]

دلیل نمبر ۲۶۹:

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص عشق ومحبت کی وجہ سے 'یارسول اللہ' کہے تو جائز ہے۔[462]

---

[461] (راہِ حق ص ۲۸)

[462] (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۴۵)

دلیل نمبر ۲۷۰:

غیر مقلدین کے پیشوا مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:

"ماتقوله العامه یا رسول اللہ اَو یا علی او یا غوث النداء لا نحکم بشر کهم کیف و قدنادی رسول اللہ ﷺ قتلٰی بدر یا فلاں ابن فلاں و فلان بن فلاں"۔ [463]

عام لوگ جو یا رسول اللہ ، یا علی، یا غوث کے نعرے لگاتے ہیں ہم صرف ان کے اس کہنے کی وجہ سے انھیں مشرک نہیں کہتے اور کیسے مشرک کہیں گے کہ خود آپ ﷺ نے مقتولین بدر (کفّار) کو یا فلان بن فلان سے خطاب فرمایا تھا۔ اور عثمان بن حنیف رحمتہ اللہ علیہ کی حدیث میں "یا محمد" کا لفظ بھی آیا ہے اور اس حدیث کو بیہقی اور جزری نے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دوسری روایت میں "یا رسول اللہ" بھی آیا ہے اور یہ الفاظ یا عباداللہ اعینونی بھی حدیث میں آیا ہے۔ [464]

دلیل نمبر ۲۷۱:

مولانا نور محمد بشیر لکھتے ہیں "یا رسول اللہ یا علی یا غوث" کے نعروں کو شرک نہیں کہا جاسکتا جو انھیں مشرک کہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ [465]

[463] (هدیة المهدی ص ۲۴)
[464] (هدیة المهدی ص ۲۴)
[465] (خطبات ص ۱۹۶)

دلیل نمبر ۲۷۲:

مولانا حافظ نذیر احمد حافظ انوری لکھتے ہیں۔ "اغثنی سیّدی انظر بحالی یا رسول اللہ تقبلنی ولاتردد سوالی یا رسول اللہ"۔[466]

دلیل نمبر ۲۷۳:

حضرت مولانا فقیہہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حبیبی حبی محبوبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محبی حبی مطلوبی اغثنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عبیدک فی الرزایا والمراضا مستغیث یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
طیبی طبی مصحوبی اغثنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[467]

دلیل نمبر ۲۷۴:

حضرت مجاھد اعظم قاسم بریلوی لکھتے ہیں۔

مدد کیجیے شہنشاہ معظم یا رسول اللہ ﷺ
پریشان ہیں ہم مسلمانانِ عالم یا رسول اللہ ﷺ
خدا کے واسطے سن لیجئیے صدقہ نواسوں کا ﷺ
گرفتارِ بلا ہیں آج کل ہم یا رسول اللہ ﷺ[468]

---

[466] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۸۴)
[467] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۷)
[468] (اغثنی یا رسول اللہ ص ۸۲)

دلیل نمبر ۲۷۵:

حضرت امام ابو محمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابنِ عبّاس روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا:

السّلام علیک یا اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السّلام علیک یا آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السّلام علیک یا ظاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السّلام علیک یا باطن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[469]

دلیل نمبر ۲۷۶:

اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں درود شریف "**الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ**" جائز اور مستحب ہے۔[470]

دلیل نمبر ۲۷۷:

مفتی غلام رسول دارالعلوم جماعتیہ لکھتے ہیں۔ اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں "**الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ**" دونوں طرح سے جائز ہے۔[471]

---

[469] (سعادۃ الدارین ص ۲۳۵، بحوالہ نداء یا محمد ص ۸۴)

[470] (اوضح البیان فی تائید احسن البیان ص ۱۲۵، مفتی سرحد ظاہر شاہ میاں مدین سوات)

[471] (فتاویٰ جماعتیہ ص ۱۲۵)

دلیل نمبر ۲۷۸:

فقیہہ جلیل مولانا مفتی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں اذان سے پہلے اور اذان کے بعد بلند آواز سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے میں ثواب اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں لیکن اسکو بدعت سئیہ اور ناجائز کہنا جاہلوں کا کام ہے۔[472]

دلیل نمبر ۲۷۹:

حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل سبحان قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اذان سے پہلے اور اذان کے بعد میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھنا آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہ علیہم اجمعین اور علماء اہلسنت سے ثابت ہے۔[473]

دلیل نمبر ۲۸۰:

مفتی غلام سرور ایم اے اسلامک لاء لکھتے ہیں ۔ اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا مسنون اور مشروع ہے۔[474]

دلیل نمبر ۲۸۱:

اورادِ فتحیہ میں یہ درود شریف بھی ہے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعٰلمین ﷺ

---

[472] (انوالعرفان ص ۳۰)

[473] (احسن البیان ص ۵۸، بحوالہ اوضح البیان ص ۱۴۰)

[474] (مسئلہ صلوٰۃ والسلام ص ۴)

الصلوٰۃ و السلام علیک یا شفیع المذنبین ﷺ
الصلوٰۃ و السلام علیک یا سیّد المرسلین ﷺ
الصلوٰۃ و السلام علیک یا امام المتقی ﷺ[475]

دلیل نمبر ۲۸۲:

مولانا سیف الدین قندھاری دیوبندی لکھتے ہیں۔ وہابی پنج پیری کافر ہیں کیونکہ یہ لوگ یارسول اللہ ، یا محمد کو شرک وکفر کہتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس اپنے لخت جگر کی وفات کے بعد یوں فرمایا " انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون " آپ ﷺ کے عمل سے مردوں کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہوا تو اس کو شرک کی نسبت کرنا آپ ﷺ کی طرف نسبت شرک کرنا ہے۔ (نعوذ باللہ)[476]

دلیل نمبر ۲۸۳:

حضرت استاذ العلماء مولانا ابو الضیاد محمد باقر ضیاء النوری فرماتے ہیں:

وحبک اصل ایمان العباد یا رسول اللہ ﷺ
ومابی من الی الا بفضلک یا رسول اللہ ﷺ
تجلی نور حبک فی فوأدی یا رسول اللہ ﷺ
مجدلی خذیدی یوم التناد یا رسول اللہ ﷺ[477]

---

[475] (بحوالہ راہِ حق ص ۸)
[476] (کشف الاسرار ص ۸۶)
[477] (بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۸)

دلیل نمبر ۲۸۴:

حضرت استاذ العلماء عالم بے بدل سلطان المناظرین سیّد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یا رسول اللہ (ﷺ) سے انکار کرنا اصل میں معجزہ اور کرامت سے انکار کرنا ہے کیونکہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قول سے ثابت ہے جب آپ جبلِ ابی قبیس پر چڑھے تو آواز دی "**یا معشر المسلمین انّ ربکم بنی لکم بیتا وامرکم ان تحجوہ فاجابہ الناس من اصلاب الآباء وارحام الامھات فمن اجابہ مرۃ حج مرۃ ومن اجاجہ عشرا حج عشرا**"۔[478]

دلیل نمبر ۲۸۵:

مولانا موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی جو غائب تھے مثلاً "**یاساریۃ الجبل**"۔[479]

دلیل نمبر ۲۸۶:

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ آپ ﷺ کو یوں ندِاء فرماتے ہیں: "**یا نبی اللہ سلام علیک انما الفوزوالفلاح لدیک**"۔[480]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی غائب کو آواز دی۔ ان گمراہ، زندیق گروہ وھابی اور پنج پیری اور دورِ حاضر کے دیوبندیوں کے نزدیک یہ حضرات بھی مشرک ہونگے۔ **(نعوذ باللہ من ذالک)** بہر حال مذکورہ تمام

---

[478] (روح البیان ص ۲۲۶ ج ۱) (اظہار الکمال)
[479] (مشکوٰۃ ص ۵۴۶)
[480] اظہار الکمال ص ۶)

دلائل سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، نداء کرنا یعنی انبیاء کرام، شھداء کرام اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو پکارنا قرآن، حدیث، مذاھبِ اربعہ اور اجماع سے ثابت ہے اور ان کی مخالفت گمراہی ہے۔ ان دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اس جائز فعل کو حرام وناجائز کہتا ہے تو ان کے متعلق فقہاء کرام فرماتے ہیں:

"من حرم الحلال فقد وقع فی الضلال و استوجب العقوبة و النکال"۔[481]

یعنی جو حلال کو حرام کہے تو وہ گمراہ ہے اور عذاب کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

دلیل نمبر ۲۸۷:

بعض علماء اس دور میں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک۔

آیا قھستانی یا مصنف کنز العباد، دیلمی، امام طحطاوی اور مصنف روح البیان اور جامی رحمتہ اللہ علیھم اجمعین کیا یہ مشرک ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔[482]

یہ حضرات مشرک نہیں ہیں۔ بلکہ منع کرنے والے خود مشرک اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔

---

[481] (فتاویٰ خیریہ ص ۱۸۳ ج ۲)

[482] (شرح نور الایضاح مصنف مولانا محمد عبید اللہ الایوبی القندھاری السلمانخیلی الحنفی ص ۳۷۰ جلد ۱)

دلیل نمبر ۲۸۸:

قرآن پاک کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور قرآن پاک میں "یا فرعون" سات حروف پر مشتمل موجود ملتا ہے ان پر بھی ستر ۷۰ نیکیاں ملتی ہیں۔تو کیا یارسول اللہ کہنے پر کچھ بھی نیکیاں نہیں ملیں گی ضرور ملیں گی۔[483]

دلیل نمبر ۲۸۹:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں ۔ بعض عارفین نے بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجود ات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں تا کہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کرلیں۔اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔[484]

دلیل نمبر ۲۹۰:

مولوی ابن قیم جوزی اپنی کتاب جلاالافہام میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابو بکر مجاھد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شبلی آ گئے تو ابو بکر بن مجاھد ان کے لئے کھڑے ہو گئے ان سے معانقہ کیا اور انکی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا سیّدی تمام بغداد کے لوگ شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی۔ انہوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ شبلی آئے تو رسول اللہ ﷺ اس کے لئے

---

[483] (تنبیہ الاخوان مصنف مولوی عبدالجلیل دیوبندی سواتی نور اللہ مرقدۃ ص ۱۱)

[484] (لمعات ص ۱۸۱ ج۳، مطبوعہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دھلوی)

کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالْمُؤْمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ (توبة ۱۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک عظیم رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے۔ وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔

اس آیت کے بعد تین بار مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے **صلّی اللہ علیک یا محمد**۔ پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔[485]

دلیل نمبر ۲۹۱:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس میں ہے:

"فقال الجبار یا محمد قال لبیک وسعدیک قال انه لا یبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنةبعشر امثالها فهی خمسون فی ام لکتاب وهی خمس علیک"۔

---

[485] (ابن قیم جوزی جلالافهام ص ۲۵۸ تبلیغی نصاب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد ﷺ! آپ نے کہا میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں تو ہر نماز دس گنا ہے لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں۔ اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔[486]

دلیل نمبر ۲۹۲:

امام احمد عبد الرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ اس میں ہے:
"اتانی ربی عزوجل اللّیلۃ فی احسن صورۃ قال یا محمّد" یعنی آج رات میرے پاس میرا رب عزّوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا یا محمد ﷺ۔[487]

دلیل نمبر ۲۹۳:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا۔ اور میری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی حتٰی کہ میں کہوں۔ اے میرے رب جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ ، کہا ہے ان کے لیے میری شفاعت قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد ان کی مغفرت کرانا تمھارا منصب نہیں ہے۔ ان کی براہِ راست مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے۔[488]

---

[486] (صحیح بخاری ص ۱۱۲۱ ج ۲)
[487] (مسند احمد ص ۶۶ ج ۴، ترمذی ص ۴۶۶)
[488] (مسند ابو یعلٰی الموصلی ص ۱۸۸ ج ۳، بحوالہ شرح صحیح مسلم ص ۷۱۳ ج ۱)

دلیل نمبر ۲۹۴:

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی یا محمد اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں۔ اس کے بعد آپ کے پاس وہ شاخ نہیں دیکھی گئی۔[489]

دلیل نمبر ۲۹۵:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔[490]

دلیل نمبر ۲۹۶:

فقیہہ اعظم محمد نوراللہ نعیمی فتاویٰ نوریہ میں لکھا ہے:

" یستحب ان یقال عندالسماع الاولیٰ من الشهادة صلّی الله علیک یا رسول الله وعندالثانیة منها قرة عینی بک یا رسول الله ثم یقول اللّهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداله الی الجنة"۔

دلیل نمبر ۲۹۷:

علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ یا محمد کہنا منع نہیں۔ اور اس کے بارے میں انہوں نے بہت دلائل جمع کئے ہیں۔ ان دلائل کے آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لئے کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کے ساتھ نداء کرنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے

---

[489] (مصنف عبدالرزاق ص ۱۸۵ ج ۳)

[490] (علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی اتحاد السادة المتقین ص ۲۵۱ ج ۹)

باز رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اخیارِ امت کی اتباع کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔[491]

دلیل نمبر ۲۹۸:

"عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون مایسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ فلینادا عینوا عباد اللہ"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کراماً کاتبین کے سوا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو وہ یہ نداء کرے۔ اے اللہ کے بندوں! میری مدد کرو۔[492]

دلیل نمبر ۲۹۹:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمداہ" کہیں۔ تو میں ان کو ضرور جواب دونگا۔[493]

دلیل نمبر ۳۰۰:

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا۔ کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یا محمداہ" کہ کر رسول اللہ ﷺ کو نداء کرتے تھے۔[494]

---

[491] (شرح صحیح مسلم ص ۳۲۲ ج ۱)

[492] (کشف الاستار عن زوائد البزار ص ۳۴ ج ۴)

[493] (شرح صحیح مسلم ص ۸۴ ج ۷)

[494] (الکامل فی التاریخ للامام محمد بن محمد ابن اثیر جوزی ص ۲۴۶ ج ۲، البدایہ و نہایہ ص ۳۲۴ ج ۶)

دلیل نمبر ۳۰۱:

حاجی اداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار رسالت ﷺ میں یوں فریاد کرتے ہیں:

یارسول کبریا فریاد ہے　　　یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل　　　اے میرے مشکل کشا فریاد ہے[495]

دلیل نمبر ۳۰۲:

مہاجر مکی حاجی امداداللہ رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا طریقہ لکھتے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور " الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ "کی داہنے اور "الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ "کی بائیں اور "الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ"کی ضرب دل پر لگائے۔[496]

دلیل نمبر ۳۰۳:

مولوی عبدالشکور دیوبندی لکھنوی اپنی تصنیف " علم الفقہ " کے (ص۱۵۹) پر لکھتے ہیں اذان سننے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھدان محمدرسول اللہ سنے تو یہ بھی کہے۔صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ　اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے "قرۃعینی بک یا رسول اللہ اللّٰھم متعنی با السّمع و البصر "۔[497]

---

[495](نالہ امداد غریب ص ۲۲ ،مطبع راشد کپنی دیوبند)
[496](ضیاء القلوب ص ۵۵ ،مطبع راشد کمپنی دیوبند)
[497](جامع الرموز، کنز العباد، علم فقہ ص ۱۵۹ ،مطبع دارالشاعت کراچی، مصدقہ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی)

دلیل نمبر ۳۰۴:

حضرت شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قوت القلوب میں فرمایا کہ ابن عینیہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور جب اشھدان محمدًا رسول اللہ کہا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر پڑھا "قُرّۃُ عینی بک یا رسول اللہ" اور جب حضرت بلال رضی اللہ نے اذان ختم کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر جو کوئی یہ پڑھے جو تو نے پڑھا ہے از روئے شوق دیدار اور ایسے کرے جیسا تو نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ اس کے نئے پرانے پوشیدہ اور ظاہر گناہ خطا سب معاف فرمادیگا۔[498]

دلیل نمبر ۳۰۵:

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں ہم سے عہد لیا گیا کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ نہ کہہ لیں۔ یارسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں۔ کہ آپکی نیابت میں کچھ بیان کروں۔ اس وقت تک وعظ نہ کہیں اور یہ اس لئے کہ جناب رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور احباب یعنی علماء و اولیاء باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے بیان میں الجھنیں یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہو گی۔[499]

---

[498] (حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۷، بحوالہ البرھان ص ۴۸۲ مصنف فقیھہ عصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد)

[499] (دعوۃ الحق مصنف مولانا سیّد گل بادشاہ فاضل دیوبند ص ۲۹، بحوالہ یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے متعلق فتویٰ از حضرت علامہ الحاج مفتی محمد آمین صاحب فیصل آباد)

دلیل نمبر ۳۰۶:

مولوی سرفراز خان دیوبندی "نداء یا رسول اللہ ﷺ" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ یا رسول اللہ ﷺ محبت اور عقیدت کے طور پر پیش کرتا ہے یہ بھی فی الجملہ درود شریف کے الفاظ ہیں اور فرشتے ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دینگے۔ تو درست اور صحیح ہے۔[500]

دلیل نمبر ۳۰۷:

ہمارے ہم عصر دیوبندی مسلک کے جید عالم دین۔ مفتی محمد فرید صاحب مجددی سابقہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں۔ انتہائی عشق و محبت سے اگر آپ ﷺ کو حاضر اور مخاطب کی طرح سمجھ کر یا رسول اللہ ﷺ سے پکارے تو یہ نہ شرک ہے نہ ایہام شرک ہے۔ بلکہ معمول و معروف ہے۔[501]

دلیل نمبر ۳۰۸:

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی وھابیہ خبیثیہ کا رد اس انداز سے فرماتے ہیں۔ کہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے۔ کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ کو سخت منع کرتے ہیں اور اس ندا اور خطاب کی وجہ سے اہل حرمین سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور یہ کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں۔ مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور یہ

---

[500] (سماع الموتی ص ۱۰۷)
[501] (مقالات ص ۲۰، پشتو)

اپنے متعلقین کو اسکا امر کرتے ہیں معلوم ہوا کہ درود شریف بصیغہ خطاب کو منکر بدعت کہنے والے اور استہزاء کرنے والے وہابیہ خبیثیہ ہیں۔[502]

دلیل نمبر ۳۰۹:

"ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة یجعل ظهرک الی القبلة و استقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاتهٔ"۔

ترجمہ: حضرت ابو حنیفہ نافع اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور پر قبلہ کی طرف سے آئے پیٹھ قبلہ کی طرف کرلے اور رخ قبر انور کی طرف پھر کہے سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکت نازل ہو۔[503]

لیل نمبر ۳۱۰:

امام مجتہد فقیہہ اجل عبدالرحمٰن ہُذلی کوفی مسعودی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اجلّہ تبع تابعین واکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ سر پر بلند ٹوپی رکھتے ہیں جس میں لکھا تھا **"محمّد یا منصور"**۔[504]

دلیل نمبر ۳۱۱:

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یارسول للہ ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر جیلانی

---

[502] (الشهاب الثاقب ص ٦٥)
[503] (مسند امام اعظم ص ١٠٣)
[504] (انوالانتباه ص ١١، مشارق الانوار ص ٥٩)

اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں، یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیشک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔[505]

دلیل نمبر ۳۱۲:

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی تسخیر کے لیے روانہ کیا راستہ میں دشمنوں کے پانچ ہزار لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی ابھی مسلمان اس پر غلبہ بھی نہ پاسکے تھے کہ دشمن کی تازہ دم پانچ ہزار فوج کا دستہ ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا اور مسلمان بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔ اس وقت نہایت بیقراری میں حضرت کعب ابن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے پکارا:

"یا محمداہ، یا محمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی الساعۃ وانتم الاعلون"۔

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد اتر آ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔ یہ سختی کوئی دم بھر کی ہے پھر تم ہی غالب ہو گے۔[506]

دلیل نمبر ۳۱۳:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دیوبندیوں کے پیر، مرشد اپنی تصنیف گلزارِ معرفت سے نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں:

کر کے نثار آپ پہ گھر بار یا رسول اللہ (ﷺ)

---

[505] (نداء یا رسول اللہ شیخ القرآن و الحدیث مفتی شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ افغانی قندھاری ص ۱۲)
[506] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یا رسول اللہ (ﷺ)

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا

ہوں امتی تمہارا گنہگار یا رسول اللہ (ﷺ)

کر روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی

مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ (ﷺ)

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے

مجھے دیوانہ اور مجنوں بناؤ یا رسول اللہ (ﷺ)

یہ غزل چھتیس ابیات پر مشتمل ہے۔ جو کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی ہے۔[507]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک (ﷺ) کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واضح رہے کہ بزرگان دین کو تکلیف اور مصیبت کے وقت میں ندا کرنا۔ ندا حالت حیات میں ہو یا بعد از ممات حاضراً ہو یا غائباً ہر حالت میں جائز اور مباح امر ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں اور مشکلیں حل کرتے ہیں دور و نزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں جملہ اہل سنت والجماعت کے مقتدر علمائے کرام اور مشائخ عظام اس کے جواز کے قائل اور معتقد ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔

---

[507] (گلزار معرفت تصنیف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

قرآن حکیم سے ثبوت:

رب العزت فرماتا ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرۃ ۶۰)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ اپنے عصا کو پتھر پر مارا انہوں نے مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

تفسیر:

جب بنی اسرائیل بیابان طے کر کے رفیدیم پہنچے تو اس ریگستان میں پانی نہ تھا لوگ موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے کہ ہم کو پانی دو تا کہ پئیں تو موسیٰ علیہ السلام خدا سے فریاد کی کہ میں ان سے کیا کہوں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تم کو لوگوں کے لئے دافع البلاء بنایا ہے لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو دریا پر مارا تھا اس چٹان پر مار تو اس سے پانی نکلے گا موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیا تو اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو براہ راست پانی نہ دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دافع البلاء بنایا اور موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پیاس کی آفت سے نجات دلائی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بحکم الٰہی مافوق الاسباب پیاس کی آفت دور کرتے ہیں۔

(۲) أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

ترجمہ: تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا کہ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین اور کچھ تبرکات ہیں جن کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے ہیں اس کو فرشتے اٹھالائیں گے۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو صندوق شہادت جس کو تابوت سکینہ کہتے ہیں عطا فرمایا تھا جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور اللہ عزوجل کی طرف سے انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں ان تبرکات کی برکت سے فتح ہوگی۔ اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ مقبولان خدا کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔

(۳) وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران ۴۹)

ترجمہ: اور میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں (یعنی تندرست کر دیتا ہوں) خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں۔

تفسیر:

حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دافع البلاء بنایا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو جو بہت بری مرض ہیں اچھا کر دیتے ہیں۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

ترجمہ: جبریل نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں۔

تفسیر:

حضرت جبریل کو اللہ عزوجل نے مافوق الاسباب وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ باذن اللہ بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں یعنی جبریل اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑکا بخشتے ہیں۔

(۵) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ (یوسف ۲۴)

ترجمہ: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔"

تفسیر:

مقبولان بارگاہ ایزدی رب تعالیٰ کی براہین ہیں جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کرکے اپنی حاجت روائی کرنا چاہی یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سامنے دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کی بند کوٹھڑیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی امداد فرمائی اور ان کو ارادۂ گناہ سے بچالیا تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ والے دور سے بھی مافوق الاسباب دافع البلاء اور مشکل کشاء ہیں۔

(۶) اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا (یوسف ۹۳)

میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔"

(۷) فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا (یوسف ۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (روشن ہو گئیں)۔"

تفسیر:

فراق یوسف علیہ السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہوگئے تھے۔ آنکھوں سے نور جاتا رہا تھا یوسف علیہ السلام نے ان کی اس مصیبت کو اپنے پیراہن کے ذریعہ سے دور فرمایا اور ان کی مشکل کشائی کی۔

معلوم ہوا کہ بزرگان دین جس طرح چاہیں جب چاہیں اور جس چیز سے چاہیں (قمیص کوئی خاص نہیں) مافوق الاسباب امداد کرسکتے ہیں۔ **باذن اللہ۔**

سوال: بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دعا یا بد دعا دی مگر قبول نہ ہوئی پھر وہ دافع البلاء اور مشکل کشا کیسے ہوئے؟

جواب: بزرگان دین اللہ کے حکم سے مشکل کشا ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو وہاں مشکل کشائی نہیں کرتے کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ غرض بزرگان دین باذن اللہ مشکل کشا، دافع البلاء ہیں اور یہ ہے عقیدہ حقہ۔

مخلوقِ خدا میں سے کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، ھادی کہنا کیسا ہے؟

سوال: کیا مخلوقِ خدا میں سے کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، ھادی کہہ سکتے ہیں؟ اور کیا یہ کفر و شرک نہیں ہے؟

الجواب بعون الغفار بحرمۃ سید الابرار!

ہاں کہہ سکتے ہیں اور کفر و شرک نہیں ہے۔ جو کوئی بھی ایسے کہنے والوں کو کافر و مشرک کہے یا وہ اپنے اکابر کو کافر اور مشرک کہتے ہیں کہ جو ان لوگوں کے فتوے سے ان کے بڑے کافر و مشرک ہیں۔ اور اگر ان کے اکابر کافر اور مشرک نہیں ہیں تو یہ کہنے والے خود کافر و مشرک ضرور ہیں! اگر یہ کہنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اپنے اکابرین کو اپنے دل میں کافر تصوّر کرتے ہیں اور

ظاہر میں ان کو کافر اور مشرک نہیں کہتے۔ تو کوئی کافر اور مشرک کہہ دے اس پر یہ کہنے والا آدمی کافر و مشرک اور منافق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے پھر بھی یہ لوگ کافر، مشرک خود بخود ہیں کیونکہ جس طرح مسلمان کو بلا دلیل کوئی کافر و مشرک اور منافق کہہ دے اس پر کہنے والا خود کافر و مشرک اور منافق ہوتا ہے۔ اسی طرح جو کافر، مشرک، منافق کو کوئی مشرک، کافر، منافق نہیں کہتا تو وہ خود کافر، مشرک، منافق، بے دین اور بے ایمان جہنّمی ہے۔

اب دلائل دیکھ لیجئے:

۱) سلسلہ قادریہ مجددیہ مع شجرہ نقشبندیہ و چشتیہ و صابریہ امدادیہ شائع کردہ خادم سلسلہ صوفی نظام الدین خانقاہ غفوریہ، رحیمیہ دیوبندیہ میں صفحہ ۳۸ پر ہے:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادئِ عالم علی (رضی اللہ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۲) مولوی اشرف علی تھانوی کتاب تعلیم الدین میں صفحہ ۱۷۱ پر تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادئِ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۳) سلاسل طیبہ صدر مدرسین دیوبند حسین احمد مدنی تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیِ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۴)"تذکرہ حن" میں صفحہ ۱۴ پر مولوی مفتی محمد حسن دیوبندی تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیِ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۵)"تفسیر البخاری" تصنیف بادشاہ گل دیوبندی اکوڑہ خٹک صفحہ ۵۳ میں ہے کہ:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

ہادیِ عالم علی (رضی اللہ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۶)امدادیہ کلیات میں حاجی امداد اللہ صاحب شیخ العرب والعجم اکابر علمائے دیوبند کے پیر و مرشد بھی تحریر کرتے ہیں:

اے رسولِ کبریا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فریاد ہے

یا محمّد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فریاد ہے

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی الفت میں میرا دل

حال یہ ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوا آج کل

اے میرے مشکل کشا فریاد ہے[508]

---

[508](نالہ امداد غریب ص ۲۲، مطبع راشد کپنی دیوبند)

فیوضاتِ حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمی (صفحہ ۳۲۳) میں مولوی حسین علی جو کہ بہت سے اکابرین علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں، ان کے متعلق غلام اللہ خان نے لکھا ہے کہ حضرت حسین علی ہمارا ایک شفیق باپ اور ایک بہت مہربان مربی بھی تھے!

فیوضات حسینی صفحہ ۱۹ میں ہے کہ حسین علی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد بھی تھے اور ان کے مرید بھی اور خود مولوی غلام اللہ خان، ملّا طاہر پنج پیر، مولوی نصیف الدین غرغشتوی، مولوی عبد اللہ درخواستی، مولوی سرفراز خان وغیرہ بہت علمائے دیوبند کے پیر و مرشد تھے۔ اور اسی حسین علی اور اس کے شاگرد اور مرید غلام اللہ خان صاحب نے تحریر کیا ہے:

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا، سید الاولیاء سند الاتقیاء، زبدۃ الفقہاء، رأس العلماء، رئیس الفضلاء، مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر۔

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب، پھر تحریر فرماتے ہیں:

"ایں رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا، سید الاولیاء مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا محمّد عثمان صاحب (ص ۲۸ سے ص ۲۹ تک دیکھو)

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم (گوجرانوالہ) مہتمم مولوی سرفراز احمد صاحب گکھڑوی دیوبندی، مولوی رشید احمد گنگوہی نے "امداد السّلوک" میں تحریر کیا ہے کہ:

"جب مرید کو کوئی مشکل پیش آتی ہے اور مرید اس سے نجات پانے کا حاجت مند ہوتا ہے تو وہ اپنے شیخ کامل کی طرف توجہ کرتا ہے تو فوراً وہ مشکل بعونہٖ تعالیٰ حل ہو جاتی ہے۔[509]

---

[509] (امداد السلوک، صفحہ ۹۳)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "شمائل امدادیہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ:

ابراہیم رشیدی صاحب نے فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش آئی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم یا زیادہ اولیاء کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہ کر میں نے نماز نفل پڑھنی شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا۔ اور وہ بھی نماز میں مصروف ہو گیا۔ اس کے آنے سے مشکل فوراً حل ہو گئی۔[510]

مولوی اشرف علی تھانوی کتاب "امداد الشتاق" میں تحریر کرتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوبِ خدا

ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفی

تم مددگارِ مدد امداد کو پھر خوف کیا

عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

حضرت شاہ نور محمد صاحب دیوبندی کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا:

"حضرت میں بہت ہی پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے"۔

---

[510] (شمائل امدادیہ ص ۸۶،۸۷)

حکم ہوا:

”تم کو ہمارے مزارِ اقدس سے دو آنے یا آدھا آنا روز ملا کرے گا!“[511]

مولوی محمود الحسن شیخ الہند نے اپنے پیر و مرشد شیخ رشید احمد گنگوہی کے موت کے بعد رشید احمد کی شان میں ایک مرثیہ تحریر کیا ہے۔ جس میں انتہائی بڑے بڑے القاب و خطابات ہیں۔ صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:

”نظر سے ہو کے غائب دل میں تو چھپ کے بیٹھے ہیں“۔

اور پھر صفحہ ۷ ا پر لکھتے ہیں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا ربّ
گیا وہ قبلہ حاجاتِ روحانی و جسمانی

اور صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ:

خدا ان کی مربی، وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربّانی

اور صفحہ ۸ پر تحریر کرتے ہیں:

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

اور پھر صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ

[511] (امدادالمشتاق، ص ۱۱۷، اشرف علی تھانوی)

وہ میزاب ہدیت تھے کہیں نصّ ِ قرآنی

اور پھر صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے تھے اپنے سینے میں ذوقِ عرفانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں:

رہے منہ آپ کی جانب تو بعد ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر ہی لکھتے ہیں:

شہید و صالح و صدّیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں:

چھپائے جامۂ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں ہو یہ عریانی

بحق مقتدائے مقتدایاں!
حسن بصری امام پیشوایاں!
بحق شیف یزدان شاہ مرداں

قاسم نانوتوی بحاوالہ "الشھاب الثاقب" حسین احمد صدر مدرسین دیوبند صفحہ ۵۶ اور ۵۷ میں رشید احمد گنگوہی کے اشعار اس کے تصنیف "امداد السلوک" صفحہ ۳۴ سے نقل کرتے ہیں:

بھـــرامداد رب نور حضـــرت ابدالرحیم
عبـد باری عبـد باری عصـــر دین مکّی ولی

اور پھر صفحہ ۵۷ شہاب الثاقب میں اشرف علی تھانوی نے بھی تحریر کیا ہے۔

بہشتی زیور میں منقول حدیث میں ہے:

"تحقیق اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جن کو اس نے خاص کیا ہے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے یاس اور مضطر ہوتے ہیں۔ ان کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں یعنی جو لوگ مجبور ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں۔ اور حق جل شانہ نے ان حضرات کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ یہ لوگ حاجتوں کے پورا کرنے والے، امن پانے والے ہیں اللہ تعالی کے عذاب سے!"[512]

"واللہ تعالیٰ ورسولہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ آلہ وَسلَّم اعلم بالصواب"

تحقیق لفظ دعا:

دُعَا۔دَعوَ یا دَعوَتٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ پکارنا یا بلانا ہے قرآن مقدس میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے پکارنا، بلانا، دعا کرنا، پوجنا۔

---

[512](بھشتی زیور جلد ۱، حصہ ۳، صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴)

قرآن شریف میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس مقام پر ماقبل اور مابعد کو دیکھ کر جو معنٰی مناسب حال ہوں ۔ وہی معنٰی مراد لیا جائے گا۔ اگر ان معانی مذکورہ بالا میں سے کسی ایک معنٰی کو خاص کر کے اسی کو ہر آیت میں مراد لیا جائے تو قرآن مقدس کا اصلی مفہوم (یعنی مقصود) فوت ہو جائے گا۔یعنی قرآن شریف میں تعارض پیدا ہو جائے گا اور یہ محال ہے۔ اس لئے جو معنی جس مقام کے مناسب ہو گا۔ معنٰی مراد لیا جائے گا۔فافهم۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ (آل عمران ۱۵۳)

اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے۔"

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔"

ان جیسی تمام آیات میں (لفظ دعاء) کا معنٰی پکارنا ہی ہو گا کیونکہ ماقبل ومابعد سے یہی معنٰی مناسب ہے۔

(۱) وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرة ۲۳)

اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

(۲) ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۲۵) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔"

ان جیسی آیات میں لفظِ دعا کے معنٰی بلانے کے ہیں کیونکہ دوسرے معنٰی نہیں بن سکتے۔

(۱) إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (ابراهيم ۳۹) بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔"

(۲) رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراهيم ۴۰) اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔"

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی دعا مانگنا ہیں۔ دیگر معنی محال ہیں۔

(۱) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ (الاعراف ۱۹۴) بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔"

(۲) وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الجن ۱۸) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔"

ان جیسی تمام آیات کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو دعا کرنا شرک و کفر قرار دیا گیا ہے یا اس پر زجر کیا گیا ہے۔ ان سب میں دعا کے معنی عبادت (یعنی پوجنا مراد ہے۔) قرآن کریم میں دوسری جگہ اس مضمون کی بخوبی وضاحت رب تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔

(۱) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (غافر ۶۵)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔

(۲) قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (غافر ۶۶)

تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔"

ان آیات میں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ نے اور أَعْبُدَ نے صاف ظاہر کر دیا کہ یہاں دعا سے مراد غیر اللہ کی عبادت کرنا (یعنی پوجنا مراد ہے۔) نہ کہ پکارنا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے سوا غیر کو پوجنا شرک ہے۔ ان آیات نے ان تمام آیات کی شرح کر دی۔ جہاں غیر اللہ کی دعا کو شرک فرمایا گیا ہے اور بتا دیا کہ وہاں دعا سے مراد عبادت کرنا پوجنا مراد ہے۔ اگر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے ان آیات کا تعارض ہو جاتا ہے اور قرآن کریم میں تعارض محال ہے۔ اس لئے محققین علماء ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنیٰ عبادت کرتے ہیں۔

لفظ دعا کے دو معنی ہیں:

(۱)لغوی　　　　(۲)اصطلاحی

لغوی معنی پکارنا اور اصطلاحی معنیٰ عبادت ہیں۔

قرآن کریم میں جہاں دعا کی اجازت ہے۔ وہاں لغوی معنی پکارنا مراد ہیں اور جہاں غیر اللہ کی دعا سے ممانعت ہے۔ وہاں اصطلاحی معنی عبادت (پوجنا) مراد ہے۔

مثلاً صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا ہیں، اور اصطلاحی معنی نماز۔

قرآن کریم میں وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ (البقرۃ ۴۳) میں صلوۃ سے مراد نماز ہے۔ صَلُّوا عَلَيْهِ میں صلوۃ سے مراد دعا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی صلوۃ کا لفظ آیا ہے۔ اگر وہاں صرف لغوی معنی پکارنا لیا جائے تو اسلام کا ایک عظیم رکن فوت ہو جائے گا۔ یعنی نماز۔ پھر تو ہر شخص یہی کہے گا۔ صلوۃ کا معنی پکارنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو صرف پکارو اور کوئی خاص ترکیب کی عبادت مراد نہیں اور یہ محال ہے۔

تو لا محالہ ممانعت کی آیتوں میں عبادت (پوجنا) مراد لیا جائے گا۔ یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پکارو۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ (المؤمنون ۱۱۷)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے۔

اس آیت مقدس سے صاف ظاہر ہوا کہ پکارنے سے، خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارنا مستحسن ہے۔ قرآن حکیم شاہد عدل ہے۔ کما سبق۔

تحقیق مقام

رب تعالیٰ نے مردہ، زندہ، غائب، حاضر، دور، نزدیک کسی قسم کا قید نہیں لگایا کہ ان شرائط کے ماتحت تم پکار سکتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے عام اجازت عطا فرمائی ہے۔ مردہ، زندہ، غائب، حاضر، دور، نزدیک، **مافوق الاسباب** سنانے کے لئے ہر طرح پکار سکتے ہو۔ ہاں معبود سمجھ کر نہ پکارو۔ یہ شرک ہے۔ اگر محض پکارنا ہی شرک قرار دیا جائے تو اپنے گھر سے قید لگا کر حاضر، غائب وغیرہ کا سوال پیدا کیا جائے تو بالکل باطل ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے کہیں بھی قید نہیں لگائی اور ممانعت کی آیتوں میں دعا سے مراد عبادت ہے اور اگر دور، غائب مردوں کو پکارنا شرک قرار دیا جائے تو معاذاللہ سب بزرگان دین مشرک ہو جائیں گے۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں تھے اور نہاوند مدینہ منورہ سے ۱۵۰۰ فرسخ دور تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور تمام مخلوق کو پکارا۔ آپ علیہ السلام کی آواز تمام دور و نزدیک لوگوں کو سنائی دی اور قیامت تک تمام پیدا ہونے والوں کی روحوں نے آپ علیہ السلام کی آواز کو سنا۔ قرآن پاک شاہد ہے اور ہم حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پنجگانہ نماز میں پکارتے ہیں:

السلام علیک ایھا النبی۔

اگر یہ شرک قرار دیا جائے تو ہر نمازی نماز ختم ہونے سے قبل خارج از اسلام ہو جائے۔

آج کل سائنس کا دور دورہ ہے۔ ہم تمام دور کے لوگوں کو انٹرنیٹ کے ذریعے (آواز و تصویر و ویڈیو) پکارتے ہیں اور لوگ ایسے باتیں کرتے ہیں جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اگر یہ سوال پیدا کیا جائے کہ جدید موبائل فون میں بجلی کی طاقت ایک سبب

ہے اوراس سبب کے ماتحت اسے سننا اور دیکھنا شرک نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت اور ولایت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے۔لہذا یہ بھی شرک نہیں اور اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو تو ہم حضور ﷺ کو نماز میں پکارتے ہیں اور قبرستان میں یوں سلام کرتے ہیں۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔[513]

نیز حضرت صالح علیہ السلام نے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے ہلاکت کے بعد قوم کو پکارا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (٧٨) فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ (الاعراف ٧٩)

تو اُنہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ رب تعالیٰ ذکر فرماتا ہے۔

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ (الاعراف ٩٣)

تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں کافروں کا۔"

تفسیر:

---

[513] (عارضۃ الاحوذی لابن العربی ج۵ ص ۳۵۶، صحیح ابن حبان رقم ۳۱۷۱)

ان آیات سے واضح ہوا کہ ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان سے کلام کیا۔ خود سرورِ کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے یوم بدر کفار سے جو جنگ میں ہلاک ہو گئے۔ پکار کر کلام کیا اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے پر حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے تو اگر مردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو یہ جلیل القدر رسول سب مرتکب شرک تھے تو لا محالہ یہی کہنا پڑے گا۔ مردوں کو پکارنا کوئی شرک نہیں اور حاجت روائی کے لئے پکارنا جائز و مستحسن ہے۔

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ بزرگان دین دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں اور دور سے سن سکتے ہیں اور دور سے سن سکتے ہیں خواہ نور نبوت سے ہوں یا نور ولایت سے۔ جیسا کہ مسئلہ حاضر و ناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ بزرگان دین وفات کے بعد سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور خاص خاص کو محسوس بھی ہوتا ہے۔ رب العزت فرماتا ہے۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف ۴۵)

اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

نتیجہ:

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"کہ اے حبیب ﷺ! ان سے پوچھ لو کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے۔" پوچھا اس سے جاتا ہے۔ جو سن سکتا ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ والے بعد از

وفات سنتے اور بولتے ہیں۔شب اسریٰ ان متوفی رسولوں (علیہم السلام) نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ نماز میں شمولیت کی اور حجۃ الوداع میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ حج بھی کیا۔

صریح احادیث اس مسئلہ پر دال ہیں۔

نیز قرآن پاک شاہد ہے کہ بزرگانِ دین بعد از وفات زندوں کی مدد کرتے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰہُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (آل عمران ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

تفسیر:

رب تعالیٰ نے روزِ میثاق انبیائے کرام علیہم السلام سے دو عہد لئے۔

۱۔ کہ جب حبیب اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا۔

۲۔ ان کی مدد کرنا۔

جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو ان پیغمبران عظام علیہم السلام میں سے کوئی بھی ظاہراً موجود نہ تھا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدد کرے تو معلوم ہوا کہ اس ایمان اور امداد سے روحانی امداد مراد ہے۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو تمام انبیاء علیہم السلام روحانی ایمان لائے اور روحانی امداد کی۔ شب اسریٰ سب انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتداء میں نماز ادا کی اور حجۃ الوداع بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شمولیت میں ادا کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ہماری امداد کی۔ پچاس سے پانچ نمازیں کرادیں۔ یہ ہے روحانی ایمان اور روحانی امدادادوراب بھی وقتاً فوقتاً امداد کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عہد کے پورا کرنے کے لئے اخیر وقت میں ظاہراً تشریف لائیں گے تو اگر روحانی امداد تسلیم نہ کی جائے تو یہ عہد روحانی جو کہ انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے۔ لغو قرار پائے گا اور یہ محال ہے۔

خلاصہ:

ا۔اس تحقیق سے ثابت وروشن ہوا کہ جہاں قرآن کریم میں دعا کے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو یا دعا پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہو یا دعا کا فاعل کافر ہو یا دعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مشرک، کافر یا گمراہ فرمایا ہو تو وہاں دعا سے مراد عبادت، پوجنا مراد ہو گا نہ کہ محض بلانا، پکارنا۔

۲۔جہاں قرآن کریم میں یہ ذکر ہے کہ مردے نہیں سنتے یا آپ ان کو نہیں سنا سکتے تو وہاں دل کے مردے، دل کے اندھے، بہرے مراد ہوں گے کیونکہ اگر وہاں اندھے بہرے مردے سے یہی مردے وغیرہ مراد لئے جائیں تو قرآن کریم میں تعارض پیدا ہو جائے گا اور یہ محال ہے۔ کماسبق۔

نتیجہ:

بالاتفاق جملہ اہل الاسلام بزرگانِ دین سنتے، دیکھتے اور مافوق الاسباب روحانی امداد کرتے ہیں۔

کماقال مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ:

اولیاءراہست قدرت ازالہ　　　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

احادیث سے ثبوت:

علامہ حصن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ بسند صحیح حدیث شریف نقل فرماتے ہیں جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آئے تو وہ ان الفاظ سے ندا کرے۔

ا۔ "یاعباد اللہ اعینونی" "یاعباد اللہ اعینونی" "یاعباد اللہ اعینونی" میری مدد کرواے اللہ کے بندو!۔[514]

۲۔ اور علامہ حصن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ بسند صحیح دوسری حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

من كانت له ضرورة فليتوضأ فيحسن وضوئه وصلى ركعتين ثم يدعوا۔

یعنی جب کسی کو ضرورت پیش آئے تو پس وضو کرے اور اچھا وضو کرے یعنی وضو کے ہر فرض سنت وغیرہ کو احتیاط سے پورا کر دے اور پھر اس وضو سے دو رکعت نماز حضورِ قلب سے ادا کرے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اللّهمَّ إنّي أسألُک وأتوجّهُ إليک بنبيّک محمّدٍ نبيِ الرَّحمةِ يا محمَّدُ إنّي أتوجّهُ بِک إلى ربّي في حاجَتي هذِه لتُقضى لي اللّهم فشفِّعْهُ فيَّ۔[515]

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تیرے دربارِ اقدس میں عاجزی پیش کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے وسیلے سے جو کہ مجسم رحمت ہے۔ یامحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تیرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں اپنی اس حاجت کے پورا کرنے کے لیے پیش ہوتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرمائے۔ اے اللہ اس میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت میرے لئے منظور فرما۔

---

[514] (نزل الابرار ص ۳۳۵، المولوی وحیدالزمان غیر مقلد، تسکین الصدور ص ۳۳۴، اثبات الاغراض ص ۶۵ (مولوی شیخ القرآن شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۰۱۷ ج ۲، سُنن الھدٰی ص ۴۶۴)

[515] تحفة الذاكرين ۲۳۰ إسناده صحيح۔ الترمذي (ت ۲۷۹)، سنن الترمذي ۳۵۷۸، البيهقي (ت ۴۵۸)، دلائل النبوة ۱۶۶/۶۔

حدیث (۱) میں لفظ **یا عباد اللہ** تین مرتبہ تکرار ہے اور وہ بھی غائب بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے **من حیث المکان** اور زمان۔ اور حدیث (۲) میں لفظ **یامحمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نفس مسئلہ نداء غیر اللہ کو اچھی طرح روشن۔ صحیح ثابت اور متحقق قرار دیتا ہے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضوراقدس سرورِکائنات ﷺ کے دارِ فناء سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اس مطہرہ دعاء کو ہماری بصارت چشم کے لئے ظاہر فرمادیا تو **معاذاللہ** اگر بعد وصال حضوراقدس ﷺ **یامحمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا حرام و شرک ہوتا تو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عمل کو کیوں جاری فرماتے۔

۳۔ علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب شفاء میں نقل فرماتے ہیں:

ان عبداللہ ابن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یامحمداہ۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ترجمہ: تحقیق حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں موچ آگئی ۔ ان سے کہا گیا کہ جو تم کو تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔اس کو یاد کرو تو تمہاری تکلیف جاتی رہے گی۔ پس انہوں نے بلند آواز سے کہا۔**یامحمداہ۔** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور سے **"یا"** کے ساتھ نداء فرمایا جس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

یااھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوۃ لہ۔

ترجمہ: کہ اے اہل بیت رسول اللہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)! کہ تمہاری محبت فرض ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو اس نے قرآن شریف میں نازل کیا تمہاری عظمت وشان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جس نے تم پر قصداً درود شریف نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور شعر کتاب الاستیعاب میں موجود ہے جس میں صاف اور صریح طور پر مزار اقدس سے ندا ہے۔

فیاقبر النبي و صاحبیه　　　ألا یا غوثنا لو تسمعونا[516]

صاحب مواہب سیدی علی ابن وفاء کے شعر نقل فرماتے ہیں:

الا یا صاحب الوجه الجمیل　　　سئلتک مابقیت و انت روحی

ترجمہ: اے روشن چہرے والے میں آپ سے مانگتا رہوں گا جب تک زندہ رہوں گا آپ میری روح ہیں۔

علامہ بوصیری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه　　　سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے تمام مخلوق سے بزرگ تر مصیبت اور حوادث کے اترنے کے وقت آپ کی ذات اقدس کے سوا کون ہے کہ جس سے میں پناہ لوں۔

علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ طیب النغم میں ارشاد فرماتے ہیں:

و صل علیک اللہ یا خیر خلقه　　　و یا خیر معمول و یا خیر واهب

و یا خیر من یرجی لکشف ذریة　　　و من جوده قد فاق من جود مصائب

[516] الاستیعاب في معرفة الأصحاب ج ۱ ص ۴۷۹۔

ترجمہ: خدا آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اس کی مخلوق میں سب سے بہتر اور اس سے بہتر تمام امید واروں سے اور اے بہتر ان لوگوں سے کہ جن سے مصیبت دور کرنے کی امید کی جاتی ہے اور اے وہ جن کا جود بارش کے جود سے فوقیت لے گیا۔

علاوہ ازین اور بھی متعدد احادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین اس مسئلہ کے جواز پر دال ہیں لیکن بوجہ اختصار ترک کرتا ہوں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ نداء غیر اللہ جائز اور مباح مندوب عمل ہے اور حضور اکرم ﷺ اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو تکلیف اور مصیبت کی حالت میں پکارنا شرعی حکم سے ثابت ہے لہٰذا غیر اللہ کی نداء سے انکار کرنا قرآن واحادیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے انکار کرنا ہے لہٰذا ایسا آدمی اسلام کے دائرے سے باہر ہے اور پکا وہابی ہے۔[517]

عقائد کا مسئلہ ہے کہ معجزات اور کرامات عالم دنیا و برزخ دونوں کے ساتھ متعلق ہیں مخصوص بحیات دنیا نہیں۔

ابو شکور سالمی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۸۴ میں ہے:

وفي "عمدة الاعتقاد" : للنسفي كل مؤمن بعد موته مؤمن حقيقة كما في حال نومه وكذا الرسل والأنبياء عليهم السلام بعد وفاتهم رسل والأنبياء حقيقة لأن المتصف بالنبوة والإيمان الروح وهو لا يتغير بالموت انتهى۔[518]

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

اللهم اجعلنا منهم و من خدامهم وافض علینا من برکاتهم العالیة احیاء و مماتًا آمین یا رب العالمین بحق سید المرسلین علیه وآله واصحابه وعلیهم الصلوٰة والسلام۔

---

[517] الدولة المدنية بالمادہ الغيبية ص ۲۵۴۔

[518] روح البیان تحت الایة الانبیاء ۳۵۔ ھکذا فی شواھد الحق، تقابل تفاسیر ایاک نستعین۔ ص ۵۔

فصل در بیانِ رابطہ و تجلیات الٰہی

رابطہ اور تجلیات الٰہی

لغت: ذات و اسماء وصفات و افعال الٰہی کا کسی پر پھینکا جانا تجلی کہلاتا ہے۔ لغت میں کسی چیز کو ظاہر کرنے یا ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ ذاتِ مطلق کا ظاہر ہونا براہِ راست قابلِ برداشت نہیں، اس لئے اس کا برداشت ہونا کسی لباسِ تعین (مخصوص شکل) ہی میں ممکن ہے۔ وہ حالت یا شان جس میں حق تعالیٰ کا یا اس کی کسی صفت کا یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو وہ تجلی ہے۔[519]

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں لاانتہاء ہیں اس لئے اس کی تجلیات بھی مختلف اور لاانتہاء نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جداگانہ تجلیات ہوتی ہیں۔ جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اسی پر یا کسی اور پر نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن: ۲۹)

وہ ہر دن ایک نئی ان میں ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات لامتناہی ہے ویسے ہی اس کی تجلیات کا نئی نئی شان میں پے در پے وارد ہونا کوئی نئی بات نہیں۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر

---

[519] (سردلبران صفحہ ۲۱۱، محفل ذوقیہ کراچی)

طالب دیدار توہر لحظہ موسائی دگر

اے اللہ! طورِ دل ہر دم تیری ایک نئی تجلی ہے۔ تیرے دیدار کا طالب بھی ہر لمحہ ایک نیا موسیٰ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاص صرف ان لوگوں پر وارد ہوتی ہیں جو اہل استقامت ہیں۔

مظہر جانِ جاناں کے ایک شعری کلام میں اسی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے:

براہل استقامت فیض نازل می شود مظہرؔ

نمی دانی تجلی گرد کوہ طور می گردد

اے مظہرؔ اہل استقامت پر ہی فیض نازل ہوتا ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ تجلی کو طور کے گرد ہی چکر کاٹتی رہتی ہے؟

مخلوق کا وجود حق تعالیٰ کے ظہور یا تجلی و تمثیل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ اس کی تجلی و تمثیل کے بغیر خلق میں سے کسی چیز کی صورت ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ایک دوسرے کے آئینے ہیں۔ آئینہ طورِ حق میں مخلوق کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور آئینہ مخلوق میں حق تعالیٰ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔

ظہور تو بمن است وجود من از تو

فلست تظہر لولای لم اکن لولاک

تیرا ظہور مجھ سے ہے اور میرا وجود تجھ سے ہے پس تو ظاہر نہیں ہوتا میرے بغیر اور میں نہیں ہو سکتا تیرے بغیر۔

نہ اورا بے نمود ما کشودے

نہ مارا بے کشود او نمودے

حق تعالیٰ کا ظہور ہماری صورتوں کے بغیر نہیں کھلتا، اور نہ ہی ہم اس کی تجلی کے کھلنے کے بغیر ظاہر ہو سکتے ہیں۔

خواجہ قادر بخش جہاں خیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے محبوب و مطلوب کے سوا کسی کی طرف بھی نہ دیکھا کرو۔ اگر ایسا ہو تو پھر جاکر کہیں کوئی طالب کمال کو پہنچتا ہے اور انوارِ رحمانی اس پر وارد ہوتی ہیں۔ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ حضرت قادر بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایسا وقت بھی آیا کرتا تھا کہ ان کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور کبھی ان کا رنگ زرد، کبھی سرخ، کبھی سبز اور کبھی سفید ہو جایا کرتا تھا۔ جب ان سے دریافت کیا تو فرمایا توکل شاہ! فقیروں کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی اور نہ وہ ایک حالت پر رہتے ہیں۔ جس طرح انوارِ الٰہی برستے ہیں، اسی طرح سالک کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ۔ ایسے ہی سالک کے لطائف کے انوار بھی ہمہ وقت انوار الٰہیہ کے رنگوں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور جسمانی حالت سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ حضرت قادر بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے لازم ہے کہ مرشد کے باطنی فیض سے اپنے قلب کا تزکیہ اور تصفیہ کرے۔

اگر مرشد کے قلب کی طرف متوجہ ہو جائے تو ضرور کچھ نہ کچھ فیضان حاصل کر لیتا ہے:

باسوختگاں بہ نشیں   شاید کہ تو ہم بسوزی

دل جلے ہوؤں کے ساتھ بیٹھو، شاید تمہیں بھی یہ سوز نصیب ہو جائے۔

ذات اور صفات میں فرق

ذات: وجود ہستی، ہست، ذات بحت، ذاتِ صرف، ذاتِ ہو ہو، ذات، ساذج وغیرہ سب کے ایک ہی معنی ہیں، یہ تمام الفاظ وجودِ حق تعالیٰ کی طرف بلا اعتبار صفات و تعینات کے اشارہ کرتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کو مرتبۂ واحدیت بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں ذات کی جملہ صفات با اعتبار کا ظہور ہوتا ہے۔ ذات اس وجود مطلق کو کہتے ہیں جس پر تمام اعتبارات، اضافات، نسبتیں اور وجوہات ساقط کردی جاتی ہیں، کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ "لیس کمثلہ شیٔ" (یعنی اس کی مثل کوئی شیٔ نہیں) اور وہ بے چوں اور بے چگون ہے۔

صفات: جن باتوں سے ذات کا ظہور ہو اس کو صفت کہتے ہیں۔

اس کی چند قسمیں ہیں:

صفاتِ ذاتیہ: جنکے ساتھ ذات حق تعالیٰ موصوف ہو سکتی ہے اور اس کی ضد کے ساتھ موصوف نہ ہو سکتی ہو مثلاً قدرت ذاتِ حق تعالیٰ کی صفت ہے اس کی ضد (عجز) کے ساتھ وہ موصوف نہیں ہو سکتی۔ اس طرح علم سے ذات موصوف ہے جہل کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتی۔

صفات فعلیہ: وہ صفات ہیں جن کی ضد کے ساتھ بھی اس کی ذات موصوف ہو سکتی ہے، مثلاً رحمت اور غضب، قہر اور شفقت وغیرہ۔

صفاتِ جمالیہ: وہ صفات جن کا تعلق لطف و رحمت سے ہے۔

صفات جلالیہ: وہ صفات جن کا تعلق جلال اور قہر سے ہو۔

تجلیاتِ فعلیہ، صفاتیہ اور ذاتیہ کا کھلنا

مکتوب نمبر ۵۸ دفتر اول حصہ دوم میں (صفحہ ۱۹۴) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے۔ جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہے جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی عالم امر میں۔ ان سات قدموں میں ہر قدم پر دس ہزار حجابات اٹھتے ہیں۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ یہ تمام ظلمانی اور نورانی حجابات ستر ہزار ہوتے ہیں۔ اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیاتِ ذاتیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر تجلیات میں فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ ان سات قدموں میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے سے قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ فنا اور بقاء سے مشرف ہو کر ولایتِ خاصہ کے درجے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی جاتی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ طریقہ دیگر سب طرق سے زیادہ اقرب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: لازمی طور پر دوسروں کی انتہاء ان (نقشبندیہ بزرگوں کے طریقے) کی ابتداء میں درج ہے۔

انسان کے اندر ایک تجلی زار موجود ہے

وہ انسان جو روحانی زندگی کو اپنانے کے لئے سرگرداں ہو، ہمہ تن ذاتِ الٰہی کی تجلیات کا متمنی ہوتا ہے، ہر انسان کے اندر ایک تجلی زار موجود ہوتا ہے اور اس کو کھولنے کے بہت سے وحانی طریقے بیان کیئے جاتے ہیں۔ اس تجلی زار کو دیکھنے کے لئے ایسی حیات طیبہ کی ضرورت ہے جو پاکیزگی کی

حامل، اضطراب اور شوق و ذوق سے بھرپور اور ان تمام اسباب کو پیدا کرنے کا عزم رکھتی ہو جو اس تجلی کے حصول میں مطلوب ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جستجوئے حق میں سرگرداں انسان نے وصلِ الٰہی حاصل کرنے کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو توڑ دیا ہے۔ اپنے وطن اور اپنے مالک سے دوری کو ہٹانے کے لئے انسان کب تک روتا رہتا۔ آخر کار اس نے اس دوری سے بچنے کی راہ نکالی اور وہ جلووں کی تجلی زار میں آباد ہونے لگا۔

جیسے علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ہمتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول　　غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک
توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام　　دوریٔ جنت میں روتی چشمِ آدم کب تلک
کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو　　اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو[520]

درج بالا شعار میں علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم ہمت انسانوں کو اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ انہیں اپنی ہلکی پھلکی عبادات کے بل بوتے پر حاصل کردہ وصال کی شبنم پر کفایت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انہیں تو چاہیئے کہ اپنی اعلیٰ ہمتی کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے وصل کے سمندر سے بھی راضی نہ ہوں اور انہیں ہر عطائے لقاء پر ''هل من مزيد'' کا نعرہ لگانا چاہیئے۔ انسان کو شمع کے گرد طواف کرنے والے کیڑے کی طرح شمع کی مقید روشنی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے اندر موجود ''تجلی زار'' جس میں ہمہ وقت دیدارِ الٰہی کے جلوے ملتے ہیں، آباد ہونا چاہیئے،اس جلوۂ زار میں اللہ تعالیٰ کی ذات ''کل یوم هو فی شأن'' کے انداز سے ہر روز نئے روپ میں نظر آتی ہے۔

---

[520](بانگ درا:۲۶۳)

اسی اندازے کے مطابق جو اوپر بیان ہوا، علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ایک نظم میں اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ جب انسان کا دل سوز سے خالی اور نگاہ پاک نہ رہے تو اس میں بہادری اور بے باکی کے اثرات مفقود ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو یہ جان لینا چاہیئے کہ تجلیاتِ الٰہیہ کو حاصل کرنے کی استطاعت بھی خاکی انسان کی صلاحیتوں میں رکھی گئی ہے اور اسے دنیا کی خس و خاشاک پر نظر رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ کم حوصلگی کمزور انسان کی علامت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے — پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے
ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں — غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے
بجلی ہوں! نظر کوہ بیاباں پہ ہے میری — میرے لئے شایاں خس و خاشاک نہیں[521]

بالِ جبرئیل کی ابتداء میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک نظم میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور اس انسان کی پیدائش پر ہی تمام مخلوقات میں شور برپا ہو چکا تھا کہ کوئی ایسا محرم ذات الٰہی پیدا ہو گیا ہے جس کی نگاہوں کے اٹھ جانے سے تمام کائنات مسخر کر دی گئی ہے اور ذاتِ الٰہی کی تجلیات میں بھی خلل اندازی ہونے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی انسان سے یہ شکوہ ہے کہ اس نے اس خدا کو بھی فاش کر دیا جس کو "کنت کنزا مخفیا" کہہ کر صیغۂ راز میں رکھا گیا تھا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درج ذیل اشعار میں اللہ تعالیٰ سے گلہ کرتے ہیں کہ الٰہی تو نے یہ کیا کیا کہ انسان کو جسے تو نے مدت تک چھپا کر رکھا تھا اسے تخلیق آدم کے دن فاش کر دیا۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے فاش ہونے کی فکر اس لئے ہوئی کہ انسان کا راز فاش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذات و

---

[521](بالِ جبرئیل:۳۲۵)

صفات و تجلیات اور حکمت کے تمام راز انسان کے ہاتھوں فاش ہو گئے۔ راز اگر فاش ہو جائے تو راز نہیں رہتا۔

فرماتے ہیں:

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں — غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں
حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں — میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
تونے یہ غضب کیا مجھ بھی فاش کر دیا — میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں[522]

غور کا مقام ہے کہ تخلیقِ انسان سے پہلے تمام مخلوقات، حتیٰ کہ جلیل القدر فرشتے بھی اپنی حیثیت، ماہیت اور معرفت سے قطعاً نابلد تھے۔ اس عرفان کے رموز و اسرار حضور ﷺ کی آمد تک مخفی رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے حقائق اشیاء اور نکتہ ہائے دقیق سے پردہ کشائی فرمائی۔ جبرائیل علیہ السلام کو اپنی حیثیت اور قبولیت خدمت کا قطعاً اندازہ نہ تھا۔ مگر جب حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو جبرائیل علیہ السلام کی تعریف سورۂ التکویر میں ان الفاظ کے ساتھ کی گئی: ''وہ ایک معزز قاصد، قوت والا، عرش کے ہاں عزت والا اور سب فرشتون کا سردار اور وہاں کا امین ہے۔'' اس سے پہلے وہ اپنی حیثیت کے علم سے نابلد تھے اور یہ حضور ﷺ کی رحمت تھی کہ جس کا حصہ جبرائیل امین کو ملا اور پوری کائنات میں ہر شے کو بھی ملا۔

تجلیات صفات کی معیت سے اللہ تعالیٰ کی معیت ملتی ہے

تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اس لئے اس کا کلام بھی قدیم ہے۔

---

[522](بال جبرئیل:۲۹۷)

اس حقیقت کو علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے درج ذل ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

ایک حدیث شریف میں بھی ہے کہ انسان کو جس کے ساتھ محبت ہو اسی کے ساتھ اس کا حشر و نشر بھی ہو گا۔[523]

چنانچہ قرآن کے ساتھ رہنے والے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے ہی ساتھ ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے لہٰذا انسان میں بھی قرآن کے باعث زندۂ جاوید ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقریباً تمام صفات کا کچھ نہ کچھ حصہ ان لوگوں کو بھی مل جاتا ہے جو اس کی معیت میں زندگی گزارتے ہیں۔

احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ:

"الصیام والقرأن یشفعان للعبد"۔

قرآن اور رمضان دونوں قاری اور صائم کی شفاعت کریں گے۔[524]

اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک قرآن کے پڑھنے والا جنت میں داخل نہ ہو جائے گا اس وقت تک قرآن ایک نورانی حسین ور جمیل شخص کی صورت میں قبر اور حشر میں اس کے ساتھ رہے گا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کی عظمتوں اور برکتوں پر بہت طویل کلام کیا ہے۔ یہاں صرف چند اشار پیش کئے جا رہے ہیں:

آں کتاب زندہ قرآن حکیم　　　حکمت او لا یزال است و قدیم

وہ کتاب زندہ جسے حکیم کہتے ہیں اس کی حکمت لازوال ہے اور یہ کتاب قدیم ہے۔

---

[523] (صحیح بخاری حدیث ۶۱۸۵، جلد ۵ صفحہ ۲۲۸۳)

[524] (مسند احمد حدیث ۶۶۲۶، جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

نکتۂ اسرارِ تکوینِ حیات　　بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

یہ قرآن وجود عالم کا نکتۂ راز ہے، بے استقلال اس کی قوت سے قرار پکڑتا ہے۔

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است　　این کتابے نیست، چیزے دیگر است

جو میرے دل میں ہے اسے صاف صاف کہہ دیتاہوں وہ یہ کہ قرآن محض ایک کتاب نہیں یہ تو کوئی اور چیز ہے۔

اندر او تقدیرہائے غرب و شرق

سرعتِ اندیشہ پیدا کن چوں برق

قرآن مجید میں مشرق و مغرب کی تقدیر موجود ہے، اس کے ذریعے اپنے اندر بجلی جیسی تیز رفتاری پیدا کر۔[525]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن چونکہ زندہ کتاب ہے اس لئے اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کو بھی حیاتِ جاوداں مل جاتی ہے بلکہ وہ خود بھی سراپا قرآن بن جاتے ہیں۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن ہدایت اور فلاح کی راہیں دکھاتا ہے اسی طرح مؤمن بھی پورے عالم کو ہدایت اور فلاح کی راہیں دکھاتا ہے، لہٰذا مؤمن اگرچہ قاری نظر آتا ہے لیکن حقیقی معنوں میں یہ بذات خود ایک چلتا پھرتا قرآن ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

---

[525](جاویدنامہ ص ۸۱)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مخلوق جو قرآن سے وابستگی نہیں رکھتی مثلاً چوپائے اور دیگر حیوانات ان کی خوراک گھاس پھوس ہے اور وہ خوراک کھا کر زندہ رہتے ہیں اور اس دنیا میں ہی قربان کئے جاتے ہیں اور ان کا گوشت کھانے کے کام آتا ہے جبکہ نورِ حق (قرآن) سے مستفید ہونے والے انسان، قرآن کی طرح زندہ و جاوید ہو جاتے ہیں اور ان پر موت حرام ہے۔

ہر کہ کاہ و جو خرد قرباں شود　　　　ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو بھی گھاس پھوس کھاتا ہے وہ قربان کر دیا جاتا ہے اور ہر شخص جو نورِ حق سے مستفیض ہوتا ہے قرآن بن جاتا ہے۔(۵:۲۴۷۸)

ایک مسلمان کو اگر اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے علاوہ باقی ماندہ صفات سے فیضان بھی حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی معیت ان تمام صفات کے ملنے سے بھی میسر ہو جاتی ہے۔

ربط میں تجلیاتِ کلیم اور مشاہداتِ حکیم جیسے معاملات پڑتے ہیں

"کلیم" کا لفظ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے کی طرف اشارہ ہے اور اس سے مراد تنہائی میں راز و نیاز میں مشغول ہونا ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مردِ مؤمن اور فقیرِ کامل کے لئے بھی "کلیم" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کلیم اللہ کی طرح حق کا پیغام دے وہ بھی کلیم ہو جاتا ہے۔ مصلح شخص کو بھی علامہ نے کلیمے نے نوازے کہا ہے۔

"حکیم" کا لفظ ایسے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو دانا منطق فلسفی یا علم ہیئت کا عالم ہو۔

انسان اپنے احساس و ادراک سے اشیائے کائنات میں کچھ جلووں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اگر وہ جلوے نہ ہوں تو ہر شے بیکار، بے سود اور بے مصرف ہو کر رہ جائے۔

اسی لئے زبورِ عجم میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

جہاں غیر از تجلی ہائے ما نیست   کہ بے ما جلوۂ نور و صدا نیست

ہماری تجلیات کے بغیر جہاں کچھ نہیں، ہمارے بغیر روشنی اور آواز کا کوئی اظہار نہیں۔

جہاں جلوے نظر آنے لگیں وہ جگہ تجلی گاہ کہلاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بہ توفیقِ الٰہی، اللہ کی رحمتوں کے قاسم (بانٹنے والے) ہیں۔ اس اعتبار سے ہستیٔ مؤمن ایک تجلی گاہ ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسرار و رموز میں فرمایا:

ہستیٔ مسلم تجلی گاہ او   طورہا بالد ز گردِ راہ او

مسلمان کا وجود حضور ﷺ کا مہبط (نزول کی جگہ) ہے، آپ ﷺ کی گردِ راہ سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ چونکہ پرتو ذاتِ باری تعالیٰ ہیں اس لئے آپ ﷺ سے بھی تجلیات کا انتساب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے آج بھی تجلیاتِ حق کا انعکاس امت کو اولیائے کرام کے واسطہ سے ملتا ہے۔ مؤمن جب تجلیاتِ الٰہی کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے تو اسے ان تجلیات سے مقامِ فنا نصیب ہوتا ہے تو پھر اس کی ہستی میں اور تجلی میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ حکمت اپنی نگاہ تجلی پر رکھتے ہیں جب کہ اہلِ معرفت تجلی کو اپنے اندر سمو لیتے ہیں۔

علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاعر کے سینے کو بھی تجلی زار کہا ہے:

آں نگہ را بر تجلی می زند   این تجلی را بخود گم می کند

حکیم تو تجلی پر نگاہ رکھتا ہے، عارف تجلی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ (جاوید نامہ: ۱۱۵)

رابطۂ شیخ رکھنے والے سالکین کو تجلیاتِ کلیم اور مشاہداتِ حکیم سے واسطہ رہتا ہے کیونکہ سالک مذکورہ بالا تجلیات سمیٹتا بھی ہے اور کبھی کچھ چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جابجا اس بات پر اپنے اس نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی تربیت میں علم و فن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فیضانِ نظر سے بھی استفادہ کرنا ضروری ہے۔ اگر بنیادی تربیت کو غلط انداز میں یا ان کی تربیت کو مغربیت کے رنگ میں ڈھالا جائے تو اس میں چاک و چوبند نوجوان تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن کسی اہلِ دل یا صاحبِ نظر کا رونما ہونا ناممکن ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب مدرسے میں ہی بچے کا گلہ گھونٹ دیا جائے تو اس کی زبان سے لا الہ الا اللہ کی صدا کیونکر بلند ہو گی اور ان حالات میں غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہو رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی صاحبانِ علم و عرفان ہستیوں کا پیدا ہونا تو نہ صرف مشکل ہے بلکہ بعید از ممکنات بھی ہو گا۔

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیمؑ　　　کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم
وہ علم کم بصری جس سے ہمکنار نہیں　　　تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم[526]

درج بالا اشعار سے معلوم ہوا کہ جس قوم کے طالب علم کو تجلیاتِ کلیم اور مشاہداتِ حکیم کا درس نہ ملا ہو تو اس قوم کے نوجوانوں میں عشق و محبت کے اصول اور پیغمبرانہ نقطۂ نظر کیونکر پروان چڑھ سکے گا اور ایسا علم یقیناً کم بصری پر محمول کیا جائے گا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرنگی مفکروں اور فلاسفروں پر بہت نقطہ چینی کی ہے اور ان کے فلسفے کی بے مائیگی اور لادینیت پر کافی حاشیہ آرائی کی ہے۔ مثال کے طور پر نٹشے کو ہی لیجئے کہ وہ خدا کی ذات کا منکر تھا اور فقط زمانے کو ہی خدا سمجھتا تھا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض اخلاقی افکار کے باعث اس کا قلب مؤمن تھا مگر

[526] (ض ک:۴۸۸)

خدا کا منکر ہونے کی وجہ سے اس کا دماغ کافر تھا۔ وہ "لا" تک تو پہنچ گیا مگر "الاّ" تک نہ پہنچ سکا یعنی وہ سائنس کی رو سے نفی خدا کا قائل تھا مگر "الا اللہ" (ایک خدا کی موجودگی پر ایمان لانے) تک نہ پہنچ سکا۔ اس کا یہ قول ہے کہ زمانہ ہی خدا ہے۔ اس طرح وہ اس حدیث قدسی تک پہنچ گیا جس میں "لا تبسو الدھر"۔[527] کا قول ہے یعنی زمانے کو برا نہ کہو لیکن آگے نہ جا سکا۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس زمانے میں ہوتا تو میں اسے سمجھاتا کہ اللہ کی ذات کیا ہے اور وہ خدا کے انکار سے تجلیاتِ کلیم اور مشاہداتِ حکیم سے محروم نہ رہتا۔

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے[528]

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نٹشے کو انسان کی منزل کا کچھ علم نہ تھا کیونکہ اس نے کبھی روحانی دنیا کی راہ کا سفر طے ہی نہیں کیا تھا۔

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے نہ تو وہ نشیں نہ راہی[529]

اکثر لوگ تجلیاتِ الٰہیہ سے دور ہیں

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تجلیات کا ظہور تو ہوتا رہتا ہے مگر لوگوں کی عام آنکھوں سے یہ تجلیات دیکھی نہیں جا سکتیں۔ بلکہ ان تجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ فقط اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب چشمِ بصیرت کثرت ذکر اور روحانی اشغال کے بعد کھل جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ

---

[527] (صحیح مسلم، حدیث ۲۲۴۶، جلد ۴ صفحہ ۱۷۶۳)
[528] (بال جبرئیل: ۳۴۸)
[529] (بال جبرئیل: ۳۳۷)

وَجۡهُ اللّٰہِ" (جدھر بھی تم منہ کرو اللہ تمہاری طرف متوجہ ہے)۔ تفسیر ابن کثیر کے مطابق اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ذکر اور دعا وغیرہ میں تم جدہر بھی منہ کرلو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا کو وہیں پاؤ گے کیونکہ ہر طرف اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جہت ہے۔ اگر وجہ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قصد یا نیت لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ یہی بھی کہا جاتا ہے کہ "إِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ" یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ملکیت قدرت اور خلق وغیرہ لا محدود ہیں، اور تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بانگ درا کی ایک نظم "شمع" میں شمع سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ تیرا جلنا اس لئے ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تجلی سے دور ہے اور عالم لوگ تیری روشنی کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ نور ہے۔ اس کے بعد شمع کے متعلق فرماتے ہیں کہ تو جل رہی ہے اور بینا بھی ہے مگر تجھے اپنے سوزِ دروں کی خبر نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے دانستہ یا نادانستہ طور پر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہے۔ اور اسی ذات کبریا کی تعریف و توصیف اور حمد و ثناء میں حسب حال مگن ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوز و اضطراب میں سیماب وار ہوں اور اپنے دل کے اضطراب سے باخبر بھی ہوں۔ فرماتے ہیں اس سوز کا ہونا اور بات ہے اور اس کا احساس ہونا اور بات ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے اس بے نیاز ذات نے مجھے اپنے اس سوز کا احساس بھی عطا کر رکھا ہے۔

روایات میں ملتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ شبِ قدر کے موقع پر اپنے حرم میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج رات کئی لوگوں کے پتے شجرِ حیات سے کٹ چکے ہوں گے۔ اس پر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس کا پتا کٹ چکا ہو اور اس کو اس کا علم بھی ہو۔ کہتے ہیں کہ اسی سال

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فراق میں ہر شجر اور حجر گریہ وہ کناں اور فریاد رساں ہے لیکن جو لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ ہوں ان کی عبادت، گریہ اور ہائے وھو کی نوعیت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ شمع کے نام سے لکھی گئی نظم میں سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

جلتی ہے تو کہ برقِ تجلی سے دور ہے
بیدرد تیرے سوز کو سمجھے کہ نور ہے
تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں
بینا ہے اور سوز دروں پر نظر نہیں
میں جوشِ اضطراب میں سیماب وار بھی
آگاہِ اضطرابِ دل بے قرار بھی
تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا[530]

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خواہ کسی نام سے کوئی اللہ تعالیٰ کو پکارا کرے مگر پکارنے کا انداز درست ہونا چاہیئے۔ دل میں جب بے چینی اور اضطراب کی حالت طاری ہو جائے تو سالک کی بات سنی جاتی ہے اور اگر کوئی سلسلہ کے بزرگوں کی توجہ کا طالب ہو تو تب ہی اس کا شیخ سالک کی طرف توجہ فرماتا ہے اور رابطۂ شیخ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے ورنہ خاردار جھاڑی پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

---

[530](بانگ درا:۴۵)

ہر شے اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے لئے سرگرداں ہے

یہ ایک عام فہم بات ہے کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے(کل شیٔ یرجع الی اصلہ)۔
مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی مثال یوں پیش کرتے ہیں کہ حوض اور نہر کا پانی اگرچہ حوض یا نہر میں مقید ہوتا ہے مگر ہوا اس کو رفتہ رفتہ خشک کر کے اڑاتی ہوئی اپنی جنس میں داخل کرتی رہتی ہے کیونکہ آپ و ہوا دونوں میں عنصری تناسب موجود ہے۔ اسی طرح ہماری جان رفتہ ایک اور عالم کی طرف پرواز کرتی ہے جو ہماری روح سے مناسبت رکھتا ہے۔ جس قسم کی روح ہو اسی قسم کے عالم کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔ جس قوم کا جس قسم کا مذاق ہو اس کی آنکھیں بھی اسی قسم کی نصب العین پر لگی رہتی ہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جزو اپنے کل سے پیوست ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس اصولکی بناء انسان کی روح "فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی" (اور جب میں انسان میں اپنی روح پھونک دوں۔ (الحجر: ۲۹)) کے عمل سے دنیا میں آئی۔ اس لئے وہ اپنے اصلی وطن عالم ملکوت کی طرف جانے کے لئے بے چین رہتی ہے اور ہر چیز بلا اتفاق نور مصطفیٰ ﷺ سے تخلیق ہوئی ہے اور نور مصطفیٰ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے ماخوذ ایک نور ہے، اس لئے شجر اور حجر بھی اسی خدا کی طرف رجوع کئے رہتے ہیں جو سب کی اصل ہے۔ کسی درخت کے بیج کو جب زمین میں بو دیا جاتا ہے تو اس میں سے جو پہلی کونپل نکلتی ہے اس کا منہ اوپر کی طرف ہوتا ہے اور اس کا یہ علم خدا کی تلاش کرنے پر دلالت کرتا ہے، جس نے اس کو پیدا کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سرو کے درخت بھی اسی صورت میں قیام کئے ہوئے ہیں گویا وہ خدا کی طرف اپنی انگلیاں اٹھائے ہوئے ہیں۔ تمام درخت اوپر کی طرف ہی بڑھتے ہیں اور ثقل ارض کے باوجود اس کی مخالف سمت کو بڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے

علاوہ ہر فرشتے کو بھی اپنے خالق کی تلاش رہتی ہے۔ انسان کو بھی یہی سبق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خالق کے سوا کسی اور طرف متوجہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنے خالق کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کرے۔ قرآن اور احادیث میں اس بات پر بہت اشارات ملتے ہیں کہ انسان کو اپنے رب کے ذکر و فکر میں ہی مشغول رہنا چاہیئے اور انسان کو اس کے خالق نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر تو ہمہ وقت اور ہر حال میں میری طرف متوجہ رہے گا یا یہ کہ اگر تو میرے لئے ہو جائے گا تو میں تیرے لئے ہو جاؤں گا۔ مرزا غالب کے دیوان کا پہلا شعر بھی اسی موضوع پر ایک سوالیہ نشان کی حیثیت رکھتا ہے کہ ہر شے بزبان خامشی یہ فریاد کر رہی ہے کہ مجھے کس نے اور کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور ہر شے کی حقیقت کس قدر کاغذی حیثیت رکھتی ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا　　　کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے آنکھ چاہیئے

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات سے ہی پہچانی جاتی ہے اور اس کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ اسی لئے فرمایا کہ سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ (پاکی ہے تیرے رب کو، جو عزت والا ہے وہ پاک ہے ان کی باتوں سے)۔ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ پیدائش مخلوق سے پہلے اللہ تعالیٰ عماء میں تھا کہ نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور نہ اس کے نیچے ہوا تھی اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ اعماء کنایہ ہے اس سے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ عماء کے معنی بادل کے بھی لئے جاتے ہیں اور اس کی کیفیت

کسی کو معلوم نہیں۔ کوئی اس سے حجاب جلال مراد لیتا ہے اور کوئی غیب ہویتِ ذات بلا ظہور بتاتا ہے۔یعنی یہ مظاہر صفات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **"انکم سترون ربکم کما ترون هذا القمر"** (تم اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھتے ہو)۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ چاند کی طرح کسی حدود اربعہ میں نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کو باآسانی دیکھ سکے گا۔ یہ رؤیت جمالیہ ہوگی اور قیامت کے دن ہوگی۔ کفار کو بھی رؤیتِ باری تعالیٰ ہوگی مگر وہ قہر و جلال سے ہوگی۔ اس کے بعد وہ محجوب ہو جائیں گے تاکہ انہیں حسرت اور عذاب زیادہ ہو۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مسلک ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار جمالی اور صفاتی حاصل ہو سکتا ہے مگر اس کے لئے دیکھنے والی آنکھ درکار ہے۔

دی و برائے دیدن روئے تو چشمے دیگر باید
کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمی شاید

آپ کے دیکھنے کے لئے کسی قسم کی آنکھ درکار ہے، کیونکہ وہ آنکھ جو میں رکھتا ہوں آپ کے جمال کو نہیں پا سکتی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ہر شے پر قدیر اور محیط ہونے کا ذکر آیا ہے۔ جہاں قدیر کا لفظ آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیر ہے اور محیط سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات سے محیط ہے۔ مراقبہ قدیر، مراقبہ محیط سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ اول الذکر میں مراقبہ اصل ذات حاصل ہوتا ہے اور مؤخر الذکر میں ظلال اور صفات کا ملاحظہ ہونا ہوتا ہے۔

تو محیطی بر ہمہ اندر صفات وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات

تو اپنی صفات سے ہر چیز پر محیط ہے اور تو ایسی ذات ہے جو مکمل پاک و مستغنی ہے۔

آنچہ در ذاتش تفکر کرد نیست

در حقیقت آں نظر در ذات نیست

جس نے اس کی ذات میں تفکر نہیں کیا تو حقیقتاً اس کی نظر ذاتِ باری تعالیٰ پر نہیں ہے۔

نیست آں پندارِ او زیرا براہ صد ہزاراں پردہ آمد تا الٰہ

اس کی شان کبریائی اس سبب سے نامعلوم ہے کہ خدا تک کی راہ میں لاکھوں پردے حائل ہیں۔

اگرچہ بندے اور خدا کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں تاہم اس دنیا کی ہر شے میں اسی ایک خدا کے حسن کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ہر چیز اسی کا پتہ دے رہی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

آئینہ ساخت عالم و خود را بخود نمود

عکس جمال اوست نہاں و عیاں کہ ہست

اس نے عالم کو آئینہ بنایا ہے اور اپنے آپ کو خود ظاہر کیا ہے۔ اس دنیائے ظاہر و مخفی میں اس کے جمال کا عکس ہے۔

چوں حسن او بہ نقش جہاں کرد جلوہ

ظاہر نمود از ہمہ کون و مکاں کہ ہست

جب اس کے حسن نے جہان کی شکل میں جلوہ دکھایا تو اس کون و مکان سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ہے۔

کو نام و کو نشان ز غیـــر و کجـا ست غیــر
یار است ظـاہر از ہمـــہ نام و نشاں کہ ہســت
اس کے علاوہ کس چیز کا نام و نشان ہے، کوئی چیز اس کا غیر نہیں، ہر چیز جس کا نام و نشان ہے خدا اس میں ظاہر ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اسماء و صفات کے ظہور جنت اور دوزخ ہیں۔(اسم سے مراد وہ عبارت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی طف اشارہ کیا جاتا ہے۔ وہ اشارہ باعتبار ذات ہو یا اس کی صفت کے اعتبار سے ہو)۔ دوزخ صفت قہاری کا ظہور ہے اور کافر کی روح جو قہر سے پیدا ہوئی دوزخ کی طرف گئی کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف جاتی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ناریاں مر ناریاں را جـاذب انـد   نوریاں مر نوریاں را طـالب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں اور نوری نوریوں کے طالب ہیں۔[531]

صفات، ذاتِ الٰہی سے جدا نہیں

صوفیاء کا قول ہے کہ قرآن مجید کو اگر ساتھ رکھا جائے تو تعویذ کا کام بھی دیتا ہے اور اگر حفظ کر لیا جائے تو گویا حافظ نے اسے اپنے دل میں رکھ لیا۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کلام ایک صفت ہے اور صفت کو ذات کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ تعالیٰ سے کبھی جدا نہیں ہوتیں۔ کسی ذات سے جب کسی صفت کا اظہار ہو تو اس کی ذات کا نام وہی ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور ہم خدا کی صفتِ رزاق یا خالق کو ہی لیں تو معلوم ہو گا کہ جب اس صفت کا اللہ تعالیٰ سے اظہار نہ ہوا تھا

---
[531] (۲:۸۳)

تو وہ صفت اس میں اس وقت بھی موجود تھی اور اللہ تعالیٰ اس وقت بھی رازق اور خالق تھا۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ذات سے صفات جدا نہیں ہوتیں۔

جب آدمی سے کوئی کلام کرتا ہے تو وہ اس کی طرف دیکھتا ہے، متوجہ ہوتا ہے اور مخاطب کا کلام سنتا ہے۔ کلام سننے کے وقت وہ قوتِ ارادی کو بھی کام میں لاتا ہے، تو گویا صفتِ کلام ہونے کے علاوہ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی ساتھ ہوتی ہے۔

اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ قرآن میں شفا ہے:

"فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ"۔

اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔

نیز فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا"۔

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو شفاء اور رحمت ہیں مؤمنوں کے لئے اور نہیں بڑھاتا ظالموں کے لئے مگر خسارہ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں قرآن کا دخل پایا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاء، رحمت اور دیگر صفات کا شامل ہونا لازمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود شافی و کریم اور رحیم بھی ہے۔

تجلیات ہی سے صفات پیدا ہوتی ہیں

"سِرِ دلبراں" میں ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے پر اسم اللہ کے اعتبار سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ بالذات فنا ہو جاتا ہے اور حق اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ صفات میں بندہ صفات کے انوار کے تحت آجاتا ہے۔ گویا ایک صفت کی کشتی میں یہاں تک تیرتا ہے کہ اس کی حد کو بطور اجمال (نہ کہ بطور تفصیل) پالیتا ہے، یعنی وہ یہ تجلی صرف بطور اجمال (خلاصہ کے طور پر) پاتا ہے۔ اس میں تفصیل

کو کوئی دخل نہیں۔ جب بندہ ایک صفت کے عرش پر صفات کے اڑن کھٹولے پر اڑ کر پہنچتا ہے تو وہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے (وہ صفت اس میں ظاہر ہونے لگتی ہے) اسی طرح دوسری صفت اس پر لاحق ہوتی ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے صفات کی تکمیل کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قرب نوافل اور قرب فرائض کی منازل پر پہنچتا ہے جہاں حق تعالیٰ بندے کی سمع اور بصر بن جاتا ہے۔ یہاں نور عبد گم ہو جاتا ہے اور روحِ خلقی فنا ہو جاتی ہے اور ہیکلِ (شکل و صورت یا نقشہ) عبدی میں حق سبحانہ وتعالیٰ قائم ہو جاتا ہے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معرفتِ اجمالی تفصیلی ہو جائے۔ یعنی جو چیزیں خلاصے کے طور پر دل میں نظر آتی ہیں وہ ظاہر میں تفصیلاً نظر آ جائیں اور سالک اپنے خارج میں ہر چیز کا مشاہدہ کرے۔

تجلیات جو سالک پر راہِ فنا میں وارد ہوتی ہیں وہ بالعموم چار قسم کی ہوتی ہیں:

(۱) تجلی آثاری: یہ تجلی صوری ہے جو کسی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آگ کو دیکھا تو اس میں خدا کی آواز سنی۔ خواب بھی تجلی صوری ہے۔

(۲) تجلی فعلی: کسی فعل میں اللہ تعالیٰ کے فعل کو متجلی پانا۔

(۳) تجلی صفاتی: اس میں سالک اللہ تعالیٰ کو امہات صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادوں، سمع، بصر، کلام وغیرہ میں تجلی پاتا ہے۔

(۴) تجلی ذاتی: اس میں سالک فانی اور گم ہو جاتا ہے اور ادراک کھو بیٹھتا ہے اور حق باقی رہتا ہے مثلاً منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا "انا الحق" کہنا۔

اس فنائیت کے بعد لقائے حق سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں۔

اس حال میں اللہ تعالیٰ کا رنگ اس پر غالب ہو تا ہے اور وہ جملہ ذرات کا مشاہدہ کر تا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو غیر خود یا اپنے سے خارج نہیں پاتا۔ کمالِ توحید عیانی سے یہی مراد ہے اس کے علاوہ اور بہت قسم کی تجلیات بھی ہیں مثلاً تجلیات اکملی، ظہوری، رحمانی، رحیمی، شہودی، جمادی، نباتی، اور حیوانی بھی تجلیات ہی کی اقسام ہیں۔[532]

اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو غلبہ حال میں کثرت (یعنی موجودات خارجیہ) نظر نہیں آتی۔ وحدت ہی نظر آتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دن کے وقت آفتاب کی شعاعوں کے سامنے ستارے نظر نہیں آتے حالانکہ ستارے موجود ہوتے ہیں۔ اولیاء شہودی جب دل میں خدا کے نور کے عکس کو دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ انہوں نے اصل کا نہیں، عکس کا مشاہدہ کیا ہے۔ وہ عکس کو عکس ہی جانتے ہیں جبکہ وجودی عکس کو عین سمجھتے ہیں جیسے مجنوں عامری ایک سانولی لیلیٰ کے عشق میں ایسا مستغرق ہوا کہ وہ ہر شخص کو حتیٰ کہ اپنے والد کو بھی لیلیٰ ہی گمان کر تا تھا۔

کچھ صوفیاء سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر کی تجلی جب کسی کو میسر ہو جائے تو کئی لوگ اس کی تاب نہ لاسکتے اور بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے اور بعض پر رقت اور قشعریرہ (لرزہ) طاری ہو جاتا ہے جو مصافحہ جبرئیل کی علامت ہے۔ اس وقت جو بھی دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے اور احوال وواردات کھلنے لگتے ہیں۔

حضرت ابو محمد عبد اللہ تعالیٰ بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی تجلی دکھائی تو ان کی بصارت کا یہ عالم ہو گیا کہ وہ رات کے اندھیرے میں سو فرسخ (میل) کے فاصلے پر اگر کوئی

---

[532] (سِرِ دلبراں ص ۱۱۳ تا ۱۱۵)

چیونٹی کسی صاف پتھر پر ہوتی تو اسے بھی دیکھ لیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی میلوں پر چیونٹی کی گفتگو سنی اور اس کو سن کر تبسم فرمایا جس کا ذکر سورہ النمل میں موجود ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تابعی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے پیچھے بھی کئی چیزوں کو ایسے ہی مشاہدہ فرماتے تھے جیسے آگے کی چیزوں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول مبارک ہے کہ آپ ﷺ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسے اجالے میں۔ بے تجلی مرد دانا راہ نبر (مردِ حق بے تجلی حق راہ نہیں پاتا)۔

ایک جگہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بے تجلی زندگی رنجوری است　　　عقل مہجوری ودیں مجبوری است

یہ روحانی تجلی کی روشنی نہ ہو تو زندگی میں رنج و محن رہ جاتا ہے، عقل ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور دین مجبوری محض رہ جاتا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول "مرد حق بے تجلی حق راہ نہیں پاتا" درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ ان کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی بندے پر ارادت کی صفت سے تجلی نہ فرماتے تب تک وہ بندہ اہل اللہ کا سلوک طے نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کا مرید ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو جس طرح کی تجلی میسر ہو اس سے ویسے ہی صفات کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاص تجلیات سوا لاکھ قسم کی ہیں اور وہ تجلیات حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں شامل سوا لاکھ صحابہ کرام ث میں منتقل فرمائی تھیں۔ اور یہ تجلیات ہر زمانے میں ایک سے دوسرے زمانے کے لوگوں میں منتقل ہوتی

رہتی ہیں، چنانچہ ہر زمانہ میں ایک نہ ایک آدمی ان تجلیات پر قائم رہتا ہے جسے اس کی روحانی طبع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عوام اور خواص پر تجلیات کا اثر

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی انوارِ حق کی تاثیر ہے، جو مقبولانِ بارگاہ پر ہوتی ہے جس سے وہ اس درجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ حق کو دیکھتے ہیں۔ اسی لئے رویتِ بالقلب اور رویت بالعین دو صورتوں میں رکھی گئی ہے۔ تجلی ایک ایسی چیز ہے جس کو اگر کوئی چاہے تو دیکھے اور اگر نہ چاہے تو نہ دیکھے۔ ایک صورت دیکھنے کی یہ ہے کہ کسی وقت دیکھ سکے اور کسی وقت نہ دیکھ سکے۔ کچھ ایسے بھی اہل نظر ہوتے ہیں کہ بہشت میں بھی اگر نہ دیکھنا چاہیں تو نہ دیکھیں کیونکہ ان کے لئے تجلی سے خود کو پردہ میں رکھنا ان کے اختیار میں ہے اور یہ بات ان کے لئے روا ہے لیکن رؤیت پر پردہ جائز نہیں ہوتا۔

کتاب اللمع میں ہے کہ حق تعالیٰ کے انوار کا خدا کی طرف رجوع کرنے والے سائلین کے دلوں پر چمکنا تجلی کہلاتا ہے۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی پر انوار و احوال کی تجلی پڑے تو اس سالک کی خوبیوں کو حسن ملتا ہے اور ان کے پوشیدہ ہونے سے خوبیاں قبیح ہو جاتی ہیں یعنی جب قلب پر نورِ حق نے ظہور کیا تو تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں اور اس کے عکس سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ عوام تو "سِر" کے پردے میں ہیں اور خواص دوام اور تجلی میں ہوتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ان اللہ اذا تجلی لشئ خشع لہ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی شے پر تجلی فرماتا ہے تو وہ اللہ کے آگے خشوع کرنے لگتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب سر مشاہدہ کے وصف میں ہوتا ہے اور صاحب تجلی ہمیشہ اپنے خشوع کی صفت میں ہوتا ہے۔ سر عوام کے لئے سزا ہے اور خواص کے لئے رحمت کیونکہ اگر ان کے لئے اللہ تعالیٰ پردہ نہ فرمائے تو یہ لوگ سلطان الحقیقت کے سامنے فنا ہو جائیں گے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ان پر کوئی چیز ظاہر فرماتا ہے اسی طرح ان پر پردہ بھی فرماتا ہے۔ عام صوفیاء کی حظ یا مزے کی زندگی تجلی میں اور مصیبت کی زندگی سر میں ہوتی ہے۔ خواص پر جب تجلی حق ہوتی ہے تو وہ طیش میں ہوتے ہیں اور جب پردے میں ہوں تو حظ کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور مزے میں ہوتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (الآیۃ) کی تشریح میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو امانت انسان کو دینا چاہی وہ نورِ عقل کے علاوہ نار عشق تھی۔[533]

فرماتے ہیں کہ نور عقل کے ذریعے فراست حاصل ہوتی ہے اور یہ ہر عابد اور زاہد کو مل جاتی ہے مگر نارِ عشق ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہ عشق کے ذریعے اہل اللہ اور خواص میں ہی پیدا ہوتی ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جس کو یہ معرفت مل جائے اس کے لئے خدا اور بندے کے درمیان حائل شدہ تمام حجابات کو جلا دیتی ہے۔ فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عاشقوں کو تجلیاتِ ذاتیہ عطا کی جاتی ہیں اور باقی تمام عوام، جنات اور ملائکہ کو تجلیات وصفات ہی ملتی ہیں کیونکہ وہ تجلیاتِ ذاتیہ کی اہلیت نہیں رکھتے۔

---

[533] (تفسیر روح المعانی، جلد ۲۲، صفحہ ۹۶ تا ۹۷)

ہر انسان کو حقیقت محمدیہ ﷺ کے ذریعے وصل الٰہی ملتا ہے

صوفیاء کرام کا قول ہے کہ زمین اور جہان کی تمام اشیاء ایک نور کے دریا میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور یہ عنصری تجلیات عالمِ خلق سے منسوب ہیں۔ اس سے اوپر عالمِ امر کی تجلیات کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ لا انتہاء تک پہنچتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میں خدا تعالیٰ تک تو پہنچ گیا مگر حضرت محمد ﷺ کی طناب تک نہ پہنچ سکا۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ علمی کا ظہور ہوتا ہے تو نور کا ایک بے کنار سمندر موجیں مارنے لگتا ہے۔ اس صفتِ علمی کی تجلی سے تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح پیدا کی گئیں۔ اس سمندر کا نام حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔ اس حقیقت کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یہاں کسی ولی یا امتی کا ذکر تو کیا کسی رسول کا بھی گزر نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں سب سے اعلیٰ مقام یہی ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے قرب کا تعلق ہے تو اس کے متعلق یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ عرش کے اوپر عالم امر میں ہی اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہر انسان کی ایک حقیقت موجود ہوتی ہے۔ اور ہر انسان کو اپنے درجے اور استعداد کے مطابق اسی حقیقت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید ۴) (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو)۔ چنانچہ ہر ولی اپنی اسی حقیقت اور معیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے واصل ہوتا ہے، مگر حقیقتِ محمدیہ ﷺ مقاماتِ قرب میں سب سے اعلیٰ مقام ہے اور یہ مقام بہت بلند ہے۔ اس مقام کو حاصل کر کے واصل ہونا بہت محال ہے۔ اس مقام پر انبیاء علیہم السلام کا بھی گزر ممکن نہیں تو پھر کسی ولی کا کیا ذکر کیا جا سکتا ہے۔[534]

---

[534] (بحوالہ رابطہ شیخ، صفحہ ۲۳۷)

ثبوتِ لطائف

بعض منکرینِ تصوف کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ مواضع جو صوفیائے عظام کے ہاں لطائف سے معبر ہے اور اذکار و مراقبات کے لئے ان لطائف و مواضع کو متعین کئے ہوئے ہیں، تو کیا ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟

ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔

ثبوت لطیفہ قلب

پہلا لطیفہ، لطیفۂ قلب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات:۳)

ترجمہ: ”بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ا کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔“

اس آیتِ مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا محل جسمِ انسانی کا دل ہے کیونکہ تمام بدن کی صحت دل کی صحت پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ (الحجرات:۷)

ترجمہ: ”لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ (البقرہ۲۲۵)

ترجمہ:"اللہ تمہیں نہیں پکڑ تا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، ہاں اس پر گرفت فرماتاہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتاہے کہ سزاوجزا کا تعلق لطیفہ قلب سے ہے اس لئے تو بندہ اس قسم پر عنداللہ ماخوذ ہے جو قصد قلب سے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ (البقرہ:۷)

ترجمہ:"اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی"۔

ارشادی باری تعالیٰ ہے:

بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ (المطففین:۱۴)

ترجمہ:"بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیاہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ (۱۹۳) عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (الشعراء۱۹۴)

ترجمہ:"اسے روح الامین لے کر اُترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ"۔

فثبت من هذه الايات ان موضع الجهل و الغفلة و العلم هو القلب لان القلب فى الحقيقة مخاطب لانه موضع موضع التمييز و الاختيار و اما سائر الاعضاء فمسخرة له ان فى ذلك لذكرىٰ لمن كان له قلب او القىٰ السمع وهو شهيد۔

ترجمہ:"پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ جہل، غفلت اور علم کی جگہ بدن انسانی میں قلب ہے۔ اصل میں مخاطب حقیقی قلب ہے اس لئے کہ یہ تمیز و اختیار کی جگہ ہے اور دیگر اعضاء اس کے قابو میں ہیں۔ اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کہ (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد ۲۸)

ترجمہ: "سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء ۸۹)

ترجمہ: جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

جس طرح سالم اور بے داغ اللہ نے دیا تھا کہ گناہ کرنے اور شغل دنیاوی کی وجہ دل داغ دار ہوتا ہے کمافی الحدیث۔

فائدہ: ان آیات کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امین وحی و نبوت اور خزانہ اسرار الٰہیہ غیبیہ صرف انسان کا دل ہے اور یہ دل تجلیات باری تعالیٰ کا محل ہے جب انسان اپنا دلہ صاف رکھے تو وہ دل مسکنِ تجلیات بن جاتا ہے اور تمام اخلاق رذائل دل سے خارج ہوتے ہیں اور دل اللہ کے انوار سے منور ہو جاتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جسد بنی آدم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔

ترجمہ: "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یقینا بنی آدم کے بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ صالح (درست) ہوتا ہے تو پورا بدن صالح ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو پورا بدن فاسد ہوتا ہے خبردار وہ دل ہے۔"[535]

[535] (رواہ بخاری تفسیر مظہری ص ۳۹۲:۷)

قال الامام فخر الدین الرازی رحمه اللہ: و معلومة ان العقل فی القلب و لان التکلیف مشروطة بالعقل و الفهم قال اللہ تعالیٰ (إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿الاسراء ٣٦﴾) و قرن اللہ تعالیٰ بذکرہ السمع و البصر لانهما آلتان للقلب فی تادیه صور المحسوسات و المسموعات۔

ترجمہ: "امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ معلوم بات ہے کہ عقل قلب میں ہوتی ہے، اس لئے تکلیف شرعی بھی عقل و فہم کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہو گی"۔ دل کے ساتھ سماعت اور بصارت اس لئے پیوست کیا کہ یہ دونوں دل کے آلات ہیں جو محسوسات اور مسموعات کی صورتوں کو دل میں لے آتے ہیں۔"[536]

ثبوت لطیفہ روح

قال اللہ تعالیٰ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (بنی اسرائیل ٨٥)

ترجمہ: "اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔"

قال اللہ تعالیٰ: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (الحجر ٢٩)

ترجمہ: "تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔"

تعریف روح

دل علیه الکتاب و السنة و اجماع الصحابة و ادلة العقل انها جسم مخالف بالماهية لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانی علوی خفیف حی متحرک ینفذ فی جوهر الاعضاء و یسری فیها سریان الماء فی الورد و سریان الدهن فی الزیتون و النار فی الفحم۔

[536] (تفسیر کبیر ج ٢ ص ٣٩٠)

ترجمہ: ”کتاب و سنت اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عقلی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ روح ایک جسم ہے جو اس محسوس جسم سے ماہیت میں مخالف ہے، یہ ایک نورانی علوی باریک زندہ متحرک جسم ہے جو انسانی اعضاء میں اس طرح نفوذ کرتا ہے جیسا کہ ورق گلاب میں پانی اور زیتون کے دانوں میں تیل اور انگاروں میں آگ۔“[537]

وقال قوم هو جسم لطيف يحيى به الانسان وقيل الروح معنى اجتمع فيه النور والطيب والعلم والبقاء الاترى انه اذا كان موجودًا يكون الانسان موصوفا بجميع هذه الصفات واذا خرج منه ذهب الكل۔

ترجمہ: ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ روح ایک لطیف جسم ہے جس سے انسان زندہ رہتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنوی چیز ہے جس میں نور خوشبو علم برتری اور بقاء جمع کئے گئے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب یہ موجود ہوتی ہے تو انسان مذکورہ صفات سے متصف ہوتا ہے اور جب یہ نکل جاتی ہے تو یہ تمام صفات نکل جاتی ہیں۔[538]

سر، خفی اور اخفیٰ کا ثبوت قرآن سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى۔ (طٰہٰ:۷)

”اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔“

وقال العلامة العارف باللہ تعالیٰ محمد اسماعیل حقی رحمه اللہ تعالیٰ السر باصطلاح اهل التحقيق لطيفة فوق القلب وهو معدن اسرار الروحانية والخفى لطيفة بين الروح

---

[537] (روح المعانی ج۱۵ ص۱۵۵)

[538] (تفسیر خازن ۳:۱۹۰)

والحضرة الالٰهية وهو مهبة انوار الربوبية وجملتها المشاهدات والمكاشفات وحقائق العلوم الدينية۔

ترجمہ: "علامہ عارف باللہ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سِر اہل تحقیق کی اصطلاح میں ایک لطیفہ ہے جو قلب کے اوپر ہے، یہ اسرار روحانی کا خزانہ ہے اور خفی روح اور حضرت الہیہ کے درمیان ایک لطیفہ ہے جو انوار ربوبیت کا مہبت (جائے نزول) ہے من جملہ اس میں سے مشاہدات، مکاشفات، اور حقائق علوم دینیہ ہیں۔"[539]

دیوبندیوں کے "حکیم الامت"، مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

لطائف چھ ہیں مطلب یہ کہ انسان کے جسم میں چھ جگہیں ایسی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوضات اور برکاتِ کثیرہ کا محل ہیں، پہلا لطیفہ قلب ہے، جو بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے برابر ہے۔ اور عالمِ امر کے پانچ لطائف ہیں: قلب، روح، سِر، خفی، اور اخفی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

وبلسان الاشارة بيوت الله عبارة عما يذكر فيه الحق من النفس والقلب والروح والسر والخفى فذكر بيت النفس الطاعات وذكر بيت القلب التوحيد والمعرفة وذكر بيت الروح الشوق والمحبة وذكر بيت السر المراقبة والشهود وذكر بيت الخفى بذل الوجود وترك الموجود۔

ترجمہ: "اور اشارات کی زبان میں بیوت اللہ سے مراد یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے یعنی نفس، قلب، روح، سِر، اور خفی۔ بیت نفس کا ذکر طاعات ہیں اور بیت قلب کا ذکر توحید اور

---

[539](روح البیان)

معرفت ہے، بیت روح کا ذکر شوق و محبت ہے، اور بیت سِر کا ذکر مراقبہ اور شہود ہے، بیت خفی کا ذکر اپنے وجود کو صرف کرنا (نظروں سے محو کرنا) اور موجود کو ترک کرنا۔[540]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد انکشف علی ارباب القلوب من المجردات القلب والروح والسر والخفی والاخفی واللّٰہ تعالیٰ اعلم بخلقہ۔

ترجمہ: "کہ ارباب قلوب پر مجردات میں سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کا انکشاف ہو چکا ہے۔"[541]

امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اے جان لو، اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں نیک بخت کردے کہ پانچ اجزاء عالم امر میں سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی ہیں جو کہ عالم صغیر انسانی کے اجزاء ہیں مگر اس کے اصول عالم کبیر میں ہیں جو کہ عناصر اربعہ کے رنگ میں ہیں۔ یہ انسانی اجزاء ہیں جو کہ عالم کبیر میں اپنے اصول رکھتے ہیں، ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے موصوف ہیں اسی سے یہ بات نکلی ہے کہ عالم امر کو لامکانیت کہتے ہیں۔[542]

اعلم ان اللّٰہ تعالیٰ خلق فی الانسان ستۃ لطائف بل عشرۃ الخمسۃ منھا من عالم الأمر۔ وھی القلب والروح والسر والخفی والاخفی والخمسۃ من عالم الخلق وھی النفس والعناصر الاربعۃ واختلفوا فی انھا اعتبارات وجھات النفس الناطقۃ او حقائق علٰیحدۃ بحیالھا ذھب قبلتنا الروحانی المجدد للالف الثانی الی ان اللطائف الستۃ ھی حقائق منفردۃ بحیالھا کما ھو ظاھر کلامہٖ وکلام اتباعہٖ وذھب الشیخ ابن العربی الاندلسی الی انھا

---

[540] (المرقات ۱: ۲۷۱)

[541] (تفسیر مظھری، ۴۳۷: ۱)

[542] (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم، ص ۹۰، ج ۱)

اعتبارات وجهات النفس الناطقة وتبعه کثیر من العلماء ثم لکل لطیفة من هذه اللطائف ارتباط بعضو من الجسد فالقلب تحت الثدی الایسر باصبعین۔ والروح تحت الثدی الایمن بحذاء القلب والسر فوق الثدی الایسر مائلًا الی وسط الصدر والخفی فوق الثدی الایمن مائلًا الی الوسط والاخفی فوق الخفی والسر فی الوسط والنفس فی البطن الاول من الدماغ وتسمیة هذه المواضع باسم اللطائف مجازا من قبیل تسمیة المحل باسم الحال کما فی قوله تعالیٰ (واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة اللّٰہ) الآیة۔ ای فی جنة اللّٰہ التی تحل فیھا الرحمة۔

ترجمہ: جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں چھ لطائف پیدا کئے ہیں بلکہ دس ہیں ان میں سے پانچ عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہیں جو قلب، روح، سِر، خفی، اور اخفیٰ ہیں اور پانچ کا تعلق عالم خلق میں سے ہے، وہ نفس اور عناصرِ اربعہ (باد، خاک، آب، آگ) ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ صرف تعبیرات ہیں اور نفس ناطقہ کی مختلف جہتوں کے نام ہیں یا ہر ایک علیحدہ وجود بھی رکھتا ہے۔ تو ہمارے روحانی قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ لطائف ستہ (چھ لطائف) اپنی ذات میں الگ الگ حیثیت کے حامل حقائق ہیں، جیسا کہ یہ بات ان کے کلام سے واضح ہے اور ان کے متبعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور شیخ ابن عربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ تعبیرات اور نفس ناطقہ کی مختلف جہات ہیں اور ان کی متابعت بہت سے علماء نے کی ہے۔ ان میں سے ہر لطیفہ کا انسانی اعضاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ربط و تعلق ہے۔ قلب بائیں پستان سے دو انگل کے برابر نیچے ہے۔ روح دائیں جانب پستان کے نیچے ہے جو کہ قلب کے متوازی ہے اور سِر بائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی جانب مائل ہے اور خفی دائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی طرف مائل ہے اور اخفیٰ خفی اور سر کے اوپر وسط صدر میں ہے اور نفس دماغ کے بطن اول میں ہے۔ ان مواضع کا نام لطائف کے نام سے مجازی ہے جو حال کے نام سے محل کو موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور جن

کے چہرے سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔"یعنی جنت میں ہوں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری وساری ہو گی۔"[543]

لطیفہ نفس کا ثبوت

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتا ہے:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (یوسف ۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بناتا، بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم کرے میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیامۃ: ۲)

ترجمہ:"اور جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔"

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (الفجر ۲۸)

ترجمہ:"اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی۔"

تعریفِ نفس: النفس هی الجوهر البخاری اللطیف الحامل لقوة الحیاة والحس والحرکة الارادیة وسماها الحکماء بالروح الحیوانیة فهو جوهر مشرق للبدن فعند الموت ینقطع ضوءه عن ظاهر البدن وباطنه واما فی وقت النوم فینقطع عن ظاهر البدن دون باطنه فثبت ان النوم والموت من جنس واحد لان الموت هو الانقطاع الکلی والنوم هو الانقطاع الناقص فثبت ان القادر الحکیم دبر تعلق جوهر النفس بالبدن علی ثلاثة اضربٍ الاول ان بلغ

---

[543] (قطب الارشاد ج ۱ ص ۴۳۸، بحوالہ التبیان فی دقائق السلوک والاحسان، ص ۱۷۸)

ضوء النفس الی جمیع اجزاء البدن ظاهرہ و باطنہ فھو الیقظۃ و ان انقطع ضوء ھا عن ظاھرہ دون باطنہ فھو النوم او بالکلیۃ فھو الموت۔

"نفس ایک لطیف بخاری جوہر ہے جو قوت حیات احساس و شعور اور حرکت ارادی کا حامل ہے، اسے حکماء نے روحِ حیوانی کا نام دیا ہے، یہ بدن کو حیات سے منور کرتا ہے، موت کے وقت اس کا یہ نور بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتا ہے اور نیند کی حالت میں اس کا یہ نور ظاہر بدن سے منقطع ہوتا ہے نہ کہ باطن سے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند اور موت کی جنس ایک ہی ہے اس لئے کہ موت کلی انقطاع بدن کے ساتھ تین طریقوں سے تدبیر دی ہے:

(۱) نفس کی روشنی بدن کے تمام ظاہری اور باطنی اجزاء میں پہنچے یہ بیداری کی حالت ہے۔

(۲) ظاہر سے منقطع ہو اور باطن سے منقطع نہ ہو، یہ نیند کی حالت ہے۔

(۳) بالکلیہ تعلق ختم ہو جائے، یہ موت ہے۔"[544]

علم دین اور علم دنیا

جو علم محض دنیا کے لئے اور صرف حصول معاش روزی کے لئے حاصل کیا جاتا ہے یہ علم زبان تک رہتا ہے اور حرص، حسد، کینہ اور غرور اسی علم سے پیدا ہوتے ہیں۔

علم دین، علم معرفت، طریقت، شریعت، یہی علم ہے جو سینہ اور قلب میں حق کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور روح جان قبر قیامت روشن کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے: أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الإنشراح ۱) (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولا؟)۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اُمّی تھے یعنی کسی شخص سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پڑھئے! آپ

[544] (التبیان فی دقائق السلوک والاحسان، صفحہ ۱۸۰)

ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تین بار حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو زور سے دبایا پھر آپ ﷺ سب پڑھ گئے یہی ہے انشراحِ صدر۔

اے عزیز! علم معرفت، شریعت، طریقت والا پڑھ کیوں کہ یہی علم اللہ تعالیٰ کی پہچان والا علم ہے۔ اور اس کے ساتھ لو لگاتا ہے۔ کیونکہ بجز ذات الٰہی کچھ بھی نہیں رہے گا۔ اور جو کچھ بھی ہے وہ سب فنا ہو جائے گا۔ چاہیئے کہ معرفت الٰہی حاصل کرے۔ حیوانیت کے دائرے سے نکل کر انسانیت کے درجے میں آ۔ جب اسم اللہ دل پر جم گیا تو اس کی تجلی دل پر غالب ہو گی اور اس میں سوزش پیدا ہو گی۔ اور دل زندہ ہو جائے گا اور نفس مردہ ہو جائے گا۔ **الانس باللّٰہ و التوحش عن غیر اللہ** (خدا کے ساتھ اُنس اور غیروں سے بیزاری و وحشت ہو گی)۔

چو اسم اللہ شد ہویدا بر جبیں   برزخ فی اللہ برد حق الیقین

یعنی جب اسم اللہ میری پیشانی میں ظاہر ہوا تب اللہ کا اسم مجھے حق الیقین تک لے گیا۔

برزخ کیا ہے؟

قال اللہ تعالیٰ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المؤمنون ۱۰۰)

ترجمہ: ”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں (یعنی دنیا) اس میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں، یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔“

دو چیزوں کے درمیان جو چیز حائل ہوتی ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔ طالب کو اسم مسمی کا حائل ہونا ضروری ہے اس لئے اسم اللہ کو ذاتی اسم کہتے ہیں۔ برزخ قبر والے جہان کو بھی کہتے ہیں، قبر کا ظاہر دنیا کے ساتھ ہے۔ اور قبر کا باطن آخرت سے ملا ہوا ہے۔

لغوی تحقیق

البرزخ، الحاجز و الحد بین الشیئن۔

یعنی برزخ حجاب حاجز اور حد بندی ہے دو چیزوں کے درمیان۔[545]

برزخ: بازداشت میان دو چیز۔ یعنی برزخ دو چیزوں کے درمیان پردہ ہے۔

وتقال مابین الدنیا و الاٰخرۃ من وقت الموت الی البحث فمن مات دخل البرزخ۔

یعنی برزخ دو چیزوں کے درمیان پردہ ہے اور یہ بولا جاتا ہے (اس زمانے اور مکان پر) جو موت کے وقت سے لے کر حشر تک ہے پس جو شخص مر گیا وہ برزخ میں داخل ہو گیا۔

برزخ ایک غیر محسوس پردہ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے اور فعل انسانی کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

برزخ کا تفصیلی بیان

علامہ سیوطی الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ پر لکھتے ہیں:

الْبَرْزَخُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: مَكَانٌ وَزَمَانٌ وَحَالٌ، فَالْمَكَانُ مِنَ الْقَبْرِ إِلَى عِلِّيِّينَ، تَعْمُرُهُ أَرْوَاحُ السُّعَدَاءِ. وَمِنَ الْقَبْرِ إِلَى سِجِّينٍ تَعْمُرُهُ أَرْوَاحُ الْأَشْقِيَاءِ، وَأَمَّا الزَّمَانُ فَهُوَ مُدَّةُ بَقَاءِ الْخَلْقِ فِيهِ مِنْ أَوَّلِ مَنْ مَاتَ أَوْ يَمُوتُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ. وَأَمَّا الْحَالُ فَإِمَّا مُنَعَّمَةٌ وَإِمَّا مُعَذَّبَةٌ أَوْ مَحْبُوسَةٌ حَتَّى تَتَخَلَّصَ بِالسُّؤَالِ مِنَ الْمَلَكَيْنِ الْفَتَّانَيْنِ۔

---

[545] (مفردات امام راغب ص ۴۲)

یعنی برزخ تین چیزوں سے عبارت ہے۔ مکان زمان اور حال۔ پس مکان، قبر سے علیین تک جسے نیک روحیں آباد کرتی ہیں۔ اور قبر سے سجین تک جسے بدکار لوگوں کی روحیں آباد کرتی ہیں اور زمان اس میں مخلوق کی بقاء کی مدت ہے جو کسی جن یا انسان کے مرنے سے شروع ہو کر اس وقت تک ہے جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ اور رہا حال تو یا وہ انعام یافتہ ہو گا یا معذب، یا محبوس ہو گا حتیٰ کہ منکرین کے سوال وجواب سے خلاصی پائے۔

مکان برزخ قبر سے علیین اور قبر سے سجین تک ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ علیین اور سجین کی ابتداء قبر سے ہوتی ہے اور قبر کا گڑھا علیین یا سجین کی حدود میں داخل ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق جب قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جاتا ہے۔ تو روح اسے کیسے سنتی ہے جبکہ وہ علیین میں ہے اور قبر خالی ہے۔ بلکہ یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ قبر ہی علیین یا سجین کا نقطہ آغاز ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ روح کے ادراکات بعد موت بہت تیز اور وسیع ہو جاتے ہیں تو مذکور بالا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

جہاں تک حال کا تعلق ہے، میت پر انعام یا عذاب برزخ میں ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی وسیع مکان میں ہوتا ہے جو علیین یا سجین کہلاتا ہے۔ اور جو قبر سے شروع ہوتا ہے۔

یہی حقیقت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ:

قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ۔[546]

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بے شک قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

---

[546](مشکوۃ ص ۴۵۸)

والحاصل من ان شیئاً من العذاب یبداء من القبر ثم یتم العذاب عند دخوله فی جھنم کما قال تعالیٰ وَیَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر ۴۶) وقال تعالیٰ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا (نوح ۲۵)

یعنی حاصل یہ ہے کہ کچھ عذابِ قبر شروع ہو جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہونے پر پورا عذاب ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جب قیامت قائم ہو گی کہا جائے گا اے قوم فرعون سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ نیز فرمایا وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں جھونکے گئے۔

دل میں اللہ کی محبت کو بسانا

از دل کشم غم دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت باشد یا جمال دوست

یعنی میں نے اپنے دل سے دنیا و آخرت کے دکھ کو نکال دیا کیوں کہ گھر سامان کی جگہ ہوتی ہے یا جمال دوست کی۔ جس طرح مال کی جگہ اور احباب کی جگہ آرائش دار کمرہ ہے اسی طرح دل کا حال ہے اگر اس دل میں دنیا و آخرت کا غم ہے تو یہی دل اسباب کا کھوٹا کمرہ ہے۔ لیکن اگر اسی دل میں غم مولیٰ پاک ہے تو یہی کمرہ آسائش (آرام و سکون) کی جگہ ہے۔ العشق نار یحرق ماسوی المحبوب۔ یعنی اللہ کے عشق کی وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور ہمہ اوست مغز پوست (اندر باہر وہی) صادق آجاتا ہے۔ اور ہر وقت زبان سے اسم اللہ نکلتا ہے۔ اس مقام پر فقیر کو فخر حاصل ہوتا ہے۔

جیسے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الفقر فخری فافتخر علی سائر الانبیاء والمرسلین۔

یعنی فقر میرا فخر ہے اور میں اپنے فخر کے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین کے اعمال پر فخر کرتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے:

حب الفقراء من اخلاق الانبیاء و البغض الفقراء من اخلاق الفرعون۔

یعنی اولیاء اللہ اور فقراء کے ساتھ دوستی رکھنا نبیوں اور رسولوں کا اخلاق ہے اور فقراء و اولیاء کے ساتھ دشمنی رکھنا فرعون کی خصلت ہے۔

اسی طرح سے ہے:

من نظر الیٰ فقیر یسمع کلامہ یحشر اللہ تعالیٰ مع الانبیاء و المرسلین۔

یعنی جو شخص فقیر کو دیکھے اور اس کی باتیں سنے تو اللہ پاک اس آدمی کو نبیوں اور رسولوں کے ساتھ جمع فرمائے گا۔[547]

فقیر کون ہے؟

فقیر یہاں پر مختلف بزرگان عظام کی تحریرات سے فقر و فقیر کی تعریف لکھتا ہے جس سے یہ پتہ چل جائے کہ فقیر کون ہوتا ہے۔ اور فقیر کس کو کہتے ہیں۔ یا خود اوالعزم فقراء کے نزدیک اس درجہ کا اہل کون ہے اور فقیر کو کن صفات سے موصوف ہونا چاہیئے۔ قرآن اور احادیث نبی رؤف ورحیم ﷺ کو مطالعہ فرمایئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کریم جل شانہ اور حضور ﷺ کے نزدیک برگزیدہ بزرگ اور ولی، صوفی اور پیروہ ہے، جو متبع شریعت ہو۔ جس کے اقوال اور افعال قرآنی معیار پر پورے اترتے ہوں اور جس کی تعلیمات اور تلقینات قرآنی تعلیمات وہدایات کے مطابق ہوں۔

---

[547] (بحوالہ گلدستہ فیض روحانی صفحہ ۹۴ تا ۹۶)

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ۵ ۳)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو (یا اس کی معرفت میں محنت اور کوشش کرو) اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں کلمہ "امنوا" کے متعلق قرآن و حدیث اور "اتقو اللہ" میں جہاد امر و نواہی شامل ہیں۔ اور "و ابتغوا الیہ الوسیلۃ" سے مراد بیعت یا پیر کامل ہے۔ اور "جاھدوا" سے جہاد اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ دیدار الٰہی سے جو فلاح ابدی ہے مشرف ہو۔ پس جو شخص بیعت مرشد کا منکر ہے۔ وہ نص قطعی کا منکر ہے۔ اس حقیقت عظمیٰ کے ماتحت کسی عقیدتمند غلام نے حضور غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے فقیر کے معنی پوچھے تو آپ نے فرمایا کہ فقیر کے نام میں چار حرف ہیں جن کی اپنی توضیح و تاویل فقر کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

فاء الفقیر فنائہ فی ذاتہ ۔۔۔ و فراغہ من نعتہ و صفاتہ
و القاف قوۃ قلبہ بحبیبہ ۔۔۔ و قیامہ للہ فی مرضاتہ
و الیاء یو جو اربہ و یخافہ ۔۔۔ و یقوم بالتقوٰی بحق تقاتہ
و الراء رقۃ قلبہ و صفاتہ ۔۔۔ و رجوعہ للہ عن شھو اتہ

ترجمہ: یعنی فائے فقیر سے مراد فنا فی اللہ ہو کر اپنی ذات و صفات سے فارغ ہو جانا ہے۔ اور قاف فقیر سے مراد یاد الٰہی سے اپنے دل کو قوت دینا اور ہمیشہ اس کی رضامندی پر قائم رہنا ہے۔ اور ی سے مراد یاس و ناامیدی سے دور رہ کر امید وار رحمت الٰہی ہونا اور اس سے ڈرتے رہنا اور ایسی پرہیز گاری

اور تقویٰ اختیار کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔اور ''ر'' سے مرادرقت قلب اوراسکی صفائی اوراپنی خواہشات سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے۔

شیخ ابوعبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الفقر عدم الاملاک والخروج عن احکام الصفات۔

یعنی فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور وہ صفات کے احکام سے نکل جائے (یعنی اس میں ملک کی تمنا ہی باقی نہ رہے)۔

شیخ محسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الفقیر الذی من استفیضیٰ نفسہ فی فقرہ تقربا الخ۔

یعنی فقیر وہ ہے کہ اپنے نفس کو فقر میں خدا کے تقرب کیلئے صاف اور پسند کرے۔اوراسکے اقسام وعادات کو بزرگان دین کے ارشادات کے ماتحت یوں جانے کہ آدمی کا نفس ایک ایسی شئے ہے۔ جس کو تین حالتیں عارض ہوا کرتی ہیں ۔یعنی اگر اسکو عالم علوی کی جانب میلان ہے۔اور خداتعالیٰ کی بندگی اور عبادت میں مزہ لیتاہے۔اور شریعت کے اتباع میں آرام وآسائش پاتاہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔اوراگر عالم سفلی کی جانب مائل ہوکر شہوات ومستلذات ،بے دردی وبے رحمی، حصول انتقام اور کینہ کیشی کی خواہش کر کے شریعت کی تابعداری سے کوسوں بھاگتااور معائب کی خواہش کرتاہے تواس کو نفس امارہ بولتے ہیں ۔کیونکہ وہ روح کو ہمیشہ برائی میں ملوث کرکے عصیان وطغیان کا حکم کرتارہتاہے اوراگر کبھی عالم سفلی کی طرف مائل ہوکر شہوت وغضب میں آلودہ ہوتاہو اور کبھی عالم علوی کی جانب میلان میں لذت محسوس کرتااور گناہوں کی عادت پر نفرین وملامت کرکے گزشتہ اعمال بدپر ندامت وپریشانی کا احساس رکھتاہو تواسکو نفس لوامہ کہاجاتاہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر نفس خواہ نیک ہو یا بد قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرنے والا ہو گا۔ اگر نیک ہے تو اس بات پر ملامت کرے گا کہ افسوس تو نے اور زیادہ نیکی کیوں نہ کی اور اپنے قیمتی اوقات کو کیوں رائگاں گنوایا۔ اگر بد ہے تو یوں ملامت کرے گا کہ تو نے کیوں تقویٰ کو ترک کیا اور کیوں گراں بہا عمر کے موتیوں کو بد عملی کی خاک میں ملایا۔ دنیا میں تقویٰ سے نفرت کرنا اور عبادت الٰہی سے بے رغبت ہونا قیامت کے دن ذلیل وخوار کرے گا۔ بعض بزرگان دین نے کہا ہے کہ نفس لوامہ سے متقیوں کے نفوس مراد ہیں، جو قیامت کے دن نفوس عامیہ کو ترک تقویٰ پر ملامت کریں گے اور بعض مفسرین نے تحت آیت لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ (۱) وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیامۃ ۲) روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے (القیمۃ) لکھا ہے کہ ہر آدمی کے جسم میں تین نفس ہیں۔ ایک نفس مقدس جسے روح الہٰی کہتے ہیں یہ نفس ہمیشہ ذکر الہٰی کے ساتھ مطمئن رہ کر خداوند عالم جلشانہ کی بندگی میں مستغرق رہتی ہے دوسرے نفس منطبعہ جو ہمیشہ بدن کی تدبیر میں لگاؤ رکھے اور مقتضیات شہوات ولذات کی بالطبع جویاں ہو۔ اس لئے اس کو امارہ بھی کہتے ہیں، تیسرے نفس ناطقہ جو ظاہری و باطنی حواس سے علم وادراک کو جمع کرکے روح کے آگے پیش کیا کرتی ہے۔ اوراسکو نفس ملہمہ لکھتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ نفس مطمئنہ کا تعلق ان انبیاعلیہم السلام اوراولیاء کاملین واصفیاء واصلین سے ہے۔ جو خدا کے ذکر محبت میں مطمئن رہتے اور وساوس وخطرات کی کشاکش سے مخلصی پا جاتے ہیں۔ اور نفس ملہمہ صلحائے مومنین اور نیکوکاروں سے متعلق ہے۔ نفس لوامہ ان تائب گناہگاروں اور نادم تقصیر داروں کا نفس ہے جو ذراسی لغزش سرزد ہونے پر بھی اپنے آپ کو شدید ملامت کرکے ہمیشہ

کیلئے اس فعل بد سے توبہ کر جاتے ہیں اور نفس امارہ کفار و فجار اور مشرکین ناہنجار کا نفس ہے جو ہر لحظہ معصیت کا طالب اور فسق و فجور پر غالب رہتا ہے۔

حضرت اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الفقیر ھو الفاقد الاشیاء۔

یعنی فقیر وہ ہے جس کے پاس کوئی شئے نہ ہو۔

فَقر کیا ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسولَ اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فَقر کیا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اس نے دوبارہ عرض کی: یا رسولَ اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا اللہ عزَّوَجَلَّ کی عطاؤں میں سے ایک عطاء ہے۔ اس نے تیسری بار پھر عرض کی یا رسولَ اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! فقر کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو اللہ عزَّوَجَلَّ اپنے نبی، رسول اور معزّز و مکرّم بندے کے سوا کسی کو عطا نہیں فرماتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور فقراء کی تخلیق جنَّت کی مِٹّی سے ہوئی

حضور سیّدُ الانبیاءِ والمر سلین، جنابِ رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

فقیر وہ ہے جس کی بھوک اور مرض کا لوگوں کو علم نہ ہو۔ اللہ عزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو زمین کی مِٹّی سے اور انبیاء و فقراء کو جنت کی مٹّی سے پیدا فرمایا۔ تو جو اللہ عزَّوَجَلَّ کی امان چاہے اُسے چاہیے کہ فقراء کی عزت کرے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت بیان ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اُن میں سے سات فقراء کے لئے اور ایک اغنیاء کے لئے ہے۔ اور جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے چھ فقراء پر حرام اور اغنیاء کے لئے حلال ہیں۔ اور ایک دروازہ فقراء کے لئے ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سیِّدُ المُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ فقراء ہیں۔ کیونکہ اللہ عزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ محبوب انبیاء کرام ہیں اور اس نے انہیں فقر میں مبتلا فرمایا۔

حضرتِ سیِّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہیں فاقہ و تنگدستی اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حرام طریقے پر رزق طلب کرنے لگو۔ بے شک میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا: اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ فَقِیْرًا

وَلَا تَتَوَفَّنِیْ غَنِیًّا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن۔ یعنی اے اللہ عزّوَجَلَّ! مجھے فقیری میں موت عطا فرما، امیری میں موت نہ دے اور مجھے مساکین کی جماعت میں اُٹھا۔[548]

گلدستہ فیض روحانی فی الذکر والافکار یزدانی میں حضرت علامہ مولانا میاں علی محمد مشوری قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

فقیر اور فقر کی تعریف

فقر کے تین حرف ہیں، ہر ایک حرف بخشش ہے یہ حروف صرف ذکر، معرفت فکر حق کی رضا کے ساتھ ہیں۔ اگر اللہ سے۔۔۔ فضل کا طلبگار ہے تو اس سے فقر طلب کر کیونکہ فقر خاص نبیوں کا فخر ہے۔ فقر خدا کے راز وحدت کا نور ہے۔ جس نے بھی فقر پایا اس کا نفس فنا ہو گیا۔ فقر کو باخبر فقیر ہی جانتے ہیں، فقر کو احمق اور نابینا کیا جانے۔ فقر دنیا میں خیر سلامتی کی نعمت ہے۔ فقر والے ہمیشہ بے فکری کے سبب امن میں رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان ظاہری آنکھوں سے کرامتوں کا مشاہدہ کرنا چاہے تو فقیروں کے چہرے کو دیکھے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ یعنی ان کی زیارت کرے اگر تو فقیروں کی رضامندی کا طالب ہے تو انکا ادب کر۔ جنہوں نے دونوں جہانوں کی برکت، نیک بختی، ادب، کرامت کا مرتبہ فقر سے حاصل کیا ہے۔ ان کے سامنے ادب اور اعتقاد کے ساتھ بات کرنا چاہیئے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ فقراء حضرات اللہ تعالیٰ کی کرامات میں سے کرامت ہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فقراء کے ساتھ محبت کرنا نبیوں کا خلق ہے اور فقراء کے ساتھ بغض رکھنا فرعونیوں کی عادت ہے اور فقیروں کی محبت بہشت کی کنجی ہے اور فقراء کی گفتگو سننے کیلئے جو شخص جائیگا اس کو اللہ تعالیٰ حشر کے دن نبیوں اور رسولوں کے ساتھ اٹھائے گا

---

[548] (شعب الایمان للبیھقی، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، الحدیث ۵۴۹۹، ج۴، ص ۳۸۹)

اور مزید فرمایا کہ علماء کو اللہ تعالیٰ نے میرے سینے سے پیدا فرمایا ہے اور سید میری پشت مبارک سے پیدا ہوئے ہیں اور فقیر اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

عالم اور فقیر میں فرق

علماء اور فقراء میں فرق یہ ہے کہ علماء علم کے طالب ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں اگر روئے زمین کے تمام صاحب علم ظاہر مل کر ایک مردہ دل کو زندہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی زبان زندہ ہے باقی ان کا دل مردہ ہے۔ لیکن صاحب دل فقیر مردہ دلوں پر ایک نظر ڈالے تو کئی مردہ دلوں کو وہ زندہ کر سکتا ہے اور ان کے نفس کو مردہ کر سکتا ہے کیونکہ جب تک کوئی نفس کو نہیں مارتا وہ دلوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔۔۔ دل کی زندگی نفس کی موت ہے اور طالب مولیٰ کے وجود میں دلی حرص اور دنیاوی خواہشات بالکل نہیں ہوتیں اور بے فیض عالم جو صرف ظاہری علم جاننے والا ہے وہ صرف باتیں جانتا ہے اسکے پاس خالی علم ہے عمل نہیں ہے اور نہ ہی اسکے قلب میں خوف الٰہی اور معرفت مولیٰ (پہچان) ہے یہ عالم بے خبر ہے۔

علماء حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے وارث اور فقراء دوست ہیں

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار بِاذنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

اللہ عزَّوَجَلَّ اس امت کے علماء اور فقراء کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے۔ علماء میرے وارث اور فقراء میرے دوست ہیں۔[549]

---

549 (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الطاء، الحدیث ۳۷۵۱، ج ۲، ص ۴۷، مختصر)

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ:

الوسیلۃ الی اللہ کے معنی فقراء ومشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء ومن اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع الفقراء۔

جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقراء کے ساتھ بیٹھے۔[550]

حدیث پاک میں ہے:

الفقراء امتی ملوک الآخرۃ۔

یعنی میرے امت کے فقراء آخرت کے بادشاہ ہیں۔[551]

انا اور قلب کا مقام

حدیث قدسی میں ہے:

ان فی جسد أدم مضغۃ فی فواد وفی فواد قلب وفی قلب الروح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی انا۔

یعنی انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے وہ فواد میں ہے۔ اس فواد میں قلب ہے، قلب میں روح ہے، روح میں سر ہے، سر میں خفی ہے اور خفی میں میں **"انا"** یعنی میں (اللہ پاک) ہوں۔"

حدیث قدسی میں ہے، اللہ پاک فرماتا ہے:

لا یسعنی الارض ولا السماء الا یسعنی القلب عبدی المؤمن۔

---

[550] (لطائف اشرفی حصہ اول ص ۴۸۸)

[551] (مکتوبات قدسیہ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی قدس سرہ ص ۳۴۸)

یعنی "مجھے سات زمین و آسمان سمو نہیں سکتے مگر میں اپنے مؤمن بندے کے قلب میں سما جاتا ہوں۔"[552]

کہا جائے گا کہ قلب میں اتنا خزانہ فیض گنج رکھا ہوا ہے جو کہ اذکار افکار کی رات دن کی محنتوں سے یہ خزانہ مل جائیگا۔ جب طالب مولیٰ فنا فی اللہ کے مقام میں پہنچتا ہے تو اس پر سکر یعنی محبت اللہ پاک کے عشق کا نشہ غالب ہو جاتا ہے اور نور توحید تین مقامات میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

اول پیشانی، آنکھیں اور قلب۔ ان تینوں مقامات میں عبادت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر فقیر صاحب معرفت ہو جاتا ہے ورنہ نور سلب ہو جاتا ہے۔ پیشانی کی عبادت حرام کاموں سے بند کرنے اور شریعت پاک کی طرف نظر کرنے میں ہوتی ہے اور قلب کی عبادت تصدیق اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت پر قائم رہنے میں ہوتی ہے۔ جس میں یہی باتیں ہوں وہ پورا مسلمان اور عاشق اور فقیر ہے۔ جس میں یہ اوصاف نہیں ہیں وہ بیکار اور غافل لوگ ہیں۔

مقام انا کی اقسام

(۱) قم باذن اللہ (۲) قم باذنی

یعنی اللہ کے حکم سے اٹھ اور دوسرا میرے حکم سے اٹھ۔ فرعون نے بھی کہا تھا: **انا ربکم الاعلی** تو اس پر لعنت ہوئی۔ حضرت منصور بن حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے بھی **انا الحق** کہا تھا، ان پر رحمت۔ رحمت اس لئے کہ دنیا پرستی شرک ہے لیکن تو انجان ہے اور اس راستے سے بے خبر ہے۔ کیوں کہ اس (فرعون) نے کافرانہ متکبرانہ لفظ کہا اس لئے اس پر لعنت ہے اور منصور محویت فقر عشق اور سکر یزدی میں لفظ مبارک فرمایا اس لئے اس پر رحمت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام **قم باذن**

---

[552] (مکتوبات قدسیہ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوھی قدس سرہ ص ۳۴۹)

اللہ فرماتے تھے، ان کی توحید کا مرتبہ لسانی تھا اور حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قم باذنی فرماتے تھے کیونکہ آپ سر سے لے کر پاؤں تک بحر توحید میں غرق رہتے تھے۔ حضور ﷺ کی امت میں دوسرے اولیاء اللہ بھی ایسے ہیں جو سر تا پا اللہ پاک کی توحید میں غرق ہیں۔ کتنا فرق ہے لسانی میں اور محویت میں حالانکہ یہی اولیاء اللہ نہ خدا ہیں نہ خدا سے جدا ہیں۔

جیسے آگ اور چنگاری اور نمک اور طعام

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد

یعنی جو بھی شئے نمک کی کان میں گئی نمک کی تاثیر کی وجہ سے یہی شئے نمک بن گئی۔ اور جو شئے آگ میں پڑے وہ شئے خود آگ بن جاتی ہے جس طرح دودھ اور چینی۔ کہ یہ فرق حلال ہے وحدت اور فقیر کا اور یہ بھی کل باطن بمخالف الظاہر فھو باطل۔ یعنی جو باطن ظاہر کا مخالف ہے وہ باطل ہے۔

علم را آموز اوّل آخرش ایں جا بیا

جاہلاں را پیش حضرت تعالیٰ نیست جا

یعنی پہلے پہل علم سیکھ بعد میں دروازہ الٰہی میں آ کیونکہ درگاہ الٰہی میں جاہلوں کا گزر نہیں۔ من تزہد بغیر علم جن فی آخر عمرہ اومات کافراً۔ یعنی علم کے بغیر جس نے بھی زہد کیا اس جاہل زاہد کو آخر میں شیطان پاگل کر دے گا یا کفر پر موت آئے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

من تعلم ولم يتصوف فهو تزندق ومن يتصوف ولم يتعلم فقد تفسق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔[553]

---

[553] (مرقاۃ المفاتیح)

یعنی جس نے علم پڑھا اور فقیر نہ ہوا وہ بے دین ہو جائے گا اور جس نے فقیری میں پاؤں رکھا اور علم نہ سیکھا جاہل ہے۔ یہ آدمی فاسق ہو جائے گا اور جس نے دونوں یعنی علم اور فقیری کو جمع کیا یہی آدمی حقیقت تک پہنچے گا۔

علم حق نور است روشن مثل انوار نیست

علم باید با عملے کہ بر خر بار نیست

یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان کا علم نور کی برستی ہوئی برسات کی مثل ہے جس کی مثل کوئی نور نہیں ہے اور علم با عمل چاہیئے کیونکہ علم بغیر عمل کے گدھے کے اوپر بار ہے جس کو یہ یاد نہیں کرتا۔

طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کی ترغیب میں حضرت مجددالف ثانی رحمہ اللہ علیہ کا مکتوب شریف

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و الی الطاھرین اجمعین

اللہ رب العالمین کا حمد ہے اور سید المرسلین ﷺ اور ان کی آل پاک پر صلوۃ و سلام ہو۔

جان من آگاہ ہو کہ تیری کیا بلکہ سب بنی آدم کی سعادت اور خلاصی اور نجات اپنے مولا کی یاد میں ہے جہاں تک ہو سکے سب اوقات ذکرِ الٰہی میں بسر کرنا چاہیے اور ایک لحظہ بھی غفلت جائز نہ سمجھنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں ابتداء ہی میں میسر ہو جاتا ہے اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو اس بلند طریقہ کا اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب بلکہ واجب اور لازم ہے۔ پس تجھے چاہیئے کہ توجہ کے قبلہ کو سب طرف سے پھیر کر ہمہ تن اس طریقہ عالیہ کے

بزرگواروں کی بلند بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور ان کے باطن پاک سے دعا و توجہ طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں۔ چاہیئے کہ تو قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو کہ وہ مضغہ گوشت قلب حقیقی کے لئے حجرہ کی طرح ہے اور اسم مبارک اللہ کو قلب پر گزارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو حرکت نہ دے اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جگہ نہ دے اور اس کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور اور لفظ مبارک اللہ کے معنیٰ کو بے چونی اور بے چگونی (بے مثل و بے مثال) کے ساتھ ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہو تاکہ تو ذات تعالیٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے اور بے چون کی گرفتاری سے چون کی شہود سے آرام نہ پکڑے کیونکہ جو کچھ چون کے آئینہ میں ظاہر ہو وہ بے چون نہیں ہے اور جو کثرت میں نمودار ہو وہ واحد حق نہیں۔ بے چون کو دارۂ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہیئے اور بسط حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔

اگر ذکر کہنے کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہیئے اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہیئے تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے جس سے تو خدائے تعالیٰ کی جانب پاک کی طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے اور اس راستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے، صرف کلاہ دامنی اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور رسم و عادت میں داخل ہے۔ ہاں اگر شیخ کامل و مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر تجھے ہاتھ لگے اور تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ پہن کر زندگی بسر کرنی چاہے تو اس صورت میں بے شمار فائدوں اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے اور تجھے

جاننا چاہیئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھا یا قطب وقت معلوم کیا تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ہاں اگر خواب اور واقع کے بغیر بادشاہ ہو جائے یا قطب بن جائے تو مسلم ہے۔ پس جو احوال و مواجید کہ بیداری اور ہوش کی حالت میں ظاہر ہوں وہ اعتماد کے لائق ہیں ورنہ نہیں اور جاننا چاہیئے کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار کا مرتبت ہونا شریعت کے احکام بجالانے پر وابستہ ہے۔ پس فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے اور محرم و مشتبہ سے بچنے میں اچھی طرح احتیاط کرنی چاہیئے اور قلیل و کثیر میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اوران کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ والسلام۔[554]

آداب شیخ کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا دوسرا مکتوب شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ادبنا بالاداب النبویۃ وھدانا بالاخلاق المصطفویۃعلیہ وعلی الہ الصلوات و التسلیمات اتمھا و اکملھا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو آداب نبوی ﷺ کے ساتھ مؤدب کیا اور اخلاق مصطفویہ ﷺ کی جانب ہم کو ہدایت فرمائی۔

جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو وہ مرید ہیں یا مراد ہیں۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارک بادی ہے کیونکہ ان کو انجذاب محبت کی راہ سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلب اعلیٰ پر پہنچادیں گے اور ہر ادب جو بھی درکار ہو گا وہ توسط سے یا بلا توسط ان کو سکھادیں گے اور اگر کوئی لغزش واقع ہو گئی تو جلد ان کو آگاہ کر دیا جائے گا اور اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اگر ظاہری پیر کی ضرورت ہو گی تو بغیر کسی کوشش کے ان کو اس دولت (مرشد کامل) کی طرف

---

[554](مکتوب ۱۹۰ جلد اول)

راہنمائی فرمائیں گے ۔ مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل سلطانہ ان بزرگوں کے حال کی متکفل ہوتی ہے، سبب اور بلا سبب ان کے کام کی کفالت فرماتا ہے۔

اللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (شوریٰ ۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے لئے منتخب کرلیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

اور اگر مریدوں میں سے ہیں تو ان کا کام پیر کامل مکمل کے توسط کے بغیر دشوار ہے، بلکہ ایسا پیر ہونا چاہیئے جو "دولت جذبہ وسلوک" سے مشرف کیا گیا ہو، اور "فناوبقا" کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہو چکا ہو، نیز "سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، اور سیر فی الاشیاء باللہ" کے تمام مراحل کو طے کر چکا ہو، اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور وہ مراد کی تربیت کا پروردہ ہے تو وہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) کی مانند ہے۔ اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا ہے، مردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف پر وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف سے مربوف ہے۔ اگر اس قسم کا "صاحب دولت شیخ" میسر نہ ہو تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے، اس سے بھی ناقصوں کی تربیت ہو جاتی ہے اور اس کے توسط سے فناوبقا کی دولت تک پہنچ جاتے ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی ست پیش خاک تود

عرش سے نیچے ہے بیشک آسمان
پھر بھی اونچا ہے زمیں سے وہ مکاں

اگر خداوند تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو ایسے پیر کامل و مکمل کی طرف رہنمائی نصیب ہو جائے تو اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور پورے طور پر اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے

اور اس کی مرضیات میں اپنی سعادت سمجھے اور اس کی خلاف مرضیات کو اپنی شقاوت و بد نصیبی جانے۔
خلاصہ یہ ہے کہ اپنی خواہش اس کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہش کو اس امر کے تابع نہ کر دے جس کو میں لایا ہوں۔[555]

جاننا چاہیئے کہ صحبت کے آداب کی رعایت اور شرائط کو مد نظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تا کہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے اور (آداب کے بغیر) صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو گا اور اس کی مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا (لہذا) بعض ضروری آداب و شرائط لکھے جاتے ہیں، گوش ہوش سے سننے چاہیئے۔

جان لیں کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنے "چہرہ دل" کو تمام اطراف و جوانب سے ہٹا کر اپنے مرشد کی طرف متوجہ کر لے اور پیر کی خدمت میں رہتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر نوافل و اذکار میں بھی مشغول نہ ہو، اور نہ ہی اس کے حضور میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات کرے اور پوری طرح اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے، حتیٰ کہ جب تک وہ حکم نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کی خدمت میں رہتے ہوئے نماز فرض و سنت کے علاوہ کچھ ادا نہ کرے۔

سلطان این وقت (جہانگیر) کا واقعہ منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اسی اثنا میں اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی اور وہ اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اسی حال میں تھا کہ اچانک بادشاہ کی نظر وزیر پر پڑ گئی کہ وہ اس کے غیر کی طرف متوجہ ہے، تو بادشاہ

---

[555] (رواہ فی شرح السنہ وقال النووی ھذا حدیث صحیح قالہ فی المشکوۃ)

نے نہایت عتاب آمیز لہجہ میں کہا کہ "میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا وزیر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے"۔ سوچنا چاہیئے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل (مثلا بادشاہ) کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل (مثلا پیر) کے لئے ان آداب کی کامل درجہ رعایت نہایت ہی ضروری ہو گی۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکے ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں یا سایہ پر پڑے اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ پر وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے، اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے کھانا نہ کھائے اور نہ کسی سے گفتگو کرے بلکہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ بھی نہ ہو اور پیر کی غیبت میں جہاں پیر رہتا ہے اس جگہ کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور نہ اس کی طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب جانے اگرچہ بظاہر درست معلوم نہ ہو، وہ جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کے مانند ہے اس پر ملامت و اعتراض جائز نہیں اور چونکہ اس مرید کو اپنے پیر سے محبت پیدا ہو چکی ہے اس لئے جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے، محب کی نظر میں محبوب دکھائی دیتا ہے لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ کھانے پینے، پہننے سونے اور اطاعت کرنے کے ہر چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ نماز کو بھی اسی کی طرز پر ادا کرنا چاہیئے اور فقہ کو بھی اسی کے عمل سے اخذ کرنا چاہیئے۔

آں راکہ در سرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

جو شخص ہو نگار کے گھر سب ہے اس کے پاس
باغ اور لالہ زار کی حاجت نہیں اسے

اور اس کی حرکات و سکنات پر کسی قسم کے اعتراض کو دخل نہ دے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانے کے برابر ہو، کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گرہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب خطرات کے طریق پر ہوں۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ کسی مؤمن نے اپنے پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہے معجزہ طلب کرنے والے کافر اور منکر لوگ ہوتے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است　　بوئے جنسیت پے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات　　بوئے جنسیت کند جذب صفات

معجزہ ہے عجز دشمن کے لئے　　اپنے اپنایت سے ہیں اپنے بنے
موجب ایماں نہیں ہیں معجزات　　بلکہ اپنائیت سے ہے جذب صفات

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہو تو اس کو بلا توقف عرض کر دے، اگر حل نہ ہو تو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب و نقص منسوب نہ کرے، اور جو واقعہ بھی ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کر دے اور صواب و خطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس دار میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور خطا صواب کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہے اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے

منافی ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض و فتوح اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر ہی کے ذریعے سمجھے اور اگر واقعہ میں دیکھے کہ فیض دوسرے مشائخ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے اور یہ سمجھے کہ چونکہ پیر تمام کمالات وفیوض کا جامع ہے اس لئے پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے ابتلاو آزمائش کی وجہ سے مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے حق سبحانہ اس لغزش سے محفوظ رکھے اور سید البشر ﷺ کے طفیل پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

غرض الطریق کلہ ادب (طریقت سراپا ادب ہے) مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو عاجز جانے اور ان کو کما حقہ ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ بر آنہ سکے تو قابل معافی ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار ضروری ہے اور اگر اعاذنا اللہ سبحانہ آداب کے رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ بود   دیدن روئے نبی سود نہ بود

جس کی قسمت میں نہ ہو وہ بہبود تھی
دید پیغمبرؐ اسے بے سود تھی

ہاں اگر کوئی مرید اپنے پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ پر پہنچ جائے اور اس پر الہام و فراست کا طریقہ کھل جائے اور پیر بھی اس کو تسلیم کر لے اور اس کے کمال کی گواہی دے تو اس مرید کے لئے جائز ہے کہ وہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے اور اپنے الہام کے تقاضی پر عمل کرے اگرچہ پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی متحقق ہو چکا ہے، کیونکہ وہ اس وقت پیر کے حلقہ سے باہر نکل آیا ہے اور اس کے حق میں تقلید کرنا خطا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اصحاب پیغمبر ﷺ نے بعض اجتہادی امور اور غیر منزلہ احکام میں آں سرور ﷺ سے اختلاف کیا ہے اور بعض اوقات صواب اور صحیح ہونا ان اصحاب کی طرف ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ارباب علم سے پوشیدہ نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال پر پہنچنے کے بعد مرید کو پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور سوئے ادب سے مبرا ہے بلکہ اس جگہ پر تو یہی اداب ہے ورنہ اصحاب پیغمبر ﷺ کو جو کمال ادب میں مؤدب تھے سوائے تقلید امر کے اور کوئی کام نہ کرتے (امام) ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد (امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنا خطا ہے بلکہ اپنی رائے کی متابعت میں صواب ہے نہ کہ ابی حنیفہ کی رائے میں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے "میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے تک جھگڑتا رہا۔" اگر (فن اور علم) ایک ہی فکر پر قائم رہتے تو ان میں کوئی اضافہ نہ ہوتا۔ وہ علم نحو جو امام سیبویہ کے زمانے میں تھا آج (نحویوں کی) مختلف آراء اور بہت سے نظائر سے ملنے سے ہزار گنا زیادہ کامل ہو چکا ہے لیکن چونکہ اس کی بنا امام سیبویہ نے رکھی ہے اس لئے فضیلت اسی کے لئے ہے (یعنی) فضیلت متقدمین کے لئے ہے لیکن کمال ان (متاخرین) کے لئے۔

جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

مثل امتی کمثله المطر لایدری اولهم خیر ام اخرهم۔

میری امت کی مثال بارش کی ہے، نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

تتمہ: بعض مریدوں کے شبہ دور کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ الشیخ یحی ویمیت (شیخ زندگی بھی دے سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے) یعنی احیا اور اماتت مقام شیخی کے لوازمات میں سے ہے لیکن اس "احیا" سے مراد احیائے روحی ہے نہ کہ جسمی اور اسی طرح "اماتت" سے مراد بھی روحانی موت ہے نہ کہ جسمانی اور حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت کو پہنچاتا ہے اور شیخ مقتدا اللہ سبحانہ کے اذن سے ان دونوں امر کا کفیل و ضامن ہے لہٰذا شیخ کے لئے اس احیا اور اماتت کے بغیر چارا نہیں ہے۔ یحیی ویمیت کے معنی یبقی و یفنی (یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا) جسمانی احیا و اماتت کو منصب شیخی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ شیخ مقتدا کہربا (مقناطیس) کی طرح ہے، جس کو اس سے مناسبت ہوگی وہ خش و خاشاک کی طرح ہے اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اپنا حصہ اس کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے۔ خوارق و کرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ مریدین کو باطنی طور پر معنوی مناسبت سے اس کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگوں سے نسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ہزار معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے۔ ابو جہل اور ابو لہب کا حال اس معنی اور مطلب کے لئے شاہد ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا:

وَاِنْ یَرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (انعام ۲۵)

ترجمہ: "یہ لوگ خواہ کتنی ہی نشانیاں اور معجزات دیکھ لیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑا کریں گے اور کافر لوگ کہیں گے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں"۔ والسلام۔[556]

سنت نبوی ﷺ پر عمل کی ترغیب میں

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا مکتوب

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم بے سر وساماں مفلسوں کو حضرت سید المرسلین ﷺ کی متابعت کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کی دوستی کے طفیل حق تعالیٰ اپنے اسمائی وصفاتی کمالات کو ظہور میں لایا اور آپ ﷺ کو بہترین جمیع بنا کر پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کی پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذات اور اخروی تنعمات سے مرتبہ میں کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ تمام فضیلت آنحضرت ﷺ کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور تمام بزرگی احکام شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا اگر اتباع سنت کی نیت سے ہو تو کروڑوں شب بیداریوں سے جو آنحضرت ﷺ کی متابعت میں نہ ہوں اولیٰ وافضل ہے۔ اسی طرح عید الفطر کے دن میں کھانا جس کا شریعت مصطفوی ﷺ میں حکم ہے، خلاف شریعت تمام عمر روزے رکھنے سے افضل ہے اور شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک چٹیل (دام، پیسہ) دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر وافضل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اصحاب کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک شخص کو حاضر نہ پایا۔ دریافت کرنے پر حاضرین نے عرض کیا کہ وہ تمام رات عبادت کرتا ہے، شاید اس وقت آنکھ لگ گئی

---

[556] (مکتوب ۲۹۲، جلد اول)

ہو۔ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص تمام رات سوتا رہتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرلیتا تو بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے اگرچہ ریاضتیں اور مجاہدے بہت کئے ہیں لیکن چونکہ وہ شریعت حقہ کے موافق نہیں ہیں اس لئے بے اعتبار اور بے حیثیت ہیں۔ اگر ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر ثابت ہوتا بھی تو وہ صرف بعض دنیوی منافع پر منحصر ہے، جب پوری دنیا ہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی تو اس کے کسی منافع کا کوئی کیا اعتبار کرے۔ ان کی مثال ایسے خاکروب کی طرح ہے جس کی محنت سب سے زیادہ اور مزدورے بہت کم ہے اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو قیمتی جواہرات اور عمدہ عمدہ ہیروں کے ساتھ کام کرتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ سنت کے موافق ایک ساعت کا عمل ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے (غیر موافق) نیک عمل کے برابر ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اور جو خلاف شریعت ہوتا ہے وہ ناپسندیدہ۔ پس ناپسندیدہ اعمال کی صورت میں ثواب کی کہاں گنجائش ہے بلکہ عذاب متوقع ہے۔ اس حقیقت کی عالم مجاز میں نظیر موجود ہے جو تھوڑی سی توجہ سے واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے۔ بیت:

ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

ہر چیز ہے مضر جو کبھی ساتھ دے مریض کافر ولی ہے اس کو پکڑلے اگر ولی

پس تمام سعادتوں کا سرمایا سنت کی پیروی ہے اور تمام فسادات کی جڑ شریعت کی مخالفت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

والسلام۔[557]

طریقہ نقشبندیہ کی افضلیت

اللہ کریم کا بے شمار شکر ہے کہ اس نے اپنے خاص الخاص فضل و کرم اور مہربانی سے اپنے ناچیز بندے کو اپنے پیارے لاڈلے محبوبوں کے حالات ترتیب دینے کی توفیق بخشی۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جن اکابرین کے حالات ہیں اس طریقہ پاک کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بدانکہ طریقے کہ اقرب است و اسبق و اوفق واوثق، واسلم، و احکم، واصدق، واولیٰ واعلیٰ، واجمل، و ارفع واکمل و اجمل طریقہ عالیہ نقشبندیہ است قدس اللہ تعالیٰ ارواح اہالیہا واسرار موالیہا ایں ہمہ بزرگی ایں طریق وعلوشان ایں بزرگواران بواسطہ التزام سنت سنیہ است علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ واجتناب از بدعت نامرضیہ ایشانند کہ دررنگ اصحاب کرام علیہم الرضوان من الملک المنان نہایت کاردر بدایت ایشاں مندرج است و حضور وآگاہی ایشاں دوام پیدا کردہ وبعد ازوصول بہ درجہ کمال فوق آگاہی دیگراں شدہ۔"[558]

---

[557](مکتوب ۱۱۴، جلد ۱)

[558](مکتوب ۲۹۰، دفتر اوّل)

ترجمہ: "واضح ہو کہ سب طریقوں میں قریب تر، سابق تر، موافق تر، واثق تر، سالم تر، محکم تر، صادق تر، بہتر، عالی تر، جلیل تر، رفیع تر، کامل تر اور جمیل تر طریقہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے اکابرین کی ارواح اور اس کے بزرگوں کے اسرار کو پاکیزگی عطا فرمائے اس طریقہ کی یہ بزرگی اور ان اکابرین کی یہ سرفرازی حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کے اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے پرہیز کے باعث ہے۔ حضرات نقشبندیہ ہی وہ بزرگ ہیں کہ صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح سلوک کا انتہائی مقصود ان کی ابتداء میں سمو دیا گیا ہے انہیں دائمی حضور و آگاہی سے نوازا گیا ہے اور مقام کمال پر فائز ہونے کے بعد ان کا حضور دوسروں سے سبقت لے گیا ہے۔"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ان چند مختصر اور جامع الفاظ میں طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت و برتری کا جس طرح اظہار فرمایا وہ کوئی ایک طرفہ فیصلہ نہیں بلکہ آپ نے نقشبندیہ سلوک سے پہلے چشتیہ قادریہ سہروردیہ کبرویہ وغیرہ متعدد طریقہ ہائے تصوف کو طے کیا اور ان کے مقامات و احوال کا عرفان حاصل کیا۔ مزید یہ کہ آپ کو ان میں خلافت اور سند اجازت بھی مل چکی تھی بلاشبہ ایسی ہی شخصیت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ان طریقوں میں سے آسان تر اور مفید تر طریقہ منتخب کر کے طالبان حق کی رہبری کرے۔

اللھم اجزہ عنا جزاء حسنا کافیھا موافیا لفیضانہ الفائض فی الآفاق۔

اے اللہ انہیں جزا عطا فرما ہماری طرف سے ایسی جزا جو بہترین ہو اور کافی ہو ان کے فیضان کی برکت سے جو سارے جہان میں پھیلے ہیں۔

خصوصیات طریقہ عالیہ نقشبندیہ

امام طریقت حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کے ساتھ پندرہ روز تک سر بسجود ہو کر دعا مانگی تھی کہ "خدایا مجھے وہ طریقہ القا فرما جو بندے کو سہولت اور آسانی کے ساتھ تیری ذات تک پہنچا دے۔" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور یہ طریقہ خاص عطا فرمایا جو آپ کے مشہور لقب نقشبند کی مناسبت سے نقشبندیہ کہلایا۔ یہ سب طریقوں سے قریب تر اور سہل تر ہونے کے ساتھ مقصود حقیقی تک بالیقین پہنچانے والا ہے۔ اس سلسلے کا انتساب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد بالاتفاق افضل البشر ہیں۔ اس کی بنیاد خالصتاً اتباع سنت نبوی ﷺ پر ہے، جس کے لئے بدعت کی ہر نوع سے اجتناب لازمی شرط ہے۔ اس طریقہ پاک میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے جو طالب صادق کو شیخ کامل کی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے، احوال و کیفیات طاری ہونے لگتے ہیں، جن سے طلب میں ذوق و شوق بڑھ جاتا ہے۔ ذکر و عبادت میں خاص لذت و سرور اور روح کو سوز و گداز نصیب ہوتا ہے اور یہی سوز و گداز سالک کو مقصود حقیقی کی طرف کشاں کشاں لے جاتا ہے۔

وادی عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

عشق کی وادی بہت دور دراز ہے لیکن بعض دفعہ سو سال کا راستہ ایک آہ سے طے ہو جاتا ہے۔

اس طریقہ میں فیض و ترقی درجات کا دار و مدار صحبت شیخ اور توجہ شیخ پر ہے۔ صحبت شیخ حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کے اتباع میں ممد و معاون ہے۔ لہٰذا مرید ادب و احترام کے ساتھ جس قدر صحبت شیخ کا التزام کرے گا، اسی قدر سرعت کے ساتھ منازل ترقی و مدارج کمال طے کرتا چلا جائے

گا۔اس طریقہ میں انعکاس فیضان اسی طرح ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور اقدس ﷺ کی مبارک مجلس میں حاصل ہو کرتا تھا۔جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت مبارکہ میں صدق دل اور جذبہ محبت کے ساتھ ایک مرتبہ حاضر ہونے والا شخص بھی کمال ایمان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو جاتا تھا۔ کم و بیش حضرات نقشبندیہ کی خدمت میں صدق دل سے آنے والا شخص عرفان و آگاہی کے اس مقام کو محسوس کرلیتاہے جو دوسرے طریقوں میں مدت مدید کے بعد نصیب ہوتاہے اسی لئے اکابر نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ طریقہ مابعینہ طریقہ اصحاب کرام است یعنی ہماراطریقہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کے عین مطابق ہے۔ان حضرات نے افادہ واستفادہ کا وہی انداز اختیار کیاہے جو صحبت نبوی ﷺ کا طرہ امتیاز تھا۔

اسی لئے فرماتے تھے:

"در طریقہ ما محرومی نیست وہر کہ محروم است در طریقہ ما نخواہد آمد"۔

یعنی "جو شخص ہمارے طریقہ میں داخل ہوا وہ محروم نہ رہے گا اور جو ازلی محروم ہے وہ ہمارے سلسلہ سے منسلک نہ ہوسکے گا۔"

اس طریقہ عالیہ میں دوام حضور و آگاہی وہ پاکیزہ مقام ہے جس کا نام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک احسان ہے اور اصطلاح صوفیہ میں اس کو مشاہدہ و شہود یادداشت اور عین الیقین وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتاہے۔در حقیقت ان تعبد اللہ کانّک تراہ کے مصداق یہی حالت ہے جو بعینہ دیدار الٰہی نہ سہی مگر مثل دیدار ضرور ہے۔

ذریعہ حصولِ فوائد

شیخ کامل کی صحبت، آداب و شرائط کے ساتھ مسلسل اختیار کرنا اور حسب تلقین شیخ اس طریقہ پاک کے اذکار و اشغال پر کاربند رہنا، تمام فیوض و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ پھر اس سلسلہ میں بلند تر مقامات اور ارفع و اعلیٰ واردات بھی موجود ہیں جو اولوالعزم سالکین اور صاحب ہمت مقربین کا حصہ ہیں۔ فطرت نے جنہیں اہلیت و استعداد بخشی ہے وہ ان سے شرف اندوز ہوتے ہیں اور بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

جناب عشق بلند است ہمتے حافظ
کہ عاشقان رہ بے ہمتاں بخود ندہند

الحمدللہ ثم الحمدللہ مولا کریم و رحیم نے اپنے اس ناچیز گنہگار بندے کو اپنے ان پیارے محبوبوں کی غلامی نصیب فرمائی۔

احب الصالحین و لست منھم　　　لعل اللہ یرزقنی صلاحا

صالحین لوگوں سے محبت رکھتا ہوں مگر میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان سے محبت کی برکت سے مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔

اگر بر روید از تن صد زبانم　　　چو سبزہ شکر الطفش کے توانم

اگر مولا کریم میرے ہر بال میں سو زبان عطا فرمادے تو پھر بھی خدا تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا مجھ سے شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ وہ اپنے فضل خاص سے اس نقالی کو، جو کہ ہر حال میں اکابرین کی محنتوں کی نقالی ہے، قبول فرمائے اور حضرات کرام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوضات وبرکات عالیہ سے بہرہ ور فرمائیں۔ آمین بحرمت نبی الکریم ﷺ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند | کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں | می برد وسوسہ خلوت وفکر چلہ را

علم کی اہمیت، فضیلت اور اقسام

قاضی، مفتی اور ذاکروں کے سلوک کے بیان میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ: ۱۱)

"جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ۲۸)

"اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

اور رسول خدا ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

العلماء ورثة الانبياء ولم تورثوا دينارا ولا درهما لكنهم ورثوا العلم فمن اخذبه اخذ بحظ وافر۔

یعنی "علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں انہیں درہم و دینار ورثے میں نہیں ملتے بلکہ علم ملتا ہے پس جو شخص ان سے لیتا ہے، وہ کافی حصہ لے لیتا ہے۔"

نیز حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام جیسے ہیں۔

علم اللہ عزوجل کی معرفت کا ذریعہ ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ علم اللہ عزوجل کی معرفت، قرب اور صفت کا سب سے نیک وسیلہ ہے اور علم کے ذریعے بلند مرتبہ پایا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

وَالَّذِینَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلة ١١)

جن کو علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا۔

مگر اس کے لئے لازم شرط یہ ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ خوفِ خداوندی بھی ہو کیونکہ تمام علوم کا اصل خدا ترسی ہے اور اللہ عزوجل عالم اسے کہتا ہے جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ٢٨) (اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔)

اور جیسا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے:

انا اعلمکم باللہ و اخشیکم منه۔

یعنی ”میں تمہاری نسبت اللہ عزوجل کو بہتر جانتا ہوں اور اس سے تمہاری نسبت زیادہ ڈرتا ہوں۔“

اللہ عزوجل سے خوفزدہ ہونے اور ڈرنے کی علامت یہ ہے کہ علم کے موافق عمل بھی کرے اور اسے آخرت میں بلندی درجات کا ذریعہ بنائے نہ کہ علم کے ذریعے دنیاوی مال و عہدہ کی خواہش رکھے اور جو شہوات کو پورا کرنے کے لئے اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرے گا اور اسے مال و عہدہ

کی خواہش کے لئے اسے وسیلہ بنائے گا وہ در حقیقت عالم نہیں بلکہ جاہل ہے اور اللہ عز و جل نیا سیے شخص کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (الجمعه:۵)

"ان لوگوں کی مثال، جن پر توریت رکھی گئی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی، گدھے کی ہے۔"

علم انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے

علم انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے جیسا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے:

وان الانبیاء لم تورثوا دینارا ولا درهما ولکنهم ورثوا العلم۔

"انبیاء کرام علیہم السلام کو ورثے میں درہم و دینار نہیں ملتے بلکہ ان کو علم بطورِ وراثت ملتا ہے۔"

انبیاء کرام علیہم السلام نے وراثت میں دو قسم کا علم چھوڑا ہے۔ ایک ظہری علم اور دوسرا باطنی علم ہے۔ ظاہری علم وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اقوال و افعال سے حاصل کیا ہے اور اس پر تابعین اور تبع تابعین نے سلسلہ در سلسلہ عمل کیا ہے، اسے سیکھا ہے اور وہ علم کتاب، سنت، تفسیر، اخبار، آثار، فقہ اور جو بھی ان کے متعلق ہے اور باطنی علم احوال کی معرفت اور معانی کا علم ہے اور یہ وہ علم ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وسیلے کے بغیر غیب الغیب مقام او ادنیٰ میں بحالت "لی مع اللہ" سے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو عطا ہوا ہے جیسا کہ اللہ عز و جل نے فرمایا:

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (النجم:۱۰)

پھر وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اور نبوت کی ولایت کے بھرے ہوئے پیالوں سے ایک گھونٹ علم کے طلبگاروں کے جگر سوختوں کی جان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ سے گرایا کہ ما اصب اللہ فی صدری شیئا الا وصبۃ فی صدر ابی بکر۔ یعنی "جو چیز اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالی یعنی جو علم مجھے عطا فرمایا گیا اسے میں نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں ڈال دیا۔"

علم باطنی کی اقسام

جیسے علم ظاہری کی کئی مختلف اقسام ہیں ایسے ہی علم باطنی کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ جیسے کہ علم ایمان، علم احسان، علم ایقان، علم عیان، علم توبہ، علم زہد، علم ورع، علم تقویٰ، علم اخلاص، علم معرفت نفس، علم صفات و اوقاتِ نفس، علم معرفت قلب، علم احوال و اطوارِ قلب، علم تزکیہ و تربیت نفس، علم تصفیہ و پرورشِ قلب، علم معرفت سر و خاصیت آں، علم معرفت روح، علم تربیت و تجلیاتِ روح، علم معرفت خفی اور اس کے فوائد، علم فرق میان خواطر نفسانی، شیطانی، عقلی، قلبی، ایمانی، ملکی، روحانی، اور رحمانی، علم فرق میان اشارت، الہام، خطاب، ندا، یافت، وحی، اور کلامِ حق، علم تہذیب اخلاق، علم تبدیل صفات، علم تخلق باخلاق اللہ، علم مشاہدت اور اس کی اقسام، علم مکاشفات اور ان کا باہمی فرق، علم توحید اور اس کے مقامات، علم اسماء و صفاتِ حق، علم صفاتِ جمال، علم صفاتِ جلال، علم صفاتِ ذات، علم صفاتِ افعال، علم صفاتِ معانی، علم تجلی صفات، علم تجلی ذات، علم مقامات، علم احوال، علم قرب و بعد، علم فنا، علم بقا، علم سکر، علم صحو، علم معرفت اور اس کی اقسام، علم فنا الفنائی، علم بقا البقائی، علم اصول، علم غیبی اور لدنی کی اقسام اور جن کا بیان انتہائی طویل ہے اور ان کی شرح آسمان سے زمین تک کے صحائف میں بھی بیان نہیں کی جا سکتی اور لوحِ محفوظ کو ان کی شرح کی تاب نہیں اور ان علوم کو ام الکتاب سے مطالعہ کرنا چاہیئے جہاں پر لکھا ہوا ہے۔

وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (الرعد: ۳۹)

"اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔"

اور وہ علوم بڑے جو عمدہ ہیں جو وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ: ۳۱) "اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے۔" کے معلم نے محقق کا شقوں اور مدقق سالکوں کو ارواح کے آئینے کے وسیلے ام الکتاب کے عکس کو قبول کرنے کی طاقت اور رب الارباب کی صفات کی تجلی عنایت فرمائی ہے۔

چوں ندیدی گئے سلیمانرا　　　　تو چہ رانی زبانِ مرغانرا

علم کی سعادت سے محروم لوگ

مگر وہ لوگ جو اس سعادت سے محروم رہے اور چند ایک الف لام پر جو انہوں نے سیکھا مغرور ہو گئے اور جب ان سے علم کی کوئی رمز بیان کی جائے تو اس کا انکار کرتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے:

ان من العلوم کھنینه المکنون لا یعلمها الا العلماء باللہ فاذا انطقوا بھا لا ینکرہ الا اھل العزۃ باللہ۔

"علوم پوشیدہ خزانے کی مانند ہیں جنہیں اللہ عزو جل کے علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب وہ ان کا ذکر کرتے ہیں تو جاہل ان کا انکار کرتے ہیں۔"

اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

حفظت من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله و سلم دعائین من العلم اما احدهما فقد تثبت و اما الاٰخر لو بینته تقطع ھذا الحلقوم۔

یعنی ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے متعلق دو دعائیں یاد کی ہیں ان میں سے ایک تو میں نے ظاہر کر دیا ہے اور اگر دوسری کو ظاہر کر دیا تو بلاشبہ انتڑیاں پھٹ جائیں گی۔“

علماء کی تین اقسام

علماء تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عالمِ علم ظاہر، دوم عالم علم باطن اور سوم عالم علم ظاہر و باطن اور تیسری قسم بہت کم پائی جاتی ہے اور تمام جہان میں کوئی ایک دو ہی ایسے ہوں گے اور اگر کسی زمانے میں ایسا عالم موجود ہو تو اس کی برکت مشرق سے مغرب کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اور وہ قطب وقت ہوتا ہے اور اہل جہان اس کی دعا و دولت کے زیر سایہ ہوتے ہیں اور وہ ان عالموں میں سے ہوتا ہے جن کے متعلق حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فخر فرماتے ہوئے فرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

”میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام جیسے ہیں“۔

انہوں نے ظاہری و باطنی علوم کا ورثہ حاصل کیا ہے۔

العلماء ورثۃ الانبیاء۔

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔

ظاہری علماء کی تین اقسام

ظاہری علماء کی بھی تین اقسام ہوتی ہیں۔ مفتی، مذکر اور قاضی۔ مفتی وہ جو فتوے دیتا ہے اور ان کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو قلب اور زبان دونوں کے عالم ہیں اور ان کے قلوب میں خوفِ خداوندی ہے اور عالم باعمل ہیں اور فتویٰ دیتے وقت تقویٰ کا خیال رکھتے ہیں اور علم کو سیکھنا یا سکھانا

نجات اور بلندی درجات کی خاطر کرتے ہیں اور دنیاوی مال و دولت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور قانع ہیں اور امن و امان سے رہتے ہیں اور یہ خاص بندے ہیں کہ

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ٢٨)

"اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔"

دوسرے مفتی وہ عالم زبان ہیں مگر قلب کے جاہل ہیں اور ان کے قلب میں اللہ عزوجل کا نہ ہی کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ ہی یہ اللہ عزوجل سے حیاء کرتے ہیں اور یہ مردگی کی علامت ہے اور ایسے مفتیوں کی نیت علم حاصل کرنے یا سکھانے میں یا ثوابِ آخرت جمع کرنے میں یا قربِ حق کو پانے کی نہیں ہوتی بلکہ قبولیت خلق اور مال و دولت جمع کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے اس لئے خواہش کا ان پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کا علم بمنزلہ تلوار کے ہو جاتا ہے اور یہ خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور علمائے حق اور مفتیوں سے حسد کرتے ہیں اور ان کی عیب جوئی کرتے ہیں اور جب بھی بات کرتے ہیں تو ان کی دلیل کمزور ہوتی ہے اور سچ نہیں مانتے اور نہ ہی سچ بولتے ہیں اور اپنی چرب زبانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ میں بدل دیتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے مخالف پر غلبہ پالیں اور اپنے فضل و ہنر کو اس پر ظاہر کریں اور وہ اپنے علم کو دینی فائدے اور اظہارِ حق کے لئے استعمال نہیں کرتے اور ایسے لوگ وہ ہیں جن کے متعلق حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے:

اتقوا کل منافق علیھم اللسان یقوم مایعرفون ویفعلماینکرون۔

"ہر ایک زبان دراز منافق سے ڈرو کیونکہ وہ پسندیدہ باتیں کرتا ہے اور منکرات پر عمل کرتا ہے۔"

اور در حقیقت جو تباہی اور خرابی دین کے معاملے میں ایسے لوگوں کی وجہ سے آئی ہے یا آتی ہے وہ کسی اور ذریعے سے نہیں آتی جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

ماقطع ظھری فی الاسلام رجلان عالم فاجر و ناسک مبتدع فالعالم الفاجر یز ھد الناس فی علمه لما یرون من فجورہ و المبتدع الناسک یرغب الناس فی بدعته لما یرون من نسکه۔

"اسلام میں میری کمر بدکار عالم اور اس عالم کی پیروی کرنے والوں اور بدکار زاہدوں نے توڑی ہے اور عالم لوگوں کو نئی نئی باتیں سکھاتا ہے جبکہ زاہد دکھاوے کے لئے عبادت کرتا ہے۔"

نفع نہ پہنچانے والے علم سے توبہ بہتر ہے

یہی وجہ ہے کہ برے علمائی، ریاکار زاہدوں اور گدائی درویشوں کی شامت اعمال کی بدولت جو لالچ کی بناء پر انہیں دین کو دنیا کے بدلے فروخت کرتے ہیں اور انتہائی رسوائی کے ساتھ بادشاہ کے درباروں میں خوار پھرتے ہیں اور حق جتانے کی خاطر امراء اور وزراء کے دروازوں پر جاتے ہیں اور انتہائی ذلت کے ساتھ ان کی خدمت بجالاتے ہیں اور ان کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور جو اوصاف ان میں نہیں پائے جاتے انہیں بھی ان سے منسوب کرتے ہیں اور ان امراء اور وزیروں کے سچے خیر خواہ ہونے کا دم بھرتے ہیں اور حرص و طمع کی بناء پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ ان سے کوئی مطلب پورا ہو یا کچھ رقم مل جائے یا دوسروں کو رشوت دے کر کوئی عہدہ یا کام حاصل کریں۔ ایسے ظاہر علماء سے اگر امرائی، وزرائی، لشکریوں یا بادشاہوں کی ارادت کم ہو تو یہ گمان کرتے ہیں کہ زمانہ بھر کے علماء و مشائخ میں ایسی کمینی اور رذیل خصلتیں پائی جاتی ہیں اور اسی لئے وہ اللہ عزوجل کے خاص بندوں اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نگاہ حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان کے منکر ہوتے ہیں اور ایسا کرنے کی بناء پر وہ ان کی صحبت اور برکت

اور فوائد سے محروم رہتے ہیں اور ان کی ولایت کے پرتو اور ان کے علم کے نور سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس عالم کی غرض علم سے صرف دنیاوی نفع حاصل کرنا ہو تو اس کو علم ثواب میں بھی صرف دنیاوی مال و دولت ملتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملتا اور بروزِ قیامت سب سے پہلے دوزخ کا ایندھن یہی بنیں گے اور نفع نہ پہنچانے والے علم سے توبہ بہتر ہے جیسا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا:

اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع۔

اے اللہ! ایسا علم جو نفع نہ دے میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

نفع نہ پہنچانے والا علم دو طرح کا ہے

نفع نہ پہنچانے والا علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول علم بے عمل خواہ وہ علم شریعت ہی کیوں نہ ہو، اور جب تک اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کچھ نفع حاصل نہ ہو گا خواہ وہ فی نفسہٖ نافع ہو اور دوم علم نجوم، علم رمل اور علم فلسفہ جنہیں حکمت کہتے ہیں اور بعض اسے علم کلام یا علم اصول کہتے ہیں تا کہ اس علم سے صرف اس کا نیک نام رکھ کر مخلوقِ خدا کو کفر اور گمراہی میں مبتلا کر سکیں اور ایسے علم فی نفسہٖ نہ صرف بے فائدہ ہیں بلکہ در حقیقت گمراہی کا سبب ہیں اور بے شمار لوگ اسی وجہ سے دین کے سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم تو علم معرفت اور حقیقت حاصل کر رہے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ معرفت اور حقیقت حاصل کر رہے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ معرفت حق، قرأت اور روایت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ تو محبوبِ حق جناب سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے خود فرمایا۔

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (الانعام:۱۵۳)

"اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔"

الغرض یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کا حکم اللہ عزوجل نے تمہیں دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

رُباعی:

گفتی کہ بوقت مجلس افروختن آیا کہ چہ نکتہا است بروختن
اے بے خبر از سوختہ و سوختن عشقِ آمدنی بود نہ آموختن

مفتی کے لئے متقی ہونا شرط ہے

مفتی کے لئے متقی ہونا لازم شرط ہے تاکہ علوم اور ان کی آفات سے کنارہ کشی اختیار کرے اور علم شریعت کے سیکھنے اور سکھانے میں اپنی نیت کو درست رکھے اور جو بھی فتویٰ دے یا جو سبق پڑھے یا جو مناظرہ کرے اس میں اخروی ثواب اور قربت حق کو ملحوظ خاطر رکھے اور علم پھیلائے اور حق بات کو ظاہر کرے اور شرع اور دین کو تقویت دے اور نفس علم کی رعونتوں سے خود کو پاک رکھے اور حرص و طمع کی آلائشوں سے خود کو صاف رکھے کیونکہ اکثر علماء حرص و طمع کی بناء پر ذلیل و رسوا ہوئے۔

رباعی:

آلودہ شد بحرص درم جان عالماں
دیں خواری از گراف بدیشاں نمے رسد
درد او حرتاکہ بپایاں رسید عمر واین مردوہم یکے بپایاں نمے رسد

فتویٰ دیتے وقت انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیئے

جب فتویٰ دینے کی قابلیت کسی مفتی میں ہو تو فتویٰ دیتے وقت انتہائی احتیاط سے کام لے تاکہ نفس کی رغبت اور کسی غرض یا کسی امید کی بناء پر فتویٰ نہ دے اور اگر کوئی وقف اس کے ماتحت ہو تو اس کے ماتحت ہو تو اس کا درست استعمال کرے اور بے جا اسراف نہ کرے اور حق سے زیادہ نہ کرے تاکہ لقمہ حرام سے محفوظ رہے اور جب مشتبہ غذا کھائے گا تو اس کی تاثیر سے حرص، شہوت، حسد اور یا جیسی بری صفات پیدا ہوں گی اور ایسا ہونے سے ساری عمر کی کمائی خاک میں مل جائے گی اور مفتی کو چاہیئے کہ وہ بدعتوں سے خود کو مامون رکھے اور سنت اور متابعت کے طریقے پر عمل پیرا ہو اور صالحین سلف کی خصلت اور اعتقاد کے موافق عادات اختیار کرے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب رکھتا ہو اور اپنے اوقات کے لئے کوئی وظیفہ مقرر کر لے تاکہ اپنی عمر کا کوئی حصہ لغو اور بے حاصل امور میں خرچ نہ کرے۔ صبح سویرے اٹھے اور نمازِ فجر ادا کرے اور سورج طلوع ہونے تک ذکر اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرکے درس و تدریس میں مشغول ہو جائے اور زوال سے قبل اسی کام میں مشغول رہے اور پھر نماز چاشت ادا کرے اور دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک جتنی بھی ہو سکے پڑھے اور پھر اس کے بعد اپنی روزی، نفس کے ضروری حقوق اور اس کی آسائش کے امور میں مشغول ہو جائے یہاں تک کہ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد پھر ذکر یا تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جائے تاکہ ذیل آیت شریف پر درست طریقے سے عمل پیرا ہو:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا (الدھر: ٢٥)

”اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو۔“

کیونکہ ایسا کرنے سے نیکی اور برکت زیادہ ہوتی ہے اور ان دو اوقات کو ذکر کی خصوصیت حاصل ہے اور جب نمازِ مغرب ادا کر چکے تو اور پھر قرأت اور درود و سلام میں مشغول رہے کیونکہ یہ نیک بختی کی علامت ہے اور جب نمازِ عشاء ادا کر لے تو کسی سے کوئی بات نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا سنت نبوی ﷺ ہے البتہ اگر دینی معاملہ کے لئے کلام کرنا مقصود ہو تو جائز ہے اور نمازِ عشاء کے بعد مطالعہ یا تکرار میں مشغول رہے یہاں تک کہ رات کا چوتھائی حصہ گزر جائے اور پھر قبلہ رو بیٹھ کر سخت ذکر کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو دلجمعی سے ذکر میں مشغول دائیں کروٹ لیٹ جائے اور اپنے چہرے کو قبلہ رُو کر لے اور قلب اور زبان سے یہ دعا پڑھے جو سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک والجات ظھری الیک رغبة ورھبة ولا ملجا ولا منجا منک الا الیک أمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔

"اے اللہ! میں اپنے نفس کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور تیری جانب منہ موڑتا ہوں اور ازروئے رغبت اور خوف تجھے اپنی پشت پناہ بناتا ہوں، تیرے ہاتھ تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں ہے اور میں تیری نازل کی ہوئی کتاب اور بھیجے ہوئے پر ایمان لایا۔"

علماء کا سونا بھی عبادت ہے

چنانچہ قلب اور زبان سے ذکر کرتا ہوا دوسری مرتبہ سو جائے اور یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص باوضو ذکر کرتا ہوا سو جائے تو اس کی روح کو عرش کے نیچے لے جایا جاتا ہے تاکہ وہاں پر اطاعت میں مشغول ہو اور اس حال میں جو بھی خواب دیکھے گا وہ درست ہو گا اور جب عالم سوتا ہے تو نوم العلماء عبادة (علماء کا سونا بھی عبادت ہے) اس پر صادق آتا ہے اور پھر اس بات کی کوشش کرے کہ رات کے آخری نصف حصے میں جاگ کر تہجد کی نماز جو سنت رسول اللہ ﷺ ہے ادا کرے اور یہ نماز مع

وتر تیرہ رکعت ہے۔ دس رکعت ایک سلام سے اور تین رکعت وتر ایک سلام سے ادا کرے اور رات کی نماز میں قرأت جس قدر طویل ہو اسی قدر بہتر ہے اور اگر یہ چاہے کہ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد پھر سو جائے تو پھر فجر کی نماز کے لئے بیدار ہو اور وضو کر کے نماز ادا کرے اور پھر ذکر میں مشغول ہو جائے اور نفس کو کسی بھی قسم کے مجاہدے سے کبھی خالی نہ چھوڑے اور اس کی خواہشات کی پیروی میں ہرگز مشغول نہ ہو اور ہمیشہ نفس کا دشمن بنا رہے اور قلب کو طلب کرتا رہے اور جو کچھ ہم نے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلی روح کی فصول میں بیان کیا ہے ان پر حتیٰ الوسع عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا رہے۔ ممکن ہے کہ آہستہ آہستہ اس کے قلب کی راہ عالم غیب کی جانب کھل جائے گی اور بعض حقائق اسے دکھائی دینے لگیں گے اور اسرار کا کشف ہونے لگے گا اور وہ اس نفع سے ہرگز محروم نہ رہے گا اور عمر بے فائدہ برباد نہیں کرے گا۔

دررہ دیں اگرچہ آں نکنی　　　دست و پائے بزن زباں نکنی

تصوف -- شریعت -- طریقت

تصوف کی کیا تعریف ہے، صوفی کسے کہتے ہیں، شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے۔

تصوف: دل کی صفائی اور ظاہر و باطن میں حضور اقدس سرور کائنات ﷺ کی کامل پیروی اور احکامِ شریعت کی کامل پابندی کا نام ہے۔

صوفی: اس کو کہتے ہیں جس نے اپنے آئینہ دل کو ظلماتِ شہوات، لذات نفسانیہ سے مصفی و مجلی کر لیا ہو۔ اور اس کی ہر حرکت و سکون اور افعال و اقوال قانونِ شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہو۔ لیکن جو شخص ایک قدم بھی شریعت سے پیچھے ہٹا اور پابندی شریعت کو اس نے چھوڑ دیا اور حرام کو اپنے حق میں حلال سمجھ لیا، وہ کلیۃً صوفی حق آگاہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ خائب خاسر اور گمراہ ہے۔

صوفیت کی اس کو ہوا بھی نہیں لگی۔ اگر چہ بظاہر لباسِ صوفیانہ ہو، آسمان تک اڑ جاتا ہو، اور پانی پر چل سکتا ہو۔ یہ سب اس کے شعبدے ہیں۔ کرامت نہیں۔ کفار بھی اس قسم کے شعبدے دکھایا کرتے ہیں۔ جس کو عربی زبان میں استدراج کہتے ہیں۔ کرامت تو صرف منبع حق سے مصدر ہوتی ہے۔

حضرت مولانا نورالدین جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

اگر صد ہزار خوارق عادات بر ایشاں ظاہر شود، چوں نہ ظاہر ایشاں احکام شریعت است نہ باطن ایشاں موافق آدابِ طریقت باشد آن از سبیل مکر و استدراج خواہد بود۔[559]

یعنی اگر ایسے شخص سے جس کا نہ ظاہر احکامِ شریعت کے مطابق ہو اور نہ باطن آدابِ طریقت کے موافق ہو، اگر کوئی کام ظاہر ہو جائے جو خوراقِ عادات سے ہوں تو وہ مکر اور استدراج ہے، کرامت نہیں۔

حضرت غوث صمدانی محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"خوارق عادات اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر گردد کرامت گونید و اگر از مخالفِ شریعت صادر شود استدراج۔"[560]

ترجمہ: "اگر خرقِ عادت ولی سے ظاہر ہو، جو اوصافِ ولایت سے موصوف ہو اس کو کرامت کہتے ہیں، اور اگر مخالفِ شریعت سے ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔"

---

[559] (نفحات الانس ص ۱۹)

[560] (لطائف اشرفی ص ۱۲۶)

حضرت ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیة القلوب و اتباع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شریعته۔[561]

"تصوف یہ ہے کہ دل کو صاف کیا جائے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کامل ہو۔"

حضرت سیدی و مولائی جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و اتباع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الشریعة۔

تصوف شریعت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"بعض گمراہوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے، اور اپنے آپ کو صوفی کہلاتے ہیں حالانکہ صوفیوں سے انکو کچھ تعلق نہیں اور یہ گمراہ صوفی کہتے ہیں کہ ہم خدا تک پہنچے ہوئے ہیں اور شریعت کی پابندی تو صرف عوام کے لئے ہے، صوفی شریعت سے بے نیاز ہیں، وغیرہ۔ ایسے گمراہ صوفیوں کا قول خالص الحاد اور زندقہ ہے۔ کیونکہ فکل حقیقة ردہتا الشریعة فہی زندقة۔ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ زندقہ ہے۔"[562]

امام شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

علم التصوف تفرع من عین الشریعة۔[563]

ترجمہ: "علم تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔"

---

[561] (طبقات کبرا، امام شعرانی صفحہ ۱۲۰)

[562] (عوارف المعارف، جلد اول صفحہ ۴۲)

[563] (طبقات کبریٰ ص ۱۴)

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا میں چار زانو بیٹھ سکتا ہے تو اس سے فریب مت کھاؤ۔

حتی تنظروا کیف تجرونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود وآداب الشریعۃ۔

یعنی جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض واجب مکروہ و حرام اور محافظت آدابِ شریعت میں اس کا کیا حال ہے۔"[564]

حضرت ابو سعید خراز، حضرت ذوالنون مصری، حضرت سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

کل باطن یخالفہ ظاھر فھو باطل۔

جو باطن ظاہر کے مخالف ہو، وہ باطل محض ہے۔[565]

حضرت سید قطب العالم غوث الاعظم السید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"محبوب مطلق کے علاوہ کسی غیر کی طرف دھیان مت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرنا۔ اگر تم سے حدودِ شریعت میں کسی قسم کا خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنے میں پڑا ہوا ہے۔ اور شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے، تو فوراً حکم شریعت کی طرف آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہشات نفسانی کو چھوڑ دے۔"

کیونکہ کل حقیقۃ لا تصدیق لہ بالشریعۃ فھی باطل۔[566]

"جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ کرے وہ باطل ہے۔"

---

[564] (رسالہ قشیریہ ص ۱۸)
[565] (رسالہ قشیریہ ص ۲۸)
[566] (طبقات الاولیاء ص ۱۲۱)

ان تصریحاتِ اولیاء کرام سے ثابت ہوا کہ:

(۱) تصوف حضور اقدس ﷺ کی شریعت کی کامل پابندی کا نام ہے۔

(۲) جو شخص شریعتِ اسلام کی پابندی کرتا ہے اور سنتِ رسول اکرم ﷺ اور آدابِ طریقت کا جامہ پہن کر صوفی بنے ہوئے ہیں اور احکام خدا اور رسول ﷺ کی پابندی نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ ہمیں نماز، روزہ سے کیا کام، ہماری نماز یہی چرس بھنگ اور ناچنا گانا ہے، ان کو تو طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ واصل بخدا ہونا تو علیحدہ بات ہے۔ کیونکہ:

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید — او ہر گز بمنزل نخواہد رسید

شریعت: حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو شریعت کہتے ہیں یہی وہ راستہ ہے جس کا منتہیٰ اللہ رب العزت جل مجدہ ہے اور جس پر چل کر انسان خدا تک پہنچتا ہے۔

قرآن مقدس کا اعلان ہے:

إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (ھود ۵۶)

بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف گمراہ و بے دین ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الانعام ۱۵۳)

اے محبوب ﷺ تم فرماؤ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے، اس کی پیروی کرو اس کے سوا اور راستوں پر نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

ان آیات سے معلوم ہوا شریعتِ محمد رسول اللہ ﷺ ہی وہ راستہ ہے جن سے وصول الی اللہ ہوتا ہے۔ اور حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح طریقت بھی اس راہ ہی کا نام ہے اور حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح طریقت بھی اس راہ ہی کا نام ہے اور اس کا شریعت سے جدا ہونا محال ہے، شریعت ایک چشمہ ہے اور طریقت اسی چشمہ سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ جس کو ہر لحظہ اس کی ضرورت و حاجت ہے۔ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل ہے۔ درخت کے بغیر پھل کا ہونا ناممکن ہے، اس لئے طریقت ہر آن شریعت کی محتاج ہے۔ اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا مانتا ہے، وہ بندہ شیطان ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ، علم ظاہر ہمچو شیر

کے بعد بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

معلوم ہوا کہ طریقت نام ہی شریعت کا ہے، حضور اقدس ﷺ کی بتلائی ہوئی راہ پر چلنا اور شریعت اسلام کا پورا پورا احترام کرنا اور اپنی ہر حرکت و سکون کو شریعتِ اسلام کا پابند بنالینا اسلام ہے۔ جس طریقت کو شریعت محمدیہ ﷺ جائز قرار نہ دے وہ طریقت ہی نہیں ہے۔ بلکہ شیطان کی راہ ہے۔

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اقسامِ صوفیاء

صوفیاء کرام کے گروہ تین قسم پر ہیں:

(۱)صوفی (۲)متصوف (۳)مستصوف

(۱) صوفی: وہ صاحبِ وصول ہے، جو طبائع کے مقتضیات سے آزاد ہو اور حق کے ساتھ پیوست ہو چکا ہو۔ اور اپنی ذات سے فانی ہو چکا ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو چکا ہو۔

(۲) متصوف: وہ صاحبِ اصول ہے جو مجاہدہ کے مرتبہ سے وصول کے پہنچنے تک کوشش میں لگا رہتا ہے۔

(۳) مستصوف: وہ صاحبِ فضول ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے حصول کے لئے صوفیاء کرام کی صورت کو اختیار کیا ہوا ہو۔ لیکن کمالاتِ صوفیاء میں سے انہیں کوئی بھی حصہ حاصل نہ ہوا ہو۔

اس کے علاوہ صوفیاء کرام کی اور بھی اقسام ہیں:

ملامتیہ: ملامتیہ صوفیاء کرام کی وہ جماعت ہے جو کہ اخلاص میں حدِ تجاوز سے کوشش کرتے ہیں اور ریاکاری سے بچتے ہیں، اور اپنی باطنی کمالات اور ظاہری حالات کو مخفی رکھتے ہیں۔

قلندریہ: رسالۂ غوثیہ میں ذکر ہے کہ قلندر سریانی زبان میں اللہ کے اسماء میں سے ایک قسم ہے۔ اور بعض صوفیاء کرام کا مقولہ ہے کہ صوفی اور قلندر ہم معنی الفاظ ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قلندر اسے کہتے ہیں جو کہ حالات، مقامات وکرامات سے تجاوز کر جائے۔

اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

موانعات سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھنا، اور اپنے آپ کو گم کر دینا اللہ کی محبت میں، اسے قلندر کہتے ہیں۔

شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ رسالۂ قلندریہ میں لکھتے ہیں:

جب صوفی منتہی اپنے مقصد تک پہنچ جائے اسے قلندر کہتے ہیں۔

بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زمین و آسمان ہر دو شریفند | قلندر را دریں ہر دو مکان نیست
نظر در دیدہا ناقص فتادہ | و گرنہ یارِ من از کس نہاں نیست

شیخ الاسلام احمد النامقی الجامعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلندر پر تو نورِ الٰہی ست | قلندر مطلع انوارِ شاہی ست
قلندر را مقام کبریائی ست | قلندر درّ بحر آشنائی ست
قلندر موج بحر لا یزالی ست | قلندر نورِ شمع ذوالجلالی ست
قلندر ذرہ صحرائے عشق ست | قلندر قطرۂ دریائے عشق ست

حضرت محمد قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما ز دریاییم و دریا ہم ز ماست | ایں سخن داند کسے کو آشناست

شاہ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گر بو علی نوائے قلندر نواختے | صوفی بدے ہر آنکہ بعالم قلندر است

میر سید محمد مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے بڑے خلفاؤ ں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

اندر رہ عشق سرسری نتواں رفت | بے دیدہ رہ قلندری نتواں رفت
خواہی کہ پس از کفر بیابی ایماں | تاجان ندہی بکافری نتواں رفت

خواجہ مسعود بک رحمہ اللہ جو کہ مرید و خلیفہ ہیں شیخ رکن الدین ابن شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فرماتے ہیں:

مجـــرد شواز دین ودنیـــا قلنـــدر   کہ راہ حقیقـــت ازیں ہر دو بر تر

سلطان جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن کا مشرف قلندری تھے، فرماتے ہیں:

من مستـــت مئے عشقم ہشیار نہ خواہم شـد   از رندی وقـــلاشی بیـــزار نہ خواہم شـد

حضرت شاہ گلشن نقشنبدی مجددی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقت آں شـــریں قلنـــدر خوـــش کہ دراطوارِ ســـیر

ذکر تسبیح وملکـــــ در حلقـــۂ زنار داشت

حضرت شاہ حسین بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قلنـــدر کـــے بیـــاید در عـــبادت   قلنـــدر گـــے بـــہ گنجد در اشارات

اور ایک اور صاحب فرماتے ہیں: قلنـــدر آن کہ فوق الوصـــل جوید۔

ویسے تو ہر سلسلہ میں قلندر ہوتا ہے، اور ہر سلسلہ کے اکابر اولیاء قلندر گزر چکے ہیں، لیکن پاک وہند میں قلندریہ مشرب حضرت شاہ خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا۔ حضرت شاہ خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ اس ملک میں سلطانِ التمش کے زمانے میں آئے تھے۔ اور حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ حاصل کیا۔ اور اس سلسلہ کو چشتیہ قلندریہ بھی کہتے ہیں۔

شاہراہ طریقت (صفحہ ۱۰۹) میں لکھا ہے:

"قلندر ایسا انسان ہے جس کے دیدہ اعتبار اور چشم حقیقت کے سامنے ہر شے کی شیئت اٹھ گئی ہو اور وہ مراتب وجود کو سمجھ کر ان میں عروج کرتا رہے، یہاں تک کہ عالم تکوین سے بالا قدم رکھے اور مقامِ وحدانیت کے مشاہدے میں غرق رہ کر احدیت کی تفصیل میں عین وحدت کا جمال مشاہدہ کر

کے مقامِ وحدت کی مستی اور بے کیفی میں گم رہتے ہوئے مرتبہ احدیت پر واپس آئے۔ اس کے بعد اپنے مراتب سے جدا ہوئے بغیر احدیت کے مشاہدے میں محو رہے۔ پھر انسانی مرتبے پر پہنچ کر عبودیت کا مقام حاصل کرے یہاں تک کہ اس کا عروج وزوال ایک ہو جائے۔ جزو میں کل اور کل میں ہر جز کو دیکھے، پھر ان تمام سے مستغنیٰ ہو کر حیرتِ محمودہ یعنی سرور میں رہے تو اس کو قلندر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو قلندری کا مقام عطا فرماتا ہے وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے اور سارے ذی حیات اس کے ماتحت کر دیئے جاتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے تابع فرمان ہوتا ہے لیکن اللہ کے یہ نیک بندے غرض، ریا، طمع، حرص، لالچ سے توکب کے رخصت ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے جب خدا کی مخلوق ان کی خدمت میں کوئی گذارش پیش کرتی ہے تو اس کو سنتے بھی ہیں اور اس کا تدارک بھی کرتے ہیں کیونکہ انہیں قدرت نے اسی کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ یہی وہ پاکیزہ اور قدسی نفس اللہ کے بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا (حدیثِ قدسی میں) ارشاد ہے: ”میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں، پھر وہ میرے ذریعے سنتے، بولتے اور پکڑتے ہیں۔“

واضح رہے کہ آج کل کی عام اصطلاح میں قلندر کا لفظ فاسق وفاجر لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جن کی نہ تو داڑھی ہوتی ہے، اور نہ ان کو نماز روزوں سے کوئی سروکار ہوتا ہے، اور ہر طرح کے نشہ میں ملوث ہوتے ہیں، اور اسی کو تصوف کی اصل سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ملنگ اور قلندر کہنا اصل قلندروں یعنی اولیاء اللہ کی شان میں توہین اور گستاخی ہے۔

بیعت اور اس کی حقیقت

اپنے آپ کو اور اپنے مال کو اللہ کی رضا کے لئے وقف کرنا اصل بیعت ہے۔ حقیقت میں ہر چیز اللہ جل و علی شانہ کی ہے، جان بھی اس کی ہے، جسم بھی اس کا ہے، مال بھی اس کا ہے۔ جب کوئی ایک فرمانبر دار بندے کی طرح حق تعالی کے آگے سر تسلیم خم کرلے، تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب ایک چیز کسی کو پیش کیا جائے اور وہ اس کے بدلے میں کوئی اور چیز لے لے، تو اس لین دین کو بیع سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بندہ جب رضا اور رغبت اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرے اور اطاعت کے لئے کمربستہ ہو جائے تو اس کے بدلے میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس لین دین یا خرید فروخت کو بیع یا بیعت کہتے ہیں۔

صورتِ بیعت

جان و مال اللہ کے لئے وقف کرنے کے لئے صرف نیت کافی نہیں ہے، بلکہ عمل کے ذریعے اس نیت کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بیع ہمیشہ ایک برگزیدہ شخصیت کے واسطہ سے عمل میں آتا ہے، جو کہ اس معاملہ میں ایک مجازی وسیلہ بن جاتا ہے۔

وسیلہ

متقدمین اور اکابرِ امت کے نزدیک وسیلہ سے توسلِ مرشد مراد ہے۔ اور مقربین اولیاء کرام بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ ہیں۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الاٰیۃ الکریمۃ صرحت بالامر بابتغاء الوسیلۃ ولا بد منھا البتۃ فان الوصول الیاللہ تعالیٰ لایحصل الا بالوسیلۃ وھی علماء الحقیقۃ ومشائخ الطریقۃ۔[567]

ترجمہ: "یقین کرو کہ اس آیہ کریمہ نے وسیلہ طلب کرنے کے حکم کو صاف صاف بیان کیا ہے اور اس کا ہونا یقیناً ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تک رسائی بغیر وسیلہ کے حاصل نہیں ہوتی اور وہ وسیلہ علماء حقیقت، وعلماء ربانی اور مشائخ طریقت "بزرگان دین" ہی کا ہے۔"

تکمیلِ بیعت

جب بیعت صحیح کامل آداب و شرائط کے ساتھ مرشد کے ہاتھ پر ہو جائے تو یہ سلسلہ حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچ جاتا ہے، جو کہ قربِ الٰہی کا راستہ ہے۔ اور جب بیعت کرنے والا اپنے عہد پر قائم و دائم رہتا ہے، تو حق تعالیٰ کی بارگاہ سے فیوضات و برکات سے مشرف ہوتا ہے۔

وجوبِ بیعت

اکثر علماء امت اور اولیاء کرام کے نزدیک بیعت فرضِ عین اور واجب ہے جیسا کہ حضرت علامہ سید عبد الحق شاہ حنفی ترمذی سیفی نے مکمل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "ہدایۃ العمیان فی فرضیۃ علم الاحسان" یہ عاجز فقیر سید عبد الحق شاہ عرض کرتا ہے کہ بعض سالکین اور دوستوں نے مجھ سے التماس کی کہ آپ علم تصوف کی فرضیت پر ایک رسالہ تحریر فرمائیں۔ ان احباب کی التماس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مختصر رسالہ پیش خدمت ہے، چونکہ درس و تدریس و دیگر مصروفیات کی وجہ سے وقت

---

[567] (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۶۰)

کی قلت تھی لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور سالکین کے لئے ذریعہ ٔہدایت بنائے۔ آمین بجاہ نبی الامین ﷺ۔

علم تصوف اور احسان کے بارے میں بعض علماء کرام سنت کی طرف گئے ہیں، بعض وجوب کی طرف گئے ہیں اور بعض فرضیت کی طرف گئے ہیں، اور ان کے درمیان تطبیق ان شاء اللہ آخر میں پیش کی جائے گی۔ رہا علم تصوف تو یہ فرض عین ہے اور اس پر بہت سے دلائل ہیں۔

علم تصوف کی تعریف

هو علم تعرف به احوال تزكية النفوس وتصفية الاخلاق وتعمير الباطن والظاهر لنيل السعادة الابدية ويحصل به اصلاح النفس والمعرفة ورضاء الرب۔

ترجمہ: تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر وباطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔ تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو۔

علم تصوف کا موضوع:

التزكية والتصفية والتعمير المذكورات۔

تصوف کا موضوع تزکیہ تصفیہ اور تعمیر باطن ہے۔

علم تصوف کی غرض وغایت:

نيل السعادة الابدية۔

اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے۔

دلیل نمبر (۱):

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے فرمایا:

علم تصوف جسے علم اخلاق و علم القلب کہا جاتا ہے، اس کا سیکھنا ضروری لازم ہے تاکہ رذائل باطنیہ جو باطن کی بیماریاں ہیں، عجب، حسد یا غضب، عداوت، بغض، تکبر، لالچ، بخل، طمع، مداہنت وغیرہ سے اجتناب ہو سکے۔[568]

دلیل نمبر (۲):

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صوفیاء کرام جس علم کا ذکر کرتے ہیں اس کا حصول ضروری ہے۔ اس کا ثمرہ اور نتیجہ صفائی قلب اور تزکیۂ نفس ہے۔[569]

دلیل نمبر (۳):

امام بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(الی ان قال بعد ذالک فی صفحة ۱۱) واما العلم الدنی الذی یسمون اهلها بالصوفية الکرام رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه فهو فرض عین لان ثمراتها تصفية القلب عن اشتغال بغیر اللّٰه تعالیٰ واتصافه بدوام الحضور وتزکية النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والکبر والحسد وحب الدنیا والکسل فی الطاعات وغیرها۔(قال به القاضی ثناء اللّٰه الفانی فتی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه فی تفسیر المظهری وارشاد الطالبین وتصانیفه الاخریٰ قال به الغزالی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه ایضا۔ وقال به المجدد رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه والشیخ عبد الحق رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه ایضا۔

[568] (ردالمحتار شامی ۱:۴۰)
[569] (مظهری ۴:۳۲۴)

ترجمہ: اس کے بعد صفحہ ۱۱ پر رقم طراز ہیں کہ علم لدنی جس کے حاملین صوفیاء کرام کے نام سے موسوم ہیں، تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں قلب ماسویٰ اللہ سے صاف ہو جاتا ہے اور دوام حضور سے متصف ہو جاتا ہے اور نفس اخلاق رذیلہ سے صاف ہوتا ہے جیسا کہ عجب تکبر، حسد، محبت دنیا، طاعات میں سستی وغیرہا۔ تصوف کی فرضیت پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری اور ارشاد الطالبین وغیرہما کتابوں میں تصریح فرمائی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بھی اس پر اقوال موجود ہیں۔

دلیل نمبر (۴):

وقال قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمہ اللہ: ومن ههنا يظهر فريضة اخذ الطريقة الصوفية والتثبت باذيال الفقراء كفرضية قرأة كتاب الله تعالىٰ وتعلم احكامه۔[570]

ترجمہ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہوا کہ علم باطن فرضِ عین ہے اس کی طلب بھی ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

دلیل نمبر (۵):

قدوۃ المحققین محبوب سبحانی حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ مکتوبات شریف، جلد ا مکتوب ۲۱۹ (صفحہ ۱۲۷-۸) پر فرماتے ہیں کہ علم باطن کے حکیم حاذق (کامل مکمل مشائخ) کی صحبت برائے کسب کمالات باطنیہ حاضر ہونا فرض عین ہے۔

---

[570] (تفسیر مظہری جلد ا صفحہ ۲۴۳)

دلیل نمبر(۶):

علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرضیتِ علم تصوف کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکذالک یفترض علیہ علم احوال القلب من التوکل والانابۃ والخشیۃ والرضیٰ فانہ واقع فی جمیع الاحوال وشرف ھذا العلم لا یخفی علی احد۔[571]

دلیل نمبر(۷):

علامہ عبد الغنی النابلیسی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وکذالک یفترض علیہ ای علی المسلم علم احوال القلب وما یعتریہ من الاخلاق الجمیلۃ التحرز عن ضدھا بتعلیمھا من التوکل علی اللہ تعالیٰ والانابۃ ای الرجوع الیہ سبحانہ والخشیۃ منہ سبحانہ والرضاء عنہ تعالیٰ فی کل افعالہ واحکامہ فانہ ای ذالک المسلم واقع مدۃ عمرہ فی جمیع الاحوال القلبیۃ المذکورۃ وقال بعد اسطر فان الکبر والبخل والجبن والاسراف حرام بلا خلاف ولا یمکن التحرز عنھا بطریق الاکتساب الا بعلمھا وعلم ما یضادھا انتھی بلفظہ۔[572]

ترجمہ: اور اسی طرح فرض ہے مسلمان پر علم احوال قلب اور علم اس چیز کا جو شامل ہو قلب کی طرف اخلاق جمیلہ سے اور اپنے آپ کو بچانا اخلاق رذیلہ سے اور ان سب کے حصول کا سبب توکل علی اللہ اور انابت اور رجوع الی اللہ اور خوف اور خشیت اور رضا اللہ جل شانہ سے تمام افعال و احکام میں اس لئے کہ مؤمن تمام عمر انہی احوال قلبی میں گرفتار ہوتا ہے۔

---

[571](حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ۱:۳۱)

[572](الحدیقۃ الندیۃ، ج ۱ ص ۲۳۲)

حدیقۃ الندیۃ کے مؤلف چند سطور بعد لکھتے ہیں:

کبر اور بخل اور بزدلی اور اسراف علماء کے اتفاق سے حرام ہیں مگر اپنے آپ کو بچانا ان سب سے، کسب کے ذریعے ممکن نہیں سوائے علم احوال قلب کے حصول کے۔

دلیل نمبر (۸):

سراج العارفین میں لکھا ہے:

و اما حکمہ فھو الوجوب العینی علی کل مکلف و ذالک لانہ کما یجب علم ما یصلح الظاھر کذالک یجب علم ما یصلح الباطن۔[573]

ترجمہ: شارع کی طرف سے تصوف کا حصول وجوب عینی ہے، جیسے کہ مکلف پر علم اصلاح ظاہر واجب ہے، اسی طرح علم اصلاح باطن بھی واجب ہے۔

دلیل نمبر (۹):

ایقاظ الھمم میں ہے:

وحکم شارع فیہ فقال الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ فرض عین اذ لا یخلو احد من عیب او مرض الا الانبیاء علیھم السلام قال الشاذلی من لم یتشغل فی علمنا ھذا مات مصراً علی الکبائر وھو لا یشعر وحیث کان فرض عین یجب السفر الی من یأخذہ عنہ۔ اذا عرف بالتربیۃ و اشتھر الدواء علی یدہ۔[574]

ترجمہ: شارع کا حکم امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق کے مطابق فرض عین ہے، اس لئے کہ کوئی بھی فرد انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عیوب و امراض باطنیہ سے خالی نہیں ہے۔ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ہمارے علم میں کوشش نہ کرے اور وہ باطنی امراض اور گناہوں

---

[573] (سراج العارفین شرح منھاج العابدین، ص ۱)

[574] (الفتوحات الالٰھیہ، شرح مباحث اصلیہ مشھور بہ ایقاظ الھمم، ص ۱۲۶، ج ۲)

پہ اصرار اور استمرار رکھے اور بغیر توبہ کے دنیا سے چلا جائے گا، تو یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اور اسے خبر بھی نہیں ہوگی۔ پس جب علم تصوف فرض عین ہوا تو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنا انسان پر واجب ہے۔ اور سفر اس شیخ کی طرف واجب ہے جو کہ تربیت میں اور امراض باطن کے دفع کرنے میں مشہور ہو۔

دلیل نمبر (۱۰):

الحاج فقیر اللہ صاحب نے قطب الارشاد میں لکھا ہے:

ولا شک ان علم عیوب النفس وازالتها الداخل فی علم الاخلاق والتصوف فرض عین فیکون اهم۔[575]

ترجمہ: اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نفس کے عیوب کا علم رکھنا اور انہیں دور کرنا، یہ داخل ہے علم الاخلاق اور تصوف میں جو کہ فرض عین ہے اور یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔

دلیل نمبر (۱۱):

اسی طرح علامہ سید مرتضیٰ زبیدی شارح احیاء علوم فرماتے ہیں:

واعلم ان الفرض بعد التوحید نوعان احدهما مایکون فرضاً علی العبد بحکم الاسلام وهو علم المعاملة القلبیة واصلاح الباطن لازدیاد انوار النفسیة وازالة الاخلاق الردیة واثبات الشمائل المرضیة وثانیهما فیهما ماهو فرض علیه عند تجدد الحادثة کدخول وقت الصلوة والصوم والحج والزکوة وغیرها واما العبد اذا اسلم فی وقت لم تجب علیه فیه هذه الاشیاء فلیس علیه ان یعلمها بفرض ادراک لانه لم یدرک وقتها وانما یکون الفرض علیه

[575] (قطب الارشاد، ص ۲۱۷)

حینئذ علم المعاملات القلبیۃ فلو وجد برھۃ ای وقتاً من الزمان بعد الاسلام و فراغاً و لم یشتغل فی تحصیل علم المعاملۃ القلبیۃ کان تارکاً للفرض مسؤلاً عنہ یوم القیامۃ۔[576]

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ، توحید کے بعد فرض دو قسم کے ہیں۔ پہلا فرض مؤمن پر اسلام کے بعد جو فرض ہے وہ عبارت ہے علم معاملات قلبی اور اصلاح باطن سے تاکہ انوار نفسانی زیادہ ہو جائیں اور اخلاق ردیہ دور ہو جائیں اور شمائل مرضیہ حاصل ہو جائیں۔ دوسرا فرض وہ ہے جو وقت کے تجدد کے ساتھ انسان کے اوپر فرض ہو جاتا ہے، مثلاً نماز کے وقت کا داخل ہونا، رمضان المبارک کے مہینے کا داخل ہونا، یا حج کے مہینوں کا داخل ہونا، وغیرہ۔ اگر ایک شخص ایسے وقت اسلام سے مشرف ہوا اور اس کے اوپر یہ چیزیں واجب نہیں تھیں تو اس پر لازم نہیں ہے کہ اس فرض کو حاصل کرلے اس لئے کہ اس نے اس وقت کو پایا نہیں، لیکن اس پر اس وقت فرض یہ ہے کہ یہ علم معاملاتِ قلبی حاصل کرلے۔ اگر اس کو اسلام لانے کے بعد تھوڑا سا وقت ملا اور فراغت ملی لیکن اس نے اپنے آپ کو مشغول نہ رکھا حصولِ علمِ معاملاتِ قلبی (تصوف) میں، تو یہ آدمی فرض کا تارک ہوا اور روزِ قیامت اس سے پوچھا جائے گا۔

دلیل نمبر (۱۲):

علامہ شیخ اسمٰعیل الحقی فرماتے ہیں:

والنوع الثانی علم السروھو مایتعلق بالقلب ومساعیہ فیفترض علی المؤمن علم احوال القلب من التوکل و الانابت و الخشیۃ و الرضی فانہ واقع فی جمیع الاحوال و اجتناب الحرص و الغضب و الکبر و الحسد و العجب و الریاء و غیر ذالک۔[577]

---

[576] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص ۱۳۵، جلد ۱)

[577] (تفسیر روح البیان، ص ۵۳۶، ج۳، تفسیر سورۃ توبہ آیۃ ۲۲)

ترجمہ: علم کی دوسری قسم کو علمِ سِر کہا جاتا ہے جو کہ قلب اور اس کے احوال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور یہ علم فرض ہے ہر مؤمن مسلمان پر، جو کہ عبارت ہے توکل، انابت، خشیت، رضا قضا پر، اور اپنے آپ کو بچانا ہے حرص، غصہ، تکبر، حسد، عجب اور ریاکاری وغیرہ سے۔

دلیل نمبر (۱۳):

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دل کا علم اور اس کے امراض یعنی حسد، خودپسندی اور ریاء وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق فرض عین ہے۔[578]

مامور بہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فرض عین　　　　(۲) فرض کفایہ

(۱): مامور بہ:

اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱): فرض عین　　　　(۲): فرض کفایہ

فرض عین وہ ہوتا ہے جو مکلف کے بذاتِ خود ادا کرنے سے اس سے ساقط ہوتا ہے۔ مکلف پر فرض عین علوم کو ذکر کرنے سے پہلے اس موضوع کے متعلق بعض بنیادی قواعد ذکر کرتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱: وہ چیز جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو پس وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔

[578] (الاشباہ والنظائر، للسیوطی ص ۵۰۴)

قاعدہ نمبر ۲: علم معلوم کے تابع ہوتا ہے۔ لہٰذا جو علم کسی فرض کی ادائیگی کا وسیلہ اور سبب ہو، وہ فرض ہوگا۔ اور جو واجب کی ادائیگی کا وسیلہ ہو، واجب اور جو سنت کی ادائیگی کا وسیلہ ہوگا وہ سنت ہوگا۔

ان قواعد کو بنیاد بناتے ہوئے ہم بعض ان علوم کو بیان کرتے ہیں جو ہر مکلف پر فرض ہیں۔

(۱): عقائد اہلسنت اور اس کے اجمالی دلائل کو جاننا، تاکہ انسان ملحدین کی تشکیک اور گمراہ کن لوگوں کے مغالطوں سے ایمان کی حفاظت کر سکے۔

(۲): ان مسائل کو جاننا جن کے ذریعہ مکلف فرضی عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو ادا کر سکے۔

(۳): اور جس شخص کا واسطہ معاملات یعنی خرید و فروخت وغیرہ کے ساتھ ہو اس پر ان احکام کا سیکھنا فرض ہے جن کے ذریعہ حرام سے بچ سکے اور شرعی حدود کا التزام کر سکے۔

(۴): احوال قلب یعنی توکل، خشیت اور رضا وغیرہ کو جاننا کیونکہ مسلمان کو اپنی زندگی میں ان تمام احوال سے واسطہ پڑتا ہے۔

(۵): تمام اخلاقِ حسنہ اور سیئہ کو جاننا، تاکہ اخلاقِ حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرے اور اخلاقِ سیئہ سے اجتناب کرے۔ اور ان اخلاق کو ترک کرنے کیلئے مجاہدۂ نفس کرے کیونکہ مجاہدہ ہر مکلف پر فرض ہے۔ اور اس کا حصول اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب سالک تمام اخلاقِ حسنہ اور سیئہ کو جاننے کے ساتھ ساتھ مجاہدات کے ان تمام طریقوں کو بھی جان لے جن میں صوفیائِ کرام مشغول رہے۔

دلیل نمبر (۱۴):

حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے:

"مشائخ کرام ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور رہنما ہیں، اور یہی وہ دروازہ ہے جس سے داخل ہو کر انسان خدا تک پہنچتا ہے، لہٰذا ہر مرید کے لئے ایک شیخ کا ہونا ضروری ہے۔"[579]

دلیل نمبر (۱۵):

علم حاصل کرنے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ و واضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجوھر و اللؤ لؤ و الذھب رواہ المشکوٰۃ۔

یعنی ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم کی طلب کرنا فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا خنزیر کو جواہر سونے اور موتیوں کا ہار پہنانے کے برابر ہے۔"

دلیل نمبر (۱۶):

علماء و مشائخ نے اعمال صالحہ کی دو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) جن کا تعلق اعضائے جسمانی سے ہے جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ، اور

(۲) وہ جن کا تعلق قلب و نفس سے ہے۔ دونوں اقسام پر عمل کرنا ضروری اور مامور بہ ہے، نصوص قرآنی سے ثابت ہے ہیں۔

اور اسی طرح اعمال سئیہ کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) جن کا تعلق جسمانی اعضاء سے ہے، مثلاً چوری، قتل، زنا، وغیرہ... اور

---

[579] (غنیۃ الطالبین، ص ۲۲۷)

(۲) جن کا تعلق قلب و نفس سے ہے۔ جیسے عجب، حسد، حقد، حبِ دنیا، حبِ جاہ، شہوت، ریاء کاری، وغیرہ۔

قرآن و احادیث نے دونوں اقسام کے اعمال کی تشریح کی ہے جو حرام و ناجائز ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیاصول اربعین میں اخلاق (حسنہ و سیئہ) کی تفصیل تحریر کی ہے، امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے تفسیر مظہری میں (وغیر ذالک) کی تشریح میں اخلاق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دلیل نمبر (۱۷):

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوب ۶۳ (دفتر دوم صفحہ ۱۷۵) میں لکھتے ہیں:

"جان لو کہ مقصد اصلی سلاسل سے اللہ تعالیٰ ہے اور شیخ وصول الی اللہ کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مرشد سے مرید ہے مگر اپنی کامیابی کسی دوسرے پیر سے دیکھتا ہے جب اس کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کا قلب جاری و ذاکر ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے بالکل جائز ہے کہ اس پیر سے مرید ہو جائے اور اپنے پیر کی اجازت کے بغیر ہو جائے، اگر چہ وہ پیر حیات ہو البتہ مرشد اول کا انکار نہ کرے اور بے ادبی سے بچے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ مرشد اول حیات ہو اور اگر مرشد وفات پا جائیں تو اب کسی دوسرے کامل و مکمل سے بیعت بالکل لازمی ہے اور بہت ضروری ہے تاکہ تربیت جاری رہ سکے۔"

دلیل نمبر (۱۸):

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ "**الحدیقة الندیة فی الطریقة النقشبندیة**" میں لکھتے ہیں:

وتعلم علم الظاهر لا یغنی عن استفادته کما ثبت ذلک عن کثیر من العلماء الاکابر المتقدمین۔

یعنی صرف ظاہری علم (علمِ دین) علم باطن کے حاصل کرنے سے انسان کو مستغنی نہیں کرتا، اکثرت متقدمین ومتأخرین علماء سے مذکورہ بات ہے: کہ صرف علم ظاہر نجات لئے بغیر علم باطن کافی نہیں۔[580]

دلیل نمبر (۱۹):

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ حدیقۃ الندیہ میں لکھتے ہیں:

وقد شهد بوجوب تعلم علم البطان من الكتب المعتمدة كتحفة المحتاج للشيخ المحقق المتبحر الشهاب ابن حجر الهيتمى المكى رحمهما الله تعالىٰ فانه قال فى كتاب السير منها ويجب على من لم يرزق قلبا سليما ان يتعلم ادوية امراض القلب من كبر وعجب، ورياء ونحوها كما يجب لكن كفاية تعلم علم الطب انتهى قلت والمفهوم من هذا النص ان تعلم ادوية امراض القلب من الفروض العينية۔

ترجمہ: شیخ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ الحدیۃ الندیہ میں فرماتے ہیں: بہت ساری معتبر کتابوں میں علم باطن کے حاصل کرنے کو واجب قرار دیا مثلاً تحفہ المحتاج" میرے شیخ محقق متبحر شیخ شہاب ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قلب سلیم کی دولت عطا نہیں ہوئی اس پر واجب ہے کہ دل کی بیماریوں کی دوائیوں کا علم حاصل کرے۔ جیسے علم طب کا حاصل کرنا واجب ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ علم طب کا وجوب علی الکفایہ ہے جب کہ علم باطن ایسا نہیں۔ میں کہتا ہوں صاحب کتاب کے مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کی ادویات کا علم فرض عین ہے۔[581]

---

[580] (الحديقة الندية، المكتبة الحقيقة، استانبول، تركية)
[581] (الحديقة الندية، ص ٢٦، المكتبة الحقيقة، استانبول، تركيه)

دلیل نمبر (۲۰):

حضرت علامہ محمد ن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

وقال الخطیب الشربینی من الشافعیة فی شرح الغایة وتنقسم الطهارة الی واجب ومسنون ثم الواجب نقسم الی واجب وقلبی فالقبلی کالحسد والعجب والریاء والکبر قال الغزالی رحمه الله تعالیٰ معرفة حدودها واسبابها وطبها وعلاجها فرض انتهی۔ وقال شارح المحرر خاتمة المتأخرین الشیخ ابو بکر رحمه الله فیه واما علم الباطن کالعلم بامراض القلب من الحسد والحرص والعجب والریاء والکبر والحقد والبخل ومایتولد منها والعلم بحدودها وعلاجها والعلم بتحصیل اضدادها من الرضاء بالقضاء والقناعة وتحقیر النفس والاخلاص والتواضع والصفاء والسخاء فقد قال الامام الغزالی والمتولی والبغوی وشیخه القاضی حسین وغیرهم من کبار اصحابنا انه فروض الاعیان انتهی۔

خطیب شربینی شافعی رحمہ اللہ شرح الغایۃ میں فرماتے ہیں: طہارت کی دو اقسام ہیں: واجب و مسنون (سنت)۔

پھر واجب کی دو قسمیں ہیں۔ واجب بدنی اور واجب قلبی واجب طہارت، حسد، عجب، ریاء، کبر، دنیا کی محبت، عبادت میں سستی، جیسی بیماریوں سے پاکی حاصل کرنا ہے۔

خاتمۃ المتاخرین شیخ ابو بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علم باطن جیسے دل کی بیماریوں یعنی حسد، حرص، عجب، ریاء، کبر، حقد، بخل اور وہ بیماریاں جو ان سے پیدا ہوتی ہیں ان کی حدود کو جاننا اور اس کے علاج کو جاننا اور ان بیماریوں کی ضدوں کا علم جیسے رضا بالقضاء، قناعت، تحقیر نفس، اخلاص، عاجزی، صفا، سخاوت، امام غزالی اور امام بغوی قاضی حسین وغیرہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ان بیماریوں اور ان کی ضدوں کا علم فرض عین ہے۔ انتہیٰ۔[582]

---

[582] (الحدیقة الندیة، ص ۲۷، ۲٦، المکتبة الحقیقة، استانبول، ترکیه)

دلیل نمبر(۲۱):

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی لکھتے ہیں:

قلت ای التبحر فی علم القلب کما یستفاد من العطف و اما اصل علم القلب فھو فرض عین وقال الشیخ العالم المحقق طاھر ابن سلام ابن قاسم الانصاری الخوارزمی رحمہ اللہ تعالیٰ فی جواھر الفقہ واما علم القلب فھو علم ذوقی ووجدانی لا یمضع تحت السنۃ الاقلام ولا تحیط بہ الدفاتر و الاوھام وھو بمقابلۃ العلم الظاھر بمنزلۃ الثمر للشجر و الشرف للشجر لکن لا انتفاع الا بثمرہ انتھی وقال العلامۃ محمد افندی البر کلی الحنفی فی الطریقۃ المحمدیۃ و اقبح العجب العجب بالرأی الخطأ فیفرح بہ ویصر علیہ و لا یسمع نصح ناصح بل ینظر الی غیرہ بعین الاستجھال قال اللہ تعالیٰ افمن زین لہ سوء عملہ فراہ حسنا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا و جمیع اھل البدع و الضلال انما اصروا علیھا لعجبھم بآرائھم وعلاج ھذا العجب اعسر و اصعب، اذ صاحبہ یظنہ علما لا جھلا و نعمۃ لا نقمۃ وصحۃ لا مرضا فلا یطلب العلاج و لا یصغی الی الاطباء وھم علماء اھل السنۃ و الجماعۃ انتھی قلت والمراد بقولہ وھم علماء اھل السنۃ و الجماعۃ فی معرض بیان اطباء القلوب علماء الاخرۃ الذین اذا رؤا ذکر اللہ و لا یشقی جلیسھم وھم الاولیاء الجامعون للعلم الظاھر و الباطن والشریعۃ و الحقیقۃ اکابر الشیوخ من اھل المعرفۃ و الرسوخ و الا فالعلم باعلم الظاھر فقط وھو من اھل السنۃ و الجماعۃ لا یقدر فی الاغلب علی علاج قلبہ فکیف لغیرہ و قد قیل طبیب یداوی الناس وھو علیل وھذا امر وصل الی حد البداھۃ بالتجربۃ و المشاھدۃ و اللہ الموفق وقال خاتمۃ المتأخرین العلامۃ الشیخ حسن الشرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ فی شرحہ الکبیر علی امداد الفتاح المسمی بنور الایضاح ومراقی الفلاح شرطت الطھارۃ الشرعیۃ لیصیر العبد اھلا للعبودیۃ و القیام بخدمۃ الربوبیۃ و لا ینفعہ ذلک حقیقتا الا باخلاص الطویۃ وتطھیرھا عن الادناس المعنویۃ اذ ھی اضر من النجاسۃ الحقیقتۃ کالغل و الغش و الحقد والبغض و الحسد ویصلح قلبہ لیصلح بہ سائر الجسد فیطھر قلبہ عما سویٰ اللہ تعالیٰ الکونین کون الدنیا و الآخرۃ بقطع العلائق عن جملۃ الخلائق و ما تطمح الیہ النفوس فلا یقصد الا اللہ

تعالیٰ بعبدہ لاستحقاقہ العبادۃ لذاتہ تعالیٰ و امتثال امرہ ملاحظا جلالتہ و کبریائہ لا رغبۃ فی جنۃ و لا رھبۃ من نار بل لانہ تعالیٰ من حقہ ان یعبد کما قال سبحانہ و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون فیخلص الطاعۃ لہ ثم یسألہ حاجتہ الدینیۃ و الدنیویۃ اظھار اللفاقۃ و الاضطرار الی المولی الغنی عن کل شیء بعد تطھیر لسانہ من اللغو فضلا عن الکذب و الغیبۃ و النمیمۃ و البھتان و تربیتہ بالتقدیس و التھلیل و التسبیح و تلاوۃ القرآن لعلہ ان یتصف ببعض صفات العبودیۃ اذ ھی الوفاء بالعھود و الحفظ للحدود و الرضاء بالموجود و الصبر علی المفقود فتکون فرد الفرد و لا یسترقک شیء من الدنیا و لا یمیلک شیء من الھویٰ قال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ و نفعنا ببرکتہ رب مستور سبہ شھوۃ قد عری من سترہ و الھتکا صاحب الشھوۃ عبد فاذا ملک الشھوۃ اضحی ملکا انتھی بحروفہ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں (مؤلف کتاب) وسعت علم سے مراد قلب ہے اور یہ بات شیخ کی عبارت میں عطف سے مستفاد و معلوم ہے (اس لئے کہ آپ اس کے بعد فرماتے ہیں) اور علم قلب پس وہ فرض عین ہے۔ عالم محقق شیخ طاہر خوارزمی رحمہ اللہ "جواہر فقہ" میں فرماتے ہیں: لیکن علم قلب پس وہ ذوقی ووجدانی علم ہے جو قلموں کی زبانوں سے لکھا نہیں جاتا اور نہ ہی دفاتر اور اوہام کا احاطہ کر سکتی ہیں، علم باطن، علم ظاہر کے مقابلے میں بمنزلہ میوہ مقابلہ درخت کے ہے اہمیت درخت کو ہے لیکن میوہ کے بغیر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انتہی۔ علامہ محمد آفندی برکلی حنفی رحمہ اللہ طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں: غرور میں سب سے بڑا غرور و کبر اپنی خطاء اور رائے پر غرور کرنا اور پھر اس پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا اور کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت ورہنمائی کو نہ سننا بلکہ غیر کو جاہل سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمام بدعتیوں اور گمراہ لوگوں نے اپنے برے عمل پر اصرار کیا اور یہ اصرار ان کا اپنی رائے کے تکبر وغرور کی وجہ سے تھا اور اس غرور کا علاج انتہائید شوار وسخت ہے۔ اس لئے کہ ایسا مغرور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے اور اپنے غرور کو مکروہ سمجھنے کے بجائے نعمت، اور بیماری کی بجائے

صحت سمجھتا ہے تو وہ اس بیماری کا علاج نہیں کرتا نہ ہی طبیبوں کی بات سنتا ہے۔ طبیب علماء اہلسنت و جماعت ہیں۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی مراد دلوں کے طبیب و علماء آخرت علماء ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ عزوجل یاد آجائے اور ان کے ہم نشین کبھی بدبخت نہیں ہوتے اور یہ علماء ظاہر و باطن حقیقت و شریعت کے جامع ہوتے ہیں نہ کہ صرف علم ظاہر کا عالم جو اکثر اپنے دل کے علاج پر قادر نہیں ہوتا، تو دوسروں کے لئے کیسے معالج بن سکتا ہے۔ یہ مشائخ (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ بات مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے کہ بسا اوقات لوگوں کا علاج کرتے ہیں لیکن خود بیمار ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" میں فرماتے ہیں:

کہ طہارت شرعیہ شرط ہے، تاکہ بندہ عبادت کرنے کا اہل ہو جائے اور عبادت کا فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اخلاص نصیب نہ ہو اور جب تک پوشیدہ نجاستوں، مثلاً کینہ، فریب، بغض، حسد، ریاکاری وغیرہ سے پاکی حاصل نہ ہو۔ طریقت میں پہلے دل کی اصلاح ہوتی ہے تاکہ تمام جسم کی اصلاح ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں (کی محبت) سے دل پاک ہو جاتا ہے اور (کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب) تمام مخلوق اور جس چیز کی طرف نفس میلان و خواہش کرتا ہے، اس سے تعلق قطع ہو جائے۔ تو پھر انسان صرف خدا تعالیٰ کا قصد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادت اسی کے لئے کرتا ہے، وہ ذات مستحق عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کے جلال و بڑائی کی رعایت کرتے ہوئے اس کا حکم بجالاتا ہے، وہ شخص عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو جنت ملے اور نہ ہی جہنم کی آگ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے (بلکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ) خدا تعالیٰ بہت بلند و بالا ذات والا ہے، اس خالق کی عبادت کرنا اس کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ

الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات ٥٦)(میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے)۔ اس لئے وہ عبادت اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اور پھر جب وہ خدا تعالیٰ سے دنیوی یا دینی حاجت کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اپنی محتاجی کے اظہار اور اپنے مولیٰ کے قرب کی طرف بے چینی کا اظہار کرنے کی غرض سے کرتا ہے اور یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب زبان فضول باتوں سے پاک ہو جائے چہ جائے کہ جھوٹ وغیبت و بہتان سے پاک ہو اس کی تربیت، تسبیح و تہلیل اور قرآن پاک کی تلاوت پر مرتب ہو، ممکن ہے کہ مذکور شخص عبدیت کی بعض صفات کے ساتھ متصف ہو جائے، اس لئے کہ عبدیت، عہد وپیمان کے وفا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے، راضی رہنے، جو پاس نہ ہو اس پر صبر کرنے کا نام ہے تو فرد الفردولی بن جائے گا کوئی شے پوشیدہ وہ مجہول نہیں ہوگی اور پھر تمہیں نفس کی خواہش کی طرف کوئی شئے مائل نہ کر سکے گی۔

دلیل نمبر (۲۲):

حضرت شیخ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ کا قول:

ونقل الشیخ ابراهیم الحلبی فی شرحه الکبیر علی المنیة قصیدة الشیخ شرف الدین اسمٰعیل ابن المقری فی الوعظ تائیة۔

حضرت شیخ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ نے "شرح کبیر" (منیۃ کی شرح) میں شیخ شرف الدین اسماعیل ابن مقری رحمہ اللہ کا ایک قصیدہ نقل فرمایا:

تصلی بلا قلب صلوة بمثلها　　　یکون الفتی مستوجبا للعقوبة

تو دلی توجہ کے بغیر نماز پڑھتا ہے اس قسم کی نماز بندے کے لئے عذاب کا باعث بنتی ہے۔

فویلک تدری تناجیه مرضا　　　وبین یدی من تنحی غیر مخبت

افسوس ہے تجھ پر تجھے معلوم ہے کہ تو کس ذات پر اعتراض کی مناجات کرتا ہے۔

ولو ردمن ناجاک للغیر طرفه　　　　تمیزت من غیظ علیه وغیرة

اور جس نے تجھے نجات دی اگر وہ تجھے اپنے سے دور کر دے تو تو غصہ و غیرت سے اس پر پھٹ پڑتا ہے۔

حالانکہ جو شخص اس ذات کے حضور (بغیر عذر) گلہ صاف کرے عاجزی کرنے والا نہیں ہوتا۔

ولو ردمن ناجاک للغیر طرفه　　　　تمیزت من غیظ علیه وغیرة

اور جس نے تجھے نجات دی اگر وہ تجھے اپنے سے دور کرے تو تو غصہ سے اس پر پھٹ پڑتے۔

اماتستحی من مالک الملک ان یری　　　　صدورک عنه یاقلیل المروة

کیا تجھے مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ وہ دیکھ لے گا تیرے اعراض کو اس سے اے کم مروت و محبت والے۔

قلت وقد جرت العادة وجربت بان التطهير من النجاسات المعنوية وادناس الطوية والحضور والخشوع فی الصلوٰة وسائر العبادات بمشهد ان تعبدالله کانک تراه المعبر عنه بمقام الاحسان لا يتيسر فی الغالب الاكثر الا بالسلوک علی يد شيخ عالم كامل، خبير بعلاج هذه الامراض وحكمة معاملاتها علما و ذوقا وتجربة بل لو حفظ المبتلی هذه العلل كتبا متعددة لا يستغنی بها عن تربية مثل هذا الشيخ ليخرجه من رو عنات نفسه الامارة دسائسها الخفية كما نشاهده فی كثير منالمبتلين بها والتجربيات والمشاهدات تلتحق باليقينيات القطعيات وقدقالاللہ تعالیٰ بل الانسان علی نفسه بصيرة۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ (صاحب کتاب کی) یہ بات عادت اور تجربہ سے ثابت ہے کہ باطنی نجاسات سے پاکی حاصل کرنا تمام عبادات اور نماز میں حضور وعاجزی اس وقت حاصل ہوگی کہ تم خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اس کیفیت کو مقام احسان کہتے ہیں اور یہ کیفیت (اکثر طور پر) صرف ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو عالمِ کامل،

مذکورہ بیماریوں کے علاج پر خبردار، اگر کوئی شخص ان بیماریوں کے علاج پر بہت ساری کتابیں یاد کر لے تب بھی شیخ کامل کی تربیت سے مستغنیٰ نہیں ہو سکتا (شیخ کی تربیت اس لئے ضروری ہے) تاکہ بندہ نفس امارہ رعونت اور خفیہ فریب سے نکل سکے حالانکہ بہت سارے فقہی علماء ظواہر نفس امارہ کی خفیہ فریب میں مبتلا ہیں۔ مشاہدات و تجربات، قطعی تقینیات کے ساتھ جا کر ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ (القیامۃ ۱۴)

ترجمہ: بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔

دلیل نمبر (۲۳):

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ کا قول:

وقد قال الامام العارف المتضلع من علوم الشريعة والحقيقة الشيخ عبد الوهاب الشعرانى فى كتابه مشارق الانوار القدسية فى العهود المحمدية وقد اجمع اهل الطريق على وجوب اتخاذ الانسان له شيخا يرشده الى زوال تلك الصفات التى تمنعه حضرة الله تعالىٰ بقلبه لتصح صلوته من باب ما لايتم الواجب الا به فهو واجب ولا شك ان علاج امراض الباطن من حب الدنيا والكبر والعجب والرياء والحقد والحسد والغل والنفاق كله واجب كماتشهد له الاحاديث الواردة فى تحريم هذه الامور والتوعد بالعقاب عليها فعلم ان كل من لم يتخذ له شيخا يرشده الى الخروج عن هذه الصفات فهو عاص لله تعالىٰ ولرسوله ﷺ لانه لا يهتدى لطريق العلاج بغير شيخ ولو حفظ الف كتاب فى العلم فهو كمن يحفظ كتابا فى الطب ولا يعرف تنزل الدواء على الداء فكل من سمعه وهو يدرس فى الكتاب يقول انه طبيب عظيم ومن راه حين يسئل عن اسم المرض وكيفية ازالته قال انه جاهل فاتخذ لک يا اخى شيخا واقبل نصحى واياک ان تقول طرق الصوفية لم يات بها كتاب ولا سنة فانه كفر فانها كلها اخلاق محمدية سداها ولحمتها منها انتهىٰ۔

ترجمہ: امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "انوار قدسیہ فی العھود المحمدیہ" میں فرمایا ہے کہ اس بات پر اہل طریقت کا اجماع و اتفاق ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ایسے شیخ کی بیعت کرے جو اس کی تربیت کرتا رہے یہاں تک کہ اس سے وہ تمام صفات زائل ہو جائیں جو خدا تعالیٰ کے قلبی ذکر میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں تاکہ انسان کی نماز درست ہو جائے۔

قاعدہ کلیہ: جس چیز کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باطنی بیماریاں مثلاً دنیا کی محبت تکبر، ریاکاری حسد، وغیرہ کا علاج کرانا واجب اور ان بیماریوں کے حرام ہونے اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو عذاب ہونے پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے بھی کوئی شیخ نہ پکڑا (تاکہ وہ اس کو ان بیماریوں سے نکلنے کی رہنمائی کرے) وہ خدا اور اس کے رسول (ﷺ) کا نافرمان ہوا اس لئے کہ شیخ کے بغیر کوئی ان بیماریوں کے علاج کے درست طریقے تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، اگر کسی نے اس علم میں ہزار کتابیں یاد کر لیں تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے علم طب میں ایک کتاب یاد کی ہو لیکن دوا کے بیماری پر اثر انداز ہونے کو نہیں جانتا، اس نے جو کچھ کتاب میں پڑھا ہے، اس کا ہی درس دیتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا طبیب سمجھتا ہے، اگر کوئی اس سے بیماری کا نام اور علاج پوچھ لے تو وہ اس کو جاہل کہہ دے گا۔

طریقت کا انکار کفر ہے: اور یہ بات کہنے سے بچو کہ صوفیاء کے طریقے قرآن و سنت سے ثابت نہیں (بلکہ من گھڑت ہے)، کیونکہ یہ بات کہنا کفر ہے اس لئے کہ صوفیاء کے تمام کے تمام اخلاق محمدیہ (ﷺ) ہی تو ہیں۔ انتہیٰ۔

وقال العارف المذکور فی کتاب آخر له مسمی بالجواھر و الدرر الصغریٰ و سئلت عن الدواء الذی اذا استعمله العبد زال عنه الریاء و الاعجاب باعماله فقلت دوائه الاکثار من

ذکر اللہ تعالیٰ حتی یتجلی فی قلبہ التوحید الحقیقی ویری اعمالہ خلق اللہ تعالیٰ وحدہ جملة واحدة لیس للعبد فیھا غیر النسبة فھناک لا یصیر عندہ ریاء ولا اعجاب ولا تکبر علی احد من العصاة لان العبد لا یرائی قط بعمل غیرہ ولا یعجب فیہ بنفسہ ولا یحص عندہ دعوی فقیل فھل لہ دواء غیر التوحید من الاعمال فقلت لا اعلم لہ دواء اسرع من التوحید وھو الذی وضعہ جمیع اھل الطریقة للمریدین فطووا بہ الطریق وقد اخطأ ذلک طائفة العباد الذین اشغلوا نفوسھم بتلاوة القرآن والصلوٰة والصیام وماتوا علی ریائھم ورؤیة اعمالھم ولم یخلصوا فی شیء منھا کما یشھد لذلک حدیث العابد الذی یقول لہ الحق سبحانہ وتعالیٰ ادخل الجنة برحمتی فیقول یا رب بل بعملی وذلک لعدم فھمھم للقرآن فان الفھم یتوقف علی جلاء القلب فحکم الذکر کالحصی للنحاس المصدی وحکم غیرہ کالصابون فافھم انتھیٰ۔

امام علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”جواھر والدرر الصغری“میں ہے کہ مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا وہ کون سی دوا ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان سے ریاکاری، نیک عمل پر فخر کرنا زائل ہو جائے۔

میں نے جواباً کہا اس کی دوا خدا تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے تاکہ دل حقیقی توحید کے ساتھ منوّر ہو جائے اور اپنے نیک عمل کو—خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ سمجھے۔ اپنا ان اعمال میں کوئی عمل دخل نہ سمجھے تو پھر اس کے اندر ریاکاری اور عمل پر فخر کرنا، اپنے آپ کو گناہ گاروں سے افضل سمجھنا باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ (اس وقت) بندہ نیک عمل صرف خدا تعالیٰ کیلئے کرتا ہے اور غیر خدا اس کا مقصد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس عمل میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کے ہاں (عمل نیک پر) کوئی دعویٰ باقی رہتا ہے پھر اس نے مجھ سے کہا (کہ ان بیماریوں کا) توحید حقیقی کے علاوہ بھی کوئی علاج ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ توحید کے علاوہ بھی ریاکاری کی کوئی زیادہ تیز دوا ہو اور کثرت ذکر قلبی

کے ساتھ ریا کو ختم کرنے کا طریقہ تمام صوفیا اکرام کا مریدوں کے لیے وضع کیا ہوا طریقہ ہے اور انہوں نے ذکرِ قلبی کے ساتھ ہی راستے کو طے کیا ہے۔ عابدوں کا وہ گروہ خطا پر ہے جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت نماز روزہ میں مشغول رکھا اور اپنے اعمال کی ریاکاری کرتے ہوئے دنیا سے چلے گئے انہوں نے عبادت میں۔ذرہ بھر بھی اخلاص نہیں کیا۔

حدیث اس بات پر بھی گواہ ہے حضور علیہ الصوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

حدیث: العابد الذی یقعول لہ الحق سبحانہ و تعالیٰ ادخل الجنتہ برحمتی فیقول یارب بل بعمل۔

ترجمہ: ایک عبادت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا تو وہ عابد کہے گا اے اللہ (میں تیری رحمت کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوتا بلکہ) اپنے عمل کے ذریعے داخل ہوں۔

یہ بات اس سے قرآن پاک کو نہ سمجھنے کی بنا پر صادر ہو گی کیونکہ قرآن کا سمجھنا دل کے منور ہونے پر موقوف ہے تو ذکر کی مثال (قوت میں) پتھر کی اس شدید ضرب کی ہے جس سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ذکر قلبی کے علاوہ دوسرے اوراد و تلاوت کی مثال صابن کی ہے اس مثال سے تو سمجھ جا۔انتہیٰ(علامہ امام شعرانی کی عبارت اختتام پذیر ہوئی۔

دلیل نمبر (۲۴)

وقال العارف المذکور فی کتاب آخر لہ مسمی بالاجوبۃ المرضیۃ عن الفقہاء والصوفیۃ وقد کان الشیخ عزالدین ابن عبدالسلام، یقول قبل ان یجتمع بالشیخ ابی الحسن الشاذلی وھل ثم طریق یقرب الی اللہ تعالیٰ غیر ما بایدینا من الفقہ فلما اجتمع بالشیخ ابی الحسن الشاذلی اقر لطریق القوم بقولہ من ادل دلیل علی صحۃ طریق القوم وان اھلھا قعدوا

علی القواعد وقعد غیرھم علی الرسوم ما یقع علی ایدی القوم من الکرامات والخوارق ولم یقع علی ید فقیه کرامة ولو بلغ فی العلم ما بلغ الا ان یتبع، طریقھم انتھی۔

امام عبدالوہاب شعرانی کی ایک اور کتاب (جس کا نام)"الاجوبة المرضیة عن الفقھاء والصوفیة" ہے۔اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں حضرت شیخ عزیز الدین ابن عبدالسلام شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کرنے سے پہلے کہتے تھے کہ فقہ کے علاوہ (جو ہمارے پاس ہے) کوئی طریقہ بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے لیکن آپ نے جب حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس اختیار کی تو انہوں صوفیہ کے طریقوں کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ طریقت اور اہل طریقت کے ضوابط (شریعت) پر مبنی ہونے اور غیروں کا محض رسوم پر ہونے کی بڑی دلیل صوفیہ کے ہاتھوں پر خوارق وکرامات کا واقع ہونا ہے جب تک کسی فقیہ نے صوفیہ کے طریقوں کی پیروی نہیں کی اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کبھی بھی کرامت واقع نہیں ہوئی اگرچہ وہ علم میں بہت بڑے درجہ پر فائز ہو۔انتہیٰ۔

حضرت امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا ارشاد

وقال فیه ایضا وکان امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنه یا ولدی علیک بالحدیث وایاک ومجالسة ھؤلاء الذین سموا انفسھم صوفیة فانھم ربما کان احدھم جاھلا باحکام دینه فلما صحب ابا حمزة البغدادی وعرف احوال القوم کان یقول لولدہ یا ولدی علیک بمجالسة ھؤلاء القوم فانھم زادوا علینا بکثرة العلم والمراقبة والخشیة والزھد وعلو الھمة انتھی وفیه ایضا بعد عبارة یسیرة وبلغنا ان الامام الشافعی رضی اللہ عنه کان یجالس الصوفیة کثرا ویقول یحتاج الفقیه الی معرفة اصلاح الصوفیة لیفیدوہ من العلم ما لم یکن عندہ انتھی وقال ایضا فیه فلا یقال لو کان علاج ھذہ الامراض الباطنة واجبا لو ضع الائمة الصحابة والتابعین والمجتھدین فی ذلک کتبا ولم نرلھم کتابا فی مثل ذلک لا نا نقول ان ھذہ

الامراض التی حدیث فینا لم تکن فی اهل عصرهم ولو کانت فیهم لاستنبط المجتهدون فی ذلک ادویة وکتبا وخلصوا الناس من الریاءوالنفاق کما فعلوا ذلک فی مسائل الفقه بل ذلک کان اولی لما هم علیه من کثرة الخشیة والخوف من اللہ تعالیٰ ولا یقول عاقل قط ان احدا من الائمةیری فی احد کبرا او عجبا او ریائ او حسدا او نفاقا یقره علیه ابدا بل کان یستنبط له الدوائ من الکتاب والسنة لیخرجه من اثم تلک الکبائر فقد بان لک انه یجب علی کل من غلب علیه مرض من امراض الباطنة من عجب او کبر او ریاء او غیر ذلک ان یطلب له شیخا یخرجه من تلک الورطة وان لم یجده فی بلده او اقلیمه وجب علیه السفر الیه وان من رزقه اللہ تعالیٰ سلامة الباطن من الامراض کالائمة المجتهدین وکمل اتباعهم لا یحتاج الی شیخ لان هذا قد عمل بما علم علی وجه الاخلاص وذلک هو حقیقة الصوفی قال الامام القشیری وا اول ما حدث ظهور الامرض الباطنة او اخر ??? من الهجر لقوله ﷺ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم فمن شهد له رسول اللہ ﷺ بالخیریة فقد حاز رتبة الکمال انتهی ملخصا۔

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرمایا کرتے تھے کہ تم حدیث کا علم حاصل کرنا ضروری اور تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے جن کو صوفیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی جاہل ضرور ہوتے ہیں لیکن جب انہوں ابو حمزہ بغدادی کی مجلس اختیار کی اور صوفیہ کرام کے احوال کو پہچانا تو اپنے بیٹے کو کہتے تھے اے بیٹے! تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ ہم سے علم میں مراقبہ میں، خدا تعالیٰ سے خوف دنیا سے بے پرواہ ہونے میں، اور بلند ہمت ہونے میں زیادہ ہیں۔ انتہی

اور اسی کتاب میں کچھ آگے جاکر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ بہت زیادہ بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ فقیہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ صوفیہ کرام کی اصلاح کو جانے تاکہ وہ علم حاصل ہو جو اس کے پاس نہیں۔ انتہی۔

اعتراض: کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر باطنی بیماری کا علاج ضروری ہوتا تو صحابہ کرام تابعین اور مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی اس موضوع پر کوئی کتاب لکھتے، حالانکہ ہم نے اس قسم کی انکی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بیماریاں ہم میں پیدا ہوئی ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں یہ بیماریاں نہیں تھیں اگر تھیں بھی تو مجتہدین نے ان کی دواؤں کو اور اس موضوع پر کتابوں کو مہیا کیا اور لوگوں کو ریا، نفاق سے خلاصی عطا کی۔ بلکہ یہ حضرات تو سب سے زیادہ صوفیہ تھے اسلئے کہ ان لوگوں میں-اللہ تعالیٰ کی خشیت و خوف سب سے زیادہ تھا اور اپنی جانوں میں خدا تعالیٰ کی زیادہ مراعت کرتے تھے کوئی عقلمند شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ یا تابعین یا مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے فلاں متکبر تھا یا ریاکار یا حسد کرنے والا یا نفاق والا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس چیز کا اقرار کیا بلکہ انہوں نے تو ان بیماریوں کی دوا قرآن و سنت سے حاصل کی تھی تاکہ وہ ان کبیرہ گناہوں سے بچ نکل سکیں۔ بس صرف اتنی بات ہے کہ جس شخص پر باطنی بیماریوں میں سے کوئی بیماری غالب آجائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شیخ کامل کو تلاش کرے کہ وہ شیخ اُس کو اِس سخت کیچڑے سے باہر نکالے۔ ایسا شخص اگر شیخ کامل کو اپنے شہر یا صوبے میں نہ پائے تو اس شخص پر شیخ کی طرف سفر کرنا واجب ہے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے باطنی بیماریوں سے سلامتی عطا کی ہو اور حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی مکمل پیروی کرتا ہو جیسے ائمہ

مجتہدین تو وہ شخص شیخ کا محتاج نہیں اس لئے کہ اس نے اپنے علم پر علی وجہ الاخلاص عمل کیا اور یہی صوفی کی حقیقت ہے (جو اس میں موجود ہے)۔

امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، باطنی بیماریاں تیسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

بہترین زمانوں یا صدیوں میں میرا زمانہ یا صدی ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے کے لوگوں کے قریب زمانے کے ہوں۔ (تابعین) پھر ان لوگوں کا جن کا زمانہ ان کے (تابعین) زمانے کے قریب ہو (تبع تابعین)

تو جس شخص کے خیر پر ہونے کی خود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ گواہی دیں بے شک اس نے رتبہ کمال کو حاصل کیا۔ انتہیٰ ملخصًا۔

دلیل نمبر (۲۵):

وفی الاجوبۃ المرضیۃ ما نصہ وکان الامام الشافعی والامام احمد رضی اللہ عنھما یترددان الی مجالس الصوفیۃ ویحضران معھم فی مجالس ذکرھم فقیل لھما ما لکما تترددان الی مثل ھؤلاء الجھال فقالا ان ھؤلاء عندھم رأس الامر کلہ وھو تقوی اللہ عزوجل، ومعرفتہ ذکرہ ابن ایمن فی رسالتہ انتھی۔

ترجمہ: اور ”اجوبۃ المرضیۃ“ میں ہے کہ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے صوفیہ کرام کی مجالس کو اختیار کرتے تھے اور ان کے ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے تو ان دونوں اماموں سے کسی نے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ان جاہلوں کی مجلسوں کو اختیار کرتے ہیں۔ انہوں

نے جواب دیا کہ تمام کا تمام معاملہ ان لوگوں کے پاس ہے اور وہ معاملہ -خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی معرفت ہے۔ یہ بات ابن ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے۔ انتہیٰ

دلیل نمبر (۲۶):

وفی مشارق الانوار القدسیة فی العهود المحمدیة للامام العارف الشعرانی قدس سره النورانی اخذ علینا العهد العام من رسول الله ﷺ ان لایغتر بحفظ العلم الذی یطلب منا العمل من غیر عمل کما علیه غالب الناس الیوم و ماهکذا کان السلف الصالح رضی الله عنهم ثم قال ویحتاج من یرید العمل هذا العهد الی سلوک علی ید شیخ لیر قیه الی درجات المراقبة لله تعالیٰ و الخوف من عذابه کما کان علیه العلماءُ العاملون و سمعت شیخنا شیخ الاسلام زکریا رحمه الله تعالی یقول کل فقیه لا یجتمع بالقوم فهو کالخبز الجاف بلا ادام و سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله تعالی یقول لا یکمل طالب العلم الا باجتماع علی احد من اشیاخ الطریق لیخرجه عن رعونات النفوس و من حضرات تلبیس النفس و من لم یجتمع علی اهل الطریق فمنلازمه هذا فلیجرب فاسلک یا اخی علی ید شیخ و الزم خدمته و اصبر علی جفائه لک و تغرباته علیک فان الذی یرید ان یطلعک علیه امر نفیس لا یقابل بالاعراض الدنیویة فان للعلم ریاسة عظیمة و للنفس فیه دسائس فربما خفیت علی مشائخ العلم فضلا عن الطلبة و الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم روی مسلم و غیره ان رسول الله ﷺ کان یقول فی دعائه اللهم انی اعذبک من الناس عذابا یوم القیامة عالم لم ینفعه الله تعالی بعلمه انتهی ملخصا۔

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "مشارق الانوار القدسیة فی العهود المحمدیة" میں ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس عہد عام کی خلاف ورزی کی ہے کہ ہم اس علم کے درپے نہ ہونگے جو ہم سے عمل کا مطالبہ کرے اور ہم اس پر عمل نہ کریں اور آج اکثر لوگوں کا یہی حال ہے (کہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے) پھر فرماتے ہیں کہ جو حضور

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس عہد پر عمل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر منازل سلوک طے کرے تاکہ اسے خدا کی طرف توجہ کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے مراتب حاصل ہو سکیں جیسے کہ عمل کرنے والے علماء تھے۔ میں نے شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، ہر فقیہ (علم فقہ کا عالم) جو سلوک کو حاصل نہیں کرتا اس خشک روٹی کی طرح ہے جس میں کوئی سالن نہ ہو۔ میں نے ہمارے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طالب علم، علم حاصل کرنے میں اس وقت تک کامل طالب علم نہیں ہو سکتا جب تک کسی شیخ طریقت کی صحبت اختیار نہیں کرتا، تاکہ وہ نفس کی رعونت وفریب سے نکل سکے اور جو طالب علم، علم کے ساتھ اہل طریقت میں سے کسی شیخ کی صحبت اختیار نہیں کرتا وہ بسا اوقات نفس کی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرنے کا دعویدار ہو جاتا ہے اور۔خود کو بہت کم بے عمل سمجھتا ہے اور اس کے ذہن میں ایسے دلائل قائم ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور جس کو میری اس بات میں شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے، تو اے میرے بھائی! کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر اور اس کی خدمت کو لازم پکڑ اس کے جفا پر صبر کر اس لئے کہ جو شخص تجھے کسی بہترین شے پر مطلع (خبردار) کرنا چاہتا ہو تو وہ تجھے دنیاوی اغراض و مقاصد کی طرف متوجہ نہیں کرے گا کیونکہ علم ایک بہت بڑی برتری ہے، اور نفس کا اس میں مکر و فریب کے ساتھ عمل دخل ہوتا ہے اور بسا اوقات مشائخ پر بھی علم پوشیدہ رہتا ہے، طلباء کی تو بات ہی کیا اور خدا ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

مسلم شریف کی روایت اور دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من نفس لا تشبع و من علم لا ینفع۔

ترجمہ: اے اللہ عزوجل میں اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو اور اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو۔

طبرانی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا:

کل علم وبال علی صاحبہ الا من عمل بہ۔

ہر علم اس کے صاحب پر وبال ہے مگر وہ علم جس پر اس نے عمل کیا

ایک اور مرفوع حدیث میں ہے:

اشد الناس عذابا یوم القیمۃ لم ینفعہ بعلمہ۔

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے سخت عذاب (اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا (عمل نہ کیا)۔ انتہیٰ

دلیل نمبر (۲۷):

وقال فیہ لم یفرح احد من اھل اللہ تعالیٰ بشیء من امور الدنیاء والآخرۃ وتساوی عندھم نسبۃ ذلک الیھم وسلبہ عنھم لان احدا منھم لا یشھد لہ ملکا مع اللہ تعالی فی الدارین وھذا الامر لا تذوقہ یا اخی الا بالسلوک علی ید شیخ ناصح وان اردت العمل بذلک المشھد النفیس فاطلب لک شیخا یرشدک الیہ والا فلا سبیل لک الی ذلک ولو عبدت اللہ تعالی بعبادۃ الثقلین ومن ھنا افترق السالکون والعابدون فربما مکث العابد یعبد ربہ علی علۃ خمس مائۃ سنۃ والسالک یخرج عن العلۃ من اول قدیم یضعہ فی الطریق لان بدایۃ الطریقۃ التوحید للہ تعالیٰ فی الملک ثم الفعل ثم الوجود والعابد لا یذوق لھذہ الثلاث طعما فو اللہ فاز من کان لہ شیخ وخسر من لم یتخذ لہ شیخا او اتخذوہ ولم یسمع لنصحہ انتھی ملخصا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں اولیاء اللہ میں سے کبھی کوئی ولی دنیاوی واخروی نعمتوں پر خوش نہیں ہووے انکا ہونا نہ ہونا ان کے ہاں برابر ہے اس لئے وہ اپنے آپ

کو دنیا وآخرت میں کسی شئے کا مالک نہیں سمجھتے تو اے میرے بھائی! تو اس نفیس وعمدہ شہد کو (کسی شیخ کامل سے تعلیم سلوک حاصل کئے بغیر) نہیں چکھ سکتا۔ اگر تو اس کو حاصل کرنے کا رادہ رکھتا ہے تو کوئی ایسا شیخ تلاش کر جو تجھے اس کی طرف رہنمائی کرتا رہے ورنہ تیرے لئے اس نفیس شہد تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اگرچہ جن وانس کی عبادت بھی کرلے اور یہاں سے سالک اور عابد میں فرق واضح ہوا، عابد ایک بیماری کو دور کرنے کیلئے پانچ سو سال عبادت میں مشغول رہنے کے باوجود اس سے نکل نہیں سکتا، جبکہ بسا اوقات سالک طریقت میں پہلا قدم رکھتے ہی اس بیماری سے نکل جاتا ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا طریقہ پہلے ملک سے شروع ہوتا ہے پھر فعل سے اور پھر وجود سے اور عابد ان تینوں میں سے کسی سے بھی کچھ مزہ نہیں چکھ سکتا۔

تو خدا کی قسم وہ شخص کامیاب ہوا جس کا کوئی شیخ ہے اور وہ نقصان وخسارے میں رہا جس نے کوئی شیخ نہیں پکڑا یا شیخ کو تو پکڑا لیکن اس کی نصیحت کو نہ سنا۔ انتہیٰ

"حکم عطائیہ" کی شرح کرتے ہوئے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدّس سرہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہاں قربِ خداوندی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے وجود کی نفی کی جائے اگرچہ نماز روزے بھی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع و طریقے ہیں لیکن ان کے ساتھ رسائی مکمل نہیں ہوتی۔ مکمل رسائی اپنے وجود کی نفی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور طریقت کے ذریعے سالک کے وجود کی نفی اور طریقت کے زریعے سالک اپنے اوصاف میں کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے اور اپنے مولیٰ کا بندہ خالص بن جاتا ہے خدا تعالیٰ اس وقت پوری طرح لطف وکرم فرماتا ہے۔

اے سالک! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے قیامت کے دن کیلئے ایک بہترین سامان مہیا کیا ہے (مراد طریقت ہے) اور خدا تعالیٰ کے دیدار اسے مشرف ہونے کا بہترین ساتھی و معاون ہے، اور طریقت

میں اپنے تمام اوراد (طریقت کے اوراد کے علاوہ) کی طرف التفات نہ کر۔ انتہیٰ (یہاں تک عبارت اختتام پذیر ہوئی)

دلیل نمبر (۲۸):

کسی نے کہا کہ تیرا وجود ہی گناہ ہے، اس پر اور گناہ نہ ڈال۔

قال الشیخ العلامة المتبحر فی علوم الشریعة و الحقیقةالشهاب ابن حجر المکی رحمه اللہ تعالیٰ وناهیک به احاطة و حجة و ثقة و لا التفات الی من یتعصب علیه من بعض متعصبی الحنابلة فی خاتمة الفتاوی من المسائل المنثورة و الاخذ عن مشائخ متعددین یختلف الحال فیه بین من یرید التبرک ومن یرید التربیة و السلووک فالاول یاخذ ممن شاء اذ لا حجر علیه و اما الثانی فیتعین علیه علی مصطلح القوم السالمین من المحذور و اللوم حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتهم ان لا بتدی الابمن جذبه الیه حاله قهرا علیه بحیث اضمحلت نفسه بقاهر حاک ذلک الشیخ المحق و تخلت له عن شهو اتها و ارادتها فحینئذ یتعین علیه الاستمساک بهدیه و الدخول تحت جمیع او امره و رسومه حتی یصیر کالمیت بین یدی الغاسل یقلبه کیف یشائ فان لم یجذبه حال شیخ کذلک فلیتحر اورع المشائخ و اعرفهم بقوانین الشریعة و الحقیقة ویدخل تحت اشارته و رسومه کذلک و من ظفر بشیخ بالوصف الاول او الثانی فحرام علیه ان یترکه انتهی۔

علامہ متبحر فی العلوم الشریعہ والحقیقہ شیخ شہاب ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ عظام کے بیعت کرنے میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ تو بیعت کرنے سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بعض تربیت و سلوک کے منزل طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پہلا شخص جس سے چاہے بیعت کرلے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور دوسرا شخص۔ پس اس پر اس قوم (صوفیاء کرام) کی اصطلاحات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے (جو ممنوعات و ملامت سے محفوظ و سالم ہیں) زمرے میں شمار فرمائے اور اس لئے ضروری ہے کہ اس

وقت تک بیعت کرنے میں۔جلدی نہ کرے جب تک کسی شخص کے حال کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ نہ لے۔یوں کہ مرید کا نفس شیخ کی پر کشش حالت سے مضمحل (مدھم)ہو جائے پھر اس شی۔خ کی رہنمائی حاصل کرنا اور ان کے تمام اوامر ورسومات (رسومات طریقت) سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ مرید میت کی طرح ہو جائے۔ غسل دینے والے کے ہاتھ میں کہ غسل دینے والا جیسے چاہے الٹاسیدھا کرتا ہے(اس طرح شیخ کے حضور بھی میت کی طرح اپنے تمام تر اختیارات ختم کرنا ہوں گے)اور اگر اپنے شیخ کے ساتھ مذکورہ حالت مرید کو حاصل نہ ہو تو مشائخ کی ورع (شبہات سے پرہیز کرنا) کے بارے می۔ں۔غور کرے اور شریعت و حقیقت کے قوانین کا علم حاصل کرے پھر شی۔خ کے اشارہ ورسوم کو تسلیم کرے اور جو مرید ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس پر شیخ کا چھوڑنا حرام ہے۔انتہیٰ(شیخ شہاب ابنِ حجر کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

دلیل نمبر(۲۹):

وقال الشیخ الاکبر قدس سرہ نورفی کتابہ الامر المحکم المربوط ویجب علی الشیخ اذا رای شیخا آخر فوقه ان ینصح نفسه ویلزم خدمة ذلک الشیخ الآخر هو وتلامذته فانه صلاح فی حقه وحق اصحابه ومتی لم یفعل هذا فلیس بمنصف ولا ناصح نفسه ولا صاحب همةبل هو ساقط الهمة ضعیفها بل ربماهو محب فی الریاسة والتقدم وهذافی طریق اللّٰہ تعالیٰ نقص الاتری محمدا ﷺ قال لو کان موسی حیا ما وسعه الا ان یتبعنی والیاس وعیسی تحت حکم شریعة محمد ﷺ فهکذا ینبغی ان یکون شیوخ هذه الطریقة انتهی وقال الشیخ الشعرانی قدس سره فی المنن الکبری ثم انی اذا رایت احدهم اعرف منی بالطریق تلمذت له ولو کنت مأذونا لی قبل ذلک من شیخ آخر لان المقامات لیس لها حدیقف علیه العبدانتهی۔

شیخ اکبر نے اپنی کتاب "الامر المحکم المربوط" میں فرمایا:

شیخ اور اس کے تمام شاگردوں پر واجب ہے کہ جب کسی دوسرے ایسے شیخ کو دیکھ لے جو اس سے مرتبہ میں فوق ہو یہ کہ اس کی خدمت کو لازم پکڑے کیونکہ یہ شیخ اور اس کے شاگردوں کے حق میں اصلاح ہے اور اگر اس کی خدمت و بیعت کو لازم نہ پکڑے تو وہ منصف (انصاف ور) نہیں اور نہ ہی وہ ہمت والا ہے بلکہ بزدل ہے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ناقص ہے کیا تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو نہیں دیکھا کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے اور اگر حضرت الیاس و عیسیٰ علیہم السلام ہوتے تو شریعت محمدی کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تو اسی طرح طریقت کے مشائخ کیلئے بھی ضروری ہے (کہ اپنے سے مرتبہ میں اگر کوئی فوق شیخ ہو تو اس کی خدمت کو لازم پکڑے اور اس سے طلب فیض کرے)۔ انتہیٰ

منن کبریٰ میں امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں پھر جب بھی میں نے طریقت میں اپنے سے طریقت کو زیادہ جاننے والا دیکھا تو میں نے اس کی شاگردی اختیار کی اگرچہ مجھے دوسرے شیخ سے خلافت و اجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو کیونکہ معرفت کے مقامات میں کوئی ایسی حد وانتہا نہیں کہ بندہ وہاں رک جائے۔ (اور آگے نہ بڑھ سکے) انتہیٰ۔

قلت اذا وجب علی الشیخ لزوم خدمۃ الشیخ الاکمل منہ وکان حال الشیوخ ھو اعرف منھم بالطریق ولو کانوا ماذونین من شیخ آخر فما تقول فیمن لم یشم رائحۃ من اسرار الطریق او شم وھو ناقص منحط عن ذروۃ التحقیق فاذعن یا اخی وسلم نفسک لھؤلاء الفریق لتفوز بالتصدیق والذوق الصافی الانیق واللہ والی التوفیق واعلم ان اللہ سبحانہ وتعالی انما خلق الخلق لطاعتہ وعبادتہ کما قال تعالی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وافضل العبادات ما یوصل الی اللہ تعالی وھو السلوک فی طریق التوحید ولا بد لذلک من مرشد کامل واستاذ فاضل لما انہ طریق غیب غیر محسوس مبنی علی مخالفات النفوس الا تری ان

كثيرا من الاطباءِ يعجزون عن تمرضهم عن علاج نفوسهم لخفاءِ دسائسها على صاحبها وهى اعدى اعدائه، فى ثياب اصدق اصدقائه ولهذا ورد المؤمن مرآت المؤمن فباستعانته بنافذ نظر اخيه المؤمن الحاذق يتسلط على دسائسها لكن مع التسليم الصادق ولهذا قال اهل الله الكمل من لم يكن له شيخ فشيخه الشيطان فان طريق الله سبحانه وتعالى لما كان فى غاية الشرف والعزة لكونه موصلا الى اعز المطالب خف بالقواطع والمهلكات من كل جانب فاذا عرفت هذه الورطات المهلكة لا جرم ان لسالک يحتاج الى المرشد الكامل والشيخ الفاضل يحفظ المريدين عن المهالک ويرشدهم الى المسالک فلا يسلكه الا مريد مقدم صادق بارشاد دليل كامل واستاذ حاذق فاذا صح توجه المريد الى الله تعالى وصدق فى قصده فالله سبحانه وتعالى يوصله الى شيخ ناصح ينهضه حاله ولحظه وينفعه مقاله ولفظه كما هو حال سيدى واستاذى القطب الربانى والعالم الصمدانى وسلالة نسل العثمانى سلطان العارفين ضياء الدين الراكع الساجد المجاهد ابى البهاءؒ حضرة مولانا الشيخ خالد النقشبندى اطال الله بقاءه وجعله وصرف عما سواه وجمع شملنا برؤياه ونعمه بالنظر اليه حين يلقاه وعامل بفضله والاه بعدله ومن من عاداه آمين۔

میں کہتا ہوں (صاحبِ کتاب) کہ جب ایک شیخ پر دوسرے (اس سے کامل) شیخ کی خدمت واجب ہے اور مشائخ عظام کا طریقہ بھی یہی تھا تو اس شخص کے بارے میں تم کیا کہو گے جس نے طریقت کے اسرار کی ہوا بھی نہیں پائی یا پائی تو ہے لیکن وہ ناقص اور تحقیق کی رفعت (بلندی) سے گری ہوئی ہو، تو اے میرے بھائی! تو اسرارِ طریقت کا قصد کر اور اپنے نفس کو اصحابِ طریقت کے سپرد کر دے تا کہ تو تصدیق اور خالص ذوق کے مرتبہ پر فائز ہو جائے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی ہی طاعت وعبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات ٥٦)

ترجمہ: میں نے جن وانس کو صرف اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

تمام عبادات میں سے وہ عبادت افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کردے اور وہ توحید کی دنیا میں سلوک وطریقت ہے۔ سلوک کے لئے مرشدِ کامل اور استاذ فاضل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ طریقت غیب کا ایک راستہ ہے اور غیر محسوس چیز ہے اور اس کی بنیاد نفس کی مخالفت پر ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بہت سارے طبیب نفس کی بیماری کے علاج سے عاجز ہوتے ہیں، کیونکہ نفس کے خفیہ فریب اس کے صاحب پر مخفی ہوتے ہیں اور نفس ہی دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن بھی ہے اور سب سے بڑا دوست بھی۔ اسی لئے وارد ہوا ہے کہ مومن، مومن کا (آئینہ) شیشہ ہے جس کی مدد سے مومن کامل دوسرے مومن کے نفس کے خفیہ فریب پر تسلط کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ کسی مرد کامل کی طرف تسلیم ہونے کے بعد حاصل ہوگا۔ اسی لئے بزرگانِ دین اور اہل اللہ حضرات نے کہا کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ انتہائی شرافت اور عزت والا ہے۔ اس لئے کہ یہ راستہ انتہائی اہم مقاصد و مطالب تک پہنچاتا ہے تو یہ راستہ رکاوٹوں اور ہلاک کرنے والی چیزوں کے ساتھ پوشیدہ اور بند ہے جب تم نے ہلاکت کے اس گڑھے کا علم حاصل کرلیا تو یہ بات یقینی وضروری ہے کہ سالک مرشدِ کامل فاضل کا محتاج ہے شیخ کامل اپنے مریدین کو ہلاکت کے راستے سے بچاتا ہے تو مرید صادق جب شیخ کامل کی دلیل پر سلوک طے کرتا ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہو جائے اور اپنے قصد وارادہ میں سچا ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حالت کا لحاظ فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیخ کی گفتگو اور لفظ سے اس کو فیض پہنچاتا ہے یہی کیفیت ہمارے سردار و مرشد قطب ربانی، عالم صمدانی، چشم وچراغِ خاندانِ عثمانی سلطان العارفین ضیاؤالدین حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے) کی ہے۔

دلیل نمبر (۳۰):

وقد قال الشیخ نجم الدین الکبری قدس سرہ کما ان المطرقة والسندان والمنفخ والفحم وغیرھا من الالات اذا اجتمعت ولم یکن، ثمة استاذ یضع الاشیاء فی محالھا لا یتحقق وجود شیء کذلک لاتتصغی مرآة قلب المرید بدون ربط القلب مع الشیخ وترک الاعتراض ودوام الرضا بما قدر من السد والفتح والقبض والبسط ملاحظا قوله تعالی عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم ومتحققا بان اللہ تعالی ارحم بالعبد من الوالدة بولدھا واعلم بمصلحة العبد من نفسه والشیخ اعرف بمصالح المرید انتھی ومتی صار المقبل علی اللہ تعالیٰ من الخلق اجنبیا ومن آفات نفسه بریا ومن الملاحظات نقیا ودام فی السر مع اللہ تعالی مناجاته یسمی عند ذلک عار فافبقدر الاجنبیة عن نفسه تزداد له المعرفة لما ورد اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک وقدقیل شعر:

اتوق نفسک لاتامن من غوائلھا　　　　فالنفس اخبث من سبعین شیطانا

نصرنا اللہ تعالی علیھا وعلی الشیطان الجنیة والانسیة وازال عنا الحجب الآفاقیة والانفسیة بنصر منه وفتح قریب انه القریب المجیب۔

شیخ نجم الدین قدس سرہ فرماتے ہیں جب ہتھوڑا، روئی دھننے کا ڈنڈا الوہار کی دھونکنی اور کوئلہ وغیرہ آلات جمع کئے جائیں لیکن وہاں ماہر استاذ نہ ہو کہ ان آلات کو اپنے اپنے محل میں استعمال کرے (اس وقت تک) کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی، اسی طرح مرید کے دل کا آئینہ کسی شیخ کامل کے ساتھ قلبی رابطہ کے بغیر صاف و شفاف نہیں ہو سکتا اور صفائی آئینہ اس وقت ہو گی کہ شیخ پر اعتراض نہ کرے۔ حالت قبض وبسط تمام حالات میں دوامِ رضا ہو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ (البقرة ٢١٦)

ترجمہ: تم بہت سی چیزوں کو برا سمجھو گے حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ پر اس کے ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بندہ کے بارے میں ماں باپ سے زیادہ جاننے والا بھی ہے اور (مخلوق میں) شیخ مرید کے مصالح و فوائد کو زیاہ جاننے والا ہے۔ انتہیٰ (شیخ نجم الدین قدس سرہ کی عبارت مکمل ہوئی)

اور جب مرید کی توجہ مخلوق سے خالق کی طرف ہو جائے اور مخلوق اس کو اجنبی محسوس ہونے لگیں اور نفس کی آفات سے بری ہو جائے اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات دوام پکڑ جائیں تو اس وقت اس مرید کو عارف کہا جاتا ہے، تو جتنا اپنے نفس سے اجنبی ہو تا جائے گا اس قدر اس کی معرفت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دائیں بائیں کے درمیان ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

ترجمہ: "کیا تم اس نفس کی حفاظت کرتے ہو؟ جس کی مصیبتوں سے تم کبھی بھی امن و حفاظت میں نہیں رہ سکتے۔ نفس ستّر شیطانوں سے بھی زیادہ خبیث ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نفس و شیطان پر کامیابی عطا فرمائے اور ہم سے آفاقی و انفسی پردے دور کر دے۔[583]

کما نقل ان الامام زفر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کان یتوضا فمر علیہ الامام ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فلم یقل لہ و لم یعظمہ فلاجل ذلک صارت روایتہ فی المذہب ضعیفۃ و الا فقد کان من اجلۃ اصحاب الامام علما و اکثرہم ملازمۃ۔

حکایت: چنانچہ نقل ہے حضرت امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو فرما رہے تھے آپ کے قریب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا لیکن دوران وضو امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے استاذ امام

---

[583] (تحفئہ نقشبندیہ، ص، ۴۴ تا ۲۰)

ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کھڑے نہ ہوئے اور تعظیم نہ کی جس کی وجہ سے امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت مذہب میں ضعیف ہوتی ہے حالانکہ امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے۔[584]

وفی التاجۃ الکبری للشیخ العالم العارف المحقق تاج الدین الھندی الحنفی النقشبندی تنزیل مکۃ المشرقۃ المدفون بھا قدس سرہ, اعلم ان مکافاۃ بعض حقوق الشیک لا تیسر الا برعایۃ حسن الادب فالتعظیم لمشائخ الطریقۃ من معظمات حقوقھم والاھمال عین التقصیر والخسران لان لہ نسبۃ الابوۃ المعنویۃ انتھی قلت وھذہ النسبۃ عند اھل المحبۃ الالھیۃ اشرف فی نسبۃ الابوۃ الظاھریۃ وھی التی جعلت بلال الحبشی وسلمان الفارسی وصھیب الرومی رضی اللہ عنھم فی اھل البیت وأبعدعنھا ابو طالب ولم تنفعہ نسبۃ العمومۃ التی ھی اقرب الانساب الاھلیۃ لما حجبتہ المشیئۃ الالھیۃ والی ھذہ النسبۃ اشار سلطان العاشقین الشیخ شرف الدین عمر ابن الفارض قدس سرہ الفائض بقولہ:

نسب اقرب فی شرع الھوی   بیننا من نسب من ابوی

شیخ عارف محقق تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ جاننا چاہیے کہ شیخ کے بعض حقوق کی بجا آوری تب ہی ممکن ہے کہ حسن ادب کی رعایت کی جائے اور مشائخ طریقت کی تعظیم شیخ کے بڑے حقوق میں سے ہے اور حسن ادب کی رعایت نہ کرنا عین نقصان و تقصیر ہے کیونکہ مرید شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ اہل محبت الٰہیہ کے نزدیک ظاہری ماں باپ کے رشتے سے یہ (باطنی) رشتہ بہتر و اعلیٰ ہے کیونکہ باطنی رشتہ وہ رشتہ ہے جس نے حضرت بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں سے قر دیا۔ جس رشتہ سے ابو طالب دور ہوئے محروم ہو

---

[584] تحفئہ نقشبندیہ، ص، ۶۱)

گئے۔ ظاہری نسبت نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ ابو طالب ظاہری رشتہ میں حضور کے بہت قریب تھے۔

اسی لیئے اس عظیم رشتہ کی طرف سلطان العاشقین شیخ شرف الدین عمر بن فارد قدس سرہ اپنے شعر میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: شریعت کا رشتہ ہمارے ہاں ظاہری ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قریب و افضل ہے۔[585]

دلیل نمبر (۳۱):

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کی ہر آیت کی ظاہری مراد بھی ہے اور باطنی بھی، ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشاء اور مقصد، یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ جس پر سب علماء مطلع ہیں اور باطن وہ جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں

یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ (سورۃ التوبہ ۱۲۳)

ترجمہ: اس کے ظاری معنی یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی تلوار وغیرہ سے جہاد کرو۔

باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی تلوار اور اعانت یار سے جہاد کرو۔ نیز فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال سے اور باطن حال سے یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے اور باطن کسی کی نظر سے۔[586]

---

[585] (تحفۂ نقشبندیہ، ص، ۲۴)

[586] (مرآۃ المناجیح، ج، ا، ص، ۲۱۰، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

دلیل نمبر (۳۲):

حضرت علامہ شیخ یوسف خطار محمد لکھتے ہیں:

فتصفية القلب ومداواته من اهم الفرائض العينية واهم الواجبات الربانية، وقد دل على ذلك ماجاء في الكتاب والسنة واقوال العلماء والفقهاء۔

پس قلب کا تصفیہ کرنا اور اس کی مداوات اہم ترین فرضِ عین میں سے ہے اور اہم ترین واجباتِ ربانیہ میں سے ہے، اور تحقیق اس پر قرآن مجید میں اور احادیثِ مبارکہ میں اور علماء اور فقہاء کے اقوال میں دلیلیں ہیں۔[587]

دلیل نمبر (۳۳):

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَذَرُوْا ظٰهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ (انعام ۱۲۰)

ترجمہ: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر القرآن علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

(وذروا) اى اتركوا ايها المؤمنون (ظاهر الاثم وباطنة) من اضافة الى الموصوف اى الاثم الباطن والمراد بالاثم ما يوجب الاثم وهو المعاصى كلها لانها لا تخلو من هذين الوجهين فيدخل فيه ما يلعن وما يسر سواء كان من اعمال القلوب او الجوارح ظاهرة كالاقوال والافعال واعمال القلوب باطنة كالعقائد الفاسدة والعزائم الباطلة والاشرة ان الله تعالىٰ كما خلق للانسان ظاهرا هو بدجسمانى وباطنا هو قلب وروحانى فذلك جعل للاثم ظاهرا هو كل قول وفعل موافق للطبع مخالف للشرع وباطنا هو كل خلق حيوانى وسبعى وشيطانى جبلت النفس عليه۔ (وذروا ظاهرا الاثم وباطنه) اى اتركوا الاعمال الطبيعية

---

[587] (الموسوعة اليوسفية في بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول ص ۱۲)

باستعمال الاعمال الشرعية واتركوا الاخلاق الذميمة النفسانية بالتحلق بالاخلاق الملكيةالروحانية۔(ان الذين يكسبون الاثم)ظاهره وباطنه بالافعال والاخلاق۔

(وذَرُوا) اور اے ایمان والو چھوڑ دو (ظاهِرَ الْإِثْمِ وَباطِنَه) ظاہری اور باطنی گناہ اس میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔اس لیے کہ یہ دراصل"الاثم الظاهر و الباطن"تھا یہاں پر اثم سے وہ عمل مراد ہے جو گناہ کا سبب بنے۔اسی طرح اس سے ہر قسم کے گناہوں کا ترک کرنا مراد ہے۔اور وہ ان دونوں سے خالی نہیں اس لئے کہ گناہ کبھی سراًہوتے کبھی اعلانا۔وہ اعمال قلب سے ہوں یا اعضاء سے۔اعمال اعضاء کو ظاہراًکہا جاتا ہے جیسے اقوال وافعال اور اعمال قلوب کو باطناً جیسے عقائد فاسدہ وعزائم باطلہ۔

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالی نے جیسے انسان کا ظاہر بنایا ہے جسے بدن انسانی سے تعبیر کرتے جاتا ہے اور اس کا باطن بھی ہے جسے قلب روحانی کہا جاتا ہے۔اسی طرح بعض گناہ باطنی بنائے ۔وہ یہ ہیں کہ انسان کے اندر مادہ حیوانی وسبعی وشیطانی رکھا کہ انہی عادات کا نفس خوگر ہے اسی بنا پر فرمایا۔

وَذَرُوا ظاهِرَ الْإِثْمِ وَباطِنَهُ (الانعام ۱۲۰)

یعنی اعمال شرعیہ پر عمل کرکے اعمال طبعیہ کو چھوڑو۔اسی طرح اخلاق ملکیہ روحانیہ کی عادت پیدا کرکے خصائل مذمومہ نفسانیہ کا ترک کرو۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ (الأنعام ۱۲۰)

بے شک وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس سے عام اعمال واخلاق مراد ہیں۔[588]

---

[588](تفسیر روح البیان،سورۃالانعام،تحت الآیۃ:۱۲۰،ج۳،ص۹۹،بحذفٍ،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

دلیل نمبر (۳۴):

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿آل عمران ۱۰۲﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ لکھتے ہیں:

اخرج عبد الرزاق والفرياني وابن جرير وابن ابى حاتم وابن مردوية فى تفاسيرهم والطبراني فى المعجم والحاكم فى المستدرک وصححه وابو نعيم فى الحلية عن ابن مسعود موقوفا وقال ابو نعيم روى عنه مرفوعا ايضا هو ان يطاع فلا يعصى ويشكر فلا يكفر ويذكر فلا ينسى- وقال البغوي قال ابن مسعود وابن عباس هو ان يطاع فلا يعصى وهذا إجمال ما ذكر- قلت اما قوله يذكر فلا ينسى فمناطه فناء القلب واما قوله يطاع فلا يعصى ويشكر فلا يكفر فمناطه فناء النفس واطمينانه والايمان الحقيقي- فمقتضى هذه الاية وجوب اكتساب كمالات الولاية وكذا يقتضيه سبب نزوله فان تفاخر الأوس والخزرج انما كان من بقايا رذائل النفس فامروا بتهذيبها وتطهيرها عن الرذائل وتحلية القلب والنفس بمكارم الأخلاق وخشية الله ودوام الذكر- وقال مجاهد ان تجاهدوا فى سبيل الله حق جهاده ولا يأخذكم فى الله لومة لائم وتقوموا الله بالقسط ولو على أنفسكم وابائكم وأبنائكم- وعن انس قال لا يتقى الله عبد حق تقاته حتى يحزن لسانه- قلت وقول مجاهد وانس بيان للطريق الموصل الى كمالات الولاية فان الرياضات والمجاهدات بقلة الطعام والمنام مع الذكر على الدوام وحفظ اللسان عن فضول الكلام المستلزم للعزلة وقلة المخالطة مع العوام وترک مبالاة الناس فى رعاية حقوق الملک العلام هى الطريقة الموصلة الى تلک الكمالات- قال البغوي قال اهل التفسير فلما نزلت هذه الاية شق ذلک عليهم فقالوا يا رسول الله ومن يقوى على هذا فانزل الله تعالى فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فنسخت هذه الاية- قال مقاتل ليس فى ال عمران من المنسوخ الا هذه الاية- قلت ليس المراد منه ان حق التقوى

صار منسوخا وجوبه کیف ورذائل النفس من الکبر و الغضب فی غیر محله والحسد والحقد والنفاق وسوء الأخلاق وجب الدنیا وقلة الالتفات الی الله واشتغال القلب بغیره مازال حراما ولا یتصور نسخ حرمتها حتی تصیر مباحة- بل المراد منه ان ازالة رذائل النفس دفعة لیست فی مقدور البشر بل یتوقف ذلک جریا علی عادة الله تعالی علی مصاحبة ارباب القلوب والنفوس الزاکیة والمجاهدات المذکورة فالله سبحانه رخص لعباده فی ذلک وأوجب علیهم بذل الجهد فی تزکیة النفس وتصفیة القلب ما استطاع فمن اعرض عن ذلک بالکلیة والتفت الی الشهوات فعلیه اثم الرذائل کلها إِنْ تُبْدُوا ما فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشاءُ ومن اشتغل فی طلب الطریقة وبذل جهده فی دفع الرذائل ومات قبل تحصیل الکمالات فقد اتی بما وجب علیه وأرجو ان یغفر له ما لیس فی وسعه والله اعلم۔

ترجمہ: ”عبدالرزاق، فریابی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور طبرانی نے معجم میں اور حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستدرک میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حلیہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت نقل کی ہے بلکہ ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اس روایت کو مرفوع بھی کہا ہے کہ حق تقویٰ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے فراموش نہ کیا جائے۔ بغوی نے بحوالہ حضرت ابن مسعود و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم صرف اول ٹکڑا نقل کیا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے۔

میں کہتا ہوں یاد کرنے اور بھول نہ جانے کا مدار فناء قلب پر ہے۔ رہی اطاعت وعدم عصیان اور شکر وعدم کفران تو ان امور کا مدار نفس کے فناء پر ہے حقیقی ایمان اور قلبی اطمینان پر ہی اطاعت کلی اور شکر دوامی کی بناء ہے۔ پس اس آیت کا تقاضا ہے کہ کمالات ولایت کو حاصل کرنا واجب ہے آیت

کے سبب نزول کا بھی یہی تقاضاء ہے اوس و خزرج کا باہمی تضاخر باقی ماندہ امراض نفس کا نتیجہ تھا اس لیے تمام امراض باطنہ سے نفس کو پاک صاف کرنے اور مکارمِ اخلاق خشیتہ اللہ اور ذکر دوامی سے قلب و نفس کو آراستہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کے مطلب کی توضیح اس طرح کی ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو احکام خداوندی کی تعمیل سے تم کو کسی ملامت گر کی ملامت نہ روکے اللہ کے لیے انصاف قائم کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ خواہ خود تمہارا۔ تمہارے ماں باپ اور اولاد کا اس میں نقصان ہو رہا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ بندہ اس وقت تک حق تقویٰ ادا نہیں کرتا جب تک کہ اپنی زبان کی نگہداشت نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ مجاہد اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ راستہ بتایا ہے جو کمالاتِ ولایت کو پہنچاتا ہے کیونکہ کم کھانا کم سونا ہمیشہ ذکر کرنا زبان کو لغو باتوں سے روکنا۔ عوام سے اختلاط کم رکھنا اللہ کے حقوق کے معاملہ میں لوگوں کی پروانہ کرنا کمال ولایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ اہلِ تفسیر کا بیان ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بڑی دشواری ہو گئی اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس حکم کی (پوری) تعمیل کرنے کی کس میں طاقت ہے اس قول کے بعد اللہ نے نازل فرمایا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ جہاں تک طاقت ہو تقویٰ اختیار کرو پس اس آیت سے اول آیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا مقاتل نے کہا کہ آل عمران میں سوائے اس آیت کے کوئی دوسری آیت منسوخ نہیں۔

میں کہتا ہوں اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ حق تقویٰ کا وجوب منسوخ ہو گیا کیونکہ غرور، بیجا غصہ، حسد، کینہ، نفاق، بد خلقی، دنیا کی محبت، اللہ کی طرف توجہ میں کمی دوسروں سے دل کی لگاوٹ اور

اسی طرح کی دوسری نفسانی خباثتیں بہر حال ہر وقت حرام ہیں اس کی حرمت کے منسوخ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان بزرگوں کے قول کا مقصد یہ ہے کہ یک دم تمام امراض نفسانیہ کا دور کر دینا تو کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ کا طریقہ یوں جاری ہے کہ امراض سے تزکیہ (رفتہ رفتہ) اہل دل اور مقدس نفوس والوں کی صحبت اور مختلف ریاضتیں کرنے سے ہوتا ہے یک دم نہیں ہوجاتا اسی لیے اللہ عزوجل نے اجازت دیدی اور بقدر امکان نفس کو پاکیزہ بنانے اور دل کو جلا دینے کی کوشش کو واجب قرار دیدیا اب جو شخص بالکل تزکیۂ نفس کی کوشش سے منہ موڑ کر خواہشات کی طرف اپنا رخ پھیر لے گا اس پر تمام رذائل نفس کا گناہ ہوگا۔ جو کچھ دلوں کے اندر ہوگا خواہ اس کو ظاہر کرو یا نہ کرو اللہ اس کی حساب فہمی ضرور کرے گا پھر جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جسکو چاہے گا سزا دے گا اور جو شخص ازالۂ امراض کے طریقہ کی جستجو میں لگا رہے گا اور اندرونی بیرونی خباثتوں کو دور کرنے کی امکانی کوشش کرتا رہے گا خواہ وہ درجۂ کمال تک نہ پہنچا ہو مگر چونکہ ادائے فرض کر رہا ہے اس لیے امید ہے کہ اللہ اس کمی کو معاف کردے گا جس کو پورا کرنا اختیار سے باہر ہے۔ واللہ اعلم "[589]

دلیل نمبر (۳۵):

شیخ المشائخ ابو نصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی لکھتے ہیں:

سئل عن اول فرض افترض اللہ تعالی علی عبادہ ماھو؟ فقال المعرفۃ۔ لقولہ تعالی (وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون)[الذاریات:الآیۃ ۵۶] وقال ابن عباس رضی اللہ عنھما: لیعرفون۔

[589] (تفسیر مظھری، سورۃ آلِ عمران، تحت الآیۃ ۱۰۲، ج ۹، ۵۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)، ص317ج2

”حضرت سراج السالکین ابو الحسین نوری نے ایک سوال کہ اللهل نے سب سے پہلے بندوں پر کونسا فرض عائد کیا۔ تو فرمایا ”معرفت“ جیسا کہ قول خداوندی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات ۵۶) (اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں) حضرت سیدنا مفسر قرآن ابن عباؓس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (**لِيَعْبُدُوْن،** کہ میری بندگی کریں) کی تفسیر (**يَعْرِفُوْن** تاکہ میری معرفت حاصل کریں) سے فرمائی۔ یعنی عبادت کرنے سے مراد معرفت الٰہی کا حصول ہے۔“[590]

دلیل نمبر (۳۶):

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ فرماتے ہیں:

قطب ہروی جابر بن عبد اللہ انصاری علیہ الرحمہ فرمودہ است کہ رحمت ناگاہ آید اما بر دلِ آگاہ آید۔ پس کسے کہ وجود خود را در بادیہ ریاضت باختہ ودر تحصیلِ علمِ دینیہ عمر خود را صرف کردہ ودر پیرویِ شریعتِ مصطفوی راہ ہا رفتہ ودر جوانی بہ پیری رسیدہ چرا باید کہ این زمان بے بہرہ ماند

تادل صدفِ دُرِ حقیقت نہ شود جان محرمِ اسرارِ طریقت نہ شود
بگذار جوانی کہ کسے دررہِ عشق با نفسِ جوان پیرِ طریقت نہ شود

قطب ہروی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رحمت ناگاہ (اچانک) آتی ہے لیکن دلِ آگاہ پر ہوتی ہے۔ پس جس آدمی نے اپنے وجود کو ریاضت کے صحرا میں

---

[590] (کتاب اللمع فی التصوف، باب فی قول القائل بمعرفت اللہ؟، ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)، ص 76

جلایا ہو، دینی علوم کی تحصیل میں اپنی عمر صرف کی ہو اور شریعت مصطفوی ﷺ کی اتباع میں مسافرت کرتے ہوئے جوانی سے بڑھاپے میں پہنچ گیا ہو، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت بے بہرہ رہے؟

تادل صدفِ دُر حقیقت نہ شود — جان محرمِ اسرارِ طریقت نہ شود
بگذار جوانی کہ کسے دررہِ عشق — با نفسِ جوان پیرِ طریقت نہ شود

یعنی: جب تک دل حقیقت کی سیپ کا موتی نہ بن جائے، اس وقت تک طریقت کے راز کا محرم نہیں بن سکتا۔ جوانی کو چھوڑ، کہ کوئی آدمی عشق کے راستے میں نفس جوان رکھتے ہوئے پیر طریقت نہیں بن سکتا۔[591]

دلیل نمبر (۳۷):

حضور سیدی شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فتنقية القلب، وتهذيب النفس، من أهم الفرائض العينية وأوجب الأوامر الإلهية، بدليل ما ورد في الكتاب والسنة وأقوال العلماء۔۔۔ كل الأحاديث التي وردت في النهي عن الحقد والكبر والرياء والحسد... وأيضاً الأحاديث الآمرة بالتحلي بالأخلاق الحسنة والمعاملة الطيبة فلتراجع في مواضعها۔

دل کا تصفیہ اور نفس کا مہذب بنانا اہم ترین فرض عین اور ماموراتِ الٰہیہ میں سے واجب ترین ہے، اس پر قرآن مجید اور آحادیث مبارکہ اور علماء کرام کے اقوال سے بہت ساری دلیلیں ہیں۔ ۔۔۔ وہ تمام حدیثیں جو حسد، تکبر، خود بینی اور ریا سے اجتناب پر وارد ہیں۔۔ اور وہ تمام حدیثیں جو

[591] (آگاهی سیدامیر کلال قدس سرہ ص ۵۸، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

نفس کو اچھے اخلاق کے ساتھ مزین کرنے اور اچھا معاملہ کرنے کے بارے میں آئی ہیں، یہ تمام صفات قلب اور نفس کی تہذیت کے فرضِ عین ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔[592]

دلیل نمبر (۳۸):

حضور سیدی شیخ یوسف خطار محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

والکبر من امراض القلوب وھو وحدہ یکفی لدخول النار بدلیل قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی "اور تکبر امراض قلوب میں سے ہے اور یہ ایک ہی دوزخ میں دخول کے لیے کافی ہے اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا (درج ذیل یہ) ارشاد دلیل ہے۔"[593]

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کی مقدار تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں گا۔[594]

دلیل نمبر (۳۹):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اعلم أن الكبر من المهلكات ولا يخلو أحد من الخلق عن شيء منه وَإِزَالَتُهُ فَرْضُ عَيْنٍ وَلَا يَزُولُ بِمُجَرَّدِ التَّمَنِّي بل بالمعالجة واستعمال الأدوية القامعة له۔

---

[592] (حقائق عن التصوف، ص، ۱۵)

[593] (الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، الجزء الاول، ص، ۲۵)

[594] (صحیح مسلم، باب تحریم الکبر، رقم: ۱۴۷، سنن ابو داؤد، رقم: ۴۰۹۱، سنن الترمذی، رقم: ۱۹۹۹، مسند احمد، ج، ۱، ص، ۳۹۹)

یعنی ”جاننا چاہیے کہ تکبر ہلاک کرنے والے کاموں میں سے ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے خالی نہیں اور اس کا ازالہ فرض عین اور یہ محض تمنا کرنے سے زائل نہیں ہوتا بلکہ علاج کرنے اور ایسی دوائیاں استعمال کرنے سے زائل ہوتا ہے جو اس کا قلع قمع کر دیتی ہیں۔“[595]

دلیل نمبر (۴۰):

امام ابی العباس احمد بن محمد علی بن حجر المکی الہیتمی، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا: يَتَعَيَّنُ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ أَرَادَ الْخَلَاصَ مِنْ وَرْطَةِ الْكِبْرِ وَثَمَرَتِهِ الْقَبِيحَةِ - إِذْ هُوَ مِنْ الْمُهْلِكَاتِ وَلَا يَخْلُو أَحَدٌ مِنْ الْخَلْقِ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، وَإِزَالَتُهُ فَرْضُ عَيْنٍ وَهِيَ لَا تُمْكِنُ بِمُجَرَّدِ التَّمَنِّي، بَلْ بِالْمُعَالَجَةِ بِاسْتِعْمَالِ أَدْوِيَتِهِ النَّافِعَةِ فِي إزَالَتِهِ مِنْ أَصْلِهِ-[596]

ترجمہ: ہر انسان تکبر اور اس کے بُرے نتائج سے چھٹکارا چاہتا ہے کیونکہ یہ مہلکات یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی بیماریوں میں سے ہے، حالانکہ اس سے کوئی انسان پاک نہیں، اور اس کا ازالہ فرضِ عین ہے، جو صرف تمنا اور خواہش سے نہ ہو گا بلکہ مفید ادویہ کے استعمال سے اسے جڑ سے ختم کرنا ضروری ہے۔

دلیل نمبر (۴۱):

محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ تویجری لکھتے ہیں:

والكبر من الكبائر المهلكات، ولا يخلو أحد من الخلق عن شيء منه، وإزالته فرض عين-

[595] (احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان الطریق فی معالجة الکبر واکتساب التوضع له، ج۳، ص ۴۸۸، المکتبة التوفیقیة، القاهرة، مصر)

[596] (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبر والعجب والخیلاء، ج۱، ص ۱۲۰، دار الکتب العلمیه، بیروت)

تکبر ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہے، مخلوق میں سے کوئی ایک بھی اس سے خالی نہیں ہے، اوراس کا ازالہ فرض عین ہے۔[597]

دلیل نمبر (۴۲):

علاء الدین عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقد تظاهرت نصوص الشرع والإجماع على تحريم الحسد، واحتقار المسلمين، وإرادة المكروه بهم، والكبر والعجب والرياء والنفاق، وجملة الخبائث من أعمال القلوب، بل السمع والبصر والفؤاد، كل ذلک كان عنه مسؤولاً، مما يدخل تحت الاختيار۔

ترجمہ: حسد کرنا، اور مسلمانوں کو حقیر جاننا' ان کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرنا تکبر، خود پسندی، ریاء، نفاق اور دل سے متعلقہ جملہ اعمال قبیحہ کی حرمت پر اجماع ہے۔ اور اس پر شرعی نصوص ظاہر ہیں، بلکہ سمع وبصر اور دل میں سے ہر ایک سے ان کے اختیاری اعمال کی بازپرس ہوگی۔[598]

دلیل نمبر (۴۳):

شیخ یوسف خطار محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اجمع العلماء على ان امراض والآفات القلبية من الكباءر التي تحتاج الى توبة مستقلة لان امراض الباطن كافية لاحباط اعمال العبد ولو كانت كثيرة ۔۔۔ان التصوف هو الذى اختص بمعالجة الامراض القلبية، وتزكية النفوس والتخلص من صفاتها الناقصة الذميمة۔

ترجمہ: علماءِ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ قلبی امراض اور آفات ان کبیرہ گناہوں میں سے ہیں جن کے لیے مستقل توبہ کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ بندے کے اعمال اگرچہ زیادہ ہی ہوں ان کو

---

[597] (موسوعة فقه القلوب، آفة الكبر، ج۴، ص۳۱۱۴)

[598] (الهداية العلائية، ص۳۱۵، الموسوعة اليوسفية في بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، ص۲۵، ۲۴)

ضائع کرنے کے لیے امراضِ باطن کافی ہیں۔۔۔۔اور بے شک تصوف قلبی امراض کے اعلاج کے لیے اور تزکیہ نفس کے لیے اور نفس کی ناقص ذمیم صفات سے خلاصی کے لیے مختص ہے۔[599]

دلیل نمبر (۴۴):

عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ، كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتاہے۔ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھاجاتی ہے۔[600]

دلیل نمبر (۴۵):

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتاہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھاجاتی ہے۔[601]

عن معاویۃ بن حیدۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل۔

ترجمہ: حضرت سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا "حسد ایمان کو ایسا بگاڑ تا ہے، جس طرح ایلوا (اندرائن، تمہ) شہد کو بگاڑ تا ہے۔[602]

---

[599] (الموسوعۃالیوسفیۃفی بیان ادلۃالصوفیۃ، الجزءالاول، ص، ۲۴)

[600] (سنن ابن ماجہ، باب الحسد، رقم ۴۲۱۰، سنن ابو داؤ، باب فی الحسد، رقم ۴۹۰۳، مسند البزار، رقم ۲۲۱۲، شعب الایمان رقم ۶۱۸۴، معجم ابن عساکر رقم ۱۴۲۱)

[601] (سنن ابن ماجہ ، باب الحسد ، رقم : ۴۲۱۰، سنن ابو داؤ، باب فی الحسد ، رقم : ۴۹۰۳، مسند البزار ، رقم : ۲۲۱۲، شعب الایمان، ۶۱۸۴، معجم ابن عساکر، رقم: ۱۴۲۱،)

[602] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر، للسیوطی، حرف الحاء، الحدیث ۳۸۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، کنز العمال، رقم الحدیث ۷۴۳۷، ج ۳، ص ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دلیل نمبر(۴۶):

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ قال: ”لا تحاسدوا و لا تباغضوا، و لا تدابروا، و کونوا اعباداللہ اخوانا“۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آپس میں حسد نہ کرو، نہ بغض کرو، نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔[603]

دلیل نمبر(۴۷):

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ۔

یعنی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا مگر جو صرف اور صرف اس کی رضا کے لئے ہو۔[604]

دلیل نمبر(۴۸):

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔

---

[603] (صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۶۰۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[604] (سنن النسائی فی کتاب: الجھاد، باب: من غزا یلتمس الاجر و الذکر، ج، ۲، ص، ۵۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ، کنز العمال، ج، ۳، ص، ۱۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔[605]

دلیل نمبر (۴۹):

مذکورہ بالا احادیث کے تحت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وکل مایترتب علیه الفروض الاعیان فهو فرض عین۔

ہر وہ عمل جس پر فرض عین کی ادائیگی مرتب ہوتی ہے وہ فرض عین ہے۔[606]

دلیل نمبر (۵۰):

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال :قال : رسول اللہ ﷺ طلب العلم فريضة على كل مسلم (وفی رواية: ومسلمة)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔[607]

---

605 (مسلم فی کتاب: البر و الصلة ولاداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه ماله وعرضه، ج، ۲، ص، ۳۱۷، مطبوعه قدیمی کتب کانه کراچی، کنز العمال، ج، ۳، ص، ۱۲، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

606 (تفسیر مظهری، سورة التوبه، تحت الآیة: ۱۲۲، ج، ۳، ص، ۳۸۲، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

607 (رواه ا، بیهقی فی شعب الایمان، وسنن ابن ماجه، مشکوٰة المصابیح کتاب العلم، ومسند امام اعظم، سر الاسرار فیما یحتاج الیه الابرار، ص، ۸۷، مطبوعه غوثیه کتب خانه شاه عالم گیٹ لاهور، اشعة اللمعات، ج، ۱، ص، ۴۹۹، مطبوعه فرید بک سٹال لاهور، طریقه محمدیه، ج، ۱، ص، ۸۹، مطبوعه مکتبه حنفیه کانسی روڈ، کوئٹه)

دلیل نمبر (۵۱):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری قدس سرہ لکھتے ہیں:

قال الشراح: المراد بالعلم ما لامندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة, فإن تعلمه فرض عينٍ, وأما بلوغ رتبة الاجتهاد والفتيا ففرض كفايةٍ. قال الأبهري: واختلف في العلم الذي هو فرضٌ وتحزبوا فيه أكثر من عشرين فرقةً, فكان فريقٌ نزل الوجوب على العلم الذي بصدده اهـ. قال الشيخ العارف الرباني السهروردي: اختلف في هذا العلم الذي هو فريضةٌ. قيل: هو علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ومايفسد الأعمال لأن الإخلاص مأمورٌ به, فصار علمه فرضًا آخر, وقيل: معرفة الخواطر وتفصيلها فريضةٌ لأن الخواطر هي منشأ الفعل, وبذلک يعلم الفرق بين لمة الشيطان ولمة الملک, وقيل: هو طلب علم الحلال حيث كان أكل الحلال واجبًا, وقيل: علم البيع والشراء والنكاح إذا أراد الدخول في شيءٍ منها, وقيام علم الفرائض الخمس, وقيل: هو طلب علم التوحيد بالنظر والاستدلال والنقل, وقيل: هو طلب علم الباطن وهو ما يزداد به العبد يقينًا, وهو الذي يكتسب بصحبة الصالحين والزهاد المقربين, فهم وراث الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين اهـ. فإن قيل: ما الفرض قبل الفرض؟ فقل: العلم قبل العمل, وإن قيل: ما الفرض في الفرض؟ فقل: الإخلاص في العلم والعمل, وإن قيل: ما الفرض بعد العمل؟ فقل: الخوف والرجاء.

شراح نے فرمایا: بندہ کے لیے جس علم کا سیکھنا مراد ہے، جیسے صانع کی معرفت اور اس کی واحدانیت کا علم اور نبوت اور اس کے رسول کا علم اور نماز کا طریقہ، پس ان کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اجتہاد اور فتویٰ کے مرتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے۔۔ ابہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ علم کہ جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ علماء ۲۰ سے زیادہ جماعتوں میں بٹ گئے، ہر فریق نے اسی علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جس علم میں وہ فریق

خود مشغول تھا۔ اھ۔ شیخ عارف ربانی شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس علم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اخلاص کا علم، اور نفس کی آفتوں اور اعمال کو مفسد کرنے والے امور کی معرفت مراد ہے۔ چونکہ اخلاص امور بہ ہے، چنانچہ اس کا علم ایک دوسرا (مستقل) فرض ہے۔ کہا گیا ہے کہ خواطر کی معرفت، اور اس کی تفصیل فرض ہے۔ چونکہ خواطر ہی فعل کا منشاء ہے۔ اور اسی سے شیطانی وسوسہ اور فرشتہ کے الہام میں فرق ہوتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد طلب علم حلال ہے، چونکہ حلال کھانا واجب ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بیع و شراء اور نکاح کا علم ہے، جب کہ یہ کام سرانجام دینے کا ارادہ ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ علم میراث کا پانچواں حصہ ہے۔ بعض کا کہنا ہے اس سے مراد علم توحید کو نظر و استدلال اور نقل کے ساتھ طلب کرنا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد علم باطن کا طلب کرنا ہے یعنی وہ علم کہ جس کے ذریعے بندہ کا اللہ کی ذات پر یقین بڑھتا ہے، یہ وہ علم ہے جو صالحین اور زھاد کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ اھ۔ گر یہ سوال کیا جائے کہ فرض سے پہلے کونسا فریضہ ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اپنے عمل سے پہلے علم۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ فرض میں کیا فرض ہے؟ تو اس کا جواب ہے علم و عمل میں اخلاص۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ عمل کے بعد کیا فرض ہے؟ تو اس کا جواب ہے، خوف و رجاء۔ [608]

دلیل نمبر (۵۲):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اختلف في العلم الذي هو فريضة قيل هو علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس وما يفسد العمل لأن الإخلاص مأمور به كما أن العمل مأمور به وخدع النفس وغرورها وشهواتها

[608] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ۱، ص ۴۳۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

يخرب مباني الإخلاص فصير علمه فرضا وقيل معرفة الخواطر وتفصيل عللها منشأ الفعل وذلک يفرق بين لمة الملک ولمة الشيطان۔ وقيل علم نحو البيع والشراء وقيل علم التوحيد بالنظر والاستدلال والنقل علم الباطن وهو مايزداد به العبد يقينا وهو الذي يكتسب لصحبة الأولياء فهم وراث المصطفى صلى الله عليه وسلم۔

علماء نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ کیونکہ کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے، اور جس اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اس کو نفس کا مکروغرور، اس کے مکائد اور پوشیدہ خواہشیں تباہ برباد کرتی ہیں، اس لئے اس کے تحفظ کے لئے اس کا جاننا ضروری ہو گیا۔ پس جس طرح اخلاص فرض ہے اسی طرح اس کا علم بھی فرض ہو گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ معرفت خواطر اور اس کی تفصیلات کا جاننا فرض ہے اس لئے کہ خواطر ہی کسی فعل کی اصل اور اس کا مبداء ہے! اور محل نشوونما ہے اور اس کے ذریعہ فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خرید و فروخت کا علم ہے اور کہا گیا ہے کہ غور فکر اور استدلال کے ذریعے توحید کا علم ہے اور باطنی علم کو منتقل کرنا اور یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے بندہ کا یقین زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم وہ ہے جس کو اولیاء کی صحبت سے حاصل کیا جاتا ہے، پس وہ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وارث ہیں۔ [609]

دلیل نمبر (۵۳):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری قدس سرہ لکھتے ہیں:

قيل هو علم الإخلاص بمعرفته آفات النفوس، ومايفسد الأعمال، لأن الإخلاص مأمور به، وقيل: معرفة الخواطر، إذ به يعرف الفرق بين لمة الملک، ولمة الشيطان۔

---

[609] (فیض القدیر، ج، ۴، ص، ۳۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی کہا گیا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ کیونکہ کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ خواطر کی معرفت، کیونکہ اس سے فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق کی پہچان ہوتی ہے۔[610]

دلیل نمبر (۵۴):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وصوفیہ گویند کہ مراد علم اخلاص ومعرفت آفات نفوس وخواطر وتفاصیل آنست۔

یعنی اور صوفیاء کرام فرماتے ہیں یہاں علم سے مراد اخلاص، نفس کی آفات کی معرفت اور خواطر اور رذائل نفس کی تفصیلات کا علم ہے۔[611]

دلیل نمبر (۵۵):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں امام شہاب الدین سہروردی قدس سرہ لکھتے ہیں:

واختلف في العلماء فی العم الذي هو فريضة۔ قال بعضهم: هو طلب علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ومايفسد الاعمال، لأن الإخلاص مأمور به كما أن العمل مأمور به۔ قال الله تعالى: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ) (سورة البينة: ۵) فالاخلاص مأمور به، وخدع النفس وغرورها ودسائسها وشهواتها الخفية يخرب مباني الإخلاص المأمور به، فصار علم ذلک فرضاً حيث كان الاخلاص فرضاً، ومالا يصل العبد الى الفرض الا به، فصار فرضاً۔ وقال بعضهم: معرفة الخواطر وتفصيلها فريضة، لان الخواطر هى اصل الفعل مبدؤه ومنشؤه، وبذلک يعلم فرق بين لمة الملک ولمة الشيطان، فلا يصح الفعل الا بصحتها،

---

[610] (شرح مسند ابی حنیفة، ص، ۵۳۹، دار الکتب العلمیه، بیروت)
[611] (اشعة اللمعات، کتاب العلم، ج۱، ۱۷۳، مکتبه رشدیه، کوئٹه)

فصار علم ذلک فرضاً حتی یصح الفعل من العبد لله۔ وقال بعضهم: ھو طلب الوقت۔ وقال سھل بن عبداللہ: ھو طلب علم الحال یعنی حکم حالہ الذی بینہ و بین اللہ تعالی فی دنیاہ و آخرتہ ۔ وقیل: ھو طلب علم الباطن و ھو مایزداد بہ العبد یقیناً، و ھذا العلم الذی یکتسب بالصحبۃ و مجالسۃ الصالحین من العلماء الموقنین و الزھاد المقربین الذین جعلھم اللہ تعالی من جنودہ یسوق الطالبین الیھم ویقویھم بطریقھم و یرشدھم بھم، فھم وارث علم النبی علیہ السلام و منھم من یتعلم علم الیقین۔

ترجمہ: ”علماء نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ وہ علم اخلاص، علم معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے ۔کہ اخلاص کے لئے حکم دیا گیا ہے جیسا کہ عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (سورۃ البینۃ: ۵)

”اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے۔ اور جس اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اس کو نفس کا مکر و غرور، اس کے مکائد اور پوشیدہ خواہشیں تباہ برباد کرتی ہیں، اس لئے اس کے تحفظ کے لئے اس کا جاننا ضروری ہو گیا۔ پس جس طرح اخلاص فرض ہے اسی طرح اس کا علم بھی فرض ہو گیا۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ معرفت خواطر اور اس کی تفصیلات کا جاننا فرض ہے اس لئے کہ خواطر ہی کسی فعل کی اصل اور اس کا مبداء ہے! اور محل نشو و نما ہے اور اس کے ذریعہ فرشتے کے الہام اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے اور فعل کی صحت بغیر اس کی صحت کے نہیں ہو سکتی، پس ایسا علم حاصل کرنا فرض ہو گیا جو بندے کے افعال کو اللہ کے لیے درست کر سکے۔ بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ وہ علم، علم الوقت ہے جس کی صراحت اس قول سے ہو گی کہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رحمتہ علیہ اللہ نے فرمایا کہ علم الوقت یہ ہے کہ علم حال کی طلب کی

جائے' یعنی اس سے وہ حکم حال مراد ہے جو دنیا و آخرت میں اس کے اور بندے کے مابین وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بعض اصحاب کا ارشاد ہے کہ جس علم کے حاصل کرنے کا حکم ہے وہ علم باطن کا طلب کرنا ہے کہ اس سے بندے کے یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ علم بھی صالحین کی مجالست اور صحبت میں حاصل کیا جاسکتا ہے' یہ صالحین وہ ہیں جو علمائے موقنیں اور زہاد مقربین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا لشکر بتایا ہے اور طالبین ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے طریقے پر گامزن ہو کر قوت حاصل کرتے ہیں۔ اور ان سے رشد و ہدایت پاتے ہیں اور یہی لوگ علم رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں جن سے علم الیقین کو حاصل کیا جاسکتا ہے (علم الیقین کی تعلیم دیتے ہیں)۔"[612]

دلیل نمبر (٥٦):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں سیدنا حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

والمراد منه علم المعرفة والقربة۔

"اور اس سے مراد علم معرفت اور قرب الٰہی ہے۔"[613]

دلیل نمبر (٥٧):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال عالمنا أبو محمد سهل رحمه الله: أراد بذلک علم حال يعني علم حال العبد من مقامه الذي أقيم فيه بأن يعلم أحدكم حاله الذي بينه وبين الله عزّ وجلّ في دنياه وآخرته خاصة فيقوم بأحكام الله تعالى عليه في ذلک۔

ہمارے عالم ابو محمد سہل نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں طلب علم سے مراد علم حال ہے یعنی بندہ جس مقام پر ہے اس کے حال کا علم کہ تم میں سے ایک آدمی خاص کر کے اس حالت

[612] (عوارف المعارف، الباب الثالث، ص، ٢٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[613] (سر الاسرار و مظهر الانوار فيما يحتاج اليه الابرار، الفصل الخامس، ص، ٢٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کا علم رکھے جو کہ دنیا و آخرت میں اس اس کے اور اللہ عزوجل کے درمیان ہے، چنانچہ وہ اس میں ہی احکامِ الٰہی پر چلتا ہے۔[614]

دلیل نمبر (۵۸):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقال بعض العارفين (العراقين): معناه طلب علم المعرفة وقيام العبد بحكم ساعته وما يقتضي منه في كل ساعة من نهاره۔

یعنی عارفین (عراقین) فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کا مطلب ہے علمِ معرفت طلب کرنا اور بندے کا اس کی ساعت کے حکم پر قائم رہنا اور دن کی ہر گھڑی میں جو بھی تقاضا ہو، اسے پورا کرنا ہے۔[615]

دلیل نمبر (۵۹):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقال بعض علماء الشام إنما عنى به طلب علم الإخلاص ومعرفة آفات النفس ووساوسها ومعرفة مكايد العدو وخدعه وغروره وما يصلح الأعمال ويفسدها فريضة كله من حيث كان الإخلاص في الأعمال فريضة ومن حيث أعلم بعداوة إبليس ثم أمر بمعاداته وذهب إلى هذا القول عبد الرحيم ابن يحيى الأرموي ومن تابعه۔

---

[614] (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج، ۱، ص، ۲۲۴، دار الکتب العلمیه، بیروت، وعوارف المعارف، الباب الثالث، ص، ۲۳، واتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی هو فرض عین، ج، ۱، ص، ۲۰۱، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[615] (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج، ۱، ص، ۲۲۴، دار الکتب العلمیه، بیروت، واتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی هو فرض عین، ج، ۱، ص، ۲۰۳، دار الکتب العلمیه، بیروت)

علماءِ شام فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی اس سے مراد علم اخلاص طلب کرنا ہے، نفسانی آفات ووسواس کو پہچاننا، دشمن کی مکاریوں اور دھوکہ دہی سے آگاہ ہونا اور اعمال کو فاسد کرنے والے اور خراب کرنے والے امور سے واقف ہونا، ان کی طلب فرض ہے اس لیے کہ اعمال میں اخلاص اختیار کرنا بھی فرض ہے۔ اور آپ ﷺ ابلیس کی دشمنی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اس لیے اس کی عداوت کا حکم دیا۔ عبدالرحیم ابن یحیٰ ارموی اور ان کے تابعین کا یہ فرمان ہے۔[616]

دلیل نمبر (٦٠):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقال بعض البصريين في معناه: طلب علم القلوب ومعرفة الخواطر وتفصيلها فريضة لأنها رسل الله تعالى إلى العبد ووسواس العدوّ والنفس فيستجيب لله تعالى بتنفيذ ما منه إليه ومنها ابتلاء الله تعالى للعبد واختبار تقتضيه مجاهدة نفسه في نفيها ولأنها أول النية التي هي أول كل عمل وعنها تظهر الأفعال وعلى قدرها تضاعف الأعمال فيحتاج أن يفرق بين لمة الملک ولمة العدوّ وبين خاطر الروح ووسوسة النفس وبين علم اليقين وقوادح العقل ليميز بذلک الأحكام, وهذا عندهؤلاء فريضة وهو مذهب مالک بن دينار وفرقد السنجي وعبد الواحد بن زيد وأتباعهم من النساک وقد كان أستاذهم الحسن البصري يتكلم في ذلک وعنه حملوا علوم القلوب۔

علمائے بصری عالم اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ "علم قلوب کا حصول مراد ہے، اس لیے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور ان کی تفاصیل سے آگاہ ہونا فرض ہے۔ کیونکہ یہ خیالات بندے کے پاس اللہ کی جانب سے آئیں تو پیغام رساں ہوتے ہیں اور شیطان اور نفس کی طرف جانب

---

[616] (قوت القلوب،الفصل الحادی والثلاثون ،ج، ۱ ،ص، ۲۲۴ ،دارالکتب العلمیه ، بیروت،واتحاف السادة المتقین ،کتاب العلم،بیان علم الذی ھو فرض عین،ج، ۱ ،ص، ۲۰۱ ،دارالکتب العلمیه،بیروت)

سے ہوں تو وسواسہ کہلاتے ہیں۔ پس بندے کو چاہیے کہ کہ اللہ کی جانب سے پیدا ہونے والے خیالات پر لبیک کہے کہ انہی خیلات کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے اور جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بندہ شیطانی وسوسوں کو دل سے جھٹک دے، کیونکہ یہ خیالات اس نیت کی ابتدا کا باعث بنتے ہیں جو ہر عمل کے شروع میں ہوتی ہے، پھر اس نیت کے مطابق اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق اعمال کا اجر بڑھتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بندہ اچھے اور برے خیالات کے درمیان فرق کرے اور شیطانی، روحانی اور نفسانی خیالات کو پہچانے، علم یقین اور عقلی دلاءل میں فرق کرے تاکہ ان سب کے احکام میں فرق کر سکے کیونکہ ایسا کرنا بندے پر فرض ہے۔ یہ مذہب حضرت سیدنا مالک بن دینار، حضرت سیدنا عبدواحد بن زید اور ان کے ماننے والوں کا ہے۔ ان سب کے استاد حضرت سیدنا حسن بصری ہیں جو اس معاملے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ان سب نے انہی سے علوم قلوب حاصل کیئے۔"[617]

دلیل نمبر (۶۱):

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ولعمري أن الظاهر والباطن علمان لا يستغني أحدهما عن صاحبه بمنزلة الإسلام والإيمان مرتبط كل واحد بالآخر كالجسم والقلب لا ينفك أحدهما عن صاحبه۔

میری عمر کی قسم! (حقیقت یہ ہے کہ) ظاہر و باطن دو علم ہیں اور جیسے کہ اسلام اور ایمان دونوں لازمی ہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک کا دوسرے کے

---

[617] (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج، ۱، ص، ۲۲۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، واتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج، ۱، ص، ۲۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ساتھ وہی تعلق ہے جس طرح جسم اور دل کا باہم ربط ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔[618]

دلیل نمبر (۶۲):

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وعلم الإخلاص داخل في صحة الإسلام إذا لا يكون مسلماً إلا بإخلاص العمل لقوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثلاث لا يغلّ عليهن قلب مسلم: إخلاص العمل لله فبدأ به واشترط للإسلام۔

اوراسلام کے درست ہونے میں علم اخلاص داخل ہے کیونکہ کوئی بھی خالص عمل کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین امور ایسے ہیں جن میں ایک مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ اور پھر ان میں سے ایک کا تذکرہ یوں فرمایا: اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔[619]

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس سے آغاز فرمایا اور اس کو اسلام کی شرط قرار دیا۔[620]

دلیل نمبر (۶۳):

مذکورہ بالا حدیث کے تحت امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

واختلف الناس في العلم الذي هو فرض على كل مسلم فتفرقوا فيه أكثر من عشرين فرقة ولا نطيل بنقل التفصيل ولكن حاصله أن كل فريق نزل الوجوب على العلم الذي هو بصدده فقال المتكلمون هو علم الكلام إذ به يدرک التوحيد ويعلم به ذات الله سبحانه

---

[618] (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج، ا، ص، ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[619] (سنن ابوداؤد، فی العلم، باب، ۱۰، و سنن الترمذی، فی العلم، باب ۷، وسنن ابن ماجه، فی المقدمة، بان، ۱۸، المناسک، باب، ۷۶، والترغیب والترھیب، ج، ا، ص، ۶۱)

[620] (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج، ا، ص، ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وصفاته وقال الفقهاء هو علم الفقه إذ به تعرف الْعِبَادَاتُ وَالْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَمَا يُحَرَّمُ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وما يحل وعنوا به ما يحتاج إليه الآحاد دون الوقائع النادرة وقال المفسرون والمحدثون هو علم الكتاب والسنة إذ بهما يتوصل إلى العلوم كلها وقال المتصوفة المراد به هذا العلم فقال بعضهم هو علم العبد بحاله ومقامه من الله عز وجل وقال بعضهم هو العلم بالإخلاص وآفات النفوس وتمييز لمة الملک من لمة الشيطان وقال بعضهم هو علم الباطن۔

جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اسی بارے میں بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہیں ہم سب کی تفصیل نہیں لکھتے حاصل اختلاف یہی ہے کہ ہر فرقے نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جس کے درپئے وہ خود تھا مثلا کلام علم کی غرض علم کلام ہے اسی لیئے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات کا علم اسی سے ہوتا ہے اور فقہاء کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے عبادت اور حلال اور حرام اور معاملات میں سے جائز ناجائز معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے انکی غرض وہ ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہے نہ وہ معاملات جو بہت کم واقع ہوتے ہیں اور مفسر و محدچ فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے انہی دونوں سے دیگر تمام علوم حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس سے غرض ہمارا علم ہے پس ان میں سے کچھ یوں کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حال کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں اور شیطان کے خطروں اور فرشتے کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے۔[621]

---

[621] (احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی، ج ۱، ص ۲۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہر، مصر)

دلیل نمبر(٦٤):

مذکورہ بالا حدیث کے تحت امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فاعلم ان العلوم التی طلبها فرض فی الجملة ثلاثة: علم التوحید، وعلم السر، واعنی و ما یتعلق بالقلب ومساعیه، وعلم الشریعة واما حد یجب من کل واحد منها، فالذي یتعین فرضه من علم التوحید ماتعرف به أصول الدین۔۔واما الذی یتعین فرضه من علم السر معرفة مواجبه ومناهیه، حتی یحصل لک تعظیم اللہ سبحانه والإخلاص (له) والنیة وسلامة العمل، واما (مایتعین) من علم الشریعة کل ما یتعین علیک فرض فعله، وجب علیک معرفته لتؤدیه۔

جن علوم کی طلب فرض ہے وہ تین ہیں:(١)علم توحید۔(٢)علم سر یعنی جس علم کا تعلق دل اور دل کے متعلقات سے ہے۔(٣)علم شریعت۔ لیکن ان تین علوم سے اتنی مقدار لازم اور ضروری ہے جس لازم وضروری امور کی پوری پوری معرفت ویقین ہو جائے۔ علم توحید سے اتنا ضروری ہے جس سے دین کے اصول معلوم ہو جائیں۔۔۔اور علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفاتی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جاءے کہ کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے تاکہ دل میں میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز ان امور کو جاننا بھی ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے۔ اور ظاہری وباطنی اعمال وعبادات، ظاہری وباطنی آفات سے محفوظ رہ سکیں۔۔۔اور علم شریعت سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے یہ معلوم ہو جاءے کہ یہ امور ضروری ہیں۔ تاکہ انہیں ادا کیا جا سکے۔[622]

---

[622](منهاج العابدین، ص، ٦٥، ٦٤، مؤسسة الرسالة، بیروت)

دلیل نمبر (۶۵):

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبد الرءُوف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَعلم لقلب وَمَعْرِفَة أمراضه من نَحْو حسد وَعجب ورياء قَالَ الْغَزالِيّ فرض عين۔[623]

اور دل اور اس کے امراض کی معرفت کا علم جیسے حسد، اور عجب، اور ریاء، امام غزالی فرماتے ہیں فرضِ عین ہے۔

دلیل نمبر (۶۶):

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حضرت سید مظفر علی شاہ قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

علمے کہ طلب آں بر کاری مسلمان فریضہ است نزدیک علماء مختلف فیہ است بعضے گفتہ اند علم اخلاص زیراکہ ہمچناں عبادت حق فرض است اخلاص در عبادت ہم فرض است چناچہ علم عمل فرض بود علم اخلاص ہم فرض بود بعضے گویند علم آفات اخلاص است یعنے نفوس کہ ظہور آن مخرب قاعدہ اخلاص است پس علم اخلاص موقوف بود بر علم صفات نفوس وہر چہ واجی برو موقوف بود آن ہم واجب باشد۔

ترجمہ: وہ علم کہ جس کا طلب کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں کہ علم اخلاص مراد ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ کی عبادت فرض ہے، عبادت میں اخلاص بھی فرض ہے، چونکہ عمل کے لیے علم فرض ہوتا ہے تو اخلاصِ عمل کے لیے بھی علم فرض ہوتا ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ اخلاص کی آفات کا علم مراد ہے، یعنی نفس کی صفات کہ ان کا ظہور اخلاص کی

[623] (التيسير بشرح الجامع الصغير، ج، ۱، ص، ۱۲۴، مكتبة امام الشافعی، الرياض، السعودية)

بنیاد کو خراب کر دیتا ہے، پس اخلاص کا علم، نفس کی صفات کے علم پر موقوف ہوتا ہے اور ہر وہ کام جس پر واجب موقوف ہوتا ہے، وہ کام بھی واجب ہوتا ہے۔[624]

دلیل نمبر (٦٧):

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ تَعَلُّمَ الْعِلْمِ يَكُونُ فَرْضَ عَيْنٍ وَهُوَ بِقَدْرِ مَا يَحْتَاجُ لِدِينِهِ. وَفَرْضَ كِفَايَةٍ، وَهُوَ مَا زَادَ عَلَيْهِ لِنَفْعِ غَيْرِهِ. وَمَنْدُوبًا، وَهُوَ التَّبَحُّرُ فِي الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْقَلْبِ۔

جان لو کہ علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے (یعنی ہر شخص پر) اور فرض عین اس قدر علم ہے جس کی طرف آدمی اپنے دین کے لیے حاجت مند ہو۔ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے، فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کے لیے ہو۔ اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے مستحب علم فقہ میں بہت زیادہ وسعت حاصل کرنا ہے، اور علم قلب فرض عین ہے۔[625]

دلیل نمبر (٦٨):

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

أَنَّ عِلْمَ الْإِخْلَاصِ وَالْعُجْبِ وَالْحَسَدِ وَالرِّيَاءِ فَرْضُ عَيْنٍ، وَمِثْلُهَا غَيْرُهَا مِنْ آفَاتِ النُّفُوسِ: كَالْكِبْرِ وَالشُّحِّ وَالْحِقْدِ وَالْغِشِّ وَالْغَضَبِ وَالْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَالطَّمَعِ وَالْبُخْلِ وَالْبَطَرِ وَالْخُيَلَاءِ وَالْخِيَانَةِ وَالْمُدَاهَنَةِ وَالِاسْتِكْبَارِ عَنْ الْحَقِّ وَالْمَكْرِ وَالْمُخَادَعَةِ وَالْقَسْوَةِ وَطُولِ الْأَمَلِ وَنَحْوِهَا مِمَّا هُوَ مُبَيَّنٌ فِي رُبْعِ الْمُهْلِكَاتِ مِنْ الْإِحْيَاءِ. قَالَ فِيهِ: وَلَا يَنْفَكُّ عَنْهَا بَشَرٌ، فَيَلْزَمُهُ أَنْ يَتَعَلَّمَ مِنْهَا مَا يَرَى نَفْسَهُ مُحْتَاجًا إلَيْهِ، وَإِزَالَتُهَا فَرْضُ عَيْنٍ وَلَا يُمْكِنُ إلَّا بِمَعْرِفَةِ حُدُودِهَا وَأَسْبَابِهَا وَعَلَامَاتِهَا وَعِلَاجِهَا، فَإِنَّ مَنْ لَا يَعْرِفُ الشَّرَّ يَقَعُ فِيهِ۔

---

[624] (جواهر غیبی، کنز سوم، ص، ۱۲۲، مکتبه رحمانیه، ارگ بازار، قندهار، افغانستان)

[625] (الدر المختار، مقدمة، ص، ۱۲، دار الکتب العلمیه، بیروت)

اخلاص، تکبر، حسد ریا اور خود بینی کا علم جاننا فرضِ عین ہے۔ اسی طرح نفس کے دیگر آفات وبلیلات جیسے تکبر، حسد، کھوٹ، غیض وغضب، عداوت، دشمنی، لالچ، بخل، خیانت، حق سے اغراض، مکر، دھوکا، دل کی سختی اور لمبی امیدیں وغیرہ یہ تمام انسان کیلئے مہلک ہیں اور کوئی انسان ان سے خالی نہیں لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ان عیوب سے بچاؤ کا علم حاصل کرے کیونکہ ان کا ازالہ فرضِ عین ہے اور ان عیوب کا ازالہ، ان کی حقیقت، اسباب، علامات اور علاج جانے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ جو شر کو جانتا نہ ہو وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔[626]

دلیل نمبر(۶۹):

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی لکھتے ہیں:

قَالَ الْعَلَامِيُّ فِي فُصُولِهِ: مِنْ فَرَائِضِ الْإِسْلَامِ تَعَلُّمُهُ مَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ الْعَبْدُ فِي إقَامَةِ دِينِهِ وَإِخْلَاصِ عَمَلِهِ لِلّٰهِ تَعَالَى۔

علامی نے اپنی فصول میں فرمایا: بندہ کو اپنے دین کو قائم کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرنے میں اپنی حاجت کے مطابق علم حاصل کرنا اسلام کے فرائض میں سے ہے۔[627]

---

[626] (ردالمحتارعلی الدر المختار ،مقدمة ،ج، ا ،ص،۱۲۷،دارالکتب العلمیه ، بیروت،ردالمحتار علی درالمختار،ج، ا ،ص،۳۲،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹه)

[627] (ردالمحتارعلی الدرالمختار،مقدمة،ج، ا ،ص،۱۲۵،دارالکتب العلمیه،بیروت)

دلیل نمبر (۷۰):

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ: لَا شَكَّ فِي فَرْضِيَّةِ عِلْمِ الْفَرَائِضِ الْخَمْسِ وَعِلْمِ الْإِخْلَاصِ؛ لِأَنَّ صِحَّةَ الْعَمَلِ مَوْقُوفَةٌ عَلَيْهِ وَعِلْمِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَعِلْمِ الرِّيَاءِ؛ لِأَنَّ الْعَابِدَ مَحْرُومٌ مِنْ ثَوَابِ عَمَلِهِ بِالرِّيَاءِ، وَعِلْمِ الْحَسَدِ وَالْعُجْبِ إذْ هُمَا يَأْكُلَانِ الْعَمَلَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔[628]

اور تبیین المحارم میں ہے: علم اخلاص اور علم فراءض خمس کے فرض ہونے میں کوءی شک نہیں ہے، کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے، اور علم حلال، اور علم حرام، اور علم ریاء کے فرض ہونے میں شک نہیں، کیونکہ عبادت گزار ریاء کی وجہ سے اپنے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے ، اور علم حسد اور علم عجب کے فرض ہونے میں بھی شک نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں عمل کو اس طرح کھا جاتے ہیں جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

دلیل نمبر (۷۱):

علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ: وَعِلْمِ الْقَلْبِ) أَيْ عِلْمِ الْأَخْلَاقِ، وَهُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَنْوَاعُ الْفَضَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا وَأَنْوَاعُ الرَّذَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اجْتِنَابِهَ۔ وقال فی التعلیم وكذالک يفترض عليه علم احوال القلوب من التوكل والانابة والخشية والرضاء فانه واقع فی جميع الاحوال وشرف هذا العلم لا يخفى على احد ثم قال وكذلک يفترض فی الاخلاق معرفة نحو الجود والبخل والجرأة والجبن والكبر والتواضع والعفة والاسراف والتقتير وغيرها فان البخل والجبن والكبر والتقتير حرام ولا يمكن التحرز عنها الا بعلمها وعلم مايضادّها اه والحاصل أن علم

[628] (ردالمحتار على الدر المختار، مقدمة، ج۱، ص۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

التحرّز عن المحرّم فرض کما استفید من ذلک لا مندوب و اللہ اعلم۔ ویمکن عطفه علی الفقه فیکون المندوب هو التبحر فیه۔

یعنی علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور ان کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور اور اقسام رذائل اور ان سے بچنے کی کیفیت دریافت ہو۔ اور تعلیم متعلم میں ہے کہ اسی طرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت (اللہ کی طرف رجوع کرنا) اور خوف الٰہی اور رضا، اس واسطے کہ یہ تمام احوال میں واقع ہے اور اس علم کی بزرگی کسی پر مخفی نہیں اور اسی طرح اخلاق میں سخاوت، بخل، تکبر، تواضع، عفت، اسراف (فضول خرچی کرنا) اور کنجوسی وغیرہا کی پہچان فرض ہے اس واسطے کہ بخل، بزدلی، تکبر، کنجوسی حرام ہے اور اس سے بچنا اس کے علم بغیر اور اس کی ضد کے ممکن نہیں۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ حرام سے بچنے کا علم فرض ہے جیسا کہ اس سے معلوم ہوا نہ مستحب۔ واللہ اعلم۔ اور علم قلب کا علم فقہ پر عطف ہونا ممکن ہوتا تو وہ مستحب ہوتا وہ اس میں تبحر حاصل کرنا ہے۔

(مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اس میں تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجئے تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہرے گا نہ کہ فرض)۔[629]

دلیل نمبر (۷۲):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

واعلم: ان العلم الذی طلبه فرض لازم لکل مکلف ثلاثة انواع: الاول: علم التوحید والذی یتعین علیک منه هو مقدار ماتعرف به اصول الدین وقواعد العقاءد کافیة فیه۔ والثانی: علم السر وهو مایتعلق بالقلب ومساعیه من مواجبه مناهیه۔ والثالث: علم العبادات الظاهرة

---

[629] (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، ج، ۱، ص، ۳۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

المتعلقة بالابدان والاموال، ثم ان من اللہ علیک بعلم ماوجب علیک علمه وعمل ماوجب علیک ترکه فقد ادیت ماوجبه اللہ تعالی علیه وصرت من العلماء العالمین۔ وباللہ التوفیق۔

اور جان تو: وہ علم جس کا سیکھنا ہر مکلف (مسلمان) فرض ہے تین قسم پر ہے:

(۱) علم توحید مگر اس قدر کہ اصولِ دین معلوم ہو جائیں اور اصولِ عقائد جو دین میں کافی ہوں۔

(۲) علمِ سر یعنی قلب اور اس کے مساعی اور امر و نواہی کے متعلق علم۔

(۳) علم عبادات ظاہرہ جو بدن اور مال سے متعلق ہوں بعد ازاں اگر اللہ کے فضل سے اتنا ہو جائے کہ واجبی علم سیکھ لو اور جو عمل واجب ہیں ان پر عمل کر لو اور جن چیزوں کا ترک ضروری ہے انہیں ترک کر دو تو تم عالم باعمل ہوں گئے۔ وباللہ التوفیق۔[630]

دلیل نمبر (۷۳):

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْمُجَاهَدَةَفِي النَّفْسِ عِبَادَةٌوَلَاتَحْصُلُ لِأَحَدٍإلَّا بِالْعِلْمِ وَهِيَ فَرْضٌ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ۔

یعنی "بے شک مجاہدہ نفس عبادت ہے اور علم کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں، اور یہ ہر ایک پر فرض ہے۔"[631]

دلیل نمبر (۷۴):

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری لکھتے ہیں:

وگفت: اگر طلب علم فریضہ است طلب معلوم فریضہ تر۔

---

[630] (روضة الطالبین وعمدة السالکین، ص، ۴۸، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[631] (حدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة، ج، ۲، ص، ۱۰۸، دار الکتب العلمیه، بیروت، وبریقه محمودیه فی شرح طریقه محمدیه، ج، ۱، ص، ۲۵۳، مکتبة العلوم الدینیة، کوئٹه)

شیخ المشائخ ابو علی دقاق نے فرمایا: جس طرح علم کی طلب فرض ہے اسی طرح معلوم کی طلب بھی فرض عین ہے۔[632]

دلیل نمبر (۷۵):

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا عِلْمُ الْقَلْبِ وَمَعْرِفَةُ أَمْرَاضِهِ مِنْ الْحَسَدِ، وَالْعُجْبِ، وَالرِّيَاءِ وَنَحْوِهَا، فَقَالَ الْغَزَالِيُّ: إنَّهَا فَرْضُ عَيْنٍ۔

ترجمہ: حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی کے مطابق علم قلب اور حسد، ریا، کینہ، خود بینی، غرور، انانیت وغیرہ جیسے امراض کی معرفت، فرضِ عین ہے۔[633]

دلیل نمبر (۷۶):

شیخ الاسلام امام برہان الاسلام ابراہیم زرنوجی، تلمیذ صاحب ہدایہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَكُلُّ مَنْ اشْتَغَلَ بِشَيْءٍ مِنْ الْمُعَامَلَاتِ وَالْحِرَفِ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ التَّحَرُّزُ عَنْ الْحَرَامِ فِيهِ وَكَذَلِکَ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ عِلْمُ أَحْوَالِ الْقَلْبِ مِنْ التَّوَكُّلِ وَالْإِنَابَةِ وَالْخَشْيَةِ وَالرِّضَا فَإِنَّهُ وَاقِعٌ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ۔

جب ایک شخص کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر اتنے علم کا حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ اس فعل میں حرام کے ارتکاب سے بچ سکے۔ نیز ظاہری معاملات کی طرح ہی احوالِ قلب یعنی توکل، توبہ، خوف خدا عزوجل، رضاء الٰہی عزوجل وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ بندے کو مذکورہ قلبی امور سے بھی ہر وقت واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس پر احوال قلب سے متعلق معلومات کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

---

[632] (تذکرۃ الاولیاء، ص، ۵۶۷، ایران)

[633] (الأشباہ والنظائر، للسیوطي، ج، ۱، ص ۴۱۶، ص ۵۰۴) (تصوف کے حقائق ص 26)

وَكَذَلِکَ فِي سَائِرِ الْأَخْلَاقِ نَحْوُ الْجُودِ، وَالْبُخْلِ، وَالْجُبْنِ وَالْجَرَاءَةِ وَالتَّكَبُّرِ، وَالتَّوَاضُعِ، وَالْعِفَّةِ، وَالْإِسْرَافِ، التَّقْتِيرِ، وَغَيْرِهَا فَإِنَّ الْكِبَرَ، وَالْبُخْلَ، وَالْجُبْنَ، وَالْإِسْرَافَ حَرَامٌ وَلَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهَا إلَّا بِعِلْمِهَا، وَعِلْمِ مَا يُضَادُّهَا فَيُفْتَرَضُ عَلَى كُلِّ إنْسَانٍ عِلْمُهَا۔

علم جس طرح تقوی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اسی طرح باقی اوصاف مثلاً سخاوت، بخل، بزدلی، بہادری، تکبر، عاجزی، عفّت، کنجوسی اور اسراف وغیرہا کی پہچان اوران میں تمیز کرنے کا ذریعہ بھی علم ہی ہے۔ مذکور اخلاق میں سے تکبر، بخل، بزدلی اوراسراف حرام و ممنوع ہیں لہذا ان اشیاء کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہی پر ہی ان اشیاء سے بچا جا سکتا ہے۔ پس ہر انسان پر ان اشیاء کے متعلق علم حاصل کرنا فرض ہے۔[634]

دلیل نمبر (۷۷):

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہ لکھتے ہیں:

شمس الدین شرفہ اللہ تعالیٰ فی الدارین بدانند کہ مبتدی را بعد صحت توبہ باجماع مشائخ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ فریضہ است کہ پیری پختۃ وفراش ونشیب طریقت کردستہ مستووقیم الحال کسنۃ وقھر جلال ولطف جمال دیدہ۔

یعنی "اے میرے بھائی شمس الدین اللہ تم کو دونوں جہاں میں مشرف بنائے، تمہیں معلوم ہو کہ مشائخ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد فرض ہے ایسا پیر پختہ

[634] (تعلیم المتعلم، فصل فی ماهیة العلم والفقه وفضله، ص،، وطريقه محمديه، ج، ۱، ص، ۹۰، مکتبه حنفيه، کانسی روڈ کوئٹه، والحديقةالنديةشرح الطريقةالمحمدية، الفصل الثانی، فی العلوم المقصودة، ج، ۲، ص، ۱۰۸، دار الکتب العلميه، بيروت)

تلاش کرے جو نشیب و فراش راہ سے آگاہ' صاحب حال و مقام ہو صفات جلالی کے قہر و غضب اور صفات جمالی کے لطف و کرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔[635]

دلیل نمبر(۷۸):

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

والکلمة التی فی افواہ الرجال الواصلین نزلت فی اللوح الاکبر بلسان القدس بلا واسطة فی القربة، فکل شیءیرجع الی اصله، ولذلک طلب اهل التلقین فرض بحیاة القلب کما قال رسول اللہ ﷺ: طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة۔ والمراد منه علم المعرفة والقربة والباقی من العلوم الظاهرة لا یحتاج الیها الا ما یؤدی بها الفرائض کما قال الامام الغزالی علیه الرحمة: (الوافر)

حیاة القلب علم فادخره   وموت القلب جهل فاجتنبه
وخیر مرادک التقوی فزده   کفاک بما وعظتک فاتّعظه

جو کلمہ واصلین کی زبان پر جاری ہے وہ لوح اکبر سے بلا واسطہ زبان قدرت کے ذریعے قربت میں نازل ہوا ہے۔ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، اسی لئے اہل تلقین (مرشد کامل) کی تلاش فرض ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

طلب العلم فریضة علیٰ کلّ مسلم ومسلمة۔

علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

حدیث پاک میں علم سے مراد علم معرفت و قربت ہے۔ باقی علوم ظاہرہ کی ضرورت اتنی ہے کہ انسان فرائض کو بجالا سکے۔

[635] (مکتوبات صدی فارسی، ص ۳۲، خدابخش اورنیٹل لائبریری پٹنہ)

جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حیاۃ القلب علم فادخرہ　　　و موت القلب جھل فاجتنبہ
و خیر مرادک التقوی فزدہ　　　کفاک بما وعظتک فاتّعظہ

دل کی زندگی علم ہے اسے ذخیرہ کرلے۔ اور دل کی موت جہالت ہے اس سے دامن بچالے تیری بہترین مراد تقویٰ ہے اس میں اور اضافہ کر۔ میری یہ نصیحت تیرے لئے کافی ہے پس اسے پلے باندھ لے۔[636]

دلیل نمبر (۷۹):

سید السالکین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری، قدس سرہ لکھتے ہیں:

(ارشاد شیخ ہے) طایفہ صوفیہ اس چیز کی طرف مشغول کرتے ہیں جو سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ دعوت مندوب ہے واجب نہیں، یعنی لا بدیات اور ضروریات کو غیر لا بدیات اور غیر ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں۔ کیونکہ لابدیات اور ضروریات غیر لابدیات اور غیر ضروریات سے زیادہ اہم ہے تو جب تک لابدیات اور ضروریات سے فارغ نہ ہو لیں، فضولیات جو کہ غیر اہم ہیں، اسکی جانب مشغول نہیں ہوتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ جس شخص کے ذمہ فرض عین ہو وہ فرض کفایہ کی ادائیگی میں لگا رہے، اور یہ دعویٰ کرے کہ اس فرض کفایہ کی مشغولی سے میرا مقصود اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ کتنی بڑی حماقت اس شخص کی ہوگی کہ جس کے کپڑوں میں سانپ اور بچھو گھس آئے ہوں بجائے اس کے کہ وہ اس مار ڈالے وہ پنکھا طلب کرے کہ دوسروں پر سے مکھیاں ہنکائے۔ تو یہ صحیح اور درست ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا دوسرون کی اصلاح کی طلب میں

---

[636] (سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الخامس، ص، ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)(سرّ الاسرار، ص، ۱۰۲)

ہو، ایسا شخص نادان ہی ہے۔ جس شخص پر اپنے آپ کو درست کرنیکی اہمیت ہے وہ جب تک خود کو راہ راست پر لانے سے فارغ نہیں ہو تا دوسرون کو راہ راست پر لانے میں مشغول نہ ہو۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ صریح نادانی ہو گی اور خود کو ہلاک کرنے والا ہو گا۔[637]

دلیل نمبر (۸۰):

شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

قال الطيبي: (لا ينبغي للعالم - ولو تبحر في العلم حتى صار واحد أهل زمانه - أن يقتنع بما علمه، وإنما الواجب عليه الاجتماع بأهل الطريق ليدلوه على الطريق المستقيم، حتى يكون ممن يحدثهم الحق في سرائرهم من شدة صفاء باطنهم، ويخلِّص من الأدناس، وأن يجتنب ما شاب علمه من كدورات الهوى وحظوظ نفسه الأمارة بالسوء، حتى يستعد لفيضان العلوم اللدنية على قلبه، والاقتباس من مشكاة أنوار النبوة؛ ولا يتيسر ذلک عادة إلا على يد شيخ كامل عالم بعلاج أمراض النفوس، وتطهيرها من النجاسات المعنوية، وحكمة معاملا ا علماً وذوقاً، لي خرجه من رعونات نفسه الأمارة بالسوء ودسائسها الخفية. فقد أجمع أهل الطريق على وجوب اتخاذ الإنسان شيخاً له، يرشده إلى زوال تلک الصفات التي تمنعه من دخول حضرة الله بقلبه، ليصح حضوره وخشوعه في سائر العبادات، من باب ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب، ولا شک أن علاج أمراض الباطن واجب، فيجب على كل من غلبت عليه الأمراض أن يطلب شيخاً يخرِجه من كل ورطة، وإن لم يجد في بلده - أو إقليمه وجب عليه السفر إليه)۔

طیبی: علامہ محدث طیبی فرماتے ہیں کہ کوئی عالم علم میں کتنا ہی متبحر اور یکتائے زمانہ ہو، اس کے لئے صرف اپنے علم پر قناعت کرنا اور اسے کافی سمجھنا مناسب نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہل طریقت کی مصاحبت اختیار کرے تا کہ وہ اس کی راہ حق کی طرف رہنمائی کریں اور اس کا تزکیہ

---

[637] (شرح آداب المریدین، ص، ۱۸۵)

فرمائیں تا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جو صفائے باطن کے باعث خلوتوں میں الہامات سے نوازے جاتے ہیں نیز عالم کے لئے ضروری ہے کہ علم کے سبب خواہشات کی کدورتوں اور نفس امّارہ کے فروغ سے اجتناب کرے تا کہ اس کے دل پر علم لدنیہ کا فیضان ہو اور وہ انوار نبوت کے مصدر و مشکٰوۃ (سینہ رسول) سے کسبِ فیض کریں۔اور یہ چیز کسی ایسے شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کئے بغیر ممکن نہیں جو امراض نفسانی کے ازالے، باطنی نجاستوں کی تطہیر اور علم و ذوق سے معاملات کی حکمت کو جانتا ہو۔اہل طریقت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسا شیخ پکڑنا ہر انسان پر واجب ہے جو حضرت باری میں حضوری و تقرب سے مانع رذیلہ اوصاف کے ازالے کے لئے اس کی رہنمائی کر سکے۔ تا کہ تمام عبادات میں حضوری قلب اور خشوع و خضوع حاصل ہو جو ہر واجب کے اتمام کے لئے ضروری ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ امراض باطن کا علاج واجب ہے لہٰذا جس کسی پر بھی ان امراض کا غلبہ ہے اسے چاہیئے کہ کسی ایسے شیخ کو تلاش کرے جو اسے گردابِ ہلاکت سے نکالے اگر ایسا شیخ اسے اپنے ملک میں نہ ملے تو اس کی تلاش میں سفر کرنا واجب ہے۔[638]

دلیل نمبر (۸۱):

شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حکمها: تزكية النفس فرض عين كما سبق أن بينا ذلك ولا تتم إلا بالمجاهدة ومن هنا كانت المجاهدة فرض عين من باب: (ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب)۔

---

[638] ("تنوير القلوب" للعلامة الشيخ أمين الكردي الشافعي، ص، ۴۵، ۴۴، حقائق عن التصوف، ص، ۳۰) (تصوف کی حقائق، ص ۴۴)

مجاہدہ کا حکم: جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تزکیہ نفس فرض عین ہے اور نفس کا تزکیہ مجاہدے کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا مجاہدہ بھی فرض عین ہوا۔ کیونکہ جس چیز پر واجب کی تکمیل موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔[639]

دلیل نمبر (۸۲):

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وان اردت علم احوال القلب فانظر الی الاحیاء وغیرہ من مصنفاتی، وھذا العلم فرض عین۔

اگر تُو احوالِ قلب کے متعلق علم کا ارادہ رکھتا ہے تو احیاء العُلوم اور ہماری دیگر تصانیف کا مطالعہ کر، کیونکہ کیفیاتِ قلب سے آگاہی حاصل کرنا تو فرضِ عین ہے۔[640]

دلیل نمبر (۸۳):

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

الاخلاص ھو فرائض الدین وبہ یتم الایمان للمؤمن، وھو معروف فی شریعۃ مسلمین، وھو لباب الاعمال، ومثال ذی الجل، والعمل بغیر الاخلاص، کالجوا بلالباب لا یصلح الا یعلب الصبیان، والجسم بلا روح لا یصلح الا للدفن بین القبور، والشجر بلاثمار لا یصلح لال للحرق بالنار والغیم بلا مطر لا یتنفع بہ من البشر، والمولود بلا نسب لا یدفع الیہ عند المیراث ذرۃ من المتاع۔

اخلاص یہ دین کا فرض ہے، اوراخلاص کے سبب مومنین کا ایمان پورا ہوتا ہے، اور اخلاص مسلمانوں کی شریعت میں معروف ہے، اور اخلاص اعمال کا مغز ہے، اخلاص ذی جلال (اللہ تعالیٰ) کو

---

[639] (حقاءق عن التصوف، ۵۸)

[640] (ایھاالولد (مجموعۃالرسائل امام غزالی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

پانے کی جگہ ہے، اور عمل اخلاص کے بغیر ایسے ہے جیسے اخروٹ بغیر مغز کے، اور جسم بغیر روح کے، اور درخت بغیر پھل کے، اور بادل بغیر بارش کے، اور بچہ بغیر نسب کے، اور بیج بغیر اگنے کے، اور اخروٹ بغیر مغز کے بچوں کے کھیلنے کی ہی صلاحیت رکھتا ہے، اور جسم بغیر روح کے قبر میں دفن ہونے کی ہی صلاحیت رکھتا ہے، اور درخت بغیر پھل کے آگ میں جلانے ہی کی صلاحیت رکھتا ہے، اور بادل بغیر بارش کے اس سے کوئی انسان نفع حاصل نہیں کر سکتا، اور بچہ بغیر نسب کے اس کو میراث کے وقت سامان میں سے ایک ذرہ بھی نہیں دیا جاتا۔[641]

دلیل نمبر (۸۴):

حجة الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں: قال حجة الإسلام الإمام الغزالي بعد أن اختبر طريق التصوف، ولمس نتائجه، وذاق ثمراته: (الدخول مع الصوفية فرض عين، إذ لا يخلو أحد من عيب إلا الأنبياء عليهم الصلاة والسلام)۔

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا کہ تصوف کو آزمانے اس کے نتائج کو چھونے اور ثمرات کو چکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صوفیاء کے ساتھ طریقت میں داخل ہونا فرض عین ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان عیوب سے خالی نہیں اور ان عیوب کا ازالہ صوفیاء کے پاس ممکن ہے۔[642]

---

[641] (علم القلوب، باب صفة الاخلاص وطبقات المخلصين بالقلب، ص ۱۳۷، المكتبة السيفية تحصيل باڑہ علاقہ منڈیکس کھجوری پشاور)

[642] (النصرة النبوية" على هامش شرح الرائية للفاسي، ص ۲۶)) تصوف کے حقائق، ص 30)

دلیل نمبر (۸۵):

شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشيخ عبد الغني النابلسي رحمه الله: (المجاهدة في النفس عبادة ولا تحصل لأحد إلا بالعلم، وهي. [فرض عين على كل مكلف).

شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجاہدہ نفس عبادت ہے اور علم کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں، اگر مجاہدہ فرض عین ہے تو اس مجاہدہ کا علم بھی ہر مکلف پر فرضِ عین ہے۔[643]

قال الإمام حجة الإسلام أبو حامد الغزالي رحمه الله تعالى: (الدخول مع الصوفية فرض عين، إذ لا يخلو أحد من عيب أو مرض إلا الأنبياء عليهم السلام).

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انبیاء اکرام کے علاوہ کوئی بھی ظاہری و باطنی عیوب و امراض سے خالی نہیں لہٰذا ان عیوب وامراض کے ازالے کے لیے صوفیاء کرام کے ہمراہ طریقت میں ہونا فرضِ عین ہے۔[644]

دلیل نمبر (۸۶):

عبد اللہ بن ضیف اللہ الرحیلي لکھتے ہیں:

ولا يتكلم في الإخلاص، ولا يحذر من الرياء، وهذا عليه فرض عين؛ لأن في إهماله هلاكَهُ.

اور وہ اخلاص میں کلام نہیں کرتا، اور نہ ریاء سے بچتا ہے، حالانکہ یہ اس پر فرض عین ہیں، کیونکہ اس کے چھوڑ دینے میں اس کی ہلاکت ہے۔[645]

---

[643](حقائق عن التصوف، ص، ۵۸)
[644](شرح الحکم "لابن عجیبة، ج، ص، ۷، حقاءق عن التصوف، ص، ۳۱)
[645](طریقک الی الاخلاص و الفقه فی الدین، ج، ۱، ص، ۱۷، دار الاندلس، الخضراء)

دلیل نمبر (۸۷):

مجدي الهلالي، لکھتے ہیں:

أن إصلاح النفس فرض عين۔

یعنی بے شک نفس کی اصلاح فرض عین ہے۔[646]

دلیل نمبر (۸۸):

شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حكم تعلم العلم: ينقسم العلم من حيث حكمه الشرعي إلى ثلاثة أقسام: ١-مأمور به. ٢-منهي عنه. ٣- مندوب إليه. أ- العلوم المأمور بها: وهي صنفان: الصنف الأول: فرض عين، وهو ما لا يسقط عن المكلف إلا بقيامه به بنفسه. لا بد قبل تعداد العلوم المفروضة على المكلف فرض عين من أن نثبت بعض القواعد الأساسية في هذا الموضوع منها قاعدة: (ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب) ومنها قاعدة: (العلم تابع للمعلوم). فالعلم الذي يتوصل به إلى إقامة الفرض يكون فرضاً والعلم الذي يتوصل به إلى إقامة الواجب يكون واجباً، والعلم الذي يتوصل به إلى إقامة السنة يكون سنة. وبناء على هذه القواعد نعدد بعض العلوم المفروضة فرض عين على كل مكلف: ١- تعلم عقيدة أهل السنة والجماعة مع الاستدلال الإجمالي على كل مسألة من مسائل الإيمانيات، للخروج من ربقة التقليد، وللحفاظ على إيمانه أمام تشكيك الملحدين ومغالطات الضالين.

٢- تعلم ما يستطيع به المكلف أداء المفروض عليه من العبادات كالصلاة والزكاة والحج والصوم...

٣-من تعاطى شيئاً من المعاملات كالبيوع والإجارة والنكاح والطلاق... يفترض عليه تعلم ما يتمكن معه من تجنب الحرام والتزام حدود الشرع. ٤-تعلم أحوال القلب من التوكل

---

[646] (طوق النجاة، ج، ١، ص، ٢٨)

والخشية والرضا لأن المسلم واقع طيلة عمره في جميع الأحوال القلبية. ٥- تعلم جميع الأخلاق الحسنة والسيئة كي يطبق الحسنة كالتوكل على الله والرضا عنه والتسليم له والتواضع والحلم... إلخ، ويجتنب السيئة كالكبر والغرور والبخل والحسد والحقد والرياء...إلخ ومن ثم يجاهد نفسه على تركها، إذ إن المجاهدة فرض على كل مكلف ولا يمكن حصولها إلا بمعرفة الأخلاق المذمومة والممدوحة، ومعرفة طرق المجاهدات التي اشتغل السادة الصوفية، ولهذا قال أبو الحسن الشاذلي: (من مات ولم يتغلغل في علمنا هذا مات مصراً على الكبائر وهو لا يشعر) مع العلم أن الكبائر والفواحش منها ظاهرة كالزنا وشرب الخمر، ومنها باطنة قلبية كالكبر والنفاق...ولهذ نهانا الله عنهما جميعاً بقوله: {ولا تقربوا الفواحِش ما ظَهر منها ومابطن] { الأنعام: ١٥١] ويتوب مرتكب الفواحش الظاهرة لاطلاعه على ضررها، وأما الفواحش الباطنة فقد يعيش دهراً طويلاً ولا يفكر بالتوبة منها لجهله بحكمها أو لعدم شعوره بها_الصنف الثاني: فرض كفاية، وهو ما إذا قام به البعض سقط التكليف عن الباقين، وإذا لم يقم به أحد فالكل آثمون. والعلوم المفروضة كفائياً هي ما يتوقف عليها صلاح الأمة، كالتعمق في علم الفقه زيادة على مقدار الحاجة [ولذلک لا بد في كل بلد من مفْتٍ يكون مرجعاً للناس في أمور دينهم يقوم بهذا الفرض الكفائي ويسقط الإثم عن الناس]، وكذلک علم التفسير والحديث، وأصول الفقه، وأصول الاعتقاد. وكذلک علم الحساب والطب والصناعة وعلم السلاح لإعداد العدة.. إلخ. ب- العلوم المنهي عنها: ١- فمنها الخوض في دراسة المذاهب الضالة والأفكار المشككة والعقائد الزائغة لا بنية الرد عليها ودفع خطرها. أما تعلمها لبيان زيغها ورد شبها اتصحيحاً للعقائد وذوداً عن الدين فهو فرض كفاية.٢- علم التنجيم لمعرفة مكان المسروق ومواضع الكنوز ومكان الضالة ونحو ذلک مما يزعمونه، وهو من الكهانة، وقد كذبهم الشرع وحرم تصديقهم. أما تعلم علم النجوم للدراسات العلمية ولمعرفة مواقيت الصلاة والقِبلة فلا بأس به.٣- علم السحر، إذا تعلمه للاحتراز عنه فيجوز ذلک كما قيل:

عرفت الشر لا للشر لكن لتوقيه ومن لم يعرف الشر فإنه يقع فيه

ج العلوم المندوب إليها: ومنها معرفة فضائل الأعمال البدنية والقلبية، ومعرفة النوافل والسنن والمكروهات، ومعرفة فروض الكفاية، والتعمق في علوم الفقه وفروعها والعقائد وأدلتها التفصيلية... إلخ خاتمة: تبين مما سبق حكم العلم وأهميته في دين الله تعالى، وأن موقف السادة الصوفية من العلم أمر واضح لا يحتاج إلى تدليل، فهم أهل العلوم والمعارف وأرباب القلوب المشرقة والأرواح المنطلقة، وأهل التحقق بالإيمان والإسلام والإحسان. فبعد أن حصلوا العلوم العينية عمدوا إلى تطبيق العلم على العمل، وقاموا بإصلاح القلب وتزكية النفس وصدق التوجه إلى الله تعالى، ولهذا أكرمهم الله تعالى بالرضا والرضوان والمعرفة والغفران.

علم سیکھنے کا حکم: شرعی احکام کی روشنی میں علم کی تین قسمیں ہیں۔ ا۔ مامورات۔ ۲۔ منہیات۔ ۳۔ مستحبات، مامورات کی دو قسمیں ہیں: فرض کفایہ، فرض عین۔ فرض عین اس فرض کو کہتے ہیں جو مکلّف (عاقل و بالغ) بذات خود ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔ فرائض کے متعدد علوم فرض عین ہیں جن کے ذکر کرنے سے قبل چند بنیادی قواعد کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔ جس کے بغیر واجب تام نہ ہوتا ہو، وہ خود بھی واجب ہے۔ علم معلوم کا تابع ہوتا ہے لہا وہ علم جس کے ذریعے فرض کی ادائیگی تک رسائی ہوتی ہے۔ اس علم کا حاصل کرنا فرض ہے جس علم کے ذریعے واجب قائم کرنے تک رسائی ہوتی ہے۔ اس کا حاصل کرنا واجب واجب ہے اور جس علم کے ذریعے سنت قائم کرنے تک رسائی ہوتی ہے اس کا حاصل کرنا سنت ہے۔ ان قواعد کی روشنی میں بعض فرض عین کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (ا) اہل سنت والجماعت کے عقائد کا دلائل اجمالیہ سے جاننا فرض عین ہے تا کہ بندہ ایمان میں تقلید کے پھندے سے نکل جائے اور ملحدوں کے شکوک و شبہات اور گمراہوں کے مغالطوں کے سامنے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے۔ (۲) فرض عبادت کا علم سیکھنا فرض عین ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ۔ (۳) خرید و فروخت اور تجارت سے متعلقہ لوگوں کے لئے تجارت میں حلال و

حرام اور حدودِ شرعیہ کا علم حاصل کرنا اور ازدواجی زندگی سے متعلقہ لوگوں کے لئے نکاح، طلاق اور دیگر حدود شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔(۴)احوالِ قلب کا علم حاصل کرنا جیسے گوکل، خشیت، رضا وغیرہ کیونکہ انسان کو ساری زندگی قلب کے احوال و کیفیات سے واسطہ رہتا ہے۔(۵)اچھے اور بُرے اخلاق کا علم حاصل کرنا تاکہ اچھے اخلاق کی متابعت کی جاسکے جیسے تکبر، بخل، کینہ، حسد، ریا وغیرہ۔ نفس کو ان بُرے اکلاق سے بچانے کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ایسا مجاہدہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور یہ مجاہدہ اس وقت تک ممکن نہیں جبتک اچھے برے اخلاق اور مجاہدے کے طریقہ کار کو نہ جان لیا جائے۔ اسی بناء پر شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو علم طریقت میں داخل ہوئے بغیر مر جائے وہ کبیرہ گناہوں پر مصر مرتا ہے۔کبیرہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ظاہری جیسے زنا، شراب اور قتل وغیرہ، دوسرے باطنی جیسے تکبر، نفاق وغیرہ۔ اللہ نے ہمیں دونوں سے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلاَ تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ (انعام ۱۵۱) اور بے حیائی کے کاموں کے قریب مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپے ہوئے۔ ظاہری گناہوں کا مرتکب توبہ کرلیتا ہے کیونکہ ان کے ضرر پر مطلع ہونا آسان ہے مگر باطنی برائیوں سے توبہ کرنا مشکل ہے کیونکہ ان کا شعور اور احساس نہیں ہوپاتا۔اس لئے کہ لوگ ان کے احکام و تفصیلان سے لاعلم ہوتے ہیں۔ فرض کفایہ: یہ مامورات کی دوسری قسم ہے۔اسے فرض کفایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرض سب پر ہوتا ہے مگر کچھ لوگوں کی ادائیگی سے دوسروں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔اگر اسے کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہگار ہوتے ہیں۔وہ علوم جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، وہ یہ ہیں جن پر امت کی صلاح کا دارومدار ہے جیسے عمیق علمِ فقہ حاصل کرنا اور ذاتی ضروریات

سے بڑھ کر فقہ میں مہارت حاصل کرنا۔اسی طرح علمِ حدیث،اصول فقہ، علم تفسیر، اصولِ اعتقاد، علمِ حساب، علم طب، صنعت کاری اور آلات حرب بنانے کا علم وغیرہ کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

منہیات: وہ علوم جن کے حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ ہیں:(۱) گمراہ مذاہب، شکوک و شبہات میں ڈالنے والے غلط عقائد کا پڑھنا، ان میں بلا مقصد غور خوص کرنا وغیرہ البتہ ان کے رد کے لئے ان کا پڑھنا فرض کفایہ ہے۔(۲) چوری کی جگہ، دفینہ کی جگہ، کھوئی ہوئی یا بھٹکی ہوئی چیز کو معلوم کرنے کے لئے علم نجوم کا حاصل کرنا منع ہے کیونکہ یہ کاہنوں کا علم ہے اور شریعت نے کاہنوں کی تکذیب کی ہے، ان کی تصدیق کو حرام قرار دیا ہے۔البتہ اوقاتِ صلوٰۃ اور سمتِ قبلہ معلوم کرنے کے لئے اور علم میں اضافہ کے لئے اس علم کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔(۳) جادو سیکھنا سکھانا حرام ہے البتہ جادو سے بچنے کے لئے جادو سیکھنا جائز ہے کیونکہ شر سے بچنے کے لئے شر کے جاننے کی اجازت ہے جو شر کے متعلق جانتا نہ ہو اس کا شر میں مبتلا ہو جانے کا احتمال رہتا ہے۔ مستحبات: ان میں قلب وبدن کے اعمال کے فضائل کا جاننا، سنت، نوافل اور مکروہات کا جاننا، فرض کفایہ کا جاننا، علم فقہ میں گہرائی حاصل کرنا، فقہی جزئیات کا جاننا اور اہلسنت کے عقائد کا تفصیلی دلائل سے جاننا شامل ہے۔گذشتہ سے علم کے احکام اور اہمیت کا پتہ چلا۔صوفیاء کا علم میں مقام سب پر واضح ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں۔صوفیاء علم و معرفت، روشن قلوب اور منور روحوں والے ہیں۔وہ جسم وبدن کے علائق سے آزاد، حقیقی طور پر اسلام ایمان اور احسان والے ہیں۔یہ فرائض سے آگاہی کے بعد عمل سے علم کی تطبیق کرتے ہیں۔دل کی اصلاح اور تزکیہ نفس میں مصروف رہتے ہیں، اللہ کی طرف

صدق واخلاص کے ساتھ متوجہ رہتے ہیں اور اس بناء پر اللہ کی طرف سے رضاوخوشنودی اور معرفت ومغفرت سے نوازے جاتے ہیں۔[647]

دلیل نمبر(۸۹):

حضرت علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

طلب طریقت وسعی کردن برائے تحصیل کمالات باطنہ واجب است چرا کہ حق تعالیٰ میفرماید یَاأَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُو ااتَّقُو االلّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہِ یعنی اے مسلمانوں پرہیز کیند از نامرضیات خدا کمال پرہیزگاری یعنی در ظاہر وباطن چیزے خلاف مرضی خداتعالیٰ نباشد از عقائد واخلاق بکمال تقویٰ وامر برائے وجوب میباشد وکمال تقویٰ بدون ولایت صورت نہ بندد چنانچہ ذکر کردہ شد رزائل نفس از حسد وحقد وکبر وریاءوسمعہ وعجب ومنت وغیر آن کہ حرمت آن از کتاب وسنت واجماع ثابت است تاکہ زائل نشود چگونہ صورت بندد واین متعلق است بفنائے نفس وترک خاصی کہ تقویٰ عبارت ازان است ومعبر است بصلاح جد کہ ثمرہ صلاح قلب است چنانچہ در حدیث مذکور شدہ اند وآنرا صوفیہ فنای قلب گویند ولایت عبارت از فنائے نفس است صوفیان رحمۃ اللہ علیہ گفتہ اند کہ راہے کہ مادر صدد آنیم ہمگی ہفت گام است یعنی فنائے لطائف خمسہ عالم امر قلب، روح، سر، خفی، اخفٰی، فنائے نفس وتصفیہ لطیفہ قالبیہ کہ عبارت از اصلاح جد است وتقویٰ بکشرت نوافل تعلق ندا

[647](حقائق عن التصوف، ۵۵،تا،۵۷)

ردو تقویٰ عبارت است از اتیان واجبات وپرہیز کردن از منہیات ادائے فرائض وواجبات بدون اخلاص ہیچ اعتبار ندارد قال اللہ تعالیٰ فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین ۔وپرہیز از منہیات بدون فنائے نفس صورت نمی بندد، پس تحصیل کمالات ولایت از فرائض آمدہ ۔لیکن چوں حصول ولایت امرے است وہبی مقدور نیست وتکلیف بقدر طاقت است ولہٰذا حق تعالیٰ فرمودہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پرہیز کنید از نامرضیات خدا ہر قدر کہ توانید پس حکم کردہ می شود بداں کہ بذل یعنی کوشش کردن وتبلیغ در تحصیل آں واجب است ۔دیگر آنکہ چناچہ ولایت را مراتب غیر متناہی است چناچہ سعدی گفتہ۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں   بمیرد و تشنہ مستسقی دریا ہمچناں باقی

ہمچنیں تقویٰ ہم مراتب غیر متناہی وارد رسول ﷺ خدا فرمود (ان اعلمکم و اتقاکم باللہ انا) ہر قدر مرد مراتب قرب الٰہی ترقی می کند خوف وخشیت بروے غالب میشود متقی تر می شود (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ) وچوں تقویٰ بے نہایت آمد پس سعی در ترقی مقامات قرب وتحصیل تقویٰ دائماواجب گشتہ۔وطلب زیادت علم باطنی از فرائض آمدہ قال اللہ تعالیٰ (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (114طه)) یعنی بگو اے محمد کہ الٰہی علم من زیادہ کن ۔وقناعت از مراتب قرب حرام است بر کامل چناچہ حرام است بر ناقص۔حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ می فرمایند:

دررا ہ خدا جملہ ادب باید بود
تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند
کم باید کرد و خشک لب باید بود

مولوی روم فرمایند:

اے برادر بے نہایت در گہے است
ہر بروے می رسی بروے مالیست

حضرت خواجہ باقی باللہ می فرمایند:

ہر جا کہ تر شیخ تو بینیم
دارا لعطشیم و تشنہ کا میم

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمود (لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا (الکھف60)) یعنی ہمیشہ باشم در سفر تا کہ برسم جائیکہ دریائے شور وشیریں جمع می شوند کہ آں مکان حضرت خضر بتعلیم الٰہی معلوم شدہ بود وچوں موسیٰ علیہ السلام با خضر ملاقی شدند (هَلْ أَتَّبِعُکَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکھف66)) گفت کہ آیا متابعت کنم من ترا برائے آنکہ بیاموزی مرا آنچہ خدا ترا علم دادہ است۔

مسئلہ: چوں طلب کمالات باطنی از واجبات آمدہ پس تلاش پیر کامل مکمل ہم از ضروریات گشتہ کہ وصول بخدا بے توسل پیر کامل مکمل بس قلیل است وبسیار مولوی روم می فرمایند:

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

ترجمہ: باطنی کمالات کے حصول کیلئے طریقت کے طلب کی کوشش کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (آل عمران ۱۰۲)

اے ایمان والو! ان اشیاء سے پرہیز کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

کمال تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر و باطن مین کوئی بھی امر حتیّٰ کہ عقائد و اخلاق میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی خلاف نہ ہو اور امر برائے وجوب ہو تا ہے اور کمال تقویٰ کا ولایت کے بغیر امکان نہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نفس کی بری عادتیں مثلاً حسد، کینہ، تکبر، ریاکاری، طلب شہرت، خود پسندی اور احسان جتلانا وغیرہ جن کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع سے واضح ثابت ہو چکا ہے۔ جب تک یہ بری باتیں زائل نہیں ہوتیں کامل تقویٰ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ فنائے نفس اور ترک معاصی سے مربوط ہے اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور اس کو جسم کی اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں جس کا ثمرہ قلب کی اصلاح ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں مذکور ہوا اور صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ اور ولایت کا حاصل ہونا فنائے نفس سے ہے۔ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں وہ صرف سات قدم ہے۔ جو فنائے لطائف خمسہ عالم امر یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، اور فنائے نفس اور لطیفہ قالبی کی صفائی ہے۔ جس سے مراد جسم کی اصلاح ہے تقویٰ کا تعلق نوافل کی زیادتی سے نہیں بلکہ تقویٰ سے مراد واجبات کی ادائیگی اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، سے پرہیز کرنا ہے۔ فرائض اور واجبات کا ادا کرنا اخلاص کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ (الزمر:۲)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو خالص کرتے ہوئے۔

اس کیلئے اطاعت کو اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز فنائے نفس کے بغیر ممکن نہیں پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرض میں سے ہے۔ لیکن چونکہ ولایت کا حاصل ہونا خدا کی عنایت ہے اپنے اختیار کی بات نہیں اور (شرع میں) تکلیف انسانی اختیار کے مطابق ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ "(التغابن:١٦)

یعنی جہاں تک تم سے ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے بچو۔

اسی لیے حکم دیا گیا کہ اپنی طرف سے کوشش کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا واجب ہے دوسرے یہ کہ جس طرح ولایت کے غیر متناہی (بے انتہا) ہیں۔

جیسے شیخ سعدی فرماتے ہیں:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں　　　بمیرد و تشنہ مستسقی دریا ہمچناں باقی

نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے پھر بھی پیاسا پیاس سے مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے۔

اسی طرح تقویٰ کے بھی مراتب غیر متناہی (بے انتہا) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ جاننے والا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ ہر وہ شخص جو مراتب الٰہی میں ترقی کرتا ہے اس پر خوف اور خشیت غالب رہتا ہے اور وہ زیادہ پرہیز گار رہتا ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات ١٣) "اللہ کے نزدیک وہ زیادہ عزت والا ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔"

اور جب تقویٰ کی کوئی انتہا نہیں تو قرب کے مقامات کیلئے کوشش کرنا اور دائمی تقویٰ حاصل کرنا واجب ہو گیا۔ اور باطنی علم کی زیادتی چاہنا فرض ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طه:۱۱۴)

"یعنی اے محمد ﷺ کہہ کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

اور قرب کے مقامات پر قناعت کرنا کامل اور ناقص دونوں پر حرام ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

در راہ خدا جملہ ادب باید بود — تا جان باقی است در طلب باید بود

دریا دریا اگر بکامت ریزند — کم باید کرد و خشک لب باید بود

ترجمہ: "خدا کی راہ میں سراپا ادب بن جانا چاہیئے جب تک جان باقی ہے اس کی طلب کرتے رہنا چاہیئے اگر (کامیابی کے) دریاؤں کے دریا بھی حلق میں انڈیل دیئے جائیں تو اس کو بھی کم سمجھ کر اپنے آپ کو پیاسا سمجھنا چاہیے۔"

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت در گہے است — ہر بروے می رسی بروے مالیست

ترجمہ: "اے بھائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے حد و بے انتہا ہے جس مرتبہ پر تو پہنچے اس پر اکتفا نہ کر بلکہ اس مرتبہ سے آگے ترقی کرنے کی کوشش کر" قطب الارشاد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

ہر جا کہ ترشیخ تو بینیم — دارا لعطشیم و تشنہ کامیم

ترجمہ: جس جگہ تیرا جلوہ دکھائی دیتا ہے وہ مقام پیاس کا گھر بن جاتا ہے اور ہماری پیاس بڑھ جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا (الکھف: ۶۰) یعنی میں مسلسل سفر کروں گا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچوں جہاں نمکین اور میٹھے دریا آپس میں ملتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کا ٹھکانہ ہے (جہاں ان کی ملاقات ہو گی) اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو انھوں نے کہا: هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکھف: ۶۶) "یعنی کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تاکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم سکھایا وہ آپ مجھ کو بھی سکھادیں۔

مسئلہ: جب کمالات باطنی کا طلب کرنا واجبات میں سے ہے تو پھر پیر کامل و مکمل کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ پیر کامل و مکمل کے وسیلہ کے بغیر خدا تک رسائی نہایت قلیل اور کمیاب ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر　　　　دامن آن نفس کش محکم بگیر

ترجمہ: پیر کی مدد کے بغیر نفس کو مارا نہیں جاسکتا اس لئے اس نفس کو مارنے والے (پیر کامل) کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔[648]

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی قدس سرہ لکھتے ہیں:

مسئلہ ۲۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث: طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[648] (ارشاد الطالبین، ص، ۲۳، ۲۱، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

الجواب: حدیث: طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم و مسلمۃ۔ (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔)[649] کہ بوجہ کثرت طرق و تعدّد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلبِ علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم و اشمل و اعلٰی و اکمل و اہم و اجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، وعلٰی ہذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر و ریا و عُجب و حسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتا ہے: نسئل اللہ العفو و العافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس۔

---

[649] (کنز العمال، حدیث ۲۸۶۵۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۰/ ۱۳۱) (الجامع الصغیر، حرف الطاء، حدیث ۵۲۶۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲/ ۳۲۵)

علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

ارادبہ مالا مندوحۃ لہ عن تعلمہ کمعرفۃ الصانع ونبوۃ رسلہ وکیفیۃ الصّلٰوۃ ونحوھا فان تعلمہ فرض عین۔

اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔[650]

دلیل نمبر (۹۰):

حضرت علامہ بلخی نے تحریر فرمایاہے:

اما للعلم اللدّنی الّذی اسمّون اھلھا باصوفیۃ الکرام فھوفر ض عین لان ثمراتھا تصفیۃالقلب عن اشتغال بغو اللّٰہ تعالی واتصافہ بداوم الحضوروتزکیہ النفس عن رذائلالاخلاق من العجب والکبر والحسدوحبّ الدنیاوالکسل وفی الطاعات اللّٰہ وغیرہ۔

علم لدنی (جس کے اہل صوفیہ کرام نام سے موسوم ہوتے ہیں کا) حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں دل ماسوا اللہ تعالیٰ (سوااللہ) سے صاف ہو کر دوام حضور سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور نفس برے اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے۔ مثلاً خود پسندی، تکبر، دنیا کی محبت، اطاعت میں سستی وغیرہ۔[651]

---

[650] (التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۱۵)(فتاوٰی رضویہ ،ج،۲۳، ص،۶۲۴، ۶۲۳،رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاھور)

[651](شرح اربعین بلخی)(ھدایت السالکین، ص،323)

دلیل نمبر(۹۱):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اعلم أن مثال القلب مثال حصن والشيطان عدو يريد أن يدخل الحصن فيملكه ويستولي عليه ولا يقدر على حفظ الحصن من العدو إلا بحراسة أبواب الحصن ومداخله ومواضع ثلمه ولا يقدر على حراسة أبوابه من لا يدري أبوابه فحماية القلب عن وسواس الشيطان واجبة وهو فرض عين على كل عبد مكلف وما لا يتوصل إلى الواجب إلا به فهو أيضاً واجب ولا يتوصل إلى دفع الشيطان إلا بمعرفة مداخله فصارت معرفة مداخله واجبة۔

جان لو! دل ایک قلعے کی طرح ہے اور شیطان دشمن ہے جو اس قلعے میں داخل ہونا چاہتا ہے تاکہ وہ اس پر قبضہ کرے اور غلبہ حاصل کرے اور قلعے کی حفاظت پر اسی وقت قدرت حاصل ہوتی ہے جب قلعے کے دروازے، راستوں اور سوراخوں کی حفاظت کی جائے اور جو شخص اس کے دروازوں سے واقف نہیں وہ اس کے دروازوں کی حفاظت نہیں کر سکتا تو دل کو شیطان کے وسوسوں سے بچانا واجب ہے اور یہ عمل ہر مکلف بندے پر فرض عین ہے اور جس عمل کے ذریعے واجب تک رسائی ہوتی ہے وہ بھی واجب ہوتا ہے اور شیطان کو اسی صورت میں دور کر سکتے ہیں جب اس کے داخل ہونے کے راستوں سے واقفیت ہو لہٰذا اس کے داخل ہونے کے راستوں کی پہچان واجب ہے۔[652]

[652] (احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، ج،۳، ص،۴۵، المکتبة التوفیقیة، القاهرة، مصر)

دلیل نمبر (۹۲):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ومنها أنهم يتركون العلم الذي هو فرض عين وهو معرفة علاج القلب ويشتغلون بتكثير الأسانيد وطلب العالي منها ولا حاجة بهم إلى شيء من ذلك۔

اور (ان کے دھوکے کی) ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اس علم کو چھوڑ دیتے ہیں جو فرض عین ہے اور وہ دل کے علاج کی معرفت ہے وہ کثرت اسناد میں مشغول ہوتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔[653]

دلیل نمبر (۹۳):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وفرض عينه إصلاح ظاهره وباطنه بالتقوى، ومؤاخذه نفسه أولا بالتقوى ليقتدي المتعلم أولا بأعماله، ويستفيد ثانيا من أقواله۔

اور عالم پر فرض عین ہے کہ اپنے ظاہر اور اپنے باطن کی تقویٰ کے ذریعے اصلاح کرے، اور پہلے نمبر پر اپنے نفس کا تقویٰ کے ذریعے مواخذہ کرے تاکہ طالب علم پہلے نمبر پر اس کے اعمال کے ساتھ اس کی اقتدا کریں، اور دوسرے نمبر پر اس کے اقوال سے استفادہ حاصل کریں۔[654]

دلیل نمبر (۹۴):

وان اخذ علم التصوف فرض عينه۔

بے شک علم تصوف کا حاصل کرنا فرض عین ہے۔[655]

---

[653] (احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغرور، ج،۳، ص، ۵۴۳، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرۃ، مصر)
[654] (بدایۃ الھدایۃ، القسم الثالث، آداب العالم (مجموعۃ الرسائل امام غزالی)، ص، ۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[655] (فتوحات الھۃ شرح مباحث اصلیہ مطبوع ضمیمہ ص 126 ج-1 شرح حکم عطائیہ)

دلیل نمبر(۹۵):

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فالقسم الأول علم المکاشفة وهو علم الباطن وذلک غاية العلوم فقد قال بعض العارفين من لم يكن له نصيب من هذا العلم أخاف عليه سوء الخاتمة وأدنى نصيب منه التصديق به وتسليمه لأهله۔

قسم اول کا نام علم باطن ہے اور یہ تمام علوم کی انتہا اور غایت ہے، بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے برے خاتمے کا ڈر ہے۔ اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس کے اہل کو تسلیم کرے۔[656]

دلیل نمبر(۹۶):

حضرت علامہ عارف باللہ فقیر اللہ علوی شکارپوری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

لاشک ان علم عیوب النفس وازالتها الداخل في علم الاخلاق والتصوف فرض عین۔

بے شک نفس کے عیبوں کا علم اور اس کے ازالے کا علم، علم اخلاق میں داخل ہے اور تصوف فرض عین ہے۔[657]

دلیل نمبر(۹۷):

حضرت علامہ سید ابو بکر المعروف سید بکری مسکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ويجب أيضا ان تتعلم علما يزكی القلب ويطهره من الاخلاق الذميمة كالكبر والرياء والحسد والحرص وغيرها من أمراض القلب۔

---

[656] (احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی، ج، ۱، ص، ۳۸،۳۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھر، مصر)

[657] (قطب الارشاد، ص، ۲۱۷، امیر حمزہ کتب خانہ کوئٹہ)

اور تزکیہ قلب کے علم کو سیکھنا بھی واجب ہے اور اس کو اخلاق ذمیمیہ سے پاک کرنا جیسے تکبر، ریاء، حسد، حرص وغیرہ امراض قلب۔[658]

دلیل نمبر(۹۸):

حضرت علامہ سید ابو بکر المعروف سید بکری مسکی ابن سید محمد شطاد میاطی لکھتے ہیں:

والعلم الذی یزکی القلب فرض عین۔

اور وہ علم جو قلب کو پاک کرتا ہے وہ فرض عین ہے۔[659]

دلیل نمبر(۹۹):

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امّا عِلْمُ الْقَلْبِ وَهُوَ مَعْرِفَةُ أَمْرَاضِ الْقَلْبِ كَالْحَسَدِ وَالْعُجْبِ وَشَبَهِهِمَا فَقَالَ الْغَزَالِيُّ مَعْرِفَةُ حُدُودِهَا وَأَسْبَابِهَا وَطِبِّهَا وَعِلَاجِهَا فَرْضُ عَيْنٍ۔

ترجمہ: علمِ قلب یہ وہ علم ہے کہ قلب کے امراض کی پہچان کرنا ہے، جیسے حسد، عجب اور اس کے مشابہ تو امام غزالی نے فرمایا: ان کی حدود کی معرفت اور اس کے اسباب اور اس کی طب اور اس کا علاج فرض عین ہے۔[660]

دلیل نمبر(۱۰۰):

حضرت صالح بن عبد اللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المكي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حكم الجهاد: جهاد النّفس في ذات الله تعالى و جهاد الشّيطان فرض عين۔

---

[658] (كفاية الاتقياء، ص، ۲۳، مصر)

[659] (كفاية الاتقياء، ص، ۲۴، مصر)

[660] (روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج، ۱۰، ص، ۲۲۴، والمجموع شرح المهذب، ج، ۱، ص، ۲۶، الموسوعة الفقهية الكويتية، ج، ۳۰، ص، ۲۹۲)

جہاد کا حکم: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جہادِ نفس اور جہادِ شیطان فرض عین ہے۔[661]

دلیل نمبر (۱۰۱):

حضرت صالح بن عبد اللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المکي رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حکم معرفة الله عزّ وجلّ: قال الكفويّ: معرفة الله عزّ وجلّ بالدّليل الإجماليّ فرض عين لا مخرج عنه لأحد من المكلّفين۔

یعنی اللہ عزوجل کی معرفت کا حکم: کفوی نے کہا: اللہ عزوجل کی معرفت دلیلِ اجمالی کے ساتھ فرض عین ہے مکلفین میں سے کسی ایک کے لیے بھی اس سے خلاصی کی جگہ نہیں ہے۔[662]

دلیل نمبر (۱۰۲):

حضرت محمد نصر الدین محمد عویضہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فذهب صاحب الإحياء إلى أن التزكية فرض عين على كل إنسان۔

صاحبِ احیاء کا موقف یہ ہے کہ ہر انسان پر تزکیہ فرض عین۔[663]

دلیل نمبر (۱۰۳):

قال الإمام ابن القيم رحمه الله: والتحقيق أن جنس الجهاد فرض عين، إما بالقلب وإما باللسان، وإما بالمال، وإما باليد، فعلى كل مسلم أن يجاهد بنوع من هذه الأنواع۔

یعنی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور تحقیق یہ ہے کہ جنس جہاد فرض عین ہے، وہ قلب کے ساتھ ہو یا زبان کے ساتھ ہو، یا مال کے ساتھ ہو، یا ہاتھ کے ساتھ ہو، تمام مسلمانوں پر لازمی ہے کہ ان اقسام میں سے کسی قسم کے ذریعے جہاد کریں۔[664]

---

[661] (نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج ۴، ص ۱۴۸۳)
[662] (نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، ج ۸، ص ۳۴۳۷)
[663] (فصل الخطاب فی الزھد والرقائق والآداب، ج ۴، ص ۱۴)
[664] (خطب مختارۃ، ج ۱، ص ۲۹۳)

دلیل نمبر(۱۰۴):

وحمایۃالقَلْب عن فساد الشیطان فرض عین واجب عَلَی کُلّ عبد مکلف۔

شیطان کے فساد سے قلب کی حمایت کرنا فرض عین ہے، ہر مکلف بندہ پر واجب ہے۔[665]

دلیل نمبر(۱۰۵):

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

کذٰلک اجمع اھل الطریق علی وجو ب اتخاذ الانسان لہ شیخا یرشدھالی زوال تلک الصفات التمنعہ من دخول حضرۃ اللہ تعالیٰ بقلبہ لتصح صلاتہ من باب مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب، ولا شک ان علاج الامراض الباطنۃ من حب الدنیا والکبر والعجب والریا والحسد والحقد والغل والنفاق ونحوھا کلہ واجب کما تشھد لہ الاحادیث الواردۃ فی تحیرمہ ھذ الامور والتوعد بالعقاب علیھا ،فعلم ان کل من لم یتخذ لہ شیخا یرشدہ الی الخروج من ھذہ الصفات فھو عاص اللہ تعالیٰ ولرسولہ ﷺ لانہ لا یھتدی بطریق العلاج بغیر شیخ ولو حفظ الف کتاب فی العلم فھو کمن یحفظ کتابا فی الطب ولا یعرف یتنزل الدواء علی الداء فکل من سمعہ وھو یدرس فی الکتاب یقول انہ طبیب عظیم ومن رأہ حین یسأل عن اسم المرض وکیفیۃ ازالۃ قال انہ جاھل ،فاتخذ لک یا اخی شیخا واقبل یضحٰی ویاک ان تقول طریق الصوفیۃ لم یات بھا کتاب ولا سنۃ فانہ کفر فانھا کل اخلاق محمدیۃ سداھا ولحمتھا ۔واعلم ان کل من رزق اللہ تعالیٰ السلامۃ من الامراض الباطنۃ کالسلف الصالح والائمۃ المجتھدین فلا یحتاج الی شیخ:(بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ) [القیامۃ:۱۴]

اسی طرح اہل طریق کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ہر شخص پر کسی ایسے شیخ کا دامن پکڑنا واجب ہے ۔جو ان صفات رذیلہ کے زائل کرنے کا طریقہ بتلائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حضور قلب

---

[665] (موارد الظمان، مداخل الشیطان، ج،۴، ص، ۵۹۵)

کے ساتھ حاضر ہونے سے روکتی ہیں۔ تاکہ اس کے بعد اس کی نماز وغیرہ درست ہو جائے کیونکہ یہ قاعدہ مسَلَّمہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پوری طرح ادا نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہو جاتا ہے (تو پیر کا دامن پکڑنا بھی واجب ہو گیا کیونکہ اس کے بغیر حضور قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔) نیز اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ امراض باطنہ جیسے حُب دنیا۔ کِبر، عجب وریا، حسد وکینہ، بغض ونفاق وغیرہ ان سب کا علاج واجب ہے چنانچہ جن احادیث میں ان کی حرمت اور ان پر عذاب کی وعید (دھمکی) وارد ہے۔ وہ اس بات کی شاہد ہے۔ پس معلوم ہوا جس نے کسی کو اپنا مرشد نہیں بنایا جو ان صفات سے نکلنے کا راستہ اس کو بتلادے وہ خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا نافرمان ہے کیونکہ وہ ان امراض کے علاج کا راستہ بدون شیخ کے ہرگز نہیں پا سکتا اگرچہ ہزاروں کتابیں علم کی یاد کرے اس کی ایسی مثال ہو گی جیسے کوئی شخص طب کی کتاب حفظ کرلے مگر مرض کے مناسب دوا کا استعمال نہ جانتا ہو۔ تو جو کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے ان کی باتیں سنے گا تو کہے گا یہ تو بڑا طبیب ہے اور جس نے اس کو ایسے وقت دیکھا ہو جب کہ اس سے کسی مرض کا نام اور اس کے ازالہ کا طریقہ دریافت کیا گیا ہو۔ وہ کہے گا یہ پورا جاہل ہے اس کو طب سے مس بھی نہیں۔ پس عزیز من! کسی کو اپنا شیخ بناؤ اور میری نصیحت قبول کرو۔ اور خبردار یہ کبھی مت کہنا کہ طریقہ صوفیاء نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول ﷺ سے۔ کیونکہ یہ بات کفر ہے۔ در حقیقت طریقہ تصوف بتمامہ اخلاق محمد (ﷺ) کا مجموعہ ہے۔ اس کا تانا بانا ظاہر وباطن سب اسی سے ماخوذ ہے۔ جان لو! کہ جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے امراض باطنہ سے سلامتی عطا فرمائی ہے۔ جیسے حضرات سلف الصالحین ائمہ مجتہدین ایسی لوگوں کو شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (القیامۃ: ۱۴)

بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔[666]

دلیل نمبر (١٠٦):

حضرت سید ابو بکر المعروف سید بکری مسکی ابن سید محمد شطاد میاطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اما حکمه فهو وجوب العيني علي كل مكلف و ذالک لانه كما يجب تعلم ما يصلح الظاهر كذالک يجب تعلم مايصلح الباطن۔

رہا تصوف کا حکم تو وہ ہر مکلف پر عین واجب ہے، اور وہ اس لیے کہ جیسا کہ جو علم ظاہر کی اصلاح کرتا ہے اس کا سیکھنا واجب ہے اسی طرح وہ علم سیکھنا واجب ہے جو باطن کی اصلاح کرے۔[667]

دلیل نمبر (١٠٧):

حضرت امیر عارف باللہ عبد القادر الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وإنما وجب على المريد طلب الأكمل الأفضل من المشايخ خشية أن يلقي قيادبيد جاهل بالطريق الموصل إلى المقصود، فيكون ذلک عوناً على هلاكه۔

مرید پر واجب ہے کہ مشائخ میں سے افضل و اکمل شیخ کو تلاش کرے اور کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ راہ حق کے جاہل کے ہاتھ میں نہ چلا جائے ورنہ ایسا شیخ بجائے رہنمائی کے تباہی و گمراہی کا موجب ہو گا۔[668]

---

[666] (لواقح الانوار القدسية فی بيان العهود المحمدية، ص، ١٠، ٩، دار الكتب العلميه، بيروت) (عهود محمديه، هم سے عهد ليا گيا، ص، 191 كا حاشيه)

[667] (كفاية الاتقياء شرح هداية الاذكياء، ص، ٤، طبع مصري)

[668] (المواقف، ج، ١، ص، ٣٠٥) (حقائق عن التصوف، ٣٣)

دلیل نمبر(۱۰۸):

حضرت قطب العارفین فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

عليک بطريق الحق, ولاتستوحش لقلة السالكين, وإياک وطريق الباطل, ولا تغتر بكثرة الهالكين. وكلما استوحشت من تفردک فانظر إلى الرفيق السابق,واحرص على اللحاق بهم, وغض الطرف عن سواهم, فإنهم لن يغنوا عنک من الله تعالى شيئاً, وإذاصاحوا بک في طريق سيرک فلاتلتفت إليهم فإنک متى التفت إليهم أخذوک وعاقوک۔

اس طریقِ حق (تصوف) کو لازماً اختیار کرو اور سالکین کی قلت کی وجہ سے پریشان نہ ہو، باطل راستے سے بچو، ہلاک ہونے والوں اور باطل راستے پر لوگوں کی کثرت کے سبب دھوکا نہ کھاؤ۔ جب بھی تمہیں اس راہ میں تفرد کے سبب پریشانی لاحق ہو تو سلوک میں اپنے سے اوپر والے ساتھی کی طرف دیکھنا اور ان سے لاحق ہونے کے شوق کو اپنانا اور اہل سلوک کے ماسویٰ سے اپنی آنکھیں بند رکھنا کیونکہ وہ تمہیں اللہ کے کاموں میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے اور سیر وسلوک میں اگر غیر سالک تم پر آوازیں کسیں اور اپنی طرف راغب کرنا چاہیں تو ان کی طرف التفات نہ کرنا ورنہ وہ تجھے اس راہ سے روک دیں گے اور نافرمان بنادیں گے۔[669]

دلیل نمبر(۱۰۹):

حضرت علامہ سید مظفر علی شاہ قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی بانکہ وفور علم وعضل از ہمہ داشت مجتھد وصاحب مذہب شریعت بود بجہت صحبت وشرط ادب

[669] (ایقاظ الھمم فی شرح الحکم ،لابن عجیبة ،ص،۷،المنن الکبری" للشعراني،ج، ۱ ،ص،۴،حقاءق عن التصوف ،۱۹،الموسوعة اليوسفية فی بيان ادلة الصوفية ،باب التصوف ،۲۷،مکتبه دارالباب)(تصوف کے حقائق ،ص،31)ص،۱۹)

طریقت کہ واجب است بیعت بحضرت امام جعفر صادق کرد و خرقہ اجازت ازو پوشیدہ و تلقین ذکر و فکر ازو گرفت ونیز خرقہ اجازت تبرکا از حضرت فضیل عیاض پوشید وذکر ازو گرفت و حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ مجتہد واوتاد وقت بود ارادت بحضرت ہبیرۃ البصرے آورد وبیعت باد کرد وخرقہ اجازت ازوی پوشید وحضرت امام احمد حنبل بیعت بہ بشر حافی کردند وازو خرقہ پوشید وحضرت امام محمد ارادت بحضرت داؤطائی آوردبیعت وخرقہ اجازت ازو پوشید وحضرت امام ابو یوسف بحضرت حاتم اصم بیعت کردو مرید شد وحاتم مرید شفیق بود ابو علی کنید۔

ترجمہ: حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وافر علم و عقل رکھتے تھے اور مجتہد اور صاحب شریعت تھے، صحبت اور ادب طریقت کی وجہ سے جو کہ واجب ہے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اور ان سے خرقہ اجازت پہنا اور ان سے ذکر وفکر کی تلقین حاصل کی، اور نیز تبرک کے طور پر خرقہ اجازت حضرت فضیل عیاض رضی اللہ عنہ سے پہنا، اور ان سے ذکر حاصل کیا۔ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ مجتہد اور اوتادِ وقت تھے، حضرت ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ کے ساتھ اردت کی، اور ان سے بیعت کی، اور ان سے خرقہ اجازت پہنا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور ان سے خرقہ پہنا۔ اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ سے ارادت رکھی اور ان سے بیعت کی، اور ان سے خرقہ اجازت پہنا۔ حضرت امام ابو یوسف

رضی اللہ عنہ نے حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور مرید ہوءے، اور حاتم رضی اللہ عنہ حضرت شقیق رضی اللہ عنہ کے مرید تھے، بو علی ان کی کنیت ہے۔[670]

دلیل نمبر (۱۱۰):

حضرت داتا گنج بخش، ابو الحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اما علم بندہ باید کہ در امور خداوند تعالی باشد و معرفت وی، و فریضہ بر بندہ علم وقت باشد و آنچہ بر موجب وقت بہ کار آید ظاھر و باطن. و این بہ دو قسم است: یکی اصول و دیگر فروع ظاھر اصول قول شھادت و باطنش تحقیق معرفت و ظاھر فروع برزش معاملت و باطن تصحیح نیت. و قیام ھر یک از این بی دیگر محال باشد. ظاھر حقیقت بی باطن نفاق، و باطن حقیقت بی ظاھر زندقہ ظاھر شریعت بی باطن نفس و باطن بی ظاھر ھوس۔

بندہ کا علم امور خدا تعالیٰ اور اس کی معرفت سے متعلق ہونا چاہئے اور فرض وہ علم ہے جو وقت کے عین مطابق ہو اور وقت پر کام آئے۔ علم کو ظاہری اور باطنی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں یعنی اصول اور فروع۔ اصول کا ظاہر قول شہادت اور اس کا باطن تحقیق معرفت ہے اسی طرح فروع کا ظاہر درستی معاملات اور اس کا باطن درستی نیت ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے۔ حقیقت باطن کے بغیر ظاہر منافقت ہے اور ظاہر کے بغیر باطن زندقہ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔[671]

---

[670] (جواھر غیبی، کنز چھارم، ص، ۲۳۲، مکتبہ رحمانیہ، ارگ بازار، قندھار، افغانستان)

[671] (کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص، ۱۵، ۱۴، کتابخانہ ملی، ایران) ص 60)

دلیل نمبر(۱۱۱):

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

محمد بن الفضل البلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گوید: العُلوم ثلاثةٌ: علمٌ مِنَ الله، و علمٌ مَعَ الله، و علمٌ بالله: علم باللہ علم معرفت است کہ ھمہ اولیای او، او را بدو دانستہ اند و تا تعریف و تعرف او نبود ایشان وی را ندانستند؛ از آنچہ ھمہ اسباب اکتساب مطلق از حقتعالی منقطع است و علم بندہ مر معرفت حق را علت نگردد؛ کہ علت معرفت وی تعالی و تقدس ھم ھدایت و اعلام وی بود و علم من اللہ علم شریعت بود کہ آن از وی بہ ما فرمان و تکلیف است و علم مع اللہ علم مقامات طریق حق و بیان درجت اولیا بود. پس معرفت بی پذیرفت شریعت درست نیاید و برزش شریعت بی اظہار مقامات راست نیاید: العلمُ حیاةُ القَلبِ مِنَ الجهلِ و نورُ العَینِ من الظُّلمَة: وابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ گوید علم زندگی دل است از مرگ جھل و نور چشم یقین از ظلمت کفر و ھر کہ را علم معرفت نیست دلش بہ جھل مردہ است و ھر کہ را علم شریعت نیست دلش بہ نادانی بیمار است. پس دل کفار مردہ باشد کہ بہ خداوند تعالی جاھلاند و دل اھل غفلت بیمار؛ کہ بہ فرمانھای وی جاھلاند۔ مَنِ اکْتَفی بِالکَلامِ مِنَ العلمِ دون الزُّهدِ تَزَندَقَ و مَن اکْتَفی بالفِقهِ: ابو بکر وراق ترمذی گوید، رحمۃ اللہ علیہ «. دونَ الوَرَعِ تفسَّقَ ھر کہ از علم توحید بہ عبارت بسندہ کند و از اضداد آن روی نگرداند زندیق شود و ھر کہ بہ علم شریعت وفقہ بی ورع بسندہ کند فاسق گردد و مراد اندر این آن است کہ بی

معاملت و مجاهدت تجرید توحید جبر باشد، و موحد جبری قول وقدری فعل باشد تا روش وی اندر میان جبر وقدر درست آید واین حقیقت آن است کہ آن پیر گفت، پس هر کہ بی معاملت بہ عبارت آن بسندہ کند زندیق شود و۔ التوّحیدُ دونَ الجبرِ و فوقَ القَدَرِ » : رحمۃ اللہ علیہ اما فقہ را شرط احتیاط و تقوی باشد. هر کہ بہ رُخَص وتأویلات و تعلق شُبهات مشغول گردد و بدون مذهب بہ گرد مجتهدان گردد مر آسانی را، زود کہ بہ فسق درافتد واین جملہ از غفلت پدیدار آید۔

محمد بن فضل البلخی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے فرمایا: ”علم تین ہیں (۱) علم من اللہ (۲) علم مع اللہ (۳) اور علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے جس کے ذریعہ سب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے باری تعالیٰ کو جانا جب تک اس علم کو مخصوص طریقوں سے یکھا سکھایا نہ جائے اس وقت تک اس کے ذریعے خدا کو نہیں جانا جاسکتا کیونکہ اس علم کے بغیر خدا کو پانے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں اور بندہ کا علم معرفت حق کے لئے علت اور سبب نہیں بلکہ اس کی معرفت بھی خدا ہی کی ہدایت اور توفیق سے ہے۔ اور علم من اللہ علم شریعت ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی طرف سے حکما دیا گیا اور اس کا مکلف بنایا گیا ہے اور علم مع اللہ مقامات طریق حق اعر درجات اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے بیان سے متعلق ہے۔ الغرض معرفت بغیر شریعت درست نہیں ہوتی اور شریعت کی کار فرمائی اظہار مقامات کے بغیر صحیح نہیں اترتی۔ حضرت ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”علم دل کی حیات ہے۔ مرگ جہالت سے اور آنکھ کا نور ایمان ہے کفر کی ظلمت و تاریکی سے“ جس کو علم معرفت نہیں اس کا دل جہالت کے ہاتھوں مر چکا ہے اور جس کو علم شریعت نہیں اس کا دل نادانہ کے مرض میں مبتلا ہے کفار کا دل مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ معرفت خداوندی سے محروم ہیں۔ اہل غفلت کا دل بیمار

ہوتا ہے کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے احکام سے بابلد ہیں۔ حضرت ابو بکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس نے علمی گفتگو کو بغیر زہد اختیار کئے کافی سمجھا وہ بے دین ہوا اور جس نے فقہ کو بغیر تقویٰ کے اپنایا فاسق ہوا" جو علم توحید کا زبانی علمبردار ہو اور اس کی ضد یعنی شرک وغیرہ سے دستبردار نہ ہو زندقہ کا مرتکب ہے اور جو علم شریعت و فقہ کو بغیر عمل حاصل کرے فاسق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل اور مجاہدہ کے بغیر محض توحید جبر ہے اور موحد قول کے اعتبار سے جبری اور فعل کی رو سے قدری ہوتا ہے تاکہ اس کی روش جبر اور قدر کے بین بین درست رہے۔ اس چیز کی حقیقت یہی ہے جو ان بزرگ (یعنی حضرت ابو بکر وراق ترمذی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ: "توحید جبر کے نیچے اور قدر سے اوپر ہے" جو کوئی علم توحید کو بغیر عمل محض زبانی پسند کرتا ہے اور اس کے مخالف افکار یعنی شرک وغیرہ سے منہ نہیں پھرتا زندیق ہو جاتا ہے فقہ کے لئے احتیاط اور تقویٰ ضروری ہے اور جو کوئی بغیر تقویٰ و پرہیز گاری صرف علم فقہ و شریعت کو کافی سمجھے اور رخصتوں، تاویلات اور شبہات کے تعلق میں ڈوب جائے یا بغیر کسی اصول کے محض اپنی سہولت کے لئے اجتہاد کرنے والوں کے گرد گھومنا شروع کر دے وہ بہت جلد فسق و بدکاری کا شکار ہو جاتا ہے۔[672]

دلیل نمبر (۱۱۲):

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

بداں اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین این ہمہ کہ گفتہ شد صورت ایمان واسلام و شریعت است ومغز وحقیقت او در خدمت درویشاں باید جست وخیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ این سخن جہل

[672] (کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص، ۱۸، کتابخانہ ملی، ایران)

وکفر است بلکہ ہمیں شریعت است کہ در خدمت درویشاں چوں قلب از تعلق جسمی وحبیکہ بما سوی اللہ داشت پاک شودو رذائل نفس بر طرف گشتہ نفس مطمئنہ شود واخلاص بہم رساند شریعت در حق او بامغز شود نماز وعنداللہ تعلق دیگر بہم رساند دو رکعت او بہتر از لک رکعت دیگراں باشد وہمچنیں صوم وصدقہ اوو رسول فرمود ﷺ اگر شما مثل احد زر در راہ خدا خرچ کنید برابر یک یا نیم سیر جو نباشد کہ صحابہ رضی اللہ عنہم درراہ خدا دادہ اند ایں از جہت قوت ایمان وشان اخلاص است نور باطن پیغمبر ﷺ را از سینہ درویشاں باید جست وبداں نور سینہ خود رارو شن باید کرد تاہر خیر و شر بفراست صحیحہ دریافت شود۔

ترجمہ: جان لو خدا تمہیں نیک بختی کی دولت عطا کرے، یہ سارے مسائل جو بیان کئے گئے ایمان، اسلام اور شریعت کی صورتیں ہیں۔(یعنی احکام ظاہرہ)اور شریعت کی حقیقت اور مغز کو اولیاء اللہ کی خدمتوں میں تلاش کر لینا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ حقیقت اور (طریقت)شریعت کے خلاف ہے یہ بات سراسر جہالت اور کفر ہے یہی شریعت ہے جو اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی خدمتوں میں (جاکر رنگ لاتی ہے) جب علاقہ دل جسمی اور غیر اللہ کی محبت کے تعلق سے پاک ہو جائے۔اور نفس کی تمام خرابیاں دور ہو کر نفس مطمئنہ کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔اور (حق تعالیٰ کی بندگی میں)خلوص پیدا ہو جاتا ہے تو شریعت اس کے حق میں بامغز (حقیقت)ہو جاتی ہے اور اس کی نماز حق تعالیٰ کے دربار میں دوسرا رشتہ (احسان کا مقام عالی)پیدا کر لیتا ہے اور اس کی دو رکعتیں دوسروں کی لاکھ رکعت سے بہتر ہوتی ہے اور اسی طرح اس کا روزہ اور اس کا صدقہ (بھی)رسول

پاک ﷺ نے فرمایاہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کروگے ایک سیر یا آدھ سیر جو کے برابر نہ ہوگا جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے خدا کی راہ میں دیاہے ان کہ یہ مرتبے قوت ایمان اور اخلاص کی وجہ سے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے باطنی نور کو اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے سینوں سے ڈھونڈنا چاہئے۔اور اسی نور سے اپنے سینوں کو روشن کرنا چاہئے تا کہ ہر اچھی بری چیز صحیح فراست (دانائی) سے دریافت ہو جائے۔[673]

دلیل نمبر (۱۱۳):

وَقَالَ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ: اعْلَمُوا مَا شِئْتُمْ أَنْ تَعْلَمُوا فَلَنْ يَأْجُرَكُمُ بعلمه حتى تعلموا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم جو چاہو علم حاصل کرو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے علم پر ہرگز اجر نہ دے گا حتیٰ کہ تم عمل کرو۔[674]

دلیل نمبر (۱۱۴):

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ تَعَالَى عَلَى ابْنِ آدَمَ). فَهَذَا مِثْلُ علم بلعام وأشباهه، نعوذ بالله منه، ونسأل التَّوْفِيقَ وَالْمَمَاتَ عَلَى التَّحْقِيقِ۔

اور حدیث طیبہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: علم دو قسم کے ہیں ایک علم دل میں ہے وہی نفع بخش علم ہے اور ایک علم زبان کا ہے اور وہی ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔پس یہ

---

[673] (مالابدمنہ، کتاب الاحسان، ۱۰۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

[674] (تفسیر القرطبی، مقدمۃ المؤلف، باب کیفیۃ التعلم والفقہ، ج۱، ص۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی، ج۱، ص۲۶)

بلعام اور اس جیسے لوگوں کے علم کی مثال ہے، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور ہم اس سے توفیق اور حق پر موت کی التجا کرتے ہیں۔[675]

دلیل نمبر (۱۱۵):

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

مراد دین علم است کہ متعلق است بکتاب و سنّت۔ و آں دو (۲) قسم است۔ (۱) مبادی۔ (۲) مقاصد۔ مبادی علوم کہ موقوف است معرفتِ کتاب وسنّت برآں مثل لغۃ و نحوؔ و صرف و جز آن از علومِ عربیّت و مقصد آں چہ متعلق است باعمال و اخلاق وعقائد وایں ہمہ علمِ معاملہ است۔ و علم مکاشفہ نور یست کہ بعد از سلوک طریق حق صدق معاملت در دل افتد کہ بدان معرفت حقائق اشیاء چنانکہ ہست منکشف گردد و معرفت ذات وصفات وافعال حق سبحانہ وتعالی رو نماید واین را علم حقیقت و علم وراثت خوانند بحکم حدیث (من علم بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم) ہر کہ عمل کند بآنچہ دانستہ وخواندہ است از علم ظاہر روزی گرداند وبخشند اورا خدا تعالی علم آنچہ ندانستہ ونہ خواندہ است وکریمہ: (وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ) نیز اشارت بلین معنی است و علم ظاہر و باطن کہ گویند این معنی دارد و نسبت ہر دو بیکدیگر نسبت تن وجان و پوست ومغز است واحادیث وآیات کہ شان علم وفضیلت آن وارد شدہ شامل ہمہ این اقسام ست بر تفاوت ودرجات آن۔

---

[675] (تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۵، ج۷، ص۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج۴، ص۳۷۶)

(اس سے)مراد دین کا علم ہے جو کتاب وسنت کے متعلق ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک مبادی اور دوسرا مقاصد۔مبادی علم وہ ہے جس کا انحصار قرآن وسنت کی پہچان پر ہے۔ مثلاً عربی علوم کی لغت نحو صرف اور اس سے متعلقہ دیگر اور مقاصد کا علم وہ علم ہے جو اعمال اخلاق اور عقائد کے متعلق ہیں اور یہ تمام علم معاملہ ہیں اور علم مکاشفہ ایک نور ہے جو طریق حق اور معاملات کے صدق کی منازل طے کرنے کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے ذریعے اشیاء کی حقیقت جیسے کہ وہ ہیں منکشف ہو جاتی ہے۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات۔صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو علم حقیقت اور علم وراثت کہتے ہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق (وہ اس پر عمل کرتا ہے جو علم ظاہر سے اس نے حاصل کیاہئ اس کو نعمت سمجھے کیونکہ جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا اس کا علم اسے خداوند تعالیٰ نے بخشا ہے اور سورۃ بقرۃ کی آیت (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تمہیں علم سکھاتا ہے)میں بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور جس کو علم ظاہر وباطن کہتے ہیں اس کا بھی یہی مطلب ہے اور دونوں (یعنی ظاہر وباطن)کا آپس میں جتنا گہرا تعلق ہے جیسے جسم اور روح یا چھلکا اور مغز اور ان علوم کی شان اور فضیلت کے بارے میں جو احادیث اور آیات ہیں وہ ان تمام مذکورہ اقسام کے فرق اور درجات پر شامل ہیں۔[676]

[676] (اشعۃاللمعات، کتاب العلم،مقدمہ،ج، ۱ ،ص، ۱۶۲ ،مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دلیل نمبر(۱۱۶):

مشہور حدیث "حدیثِ جبرئیل" کے تحت حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

علمی کہ از انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات باقیماندہ است و دو نوع است علم احکام و علم اسرار۔

عالمِ وراثت کسی است کہ او را از ہر دو نوع علم سہم بود، نہ آنکہ او را از یک نوع نصیب بود، نہ از نوع دیگر کہ آن منافی وراثت است، چہ وراثت را از جمیع انواع ترکہ مورث نصیب است، نہ از بعض دون بعض۔ وآنکہ او را از بعض معین نصیب است، داخلِ غرماست کہ نصیب او بہ جنس حق او تعلق گرفتہ است۔

وہمچنین فرمودہ علیہ وعلیٰ الہ الصلواۃ والسلام: علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل مراد از علمائی، علماء وارثانند، نہ غرما کہ غیبین از بعض ترکہ فرا گرفتہ اند، چہ وارث را بہ واسطہ قرب وجنسیت، ہمچو مورث می توان گفت، بخلاف غریم کہ ازاین علاقہ خالی است۔ پس ہر کہ وراثت نبود، عالم نباشد، مگر آنکہ علم او را مقید بہ یک نوع سازیم و گوییم کہ عالم علم احکام است مثلا و عالم مطلق آن بود کہ وارث باشد واز ہر دو نوع علم اور ا لنصیب وافر بود۔

واضح ہو کہ جو علم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی و جاری ہے دو قسم کا ہے: (ایک) علم احکام (دوسرا) علم اسرار، اور (انبیاء کی) وراثت کا عالم (کہلانے کا مستحق) وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو، نہ یہ کہ صرف ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم سے محروم

ہو۔ یہ بات وراثت کے منافی ہے، کیونکہ وارث کو مورث کے ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ ملتاہے، نہ کہ بعض میں حصہ ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور وہ شخص جس کا حصہ کسی خاص معین تک محدود ہو وہ (وارث نہیں بلکہ) غربا (قرض خواہ) میں داخل ہے، جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے ۔اسی طرح آنحضرت حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔ اور علماء سے مراد علماء وارث ہیں نہ کہ غربا کہ جنھوں نے ترکہ کا بعض حصہ لیا، کیونکہ وارث کو قرب و جنسیت کی وجہ سے بھی مورث کے مانند کہہ سکتے ہیں بخلاف غریم کے کہ وہ اس تعلق سے خالی ہے لہٰذا جو شخص وارث نہیں وہ عالم نہیں، مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کر دیا جائے اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ وہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے وافر حصہ حاصل ہو۔[677]

دلیل نمبر (۱۱۷):

حضرتِ عالی امام ربانی مجد دالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

سؤال: پس وجوب معرفت۔ جل شانہ۔ بہ چہ معنی بود؟

جواب: وجوب معرفت بہ آن معنی است کہ ہر چہ شرع بہ آن وارد شدہ است، در معرفت ذات و صفات واجبی۔ جل شانہ۔ شناختن آن واجب است۔

677(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب، ۲۶۸، ج، ۱، ص، ۵۹۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام ،صدیقی، تھران)

و ہر معرفتی کہ غیر از شریعت مستفاد می گردد، نزد فقیر آن را معرفت خدا گفتن، جرأت است و بہ ظن و تخمین بر حق۔ جل و علا۔ حکم کردن (است)۔

(اتقولون علیٰ اللہ مالاتعلمون) (اعراف/۲۸)

مگر از اینجا گفتہ باشد، سراجِ امت و اما ائمہ ((امام اعظم کوفی)) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبحانک ما عبدناک حق عبادتک و لکن عرفناک حق معرفتک۔

اگرچہ این قول بر اکثری گران است، اما قابل توجیہِ وجیہ است، زیرا کہ حقِ معرفت آن است کہ حق۔ سبحانہ۔ را بہ جمیع آنچہ شریعت بہ آن ناطق گشتہ است، از کمالات و تنزیہات و تقدسیات او تعالیٰ شناختہ شود، چہ ماورای آن از معرفت چیزی نماندہ است، کہ مانع حق معرفت گردد۔

سوال: پس خدا تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا کیا معنی ہے؟

جواب: وجوب معرفت اس معنی سے ہے کہ شریعت میں خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا پہچاننا واجب ہے۔ اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے علاوہ مستفاد ہو اس کو اس فقیر کے نزدیک خدا عزوجل کی معرفت کہنا جرأت سے اور ظن و تخمین سے خدا تعالیٰ پر حکم لگانا ہے۔

أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الاعراف ۲۸) کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

شائد اسی لئے کہ سراج الامت اور امام الائمہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے یہ قول کہا ہو۔ "پاک ہے تو ہم نے تیری عبادت جس طرح تیرا حق تھا نہیں کی ہے لیکن جس طرح تیرے پہچاننے کا حق تھا ہم نے تجھے پہچان لیا ہے"۔ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن معقول توجیہ کے قابل

ہے کیونکہ حق معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے جن کو شریعت نے بیان کیا ہے یعنی کمالات و تنزیہات و تقدیسات وغیرہ سے پہچانا جائے۔ کہ ان سے باہر معرفت کی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ جو کہ حق معرفت کو مانع ہو۔[678]

دلیل نمبر (۱۱۸):

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

ترجمہ: اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور بیشک انبیاء علیہم السلام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا وہ تو اپنے پیچھے علم ہی کو وارث چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے دین و سعادت کا مکمل حصہ پا لیا۔[679]

دلیل نمبر (۱۱۹):

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ولا یکون الخلیفۃ الا من جمع المقاصد الثلاثۃ التی ذکرناھا، وحفظ الکتاب والسنۃ، تدرّب فی قوانین السلوک وتربیۃ السالکین۔

---

[678] (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۲۲، ج، ۲، ص، ۷۰۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

[679] (مسند امام احمد، ج، ۵، ص، ۱۹۶، وسنن الترمذی، رقم: ۲۶۸۲، وسنن ابوداؤد، رقم: ۳۶۴۱، وسنن ابن ماجہ، ۲۲۳، وسنن الدارمی، ۳۴۲، ومشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم، رقم: ۲۱۲، ص، ۳۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

خلیفہ رسول صرف وہ شخص ہو گا جس نے دین کے تینوں شعبے جمع کئے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو یاد کیا ہو اور قوانین علم سلوک اور تربیت سالکین میں کوشش کی ہو۔[680]

دلیل نمبر (۱۲۰):

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقد تکفل بفن الاول اهل الاصول من علماء الامة وقد تکفل بفن الثانی فقهاء الامة فهدی الله بهما کثیرین وقد تکفل بفن الثالث الصوفیة رضوان الله علیهم۔

"پہلا فن تصحیح عقائد کے کفیل علماء اصول ہوئے ہیں، دوسرا فن اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوئے ہیں، تیسرا فن خلوص واحسان کے کفیل صوفیہ کرام ہوئے ہیں"۔[681]

دلیل نمبر (۱۲۱):

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ هذا الثالث أدق المقاصد الشریعة مأخذا و اعمقها محتدا وهو بالنسبة الی سائر الشرائع بمنزلة الروح من الجسد، وبمنزلة المعنی من اللفظ۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ تیسرا فن (تصوف) مقاصد شرعیہ کے ماخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے، اور تمام شریعت کے لئے اس فن کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لئے روح کی ہے اور لفظ کے لئے معنی کی ہے"۔[682]

---

680 (تفهیمات الٰهیه، ج، ۱، ص، ۹، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدهلوی حیدرآباد)

681 (تفهیمات الٰهیه، ج، ۱، ص، ۸، ۷، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدهلوی حیدرآباد، بحذفٍ)

682 (تفهیمات الٰهیه، ج، ۱، ص، ۸، ۷، مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدهلوی حیدرآباد)

دلیل نمبر (۱۲۲):

علامہ شیخ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

والدین الذی لایقبل التغیر هو التوحید والاخلاص لله والایمان بما جاء ت به جمیع الرسل علیهم السلام۔

"دین وہ چیز ہے جو تغیر و تبدل کو قبول نہیں کرتا وہ توحید اور اخلاص ہے جسے تمام انبیاء علیہم السلام لے کر آئے"۔[683]

دلیل نمبر (۱۲۳):

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا گنتے ہیں"۔[684]

دلیل نمبر (۱۲۴):

علم باطن کا شرف حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا کے قصّہ سے ظاہر ہے جہاں آپ (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام) حضرت سیدنا خضر سے فرماتے ہیں:

هَلْ أَتَّبِعُکَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الکهف ٦٦)

اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادوگے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

---

[683](تفسیر جمل، سورۃ المائدۃ: ۴۸، ج، ۲، ص، ۲۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

[684](تحفہ اثناعشریہ، ج، ۲، ص، ۲۳۷، دلائل السلوک، ص، ۱۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم شریعت کی طرح علم حقیقت کی طلب بھی واجب ہے۔ایجاد انسان سے مقصود معرفت الٰہی ہے ایمان حقیقی اسی معرفت سے وابستہ ہے یہ معرفت اہل باطن کی خدمت میں حاصل ہو سکتی ہے۔[685]

دلیل نمبر(۱۲۵):

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی تعلیم تصوف کو فرض وواجب قرار دیا ہے۔[686]

دلیل نمبر(۱۲۶):

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:

تصوف جزو دین ہے،اور انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو،پس انکار تصوف مستلزم ہو گا انکار دین۔[687]

دلیل نمبر(۱۲۷):

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے دین کے تینوں اجزاء کو جمع کیا ہو کیونکہ:**فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم۔**سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کی تعلیم کے لئے جبریل کو بھیجا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پہنچایا وہ دین تین اجزاء،اسلام،ایمان،اور احسان سے مرکب ہے۔[688]

---

[685](مشائخ نقشبندیہ ص 482)

[686](التکشف عم مہمات التصوف،ص،۷،مطبوعہ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی)

[687](دلائل السلوک،ص،۱۳،مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپٹ روڈ لاہور نمبر ۲)

[688](دلائل السلوک،ص،۱۳،مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپٹ روڈ لاہور نمبر ۲)

دلیل نمبر(۱۲۸):

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

طریقت کی تلاش اور اندرونی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یعنی ظاہر اور باطن میں عقیدوں اور اخلاق میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ خدائے تعالیٰ کی خفگی کا سبب ہو تقویٰ کو کامل طریقے سے اختیار کرنا چاہئیے آیۃ مذکور میں امر کا صیغہ ہے اور امر واجب ہونے کی دلیل ہے لہٰذا ہر مسلمان پر تقویٰ لازم ہو گیا اور تقویٰ کمالِ ولایت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حسد، کینہ، غیبت، ریا، غرور، تکبر وغیرہ نفس کی برائیاں ہیں کہ جن کا حرام ہونا قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع سے ثابت ہے پس جب تک یہ نفس کی برائیاں دور نہ ہو جائیں پورا پورا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور نفس کا فنا ہونا اور گناہوں سے بچنا جسم کی اصطلاح سے حاصل ہوتا ہے اور جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر منحصر ہے اور اسی کا نام ولایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے چنانچہ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا یعنی "بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم عن ابی ہریرہ)"۔[689]

---

[689](عمدۃ السلوک، ص ۳۰)

دلیل نمبر (۱۲۹):

دیوبندیوں کے علامہ مولانا اللہ یار خاں نقشبندی لکھتے ہیں: تصوف و سلوک تواتر سے ثابت ہے اور اتنی بڑی جماعت کا تواتر ہے جو علم و عمل زہد و تقویٰ اور خشیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، ایسی اور اتنی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے۔[690]

دلیل نمبر (۱۳۰):

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے اور ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حد کے لئے آگاہ ہونے کی جگہ ہے۔[691]

دلیل نمبر (۱۳۱):

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی ہر آیتی از قرآن را ظاہری و باطنی مراد بظاہر انچہ ہمہ اہل زبان می فہمند و باطن انچہ۔ بندگان خاص حق تعالیٰ بران مطلع اند یا مراد بظاہر انچہ بیان می کنند آن را تفسیر و باطن انچہ کشف می نماید۔

پس مطلع ظہر تعلیم عربیت است وعلومیکہ ظاہر معنی قرآن بدان متعلق است و معرفت اسباب نزول وناسخ منسوخ وامثال آن و مطلع بطن ریاضت

---

[690] (دلائل السلوک، ص، ۱۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور)

[691] (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم، رقم: ۲۳۸، ص، ۳۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

واتباع ظاہر عمل بمقتضائی آن تزکیہ نفس وتصفیہ قلب وتحلیہ روح وتخلیہ سر کہ بعد از حصول آن بر بطون قرآن اطلاع افتد۔

یعنی قرآن پاک کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ظاہر سے وہ مطالب مراد ہیں جنہیں تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ اسرار اور رموز مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن سے وہ جو تاویل سے منکشف ہوتے ہیں۔

پس ظاہر کا مطلع (آگاہ ہونے کی جگہ) عربیت اور علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن ظاہر معنی تعلق رکھتا ہے اور سباب نزول کی معرفت اور ناسخ و منسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلع ریاضت و مجاہدہ یا ظاہر شرع کی اتباع، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تجلیہ اور سر کا تخلیہ ہے جس کے حصول کے بعد قرآن کے بطون سے آگاہی نصیب ہوتی ہے۔[692]

دلیل نمبر (۱۳۲):

صاحبِ جامع الاصول فرماتے ہیں کہ قدیم سے رسم چلی آتی ہے اور تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں مثلاً غرور، نخوت، عجب، ریا، کبر، حرص، طمع، شہوت، طلب جاہ وغیرہ جو امراضِ مہلکہ ہیں، ان سے پاک و صاف ہونا اور نماز کو حضور قلب و خشوع و خضوع سے ادا کرنا جس کو حدیث نبوی علیہ السلام اَنْ تَعْبُدَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شیخ کامل کی تربیت کے سوا ممکن نہیں کیونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کے علاج کی مہارت رکھتا ہے۔ یہ بات علمِ ظاہر کے حاصل کرنے اور کتابوں کے انبار اٹھالینے سے حاصل نہیں ہو سکتی

---

[692](اشعۃاللمعات، ج، ا، ص، ۱۷۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)(اشعۃاللمعات، ج، ا، ص، ۵۰۷)

کیونکہ نفس امارہ کی باریک راہزنیوں اور مخفی فریبوں سے بعض بڑے بڑے فقہ و حدیث کے علماء بھی محفوظ نہیں رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔[693]

دلیل نمبر (۱۳۳):

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (جلد اول، صفحہ ۲۱۲) میں لکھا ہے:

ومنها: علم الباطن وهو نوعان: النوع الاول: علم المعاملة، وهو فرض عين فى فتوى علمائ الآخرة فالمعرض عنه هالک بسطوة مالک الملوک فى الآخرة، كما ان المعرض عن الأعمال الظاهرة هالک بسيف سلاطين الدنيا بحكم فتوىٰ فقهائ الدنيا۔ و حقيقة النظر فى تصفية القلب و تهذيب النفس باتقائ الأخلاق الذميمة التى ذمها الشارع كالريائ والعجب والغش وحب العلو والثنائ والفخر والطمع، ليتصف بالأخلاق الحميدة المحمدية كالاخلاص والشكر والصبر والزهد والتقوى والقناعة، ليصلح عند احكامه ذلک لعلمه بعلمه ليرث مالم يعلم، فعلمه بلا عمل وسيلة بلا غاية وعكسه جناية واتقانهما بلا ورع كلفة بلا أجرة، فأهم الأمور زهد واستقامة لينتفع بعلمه وعمله، وسأشير الى نبذة منثورة فى هذا الكتاب (ارشاد السارى) من مقاصد هذا النوع ان شاءالله تعالى بألطف اشارة، وأعبر عن مهماته الشريفة بأرشق (جيدتر) عبارة جمعاً لفرائد الفوائد۔ واما النوع الثانى: فهو علم المكاشفة وهو نور يظهر فى القلب عند تزكيته فتظهر به المعانى المجملة فتحصل له المعرفة بالله تعالى وأسمائه وصفاته وكتبه ورسله؛ وتنكشف له الأستاد عن مخبآت الأسرار فافهم وسلّم تسلم، ولا تكن من المنكرين تهلک مع الهالكين۔ قال بعض العارفين: من لم يكن له من هذا العلم شيئ أخشى عليه سوء الخاتمة وأدنى النصيب منه التصديق به وتسليمه لأهله، والله تعالى أعلم۔ وايده المناوىٰ رح فى شرح الجامع الصغير عن الغزالى رحمة الله تعالىٰ عليه انه قال علم الآخرة قسمان علم مكاشفة وعلم معاملة وعلم المكاشفة هو علم الباطن وذلک غاية العلوم وقد قال بعض العارفين من لم يكن له نصيب منه يخاف عليه سوء

---

[693] (ابو الفیض قلندر علی سہروردی، "الفقر فخری"، ص ۱۶۲)

الخاتمة و ادنی النصیب منه التصدیق به و تسلیمه لاهله و قال بعضهم من کان فیه خصلتان لم یفتح علیه منه شیئ بدعة (۱) او کبر، (۲) و من کان محبا للدنیا او مصرا علی الهوی لم یتحقق به و قد یتحقق بسائر العلوم۔ انتهی بلفظه من الحدیقة شرح الطریقة المحمدیة ص ۲۴۶ ج ۱ وعن بعض العارفین من لم یکن له نصیب من هذا العلم اخاف علیه سوء الخاتمة و ادنی النصیب التصدیق به وتسلیمه لاهله۔(راجع البریقة المحمودیة شرح الطریقة المحمدیة ص ۱۹۱ ج۳)۔ وقال الامام الهمام ابو الحسن الشاذلی رحمة اللہ علیه: من مات ولم یتوغل علی علمنا هذا مات مصراً علی الکبائر۔(الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة ص ۵۳۹ ج ۱، و ایقاظ الهمم، شرح الحکم (ای الحکم العطائی الاسکندرانی) ص ۷ ج ۱ وغیرها۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم، باب اول ص ۲۱۲، ج ۱ از شیخ الاسلام ابی العباس شهاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی الشافعی متوافی ۹۲۳ ھ، طبع دار الفکر بیروت۔ ابو الاسفار علی محمد البلخی بصره اللہ بعیوب نفسه و جعل غده خیراً من امسه)۔

دلیل نمبر (۱۳۴):

ودگر علم باطن است کہ عبارت از تہذیب اخلاق بتخلی از رذائل وتصفیہ قلب بتحلی بصفات کمال وتعالی بمقامات کہ بفتوای اصفیای باطن فرض عین است۔انتہی۔[694]

[694] (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری، ص ۴۰، جلد ۱ اول کتاب العلم از شیخ نور الحق فرزند ارشد شیخ عبدالحق الدهلوی رحمهما اللہ راقم (ابو الاسفار) زمانیکه بتاریخ ۲۲ عقرب ۱۳۸۶ ھ در دهلی واردمزار حضرت شیخ عبد الحق شدم مزار هر دو بزرگوار را در مقبره قطب صاحب واقع اسلام کالونی قریب حوض شمسی زیارت کردم و در دروازه حظیره آن به خط درشت به سنگ رخام حنین نقر شده بود (باب الحدیث) ابو الاسفار)

دلیل نمبر (۱۳۵):

عبارت آن در مورد علم ظاهر و باطن نہایت مشرح میباشد خلاص آن که مورد استشهاد ماست چنین است: چنانکه اول فرض است بفتوای فقہاء ثانی نیز فرض است بفتوای علمای آخرت وچون ظاہر و باطن بعلم معاملۃ آراستہ وپیراستہ گردد وآبینہ دل از کدورت صفات ذمیمہ صاف و مصقل شود از محبت عنایت الٰہی بحکم والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا و من عمل بما علم ورثہ اللہ تعالی علم مالم یعلم نوری در دل پیدا آید کہ منکشف گردد بدان عالم غیب وحقایق اشیا وحاصل میشود معرفت ذات و صفات و اسماء و افعال۔ انتہی بلفظہ شیخ الاسلام دہلوی اول کتاب العلم مطبوع بہ حاشیہ تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ص ۱۲۲ ج ۱

دلیل نمبر (۱۳۶):

درین کتاب در تحقیق حدیث **طلب العلم فریضة علی کل مسلم**۔

گفتہ: در معنای این حدیث علماء شدیداً اختلاف دارند وہر کسی در صدد کدام علمیکہ بودہ آنرا فرض شمردہ ازین سبب زیادہ از بیست قول پیرامون اینحدیث بحث کہ قیل اخیر میباشد چنین عبارت درداد: وقیل هو طلب علم الباطن وهو ما یزداد بہ العبد۔

دلیل نمبر (۱۳۷):

ای هذه العلوم الثلاثة یجب وجوب عین علی کل مکلف تعلمها ولا یجوز له جهلها فاعرفن هذه الثلاثة واعمل بها تحصل لک نجاة فی الآخرة وعلو فی درجاتک انته بلفظه۔

الشیخ محمد النووی ، شرح منظومه هدایة الاذکیائ مطبوعه بحاشیة کفایة الاتقیاء طبع مصری ص ۲۷۔

دلیل نمبر (۱۳۸):

(واعلم) أن معرفة النفس فرض عین لکل فرد من افراد الانسان لان معرفة الرب موقوفة علی معرفة النفس لقوله علیه السلام من عرف نفسه فقد عرف ربه و نقیضه من لم یعرفه لم یعبده وعبادة الرب فرض عین لقوله تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وکل ما یتوقف علیه فرض فهو فرض فمعرفة النفس فرض عین فمن جهل بمعرفة نفسه فهو أجهل بمعرفة ربه فلابد من معرفة نفسه حتی یعرف ربه یعبده۔[695]

دلیل نمبر (۱۳۹):

(ثم اعلم) أن من لم یعرف نفسه مادامت فی جسده لا یعرفها بعد المفارقة عن جسده ولا یعرف ربه أیضا کما أشار الیه تعالیٰ بقولهٖ ومن کان فی هذه أعمی فهو فی الآخرة أعمی الآیة والحاصل أن معرفة النفس منبع العلوم والحکم ومطلع الفضائل والشم ومصباح کشف أحوال الملکوت ومشکاة شهود أسرار الجبروت ومعراج الوصول الی حضرة اللاهوت فما یصل أحد من بنی آدم الا بمعرفة نفسه ولم یتخذ الله تعالی ولیا الا مناتصف بمعرفة نفسه۔[696]

دلیل نمبر (۱۴۰):

(اعلم) أن معرفة النفس لا تحصل بنظر عقلی بل انما تحصل بنور یقذفه الله فی قلب عبد ولا یقذف الله ذلک النور الا فی قلب من تمسک بحبل الشریعة الغراء وتشبت بذیل السنة العلیاء من الریاضات المتعالیة والمجاهدات المتوالیة بالانسلاخ عن الادنیا بالکلیة

[695] (جامع الأصول فی الأنواعهم وأوصافهم للشیخ أحمد الکمشخانوی النقشبندی المجددی الخالدی، صفحه ۱۳۰)

[696] (جامع الأصول فی الأنواعهم وأوصافهم للشیخ أحمد الکمشخانوی النقشبندی المجددی الخالدی، صفحه ۱۳۰ تا ۱۳۱)

والتجرد عن القوی الجزئیة والکلیة وتزکیة رحمة اللہ تعالیٰ علیه النفس عن الصفات الردئیة وتوصیفها بالاخلاق الحمیدة فبعد ذلک یقذف اللہ تعالی فی قلبه نورا من عنده وبذلک النور یعرف نفسه ثم یعرف ربه کما قال أفمن شرح اللہ صدره للاسلام فهو علی نور من ربه فمن ذلک جمیع علوم الانبیاء والاولیاء والعرفاء باللہ ومن لم یجعل اللہ له نورا فما له من نور ولا یظن ظان ان تلک المعرفة تحصل بقراءة الکتب الشرعیة ومطالعة کتب الصوفیة منغیر مجاهدة بالاعمال الصالحة وغیر تزکیة النفس وتجریدها عن الشواغل البدنیة فهیهات أن ذلک الظان یعطی له معرفة أو کشف أشهود۔[697]

دلیل نمبر (۱۴۱):

(وأما الحریة) فهی فی اصطلاح أهل الحقیقة الخروج عن رق الکائنات ومراداتها وقطع جمیع العلائق ولهذا قال ابراهیم بن أدهم الحر من خرج عن الدنیا قبل أن یخرج منها وعلامة الحر سقوط التمییز عن قلبه بین أمور الدنیا والآخرة فلا یسترقه عاجل دنیاه ولا آجل عقباه کما قال ﷺ عزفت نفسی عن الدنیا استوی عندی حجرها وذهبها فالحر یؤثر الخلق بجمیع الکائنات من الدارین ولا یکون له سؤال ولا قصد ولا أرب ولا حظ ومقام الحریة عزیز ومعظم الحریة فی خدمة الفقراء۔ وقیل أوحی اللہ تعالی الی موسی علیه السلام اذا رأیت لی طالبا فکن له خادما۔ (وقال) علیه السلام سید الناس خادمهم والاحرار هم الذین قال اللہ تعالیٰ فی حقهم ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة وانما آثروا علی أنفسم لتجردهم عما خرجوا منه وآثروا به (واعلم) أن کمال الحریة نتیجة کمال العبودیة فمن صدقت للہ عبودیته خلصت عن رق الکائنات حریة۔[698]

[697] (جامع الأصول فی الأنواعهم وأوصافهم للشیخ أحمد الکمشخانوی النقشبندی المجددی الخالدی، صفحه ۱۳۱)
[698] (جامع الأصول فی الأنواعهم وأوصافهم للشیخ أحمد الکمشخانوی النقشبندی المجددی الخالدی، صفحه ۱۳۱)

دلیل نمبر(۱۴۲):

(واعلم) أن العلم الباطن الذى هو من أعظم المنجيات والسلوک والرياضات والمجاهدات فرض عين على من لم يرزق قلبا سليما بالجذب الالهى والعلم اللدنى والنفس القدسية الطفرية وقليل ماهم وأحكام الدين انما تبنى على الاكثر الاغلب وتعلم علم الظاهر لا يغنى عن استفادته كما ثبت ذلک عن كثيره من العلماء الاكابر المتقدمين والمتأخرين من الحنفية كابن الهمام وابن الشلبى والشرنبلالى وخير الدين الرملى أو الحموى وأمثالهم (ومن الشافعية) كسلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام والغزالى والسبكى والسيوطى وشيخ الاسلام القاضى زكريا والشهاب بن حجر واضرابهم (ومن المالكية) كالعارف أبى الحسن الشاذلى وخليفته أبى العباس وخليفته ابن عطاء الله والعارف ابن أبى جمرة وناصر الدين والزروقى وغيرهم (ومن الحنابلة) كالشيخ عبد القادر وفخر الاسلام والشيخ عبد الله الانصارى وابن النجار ونحوهم فان هؤلاء العلماء الكرام بعد التضلع من علوم الظاهر اشتغلوا بتحصيل علوم الباطن واستفادتها من أهلها بالصحبة والخدمة والسلوک وحسن الاعتقاد والاخلاص والتخلية من الرذائل والتحلية بالفضائل كما نقل بعض العلماء قال رأيت الغزالى فى البرية وعليه مرقعة وبيده عكازة وركوة فقلت يا امام أليس التدريس ببغداد أفضل من هذا فنظر الى شزرا او قال لما بزغ بدر السعادة فى فلک الارادة جنحت أصول الوصول جعلت أقول

ترکت هوى ليلى وسعدى بمنزل
وعدت الى مصحوب أول منزل
ونادت بى الاشواق مهلا فهذه
منازل من تهوى رويدک فانزل

وقد شهد بوجوب تعلم علم الباطن كثير من الكتب المعتمدة كتحفة المحتاج لابن حجر قال فى كتاب السير منها ويجب على من لم يرزق قلبا سليما أن يتعلم أدوية أمراض القلب وقال الخطيب الشربينى من الشافعية فى شرح الغاية وتنقسم الطهارة الى واجب

ومسنون ثم الواجب ينقسم الى واجب بدنی وقلبی فالقلبی كالحسد والعجب والرياء والكبر ونحوها۔ وقال الغزالی معرفة حدودها وأسبابها وطبها وعلاجها فرض وقال خاتمة المتأخرين الشيخ أبو بكر وأما علم الباطن كالعلم بامراض القلب من الرياء والعجب والحسدوالكبر والبخل والحرص والحقدومايتولدمنها والعلم بحدودها وعلاجها والعلم بتحصيل أضدادها من الرضاء بالقضاء والقناعة وتحقير النفس والاخلاص والتواضع والصاء والسخاء فقد قال الغزالی المتولی والبغوی وشيخه القاضی حسين وغيرهم انه من فروض العين۔ وقال علاء الدين فی الدر المختار (واعلم) أن تعلم العلم يكون فرض عين وفرض كفاية ومندوبا وهو التبحر فی علم القلب وعلم الفقه قلت هذا هو التبحر وأما أصل علم القلب فهو فرض عين وقال شيخ الاسلام زكريا الانصاری وأما العلم القلب فهو علم ذوقی ووجدانی الا يمضغ تحت ألسنة الاقلام ولا تحيط به الدفاتر وهو بمقابلة العلم الظاهر بمنزله الثمر للشجر لا اتفاع الا بثمره (وقال) محمد البركوی وأقبح العجب العجب بارأی الخطا فيفرح به ويصر عليه ولا يسمع نصح ناصح بل ينظر الى غيره بعين الاستجهال قال الله أفمن زين له سوء عمله فرآه حسنا وقوله وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا وجميع أهل البدع والضلالة انما أصروع عليها لعجبهم بآرائهم وعلاج هذا العجب عسر وصعب اذصاحبه يظنه علما لا جهلا ونعمة لا نقمة وصحة لا مرضا ولا يطلب العلاج ولا يستشفی بالاطباء وهم علماء أهل السنة والجماعة قلت والمراد علماء الآخرة الذين أداموا ذكر الله ولا يشقی جليسهم وهم الاولياء الجامعون للعلم الظاهر والباطن والشريعة والحقيقة أكابر الشيوخ من أهل المعرفة والا فالعالم بالعلم الظاهر فقط لا يقدر علی علاج قلبه فكيف لغيره (وقال) الشرنبلالی شرطت الطهارة الشرعية ليصير العبد أهلا للعبودية والقيام بخدمة الربوبية ولا ينفعه ذلک حقيقة الا باخلاص الطوية وتطهيرها من الا دناس المعنوية اذهی أضر من النجاسة الحقيقة كالغل والغش والحقد والحسد وغيرها ويصلح قلبه ليصلح به سائر الجسد فيطهر قلبه عما سوی الله من الكونين بقطع العلائق عن جملة الخلائق وما تطمح اليه النفوس فلايقصد الا الله ويعبده لاستحقاقه العباده لذاته وامتثال أمره ملاحظا جلاله وكبرياءه

لا رغبة فی جنة و لا رھبة من نار لانہ تعالیٰ من حقہ أن یعبد کما قال و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔ [699]

بعض علماء کے نزدیک بیعت کرنا جو سنت یا مستحب ہے تو وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو بفضلِ الٰہی اخلاق سیئہ سے دور اور اخلاق حسنہ سے مزین ہو گئے ہوں، ایسے لوگ ''مراد'' کہلاتے ہیں مثلاً حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ جب کہ ان لوگوں کے علاوہ جو لوگ ہیں انہیں اخلاق حسنہ باطنہ مثلاً حسنِ نیت، اخلاصِ کامل، توکل اور خشیت وغیرہ کا حصول اور اخلاق سیئہ مثلاً کبر، عجب، حسد وغیرہا سے اجتناب کرنا لازم و ضروری ہے۔ ایسے لوگ ''مرید'' کہلاتے ہیں۔ ان کے لئے مذکورہ امور کی معرفت حاصل کرنا فرضِ عین ہے۔ اس لئے بیعت کرنا واجب ہے تاکہ اخلاق حسنہ سے مزین اور اخلاقِ سیئہ سے پاک ہو سکیں۔

جیسے کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں صفحہ ۱۶۶ پر فرمایا:

فالمشائخ هم الطريق الى الله عز وجل و ادلاء عليه و الباب الذى يدخل منه اليه فلا بد لكل مريد لله عزوجل من شيخ على ما بينا الا على الندور و الشذوذ مثلا اويس قرنى فيجوز ان يصطفيالله عبداً من عباده فيتولى تربيته و حراسته عن الشيطان و هنات النفس و الهوىٰ الا انا بينا ما هو الاغلب و الاكثر و الاسلم و الاحسن فلا ينبغى عنه بالوصول الى ربه عز و جل۔

حضرت علامہ محمد اسماعیل حقّی رحمہ اللہ تفسیر روح البیان میں جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ پر فرماتے ہیں:

كل مالا يؤمن من الهلاك مع الجهل فطلب علمه فرض عين سواء كان من الامور الاعتقادية كمعرفة الصانع و صفاته و صدق النبى عليه الصلوة و السلام فى اقواله و افعاله او

---

[699] (جامع الأصول فی الأنواعهم و أوصافهم للشيخ أحمد الكمشخانوی النقشبندی المجددی الخالدی، صفحه ۱۳۱ تا ۱۳۲)

من الاعمال الحسنة المتعلقة بالظاهر کالصلاة والصوم وغیرها او بالباطن کحسن النیة والاخلاص والتوکل وغیرها او من السیئة المتعلقة بالظاهر کشرب الخمر واکل الربا والنظر الی اجنبیة بشهوة او بالباطن کالکبر والعجب والحسد وسائر الاخلاق الردیة للنفس فان معرفة هذه الامور فرض عین یجب علی المکلف طلبها وان لم یأذن لہ ابواہ۔۔۔الخ۔[700]

اسی طرح علامہ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ نے "قطب الارشاد" میں ایک جگہ بیعت کرنے کو سنت لکھا ہے تو اس سے بھی مراد ان لوگوں کے لئے سنت ہے جو "مراد" ہیں جبکہ ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے فرضِ عین ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

"اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نفس کے عیوب کا علم رکھنا اور انہیں دور کرنا یہ داخل ہے علمِ اخلاق اور تصوف میں جو کہ فرضِ عین ہے اور یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔"[701]

مولانا احمد علی لاہوری سے منقول ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری نے جب دورۂ حدیث پڑھایا تو آخر میں کہا کہ لاکھ دفعہ بخاری پڑھو، جب تک اللہ والے کے جوتے سیدھے نہ کروگے کچھ نہیں بنے گا۔(یعنی جب تک کسی کامل مکمل مرشد سے علم تصوف میں تربیت حاصل نہ کروگے تو علم ظاہر فائدہ نہیں دے گا)۔[702]

---

[700](تنبیہ العلماء والملوک، ص ۲۰۳ تالیف: خواجہ محمد حضرت)
[701](قطب الارشاد، ص ۲۱۷)
[702](حجۃ القاطعہ ص ۷۸، مولوی احمد علی پنجگوری)

اسی کتاب کے صفحہ ۸۹ پر فرضیتِ تصوف کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمہ اللہ سورہ توبہ کی آیت {ما کان للمؤمنین ان ینفروا کافة} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وان العلم الذی یسمون الصوفیة الکرام لدنّیاً فھو فرض عین لان ثمراتھا تصفیة القلب عن اشتغال بغیر اللہ واتصافه بدوام الحضور وتزکیة النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والتکبر والحسد وحب الدنیا والصبر علی البلاء وغیر ذلک۔۔الخ۔[703]

ترجمہ: صوفیاء کرام میں جس علم کو لدنی کہتے ہیں اس کا حصول فرض عین ہے کیونکہ اس کا ثمرہ صفائی قلب ہے غیر اللہ کے شغل سے اور قلب کا مشغول ہونا ہے دوام حضور سے اور تزکیۂ نفس ہے رذائل اخلاق سے جیسے عجب، تکبر، حسد، حب دنیا، حب جاہ، عبادات میں سستی، شہوات نفسانی، ریاء، سمعہ وغیرہ اور اس کا ثمرہ فضائل اخلاق سے متصف ہونا ہے جیسے توبہ من المعاصی، رضا بالقضاء، نعمت کا شکر اور مصیبت میں صبر وغیرہ۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وکذالک یفترض علیه علم احوال القلب من التوکل والخشیة والرضاء۔

یعنی جیسے باقی فرض علوم ہیں اسی طرح علم احوالِ قلب یعنی علم باطن جیسے توکل، خشیت، رضا بالقضاء، کا حصول فرض عین ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

فیلزمه ان یتعلم منھا ما یری نفسه محتاجاً الیه وازالتھا فرض عین۔[704]

---

[703] (تفسیر مظھری ج ۴ ص ۳۲۴)

[704] (ج ۱ بحث علم القلوب) (حجة القاطعه ص ۹۰-۸۹)

ایک اہم بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ سنت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کام سنت ہے، یعنی جو مستحب اور واجب کے درمیان ہے۔ بعض اوقات سنت کا مطلب عادت ہوتی ہے، جیسے سنۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ۔ بعض مقام پر سنت کسی شخص سے منسوب کام کو کہتے ہیں مثلاً قربانی سنت ابراہیم علیہ السلام ہے حالانکہ یہ (صاحبِ استطاعت پر) واجب ہے۔ ارکانِ اسلام اور فرائض وغیرہ بلکہ قرآن کا کلام اللہ ہونا بھی سنت یعنی حدیث سے ثابت ہے۔ تو ارکانِ اسلام اگرچہ فرضِ قطعی ہیں اور سنت بھی ہیں کیونکہ سنت سے بھی ثابت ہیں اور آپ علیہ السلام نے یہ فرائض ادا کر کے ہمیں بتائے ہیں۔ علم تصوف کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور بیعت کرنا واجب ہے۔ مگر بعض علماء نے سنت کہا تو ان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کا ثبوت سنت سے ہے اس لئے اس (واجب) کو سنت کہہ دیا اور یہ طریقہ فقہاء کرام نے اختیار کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک عنوان باندھا ہے:

"مطلب اطلاق اسم السنۃ علی الواجب"۔

یعنی واجب پر لفظ سنت کا اطلاق کرنا۔

اس کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

واطلاق اسم السنۃ علی الواجب جائز لان السنۃ عبارۃ عن الطریقۃ المرضیۃ والسیرۃ الحسنۃ وکل واجب ھذا صفاتہ قلت ومنہ اطلاق کثیر علی العقود الاول انہ سنۃ۔

یعنی واجب کو سنت کہہ دینا (بھی) جائز ہے کیونکہ سنت پسندیدہ طریقے اور اچھی عادات کا نام ہے اور ہر واجب کی یہی صفت ہوتی ہے اور اسی قبیل سے فقہاء کا قاعدہ اولیٰ کو سنت کہہ دینا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔

شامی جلد ا باب عیدین کی ابتداء میں ہے:

وتجب صلوٰتهما فی الاصح (در) قولهٗ فی الاصح وسماها فی الجامع الصغیر سنة لان وجوبها ثبت بالسنة۔

یعنی نماز عیدین اصح قول کے مطابق واجب ہے جب کہ جامع صغیر میں انہیں سنت کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ نمازِ عیدین کا واجب ہونا سنت سے ثابت ہے۔

اسی طرح در مختار باب وتر میں ہے:

هو فرض عملا واجب اعتقاداً سنة ثبوتاً (در مختار) ای ثبوته علم من جهة السنة لا القرآن۔

یعنی نماز وتر عملاً فرض ہے اور اعقاداًواجب ہے اور ثبوت کے اعتبار سے سنت ہے۔یعنی وتر کے وجوب کا ثبوت سنت سے ہوا ہے۔ اسی طرح داڑھی کے حوالے سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:"ان وجوبها ثبت بالسنة"یعنی داڑھی رکھنے کا وجوب، سنت سے ثابت ہے۔اس لئے علماء نے اسے سنت بھی کہا ہے، لہٰذا جن علماء نے علم تصوف کے حصول اور بیعت کرنے کو سنت کہا ہے حالانکہ یہ واجب ہے تو ان کا مطلب یہ ہوا کہ ثبوت وجوبہا بالسنۃ یعنی بیعت کے واجب ہونے کا ثبوت سنت سے ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار میں اس کی ایک اور توجیہ بیان کی گئی ہے کہ علم باطن (یعنی علم احوال قلب) اور اس کے حصول کے لئے بیعت کو سنت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علم تصوف میں مہارت حاصل کرنا سنت ہے تاکہ اس علم کی باریکیوں کو جان کر خود اپنے کمال میں ترقی کرے اور دوسروں کی تربیت کر کے کمال تک پہنچنے میں معاون ہو سکے۔ جب کہ علم تصوف (جس سے اخلاق حسنہ مثلاً اخلاص، توکل، خشیت وغیرہ سے مزین ہونا اور اخلاق سیئہ مثلا حسد، عجب، کبر، ریاء وغیرہ سے

اجتناب کرنا) کا حصول فرض عین ہے۔ جیسے کہ علم فقہ جس سے فراض ادا کرنے اور محرمات سے بچنے کے احکام کا علم ہو، فرض عین ہے، جبکہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا اور اس کی باریکیاں جاننا مندوب ہے۔ (فافهم ايها الغافل)

"وفرض كفاية وهو مازاد عليه لنفع غيره ومندوبا وهو التبحر فى الفقه وعلم القلب۔۔۔ وقوله علم القلب اى علم الاخلاق وهو علم يعرف به انواع الفضائل وكيفية اكتسابها وانواع الرزائل وكيفية اجتنابها۔ وهو معطوف على الفقه لا على التبحر لما علمت من أن علم الاخلاص والعجب والحسد والرياء فرض عين ومثلها غيرها من آفات النفوس كالكبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطر والخيلاء والخيانة والمداهنة والاستكبار عن الحق والمكر والمخادعة والقسوة وطول الامل ونحوها مما هو مبين فى ربع المهلكات من الاحياء قال فيه ولا ينفك عنها بشر فيلزمهٗ ان يتعلم منها مايرى نفسه محتاجا اليه۔۔۔"۔[705]

ان اکابر محققین کے ارشادات پر صاحبان علم غور کریں تو ممکن ہے انہیں انشراحِ صدر حاصل ہو جائے تاکہ وہ غافلین میں ہونے سے بچ سکیں۔ (فافهم)

(لاتكن من الغافلين والمتعصبين)۔

اسی لئے صاحب روح البیان نے ایسے حضرات کے بارے میں فرمایا:

فلا تلتفت الى قول من لا مذاق لهم من الطاغين فانهم بمنزلة العنيين لا يعرفون ذوق المناجاة وحلاوة الطاعات وفضيلة الاوقات۔[706]

---

[705] (ردالمحتار على الدر المختار ص ۴۳)

[706] (سورة علق ص ۴۸۳، روح البيان ج ۱۰)

مندرجہ ذیل کتابوں میں تصوف کو فرض عین کہا گیا ہے:

شامی ج ۴ ص ۳۲۴، روح البیان، ج ۲ ص ۱۷۳، قطب الارشاد ص ۲۱۷، حدیقۃ ندیہ ج ۱ ص ۲۳۲، الاشباہ والنظائر للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۰۴، شرح احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳۵، ایقاظ الہمم ج ۲ ص ۱۲۶، سراج العارفین ص ۱، مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۲۱۹، غنیۃ الطالبین ۱۶۶، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۴۳، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۱، ارشاد الطالبین، تنبیہ العلماء والملوک ص ۲۰۳، ہدایۃ السالکین۔

اقسامِ بیعت

بیعت کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً بیعت اسلام، بیعتِ خلافت، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ تقویٰ، بیعتِ تمسک بالسنۃ، بیعتِ شوق زیادتی عبادات اور ہر وہ امور جو تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے ساتھ تعلق رکھتا ہو اور اللہ کے قرب کے لئے ذریعہ ہو، بیعت تصوف میں شامل ہے۔

بیعتِ اسلام

خلفائے راشدین کے زمانہ میں بیعتِ اسلام متروک ہو چکی تھی۔ اس لئے کہ لاکھوں کی تعداد سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور یہ فرق باقی نہیں رہا کہ خالصتاً کون اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اور اسلام کے غلبہ کی وجہ سے کون مصلحتاً داخل ہوتا ہے۔ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں یہ بیعت بالکل ختم ہو گئی کیونکہ حکمران عموماً قیامِ سنت سے بے پرواہ ہو چکے تھے۔

بیعت تقویٰ

بیعتِ تقویٰ بھی خلفاء راشدین کے زمانہ میں متروک تھا۔ اس لئے کہ وہ ایک نورانی دور تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ کے قرب کے ساتھ لوگ انوار و فیوضات و باطن سے مالامال تھے۔

ضرورتِ شیخ

اللہ تعالیٰ کی سنت ایسے جاری ہے کہ ہر فن و علم کے حصول لئے بندہ استاذ کا محتاج ہے۔ محسوسات میں جب رہبر کے بغیر کوئی چارہ نہیں، تو روحانیات میں بغیر رہبر و مرشد کے کیسے کام بن سکتاہے۔ سالک صحبت کے قوی اثرات کا محتاج ہوتا ہے، صحبت کے اثر سے جب جانور متاثر ہوتے ہیں تو انسان تو بدرجۂ اولیٰ متاثر ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے ”آجاؤ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہو جائے۔“

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یک زماں ہم صحبتت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

اور خواجہ احرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن　　　　نماز صحبت ما را قضا نخواہد بود

ارشاد الطالبین میں ہے ایک بزرگ نے کسی سے کہا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرو تو اس نے جواب میں کہا کہ میری صحبت اللہ کے ساتھ ہے۔ تو اس بزرگ نے فرمایا کہ اللہ کی بارگاہ سے اپنی قدر کی حیثیت کے مطابق فیوضات و برکات حاصل کر سکتے ہیں اور بایزید کی صحبت میں ان کی قدر اور علو مرتبت سے حاصل کر سکتے ہیں۔

انتخابِ شیخ

شیخ کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد شیخ کے انتخاب کے متعلق چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو یہ دیکھے کہ وہ جتنی دیر وہاں بیٹھا رہا اس کے دل میں خطرات و وساوس کی کمی آئی یا نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق ذوق و شوق پیدا ہوا یا نہیں۔ ان کی صحبت سے اٹھنے کے بعد اس کے قلب کی حالت پہلے جیسی ہے یا معمولی سا بھی تغیر پیدا ہوا ہے۔

(۲) یہ دیکھے کہ اس بزرگ کے مریدین کی حالت میں کوئی تغیر واقع ہوا ہے یا نہیں، کہ مریدی سے پہلے ان کی کیا حالت تھی اور بیعت کے بعد کیا تبدیلی آئی ہے۔

(۳) جتنی دیر یہ اس بزرگ کے ساتھ بیٹھا رہا، اور ان کی زبان سے بعض ایسے الفاظ نکلے کہ حسبِ حال ان الفاظ کے ساتھ ہدایت یا تسکین پائی ہو، یا کوئی مشکل رفع ہو گئی ہو، یا کوئی تکلیف کم ہو گئی ہو۔

اگر ان امور میں سے کوئی نشانیاں پائی جائیں تو آنکھیں بند کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ اس لئے کہ پھر اسے ہدایت اور اصلاح کے لئے اس سے بہتر بزرگ نہیں ملے گا۔

اوصافِ شیخ

(۱) شیخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح العقیدہ پکا سُنی ہو، کیونکہ بعض بد مذہب لوگ بھی آج کل صوفی بن بیٹھے ہیں اور رسمی طور پر سلاسلِ تصوف میں مرید بنا رہے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ اپنے باطل عقائد پر مرید کو آمادہ کرتے ہیں جو کہ گمراہی کا سبب ہے۔

(۲) شیخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ دار اور پرہیز گار ہو۔

(۳) اس بات کی بھی بہت سخت ضرورت ہے کہ شیخ صاحبِ بصیرت ہو۔

(۴) شیخ ایسا ہو جو صاحبِ نسبت بزرگ کی صحبت میں رہ چکا ہو اور ان سے فیوضات و برکات حاصل کیا ہوا ہو۔ اور ارشاد کی اجازت باقاعدہ حاصل کی ہوئی ہو، اور اس کا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہو۔

اور جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف نہ ہو وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ اس سے بیعت کی جائے۔

ہزار نکتہ باریک تر ز، مواین جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری درند

توحیدِ مطلق

اپنے شیخ کی طرف یکسوئی کرنا اور ان کے ساتھ انتہاء درجے کی محبت اور اپنے جان ومال سے بھی زیادہ عزیز جاننا، اور یہ سمجھ لینا کہ دنیا میں لاکھوں اولیاء ہیں لیکن میرا مطلب میرے شیخ سے ہی حاصل ہوگا اور میری کامیاب میرے شیخ کے ہی ہاتھ میں ہے، اسے توحیدِ مطلق کہتے ہیں۔ اپنے شیخ کی موجودگی میں اور ان کی اجازت کے بغیر کسی اور سے بیعت کرنا ممنوع ہے، جیسے ایک غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی اور پر نہیں بیچا جاتا۔ اگر بیچ دیا جائے تو بیع ناجائز ہے اور غلام مجرم ہوگا۔

دوئی بمذہب عاشقِ معنوی کفراست خدا یکے و پیغمبر یکے و پیر یکے

تجدید بیعت

اصحابِ طریقت نے بیعت کو نکاح کے ساتھ تشبیہہ دی ہے اور احکام بیعت کو احکام نکاح پر منطبق کیا ہے۔ جیسے کہ شوہر کی حیات میں بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی، اسی طرح مرید کو اپنے شیخ کی موجودگی میں کسی دوسرے شیخ کے پاس جانا صحیح نہیں ہے۔ مگر بعض صورتوں میں تجدید بیعت جائز ہے۔

(۱) جب شیخ وفات پا جائے اور مرید کے سلوک نا تمام ہوں۔ اور مرید میں یہ قابلیت بھی نہ ہو کہ شیخ کے مزار پر حاضری دے کر بقیہ سلوک تمام کرے۔ تو ایسی صورت میں سالک کے لئے بیعت کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔

(۲) اگر شیخ لاپتہ ہو جائے مثلاً غیر ملک ہجرت کر لے اور مرید کو معلوم نہ ہو کہ کہاں چلے گئے۔ یا مثال کے طور پر سفر میں کسی اللہ کے ولی کے ہاتھ پر بیعت کر لے اور اس ولی سے پتہ یا ایڈریس معلوم کرنے سے پہلے جدا ہو جائے، اور بعد میں بہت تفتیش کے باوجود معلوم نہ ہو کہ وہ شخص کون تھا اور کہاں رہتا ہے، تو ایسی صورت میں بھی دوسرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازمی ہے۔

(۳) بیعت کے بعد اگر صحیح طور پر معلوم ہو جائے کہ شیخ صاحبِ نسبت نہیں ہے، اور جو شرائط شیخ کے لئے ضروری ہیں، وہ اس میں نہیں ہیں یا وہ بد عقیدہ ہو یا صحیح طور پر مجاز نہ ہو، یا مجاز ہو لیکن ناقص ہو، تو مرید کو یہ حق حاصل ہے کہ بیعت توڑ دے۔

(۴) ارشاد الطالبین (صفحہ ۲۶) پر ہے کہ: اگر کوئی ایک مدت تک پیر و مرشد کی خدمت میں اچھے اعتقاد کے ساتھ ذکر اذکار اور سلسلہ کے اسباق کو پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق کرتا رہا اور

اس کی صحبت میں کوئی فائدہ نہ ہوا تو واجب ہے کہ اس کی بیعت کو ترک کرے اور دوسرا پیر و مرشد تلاش کرے ورنہ اس کا مقصود اور معبود شیخ ہو گا نہ کہ خدا، اور یہ شرک ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت — وز تو نہ رمید صحبتِ آب و گلت

زنہار ز صحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ: جب تو صحبت میں بیٹھا اور تیرے دل کو خدا تعالیٰ کی یاد میں جمعیت حاصل نہ ہوئی آب و گل کے اثرات تجھ سے زائل نہ ہوئے تو تجھے چاہیئے اس کی صحبت سے بھاگے ورنہ عزیزان کی روح تجھے نہیں چھوڑے گی یعنی میں اپنے فرض سے بری الذمہ ہوں گا۔

لیکن اس پیر سے نیک گمان رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بزرگ تو کامل و اکمل ہو، لیکن تیرے لئے اس کی صحبت میں کوئی حصہ نہ ہو۔

(۵) نابالغ اگر ماں باپ کے حکم پر کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لے تو اسے بیعتِ تبرک کہتے ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد سلوک کے طے کرنے کی غرض سے کسی دوسرے بزرگ کی طرف مائل ہو جائے اور اس سے کوئی مناسبتِ باطنی محسوس ہو تو اسے اختیار ہے (بلکہ بہتر ہے) کہ وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔

اللہ والوں کی وجہ سے بیڑے پار ہوتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبۃ ۱۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

سچے وہ لوگ ہیں جو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کے پابند ہوں، ان کی معیت کی وجہ سے ظاہر، شریعت پر عمل کرنے سے آراستہ ہو جائے اور باطن، انوارِ معرفت سے منور ہو جائے گا، اور آخرت میں بھی ان کی معیت حاصل ہو گی۔ اَلْمَرْئُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم　　　　بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

بروں کو یعنی نیکی میں کوتاہی کرنے والوں کو قیامت کے دن اللہ کریم نیکوں کے طفیل بخش دے گا۔

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد　　　　دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ضعیف چیونٹی کو کعبہ جانے کا شوق تھا تاکہ اس کا طواف کرے، اس کی آرزو کی تکمیل کے لئے وہ کسی کبوتر کے قدم سے چمٹ گئی۔ کبوتر اڑا اور خانہ کعبہ پہنچا اور بیت اللہ کے سات چکر کئے اس طرح مسکین چیونٹی کا بھی طواف ہو گیا۔ یہ ایک تمثل ہے۔

مرید صادق چیونٹی کی طرح کمزور بھی ہو، اس کے باوجود اگر وہ شیخ کامل کے قدم مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کے دامن سے پیوستہ و وابستہ رہے تو اللہ پاک اس وسیلے مرید کو بھی منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔

برادر عزیز! شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مادرزاد ولی تھے۔ لیکن وہ بھی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اسی طرح ابا یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی تھے لیکن داخل سلسلہ ہونے کے لئے شیخ کے محتاج تھے۔ الغرض بہت سے اولیاء اللہ مادرزاد ولی پیدا ہوئے لیکن بغیر صحبتِ شیخ کے نہ رہ سکے اس لئے کہ الصحبۃ موثرۃ یعنی ہر صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ نیک کا نیک بری کا برا۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالع ترا طالع کند

اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنادے گی، برے کی برا۔

اور یہ اثر صرف انسان میں نہیں بلکہ حیوان میں بھی پیدا ہوتا ہے۔

سگِ اصحابِ کہف روزے چند　　　پئے نیکاں گرفت مردم شُد

اصحابِ کہف کے کتے نے تھوڑے دن نیکوں کی پیروی کی، آدمی بن گیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی ماہیت اور حقیقت بدل گئی۔ کہ وَ کَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (الکھف ۱۸) (ان کا کتا غار کی دہلیز پر دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا) نص قطعی ہے بلکہ مراد یہ ہے اس کی صفات بدل گئیں، کیونکہ روایت ہے کہ وہ کتا جنت میں جائے گا۔ اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب صلحاء و اولیاء کی صحبت سے کتے کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو اگر مؤمنین موحدین صلحاء کے ساتھ صحیح صحبت رکھیں تو ان کا مقام کتنا بلند ہو گا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحیح محبت رکھنے والا مؤمن و موحد ظاہراً و باطناً شریعت کا عامل بھی ہو تو اس کا مقام کتنا بلند ہو گا؟ اور حیوان کو چھوڑیئے جمادات بھی صحبت کے اثر کو قبول کرتے ہیں۔

صحبت کا اثر جمادات اور نبادات پر بھی ہوتا ہے

گلے خوشبو در حمام روزے　　　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری　　　کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم　　　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشین در من اثر کرد　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ایک دن ایک دوست نے حمام میں مجھے مٹی دی جس سے خوشبو آتی تھی، میں اس مٹی سے ہم کلام ہوا اور پوچھا یہ بتا کہ تو مشک ہے یا عبیر کہ تیری دلاویز خوشبو سے میں مست ہوا جارہا ہوں۔ خدا نے اسے قوتِ گویائی عطا فرمائی اور اس نے جواب دیا، بیکار مٹی تھی لیکن کچھ دن پھول کے ساتھ رہی ہوں تو اس کی خوبی اور خوشبو نے میرے اندر اپنا اثر کیا اور مجھے بھی خوشبودار بنادیا۔ ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی۔

تو اے برادر! جب مجتہدین مذاہب اور مادرزاد اولیاء اہل باطن کی صحبت سے بے نیاز نہیں ہوئے تو بتایئے ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اس نعمت کے محتاج نہ ہوں۔

برادران عزیز! دلائل سے جب علمی و عملی بیعت اور صحبتِ شیخ کی ضرورت واضح ہوگئی تو اٹھو، دیر مت کرو، شیخِ کامل کی تلاش کرلو۔ اس کے ہاتھ پر توبہ کرلو، آخرت کی فکر میں لگ جاؤ، اس کے لئے توشہ جمع کرلو تاکہ وہاں مفلس نہ رہو، دنیا کی عزت مال سے ہے، آخرت کی عزت اعمال سے ہے، پتہ نہیں زندگی کتنی باقی ہے، ایسا نہ ہو دنیا سے بلا توبہ چلے جاؤ۔

عمر برف است آفتاب تموز   اندکے ماند خواجہ غرہ نوز

یعنی عمر بمنزلہ برف کے ہے اور موت بہ منزلہ تیز دھوپ کے۔ جس طرح دھوپ برف کو پگھلاتی اور بالآخر فنا کر دیتی ہے اسی طرح موت عمر کو کھاجاتی ہے اور زندگی کو ختم کر دیتی ہے۔ تو اے بھائی! آخر کب تک یہ خوابِ غفلت؟ بیدار ہو جا اور موت کی اچانک آمد سے پہلے جلد از جلد توبہ کر لے۔

عجلوا بالتوبۃ قبل الموت۔

مرنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔

کہ موت کا وقت معلوم نہیں ہر دن عمر کا آخری دن سمجھ لو اور ہر رات آخری رات۔

بیعت وصحبتِ شیخ کی ضرورت واہمیت کے بیان سے آپ پر روزِ روشن کی طرح اس کی ضرورت واضح ہوگئی تو آپ کے لئے ان آداب کا جاننا بھی ضروری ہے جو ہر مرید کے لئے ضروری ہیں اس لئے وہ بھی بطور اختصار بیان کئے جاتے ہیں اور کچھ شرائط جو شیخ کے لئے ضروری ہیں وہ بھی واضح کی جاتی ہیں تاکہ رسمی بیعت اور گندم نماجو فروشوں کے چکر میں پھنس کر طالبانِ حق اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں اور بالاخر پشیمان نہ ہوں۔ **فاقول و باللہ التوفیق۔**

آداب و شرائط شیخ

اے طالبانِ حق! آپ کو معلوم ہو گیا کہ توسل باہل اللہ ضروری ہے اور توسل شیخ کے لئے مرید کو شریعت نبوی ﷺ کا ضروری علم ہونا چاہیئے، تاکہ انتخاب شیخ میں غلطی نہ کرے، فسادِ زمانہ کی وجہ سے گندم نماجو فروش پیر کثرت سے پیدا ہوگئے ہیں۔ خود بھی بدعات میں مبتلا رہتے اور مریدین کو بھی بے راہ کرکے تباہ کرتے ہیں۔ اللہ ان سے محفوظ رکھے۔ آمین!

مرید کے لئے بقدرِ ضرورت علم اس لئے فرض ہے کہ شیخ کا انتخاب بھی صحیح ہو اور اس کا ذاتی عمل بھی شریعت مطہرہ کے موافق ہو۔ جو عمل خلافِ شریعت ہے وہ غیر مقبول ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدۃ ۲۷) اللہ پاک متقین کا عمل قبول کرتا ہے اور متقی وہ ہے جو شریعت پر چلے۔ تو علم اور عمل دونوں طالبِ آخرت کے لئے ضروری ہیں۔ اسی لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار ہے، علم بغیر علم کے عقیم و بیکار ہے اور علم مع عمل صراطِ مستقیم راہِ استوار ہے۔ آقائے دوجہان ﷺ کا فرمان ہے: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (ہر مسلمان مرد و عورت پر علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے)۔

پئے علم چوں شمع باید گداخت | کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

یعنی علم دین کے حصول کے لئے اپنے آپ کو موم بتی کی طرح پگھلا دو اس لئے کہ اللہ پاک کو بغیر علم کے نہیں پہچان سکو گے۔

زجاہل گریزندہ چوں تیر باش | نیامیختہ چوں شکر شیر باش

جاہل سے ایسے بھاگو جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اس کے ساتھ شیر وشکر نہ ہو جاؤ۔

چونکہ عمل ہر مسلمان پر فرض ہے اور موقوف علیہ فرض کی ادائیگی کے لئے فرض ہے تو علم کی فرضیت درجۂ ثانیہ میں ہے اور درجۂ اول میں عمل ہے۔

فصل دربیان تقویٰ

تقویٰ کے بیان میں

بغیر تقویٰ اور پرہیز گاری کے علم بے کار ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لو کان فی العلم من دون التقی شرف | لکان اشرف خلق اللہ ابلیس

یعنی اگر بغیر تقویٰ کے علم میں شرف ہوتا تو ابلیس اللہ کی تمام مخلوق میں اشرف ہوتا۔

لیکن چونکہ اس کے علم کے ساتھ عمل نہیں تو ارذل المخلوقات ہوا، اس لئے رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے علم بلا عمل سے پناہ مانگی ہے:

اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا ینفع۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے۔

برادرانِ عزیز! قرآن کریم اول سے لے کر آخر تک پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ جنت کا وعدہ اللہ پاک نے مؤمن کے ساتھ بشرط عمل صالح کیا ہے، صرف بشرط علم نہیں۔ اور دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام صفت علم سے متصف ہونے کے باعث جنت میں گئے تھے لیکن اجتہادی غلطی پر باجود علم کے نکالے گئے جب دار العمل یعنی دنیا میں آئے تو عمل کیا اور اب جنت میں جائیں گے تو پھر باہر نہیں آئیں گے۔ ہم فیہا خالدون۔ (اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

شرافتِ علم گر تقویٰ نبودے ز شیطان ہیچ کس اعلیٰ نبودے

اگر علم کی شرافت تقویٰ نہ ہوتی تو شیطان کے مقابلہ میں کوئی بھی اعلیٰ نہ ہوتا کیونکہ علم میں تو فرشتوں کا بھی استاد تھا۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے علم نافع کا سوال کیا ہے:

اللّھمّ انّی اسئلک علما نافعا۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنی چاہیئے کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔

تقویٰ کا لغوی معنی

ا۔ علامہ فیروز آبادی نے تحریر کیا ہے:

وَقَاہُ وُقِیًا، وِقَایَۃٌ وَ وَاقِیَۃٌ۔[707]

اس کو بچایا اور اسم (تقویٰ) ہے۔

۲۔ علامہ زمخشری رقمطراز ہیں:

[707] (القاموس المحیط ج۴ ص ۴۰۳)

الْمُتَّقِيْ (تقویٰ اختیار کرنے والا) **وَقَاهُ فَاتَّقَى** (اس کو بچایا، سو وہ بچ گیا) سے اسم فاعل ہے اور **الْوِقَايَة** بہت زیادہ بچاؤ کرنا ہے۔[708]

۳۔ علامہ راغب اصفہانی نے قلم بند کیا ہے: التَّقْوٰی کے معنی کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ نفس کو اس چیز سے بچانا جس سے اس کو اندیشہ ہو۔[709]

۴۔ الفقیہ المحقق المدقق الشہیر ب ترہ استاذ شرح خلاصہ کیدانی میں لکھتے ہیں:

المتقی کا لغوی معنی مہاجر ہے یعنی وہ گناہوں سے بھاگتا ہے۔[710]

تقویٰ کا شرعی معنی

علماء کرام نے تقویٰ کے بہت سارے معانی لکھے ہیں جس کا احصاء یہاں مشکل ہے لیکن قارئین کے فائدے کے لئے چند ضروری معانی مع مختصر تشریحات کے نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ وشرعاً صیانۃ المرء نفسہ عما یضر فی الاٰخرۃ۔[711]

اور شریعت میں مرد کا آخرت میں ضرر رساں اشیاء سے بچنا مراد ہے۔

۲۔ صاحب تفسیر خازن یوں فرماتے ہیں:

وقیل التقویٰ فی عرف الشرع حفظ النفس ما یوثم وذالک بترک المحظور وبعض المباحات۔[712]

---

[708] (تفسیر کبیر ج ا ص ۲۰، تفسیر بیضاوی ج ا ص ۱۶، تفسیر روح المعانی ج ا ص ۱۰۸)
[709] (المفردات ص ۵۳۰)
[710] (صفحہ ۵)
[711] (روح المعانی ج ا ص ۱۰۸)
[712] (تفسیر خازن ج ا ص ۲۲)

اور کہا گیا ہے کہ تقویٰ شریعت کی عرف میں ہر گناہ والی چیز سے نفس کو بچانا ہے اور یہ مرتبہ حاصل ہو گا ممنوعات اور بعض مباحات کو چھوڑنے پر۔

۳۔وقال ابن عمر رضی اللہ عنہما التقویٰ ان لا تری نفسک خیراً من احد۔[713]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ کو اپنا نفس کسی سے بہتر نظر نہ آئے۔

یعنی سارے بنی آدم کو اپنے سے اعلی و ارفع متصور کرے اور دل میں کہے کہ میں تو گناہوں و معاصی کا پتلا ہوں اس لئے میں کسی بھی آدمی سے افضل نہیں ہو سکتا ہوں،یہی تقویٰ ہے۔

۴۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا: کیا آپ کبھی خاردار راستے میں چلے ہیں؟ جواب دیا: ہاں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: تو آپ نے کیا کیا؟ جواب دیا: میں آستین چڑھالیتا ہوں اور محتاط ہو جاتا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: سویہی تقویٰ ہے۔[714]

۵۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھاہے:

ابن المعتز نے یہی معنی لے کر اس کو شعروں میں بیان کیا ہے،انہوں نے کہا:

خل الذنوب صغیرھا و کبیرھا ذاک التقی
واصنع کماش فوق أرض الشوک یحذر مایری
لا تحقرن صغیرۃ ان الجبال من الحصی

---

[713](تفسیر مظھری ج ا ص ۱۸)
[714](تفسیر قرطبی ج ا ص ۱۶۱، ۱۶۲)

چھوٹے، بڑے گناہوں کو چھوڑ دو، یہ تقویٰ ہے، کانٹوں والی زمین پر چلنے والے کی طرح کرو، جو اس سے بچتا ہے جو کہ وہ دیکھتا ہے، صغیرہ کو معمولی نہ سمجھو، بلاشبہ پہاڑ کنکریوں سے بنتے ہیں۔[715]

(٦) متقی کی تعریف میں پانچ اقوال ہیں:

(١) وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

(٢) وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کسی اور پر ترجیح نہیں دیتے۔

(٣) وہ لوگ ہیں جو شبہات سے دور رہتے ہیں۔

(٤) وہ لوگ ہیں جو شرک اور کبیرہ گناہوں سے دور رہتے ہیں۔

(٥) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے اوامر پر عمل کرتے ہیں اور ممنوعہ اور منہیات سے بچتے ہیں۔[716]

(٧) امام طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے میں المتقین (تقوی والے لوگ) کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ منہیات کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کے احکامات بجالا کر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔[717]

(٨) علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے:

عرف شریعت میں تقویٰ سے مراد گناہ گار کرنے والی چیز سے نفس کو بچانا ہے، اور یہ ممنوعہ باتوں کو چھوڑنے اور اس کی تکمیل بعض جائز چیزوں کو ترک کرنے سے ہوتی ہے۔[718]

---

[715] (تفسیر قرطبی ج ١ ص ١٦٣)
[716] (النوریہ شرح خلاصہ کیدانی، صفحہ ٦،٥)
[717] (تفسیر طبری، ج ١ ص ٣٣٣)
[718] (المفردات، ص ٥٣٠)

(۹)علامہ زمخشری المتقی کی تعریف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شریعت میں اس سے مراد وہ شخص ہے جو کہ اپنے نفس کو سزا کا مستحق ٹھہرانے والی چیزوں سے بچاتا ہے، اس کا تعلق خواہ کسی کام کے کرنے سے ہو یا چھوڑنے سے۔[719]

(۱۰)حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

التقویٰ ترک الاصرار علی المعصیۃ وترک الاغترار بالطاعۃ۔

یعنی تقویٰ گناہوں پر اصرار نہ کرنا اور عبادت سے دھوکہ نہ کھانا ہے۔

اس اثر میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تقویٰ دو چیزوں کا نام قرار دیا:

ترک اصرار علی مصیۃ۔

یعنی گناہ کو بار بار کرنے سے اپنے آپ کو روکنا۔

جو آدمی ہر وقت گناہ میں مشغول و مصروف ہوتا ہے وہ متقی نہیں یہاں تک کہ جو متقی ہے اس کو گناہ صغیرہ سے بچنا چاہیئے۔

تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ ترک گناہ صغیرہ تقویٰ کے مفہوم میں داخل ہے اگرچہ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اجتنابِ صغائر داخل نہیں ہے۔[720]

تقویٰ کا جز ثانی ترک الاغترار علی العبادۃ ہے۔ اس ٹکڑے کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ انسان جتنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے خواہ دن کو روزہ ہو، ساری رات اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، پھر بھی اس سے مغرور نہ ہو بلکہ اپنی عبادت کے بجائے اللہ کی طرف دیکھنا چاہیئے۔

---

[719] (الکشاف، ج ۱ ص ۱۱۹)

[720] (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۶۸)

جس طرح حدیث شریف منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان للہ ملائکۃ فی السماء السابقۃ سجوداً منذ خلقھم اللہ الی یوم القیامۃ ترعد فرائضھم من مخافۃاللہ فاذا کان یوم القیامۃ رفعوا رؤوسھم وقالوا سبحانک ما عبدناک حق عبادتک۔

(مشکوۃ)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے لے کر تا قیامت وہ سجدے میں پڑے رہیں گے اور وہ اللہ کریم کے ڈر کی وجہ سے کانپتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے اور کہیں گے یا اللہ تیرے لئے پاکی ہے، ہم نے جس طرح تیری عبادت کا حق ہے، عبادت نہ کی۔"

اب فرشتے اس طرح فرماتے ہیں جو اول خلق سے لے کر قیامت تک سربسجود ہوتے ہیں تو کوئی مسلمان کس طرح اپنی عبادت سے دھوکہ کھا سکتا ہے جب کہ ساٹھ یا ستر سال بھی اللہ کی عبادت نہیں کی ہے۔

الغرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تقویٰ کی تعریف دو جز میں ذکر کی:

گناہ پر اصرار سے اجتناب اور اپنی عبادت سے دھوکہ نہ کھانا۔

(۱۱) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التقویٰ ان لاتختار علی اللہ سواہ وتعلم ان الامور کلھا بیداللہ۔[721]

یعنی تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ اللہ پر کسی اور کو ترجیح نہ دے اور یہ بات جان لے کہ تمام کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

---

[721] (تفسیر کبیر ج ا ص ۲٦۷)

(۱۲)حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان لا یجد الخلق فی لسانک عیبا و لا الملائکة فی افعالک عیبا و لا ملک العرش فی سرّک عیبا (ایضا)۔

یعنی مخلوق تیری زبان میں عیب نہ دیکھے، اور فرشتے تیرے افعال میں عیب نہ دیکھیں اور نہ عرش کا بادشاہ تیرے باطن میں عیب دیکھے۔

(۱۳)اور کہا جاتا ہے:

التقویٰ ان لا یراک مولاک حیث نہاک۔[722]

یعنی تقویٰ یہ ہے کہ آپ کا اپنا رب اس جگہ میں نہ دیکھے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

یہ تقویٰ کی بہت جامع ومانع تفسیر ہے ہمیں اللہ کریم اس طرح بنالے کہ ہر اس کام سے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے ہم منع ہو جائیں۔ آمین۔

(۱۴)اور امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی الدنیار حمۃ اللہ علیہ حضرت ابو الدرداءرضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

تمام التقویٰ ان یتقی اللہ العبد حتی یتقیه من مثقال ذرة وحتی یترک ما یری انه حلال خشیةان یکون حراماًیکون حجاباًبینهوبین الحرام۔[723]

مکمل تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ڈرے یہاں تک کہ اپنے آپ کو چھوٹے ذرہ سے بھی بچائے، اور یہاں تک کہ بعض ان چیزوں کو جو وہ حلال سمجھتے ہیں پھر بھی ان سے اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں حرام نہ ہو اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

---

[722](تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲٦۸)
[723](درمنثور ج ۱ ص ۱۵۷)

(۱۵)طلق بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال التقویٰ العمل بطاعۃاللہ علی نور من اللہ رجا رحمۃاللہ و التقویٰ ترک معاصی علی نور من اللہ مخافۃعذاب اللہ۔[724]

"اللہ کی اطاعت کے مطابق عمل کرنا اللہ کی طرف سے نور کی وجہ سے اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور تقویٰ معاصی کو چھوڑنا ہے اللہ کے نور کی وجہ اللہ کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے۔"

(۱۶)ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

انما سمو المتقین لانھم اتقوا امالا یتقی۔(ایضا)

متقیوں کو متقی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں جن سے عام طور پر بچا نہیں جاسکتا۔

(۱۷)ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لو ان رجلا اتقی مائۃ شیء الا واحداًلم یکن من المتقین۔(ایضا)

"اگر کوئی شخص سو چیزوں سے پرہیز کرے لیکن ایک چیز ایسی ہے جس سے وہ پرہیز نہ کرے تو وہ متقیوں میں سے نہیں ہے۔"

آمد بر سر مطلب

شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا ان سے پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: بخش دیا۔ پوچھا گیا کس عمل کی وجہ سے؟ فرمایا: طاحت العبارات وفنیت الاشارات ومانفعنی الا رکیعات صلیتہ فی جوف اللیل۔ وہ حلاوت سے معمور پر مغز تقاریر جو میں منبر پر کرتا تھا نیست و نابود ہو گئیں اور خلق خدا کے وہ اشارات کہ دیکھو وہ قطب وقت

---

[724] (درمنثور ج ۱ ص ۵۷)

وہ غوث زمان ہے، سب مہمل وہ بے فائدہ ثابت ہوئے، سوائے ان چند رکعات جو میں نصف شب میں پڑھتا تھا، اسی کے باعث مجھے نجات مل گئی اور کسی عمل نے فائدہ نہ دیا۔

چونکہ دیر اعمال صالحہ میں سے یہ نماز ایک جزء ہے اور نوافل میں سب سے افضل ہے اس لئے بتصریح کہا تا کہ مریدین اس کا زیادہ اہتمام کریں۔ اور اس کی افضلیت ہی کی وجہ سے رسول کریم ﷺ سے رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ صرف تیرے لئے ہے کہ یقیناً اس کے بدلہ میں اللہ تجھے مقام محمود عطا فرمائے گا۔

لہٰذا جب بھی کوئی شخص کسی روحانی طبیب یعنی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور بیعت کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ پیر و شریعت اور طریقت کی کسوٹی پر خوب پرکھ لے کیونکہ پیر کے لئے بھی شرائط وآداب ہیں۔

شرائط تو یہ ہیں کہ عالمِ شریعت ہو عامل سنت ہو۔ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** ہو، یعنی اچھی باتوں کا بتانے والا ہو۔ بری باتوں سے منع کرنے والا ہو۔ اور اس کا سلسلہ بیعت رسول اکرم ﷺ تک پہنچ چکا ہو۔ حب مال و حب جاہ سے اس کا دل خالی ہو اور دنیا کا طالب نہ ہو مرید کی جیب پر نظر نہ رکھے۔ عورتوں کے ساتھ اختلاط نہ کرے۔ محرم کے بغیر ان کو اپنے پاس نہ چھوڑے اور بلا پردۂ شرعی ان کو بیعت نہ کرے۔ مریدنی کہتی ہے پیر تو روحانی باپ ہیں اس لئے ان سے کیا پردہ، پیر صاحب فرماتے ہیں مریدنی تو مانند بیٹی ہے۔ برادر! یہ سب تلبیس ابلیس ہے، بھلا وہ بیٹی کیسے ہو گئی جب کہ شریعت میں متبنی بھی محرم نہیں ہوتے، مریدنی تو اجنبی ہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ پوری امت کے روحانی باپ ہیں لیکن بوقت بیعت کسی صحابیہ کے ہاتھ کو مس تک نہ فرمایا۔

شیخ پر لازم ہے کہ بوقت بیعت مرید سے اتباع شریعت کا عہد لے کیونکہ طریقت اہل خانہ کے نزدیک ایک جال ہے جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کو شریعت کے دائرہ میں لاتے ہیں۔ کیونکہ شریعت اصل ہے، طریقت اس پر عمل ہے، معرفت طریقت کا ثمر ہے۔ حقیقت، اصل مقصد ہے تو حقیقت تک پہنچنا موقوف ہے معرفت پر اور معرفت موقوف ہے طریقت پر اور طریقت فرع ہے شریعت کی۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ شریعت اصل ہے۔ اساس ہے بغیر اس کے سارے مجاہدات و مراقبات اور اوراد واذکار بیکار ہیں۔ انبیاء دنیا میں شریعت کے ابلاغ اور نفاذ واجراء کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں، تو جو کام انبیاء نے کیا وہی اولیاء کو کرنا ہو گا اس لئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

شیخ کو چاہیئے کہ اشاعت سلسلہ کے لئے کوشاں رہے مریدوں پر مہربان رہے کہ رسول اکرم ﷺ کی صفت حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبه ۱۲۸)۔ کا عملی نمونہ ہو، مریدوں کے ساتھ سختی سے نہ پیش آئے بلکہ نرمی اور شفقت کے ساتھ ان کو ان کی کوتاہیوں پر تنبیہ کرے تاکہ ان کے دلوں میں نفرت پیدا نہ ہو۔ اور اگر شیخ کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو ان کو معاف کر دے وَالْعَيْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا معاف کرو، درگذر کرو، لیکن اگر شفقت و نرمی سے راستہ پر ہی نہ آئے تو زجر و توبیخ سے کام لے سکتا ہے۔

اللہ پاک اپنے بندوں کی اصلاح پر خوش ہوتا ہے اسی خدمتِ خلق کا اس نے اپنے انبیاء کرام کو حکم دیا ہے:

یَا دَاؤُدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا۔

یعنی اے داؤد (علی نبینا وعلیہ السلام) جب تجھے میرا طالب مل جائے تو تو اس کا خادم بن جا۔ انبیاء علیہم السلام کی خدمت خلق اللہ کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نور اسلام میں لانا ہے مشائخ کی خدمت مرید کو رذائل نفسانیہ اور وساوسِ شیطانیہ سے نکال کر شریعت مطہرہ اور فضائل پر کاربند کرنا ہے۔

نیز مرید سے کسی قسم کی منفعت نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سے یہی فرماتے تھے کہ ہم اپنی تبلیغ کے بدلے تم لوگوں سے کوئی اجر و معاوضہ نہیں مانگتے ہمارا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے: "اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ" تو نائب و وارث رسول کے لئے کیا یہ زیبا ہو گا کہ وہ دنیا کے حصول کے لئے پیری و مشیخت اپنا پیشہ بنالے۔ ہاں اگر مرید اپنی خوشی سے کچھ ہدیہ پیش کرے تو لینے سے انکار نہ کرے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہدایا بخوشی قبول فرماتے تھے اور اس سے تو محبت قلب کا اظہار ہوتا ہے۔ حب القلب یظهر بالید اور مرید کو بھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

شیخ کی خدمت میں تحفہ پیش کرنا

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کیلئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من زار کریما صفر الیدین رجع مصفرّ الخدین۔

ترجمہ: جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد رو ہو کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من زار حیا و لم یذق منه شیئاً فکانما زار میتاً۔

ترجمہ: جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے ہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز(درویش) کی ملاقات کیلئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کیلئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچ کر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا ان درویش کے کام آیا۔ جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اسکو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کیے ہیں) تو زائر کو چاہیئے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ ، چہارشنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات واجناس کچھ پیش کرے تو فوراً قبول کرلے اور کھانے کی چیزوں کو فوراً کھالے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے۔

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد۔

ترجمہ: دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:

جزاک اللہ خیراً و تقبل اللہ منک۔

اور اگر موجود نہ ہو تو اس طرح کہے:

جزاہ اللہ خیرا و تقبل اللہ منہ۔

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلی) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دوگانہ ادا کرے، اور فتوح میں جو کچھ ملا ہے وہ اپنے شیخ کی حضور میں لے کر حاضر ہو۔ درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اس کے روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کر دے کہ فلاں آپ سے ملنے کیلئے آرہے ہیں تا کہ عدم ملاقات کا حجاب درمیان سے دور ہو جائے۔[725]

---

[725] (لطائف اشرفی حصہ اول ص ۲۸۲)

صوفیاء کرام اور پابندئ شریعت

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس غرض سے آیا کہ وہ آپ کی کرامت ملاحظہ کرے، اس نے سمجھا ہوا تھا کہ ولی وہ ہوتا ہے جس سے کرامت کا ظہور ہو حالانکہ یہ درست نہیں، ولی وہ ہوتا ہے جو اتباعِ رسول کا سرچشمہ اور مظہر ہو، خیر وہ اپنے زعم کے مطابق حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت دیکھنے کے لئے پورا ایک سال آپ کی خدمت میں رہا لیکن اس کو آپ کی کوئی کرامت نظر نہ آئی تو وہ پراگندہ خاطر ہو کر جانے لگا۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت سے اس سے پوچھا کہ کیوں کیا بات ہے؟ کیوں جا رہے ہو ہم سے؟ تمہارے حق میں کیا قصور سرزد ہوا؟ اس نے کہا قصور تو کوئی نہیں ہوا مگر ایک سال میں مجھے آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تم نے اس عرصہ میں میرا کوئی کام خلاف سنت دیکھا ہے؟ اس نے برملا کہا، ہر گز نہیں ہر گز نہیں، آپ نے فرمایا جاؤ جنید کی یہی کرامت ہے۔

انتباہ: ہمارے معاشرے میں پیر اسے سمجھا جاتا ہے جو کرامت دکھائے حالانکہ پیری مریدی کے لئے کرامات شرط نہیں ہیں، شریعت کی پابندی شرط ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا جو اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا، اس کی عادت تھی کہ وہ تبرک کے طور پر آپ کا پس خوردہ کھاتا اور جانتا کہ میری چشو دکار اور نجات اسی میں ہے، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا اگر تو مجھ کو ذبح کر کے میرا گوشت اور ہڈیاں بھی کھا جائے تو تجھے اتباع رسول ﷺ کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو گا۔

ابو سلیمان عبد الرحمن بن احمد بن عطیہ العسنی احمد بن ابی الحواری کے استاد تھے۔ احمد بن ابی الحواری کا تمام خاندان زاہدوں کا خاندان تھا اور ان کی وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔

ابو سلیمان فرماتے ہیں:

ربما یقع فی قلبی النکتة من نکت القوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عادلین الکتاب والنسة۔

یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میرے دل میں صوفیاء کے نکاتِ معرفت وارد ہوتے اور کئی دنوں تک رہتے ہیں مگر جب تک کتاب و سنت کے دو گواہ اس کی تائید نہیں کرتے میں اسے قبول نہیں کرتا۔

صوفیاء پر اعتراض کرنے والے انصاف سے کام لیتے ہوئے ذرا غور کریں اور بتائیں کہ کوئی متبع سنت اس سے بڑھ کر اتباع سنت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

ابو عبد اللہ الحارث علیہ الرحمہ بن اسد المحاسبی علوم ظاہر اور باطن دونوں کے حامل تھے اور انہوں نے بہت سی تصانیف بھی کی ہیں ان کی وفات امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی وفات کے دو سال بعد ۲۴۳ھ میں بغداد میں ہوئی، فرماتے ہیں:

من صحح باطنہ بالمراقبة والاخلاص زینہ اللہ ظاھرہ بالمجاھدة واتباع السنة۔

جس نے مراقبہ اور اخلاص کے ذریعہ سے اپنا باطن درست کر لیا اللہ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے مزین کر دیتا ہے۔

ابو محمد سہیل بن عبد اللہ تستری آئمہ صوفیاء میں سے ہیں پرہیز گاری میں یکتائے روزگار اور صاحب اور کرامات تھے، شیطان سے ان کا مناظرہ مشہور ہے، ذالنون مصری علیہ الرحمہ سے ان کی ملاقات مکہ معظمہ میں ہوئی جب کہ یہ جب کہ یہ وہاں حج کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے ۲۸۳ھ میں وفات پائی فرماتے ہیں۔

اصولنا سبعة اشياء: التمسک بکتاب اللہ و الاقتداء بسنة رسول اللہ ﷺ واکل الحلال وکف الاذی واجتناب المعاصی و التوبة واداء الحق۔

ہمارے سات اصول ہیں: قرآن پر پابند رہنا، سنت نبوی کی اقتداء، اکل حلال، کسی کو دکھ نہ دینا، گناہوں سے پرہیز، توبہ اور ادائے حق۔

سید الطائفہ حضرت ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۹۷ھ مشہور اولیاء کبّار میں سے ہیں۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۳۴ھ نے انہی سے تربیت حاصل کی، فرماتے ہیں: الطرق کلہا مسدودۃ علی الخلق الا من اقتفی اثر الرسول علیہ السلام (رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے سوا تمام لوگوں کے لئے قرب الٰہی کے راستہ بند ہیں)۔

اور فرماتے ہیں:

من لم یحفظ القران و لم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتاب و السنة۔

جس شخص نے نہ قرآن مجید یاد کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو طریقت میں اس شخص کی پیروی نہیں کی جاسکتی اس لئے ہمارے اس علم طریقت میں کتاب و سنت کی قید پائی جاتی ہے۔

اور فرماتے ہیں:

علمنا ھذا مقید بحدیث رسول اللہ ﷺ۔

یعنی ہمارا یہ علم طریقت حدیث رسول ﷺ سے مضبوط ہوتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

مذھبنا ھذا مقید بأصول الکتاب و السنة۔

یعنی ہمارا یہ مذہب اصول کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مقید ہے۔

ابو حمزہ محمد بغدادی عیسیٰ بن آبان کی اولاد میں سے تھے، قرآن مجید کی قرأتوں اور فقہ کے عالم تھے، ابو بکر کتانی متوفی ۳۲۲ھ اور خیر نستاج علیہ الرحمہ متوفی ۳۲۲ھ وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے یہ وہی بزرگ ہیں جن سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ مسائل حل کرانے کے لئے آیا کرتے تھے، ان کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی، ان کی وفات کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں تقریر فرما رہے تھے کہ یکایک ان کی حالت بدل گئی اور وہیں منبر پر گر پڑے، آئندہ جمعہ تک یہی حالت رہی اور انتقال فرما گئے۔

فرماتے ہیں:

من علم طریق الحق سهل علیه سلوک و لا دلیل علی الطریق الی الله الا متابعة الرسول ﷺ فی احواله و افعاله و اقواله۔

جس نے حق تعالیٰ کا راستہ معلوم کر لیا اس کے لئے اس پر چلنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے احوال، افعال، اور اقوال میں تابعداری کے بغیر اس راہ کی طرف کوئی رہنمائی بھی نہیں ہو سکتی۔

ابو العباس احمد بن محمد بن سہیل بن عطاء الآدمی علیہ الرحمہ صوفیاء کے کبار مشائخ میں سے تھے انہوں نے تصوف کے رنگ میں قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے، جب عباسی خلیفہ کے وزیر نے منصور حلاج کو قتل کیا تو ان سے پوچھا کہ تم منصور حلاج کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب بدل کر کہا خود تمہارے پاس لوگوں کا مال پڑا ہے اسے واپس کیوں نہیں کرتے؟ وزیر نے کہا، تم بات ٹال رہے ہو اور حکم دیا کہ ایک ایک کر کے ان کے تمام دانت نکال دیئے جائیں اور ان کے سر میں گاڑ دیئے جائیں اسی سے ان کی وفات ہوئی، یہ واقعہ ذوالقعدہ ۳۰۵ھ کا ہے۔

فرماتے ہیں:

من الزم نفسه آداب الشریعة نور اللہ قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبیب ﷺ فی اوامره وافعاله واخلاقه۔

جس نے اپنے نفس پر آدابِ شریعت کا لحاظ رکھنا لازم قرار دیا اللہ اس کے دل کو نورِ معرفت سے منور فرمائے گا۔ پیارے حبیب ﷺ کے اوامر، افعال اور اخلاق کی تابعداری سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔

ابو محمد عبد اللہ بن منازل علیہ الرحمہ یکتا روز گار ملامتیہ کے شیخ اور عالم تھے۔ انہوں نے کثرت سے احادیث لکھیں ان کی وفات ۳۲۹ھ یا ۳۳۰ھ میں نیشاپور میں ہوئی، باوجودیکہ یہ خیال غلط ہے حقیقی ملامتیہ وہ صوفی حضرات ہیں جن کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کے نیک اعمال عوام پر ظاہر نہ ہوں لیکن اپنی برائیں کو نہیں چھپاتے۔

اس کے باوجود فرماتے ہیں:

لم یضیع احد فریضة من الفرائض الا ابتلاه اللہ تعالیٰ بتضییع السنن ولم یبل احد بتضییع السنن الا اوشک ان یبتلی بالبدع۔[726]

یعنی جس کسی نے ایک فرض بھی ترک کیا وہ سنتوں کے ترک کرنے مِیں مبتلا ہوا اور جو سنتوں کے ترک کرنے میں مبتلا ہوا وہ عنقریب بدعتوں کے ارتکاب میں مبتلا ہو گا۔

ابو بکر طمستانی علیہ الرحمہ کو صوفیاء کے پانچویں طبقے میں شمار کیا جاتا ہے، علم وحال کے اعتبار سے یگانہ روز گار تھے، شیخ شبلی متوفی ۳۳۴ھ اور ابراہیم دباغ کے شاگرد تھے، ان کی وفات ۳۴۰ھ کے بعد ہوئی۔

---

[726] (قشیریه ص ۲۸)

فرماتے ہیں:

من اتبع الکتاب و السنة و هاجر الی اللہ بقلبه و اتبع اثار الصحابة لم تسبقه الصحابة الا بکونهم رأوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (قشیریه)

یعنی جس نے کتاب و سنت کی پیروی کی دل سے اللہ کی طرف اللہ کہ ہجرت کی اور صحابہ کے نقش قدم پر چلا تو صحابہ اس سے صرف اس لئے افضل ہوں گے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔[727]

اور فرماتے ہیں:

الطریق واضح و الکتاب و السنة قائم بین اظهرنا و فضل الصحابة معلوم لسبقهم الی الهجرة و لصحبتهم فمن صحب منا الکتاب و السنة و تغرب عن نفسه و الخلق و هاجر بقلبه الی اللہ و هو الصادق المصیب۔

ہمارا طریقہ واضح ہے اور کتاب و سنت ہمارے درمیان قائم ہے اور ہجرت اور صحبت نبوی ﷺ کی وجہ سے صحابہ کا افضل ہونا بھی معلوم ہے لہٰذا ہم میں سے جو شخص کتاب و سنت کا ساتھ دے اور اپنے نفس اور مخلوق سے دور ہو جائے اور دل سے اللہ کی طرف ہجرت کرے تو وہ سچا ہے اور صحیح راہ پر ہے۔

ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری علیہ الرحمہ رسالہ قشیریہ اور تفسیر لطائف الاشارات کے مصنف ہیں انہوں نے ان دو کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف کی ہیں یہ ابو علی دقاق متوفی ۴۰۳ھ کے مرید اور ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ (جو سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں) کے استاد تھے۔ سید علی بن عثمان ابو علی الجلالی الغزنوی متوفی ۱۰۷۲ھ داتا گنج بخش کے نام سے

---

[727] (لواقع صفحہ ۱۰۴ جلد ۱)

مشہور ہیں ان کے ہم عصر تھے، ہندوستان آنے سے پہلے داتا صاحب کی ان سے اکثر ملاقات رہتی تھی، داتاعلیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان سے دریافت کیا کہ طریقہ فکر میں آپ کی ابتداء کس طرح ہوئی جواب دیا کہ مجھے ایک بار گھر کی کھڑی کے لئے پتھر درکار تھا، جس پتھر کو اٹھاتا گوہر بن جاتا، لہٰذا میں اسے پھینک دیتا سید علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ گوہر کی ضرورت نہ تھی، امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ۴۶۵ھ میں ہوئی۔ یہی صاحب کرامات بزرگ شریعت پر زور اور بدعات سے اجتناب فرماتے تھے۔

اعلموا رحمکم اللہ ان شیوخ هذه الطائفة بنو قواعد امرهم على اصول صحيحة في التوحيد صانوبها عقائدهم عن البدع و دانوا بما وجدوا عليه السلف و اهل السنة من توحيد ليس فيه تمثيل و لا تعطيل و عرفوا ماهو حق القدم۔

یاد رکھو! خدا تم پر رحم کرے کہ اس جماعت کے جس قدر شیوخ گزرے ہیں انہوں نے تصوف کی بنیاد توحید کے صحیح اصولوں پر رکھی ہے اور انہوں نے اپنے عقائد کو بدعتوں سے بچائے رکھا ہے اور انہی امور کی پیروی کی ہے جن پر انہوں نے سلف صالحین اور اہل سنت کو پایا ہے، یعنی ایسی توحید جس میں نہ تمثیل اور نہ تعطیل پائی جاتی ہے اور انہوں نے خدائے لم یزل ولایزال کے حق کو پہچانا ہے۔[728]

پھر کبار صوفیاء کے حالات لکھنے کے بعد قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

هذا هو ذكر جامعة من شيوخ هذاه الطائفة كان الغرض من ذكرهم في هذا الموضع التنبيه على انهم مجمعون على تعظيم الشرعية متصفون بسلوك طرق الرياضة مقيمون على متابعة السنة۔

---

[728] (قشیریہ صفحہ ۱۹)

یعنی صوفیاء کے شیوخ کی ایک جماعت کا ہم نے ذکر کر دیا ہے ان کا ذکر کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ تمام کے تمام صوفیاء اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت کی تعظیم کی جائے یہ لوگ طرح طرح کی ریاضتیں کرتے ہیں اور اتباع سنت پر کاربند رہتے ہیں۔

پیر پیراں، میر میراں سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ آپ اولیاء و صوفیاء کے سردار ہیں، آپ کی اتباع شریعت کے نمونے جہاں اعدائے صوفیہ کی تردید کریں گے وہاں ان نمائشی اور رسمی پیروں کا بھی رد ہو گا جو حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و عقیدت کا دم بھرتے ہیں بلکہ ان کی عزت و عصمت آپ کے صدقے ہیں باوجود ایں ہمہ شریعت کے خلاف کرتے ہیں بلکہ بعض شوم بخت تو قادریت کا دم بھرنے کے ساتھ شریعت پر بھپتیاں اڑاتے ہیں ہیں حالانکہ سلسلہ قادریہ ہے بھی سراپا شریعت کا نام چنانچہ شیخ بقاء بن بطو علیہ الرحمۃ جو کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور صاحب کرامات بزرگ تھے ان کے رفیع المقام کے متعلق خود حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے ناپ تول کر معرفت عطاء کی ہے مگر انہیں بغیر اندازے کے ہی عطاء کر دی گئی ہے ایسے کامل بزرگ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے متعلق یوں رائے ظاہر کی ہے:

كان طريق الشيخ عبد القادر جيلانی وموافقة الكتاب والسنة فی كل نفس وخطرة۔[729]

یعنی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ ہر دم اور ہر لحظہ کتاب و سنت کی موافقت کرنا تھا۔

---

[729] (عقائد الجواهر صفحه ۱۰۵)

سنت کو ہلکا سمجھنے کا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے:

من تھاون بالاداب عوقب بحرمان السنة ومن تھاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة۔

یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف جانتا ہے وہ معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔[730]

سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ و دعاء سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی۔ آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھا لاؤ۔ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا، اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی،

---

[730] (تفسیر عزیزی ص ۴۳۲، سورہ بقرہ، آیت: ضربت علیھم الذلة ..ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون نیز فضائل حج ص ۱۶۱ جمالی آداب) (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۹۵)

اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو ان شاء اللہ سرہند شریف کے مردہ زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری کرامت (زمین کا جنبش کرنا) سے اور اپنی اس کرامت (دعاء سے مردوں کا زندہ ہونا) سے کہ اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

اولیاء کی کرامت برحق ہے

اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے۔ عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" میں ہے: **وکرامات الاولیاء حق۔**[731] ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا یہ امتی ہے اور جن کی اتباع اور پیروی کے صلہ میں اس کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، مسافت بعیدہ کو مختصر وقت میں طے کرنا، غیر موسم کے پھل ملنا وغیرہ، ان کرامات کو کرامات حسی کہا جاتا ہے، یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عموماً حسی کرامتوں کو ہی کمال سمجھا جاتا ہے مگر اہل کمال کے نزدیک "کرامت معنوی" کمال ہے یعنی شریعت مصطفویٰ ﷺ پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر ایک موقعہ پر سنت اور غیر سنت کے فرق کو سمجھ کر سنت رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع اس کا شوق اس کی لگن اور دل سے توجہ الی اللہ اور اشتغال باللہ کہ ایک دم اور ایک سانس بھی غفلت میں نہ گزرے، اور یہ بات مندرجہ بالا واقعہ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہے، تو اصل کمال اتباع شریعت اور اتباع سنت ہے، اسی بنا پر محقق فرماتے ہیں کہ طریقۂ سنت کی اتباع کے بغیر اگر کوئی تعجب کی چیز دیکھنے میں آئے تو وہ ہرگز کرامت نہیں استدراج اور شیطانی حرکت ہے۔

---

[731] (ص ۱۰۵)

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری نظروں میں ایسا کمال والا آدمی ہو جو ہوا پر مربعاً چوکڑی مار کر اور آلتی پالتی لگا کر بیٹھتا ہو اور پانی پر چلتا ہو تو جب تک تم امتحان نہ کر لو کہ احکام اسلام اور شرعی حدود کی پابندی میں کیسا ہے ہرگز اس کو نظر میں نہ لاؤ۔

حضرت بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا کہ فلاں شخص ایک رات میں مکہ پہنچ جاتا ہے تو آپ نے فرمایا شیطان تو ایک جھپک میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار ہے۔[732]

پیشوائے طریقت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واصل الی اللہ ہونے کے بے شمار طریقے اور راستے ہیں مگر مخلوق کے لئے تمام راستے بند ہیں اس کے لئے صرف وہی راستہ کھلا ہوا ہے جو اتباع رسول اللہ ﷺ کی شاہراہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اے فرزند! آنچہ فردا بکار آید متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ، احوال و مواجید علوم و معارف واشارات و رموز اگر بآن متابعت جمع فبہا و نعمت والا جز خرابی و استدراج ہیچ نیست۔[733]

یعنی اے فرزند جو چیز کل کو (قیامت میں) کار آمد ہوگی وہ صاحب شریعت ﷺ کی متابعت اور پیروی ہے، درویشانہ حالات اور عالمانہ وجد، علوم و معارف صوفیانہ رموز و اشارات اگر آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کے ساتھ ہوں تو بے شک بہت بہتر ہیں اور اگر یہ باتیں پابندی شریعت اور اتباع سنت کے جوہر کے بغیر ہوں تو خرابی اور استدراج کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

---

[732] (بصائر العشائر ص ۲۱۲)

[733] (مکتوبات امام ربانی ص ۱۸۴ ج ۱ مطبع مرتضوی دھلی)

ناظرین کرام! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس کو بغور اور بار بار پڑھیے، اس کا مقتضی یہ تھا کہ ہمارا معاشرہ اتباع سنت کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا، ہماری خوشی کی تقریب ہوتی یا غمی کا موقع ہوتا سنت ہی کو اپنا مشعل راہ بنانا چاہیئے تھا مگر از حد افسوس اور قلق ہے کہ جب ہم یا آپ اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں عجیب عجیب بدعات رواج پا رہی ہیں اور ان پر بڑی پابندی سے عمل کیا جاتا ہے، اسی پر بس نہیں جو ان بدعات پر عمل نہیں کرتے ان پر جملے کسے جاتے ہیں اور ان پر لعن تعن کیا جاتا ہے، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور توہین کی جاتی ہے۔

انا للہ و انّا الیہ راجعون، اللھمّ اھدنا الصراط المستقیم۔

کرامت کی تعریف

مفتی محمد فرید لکھتے ہیں:

کرامت اس امر خارق العادت کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک کامل تابع شریعت سے ظاہر ہو، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں۔

اس لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

قال الملا علی القاری الکرامۃ خارق للعادۃ الا انھا غر مقرونۃ بالتعدی وھی کرامۃ اللولی وعلامۃ لصدق النبی ﷺ فان کرامۃ التابع کرامۃ المتبوع والولی ھو العارف باللہ وصفاتہ بقدر ما یمکن لہ المواظب علی الطاعات المجتنب عن السیئات المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات والغفلات واللھوات۔[734]

وقال ابن عابدین وکرامات الاولیاء حق فتظھر الکرامت علی طریق نقض العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ وظھور الطعام والشراب واللباس عند الحاجۃ

[734] (شرح فقہ اکبر للقاری ص ۷۹ الکرامت للاولیاء حق)

والمشی علی الماء والھواء واکلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وکفایة المهم من الاعداء وغیر ذالک۔[735]

فتاوی حقانیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے نیک اور متبع الشریعت بندوں سے مختلف زمانوں میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم کی حیات طیبہ اور بعد مماتہم میں کثرت سے ایسے مستند واقعات پائے جاتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جو لوگ کرامات اولیاء کو نہیں مانتے اور ان کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ اور معتزلہ کے گروہ میں داخل ہیں:

لما قال العلامة ابن عابدین رحمة اللہ تعالیٰ علیه وعبارة النسفی فی عقائد وکرامات الاولیاء حق منتظر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة۔۔۔ولا لبس بالمعجزة جواب عن قول المعتزلة المنکرین لکرامات الاولیاء۔[736]

فتاویٰ حقانیہ میں ہے:

کرامات اولیاء بعد الموت اہل سنت والجماعت کے محقق اور ثابت شدہ ہیں اور انکا فعلاً ثبوت بھی پایا گیا ہے۔

---

[735] (ردالمختار ھامش الدر المختار ج ۲ مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء وفتاویٰ فریدیه ج ۱ ص ۵۳۹)

[736] (ردالمختار ج۳ ص ۱۵۵ فصل فی ثبوت کرامات الاولیاء الخ)

اولیاء اللہ

ولی اللہ کی تعریف

خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦٢) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (٦٣) لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یونس ٦٤)

"سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے۔ انہی کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی، نہیں بدلی اللہ تعالیٰ کی باتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والاية ظاهرة فى ان اولياء هم المؤمنون المتقون واقل ما يكتفى فى اطلاق الولى التقريب اليه جل وشانه بالفرائض من امتثال الامر واجتناب الزواجر والاكمل التقرب اليه جل وشانه بكل مايمكن من القرب۔[737]

"آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ مومنین متقین اولیاء اللہ ہیں اور کم سے کم جس پر ولی کا اطلاق ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فرائض کی تعمیل حکم اور منہیات سے بچنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اور کامل "ولی" وہ ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔"

اور جلد ۱۱ ص ۱۵۷ باب اشارات میں لکھتے ہیں: "پس ولی وہ ہے جو کامل متقی ہو۔"

---

[737](روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۳۱)

اور فتوحات مکیہ میں لکھا ہے:

”ولی اللہ وہ ہے جو کہ اللہ کا دوست ہو اور اس کے ساتھ چار دشمنوں یعنی نفس، خواہشات نفسانی ، شیطان اور دنیا کے مقام مجاہدہ میں اللہ تعالیٰ کی اعانت شامل حال ہو۔“

پھر لکھتے ہیں:

وفیھا تقسیم الاولیاء علی عدۃ اقسام منھا الاقطاب والاوتاد والابدال والنقباء والنجباء۔

”یعنی اور اس باب میں اولیاء کی مختلف قسمیں ہیں بعض اقتاب، ابدال، نقباء اور نجبا ہیں۔“

پھر لکھتے ہیں:

والحق مع المثبتین وانا والحمدللّٰہ تعالیٰ منھم۔

”یعنی ان اقسام کے اثبات کرنے والے حق وثواب پر ہیں اور میں الحمدللہ ان میں سے ہوں۔“

اور جلد ١١ صفحہ ١٥٨ میں لکھتے ہیں:

ولایشترط فیہ صدور کرامۃ علی یدہ کما یشترط فی الرسول صدور معجزۃ۔

”ولی کے ولایت کے لئے کرامت کا صدور ہونا شرط نہیں جیسا کہ رسول کے رسالت کے لئے معجزہ کا صدور ہونا شرط ہے۔“

حضرت مولانا سعد الدین تفتازانی شرح العقائد نسفی میں لکھتے ہیں:

الولی ھو العارف باللّٰہ وصفاتہ حسب مایمکن۔

یعنی ولی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو اپنے مکان کے موافق خدا کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو۔

اپنے مکان کے موافق کہہ کر اولیاء اللہ سے تفاوت مراتب کو اشارہ کیا۔

پھر آگے فرمایا:

المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات۔

"جو خدا کی عبادت میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے گناہوں سے محترز اور لذات و شہوات مباحہ میں مگن ہو جانے سے کنارہ کش ہو۔"

حضرت سہیل قدس سرہ کا قول ہے کہ:

"ولی اس شخص کا خطاب ہو سکتا ہے جس کے تمام افعال سنت نبوی ﷺ کے موافق ہوں۔"

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: ولی کی تین علامتیں ہیں: شغلہ باللّٰہ یعنی ہر وقت اللہ (کی یاد) کے ساتھ مشغول رہے، فرارہ الی اللہ یعنی تمام باطل کو چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگنا، اورہمۃ الی اللہ یعنی تمام باطل کو چھوڑ کر اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونا۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تمام تر ہمت مفید کاموں کے کرنے اور مضر باتوں سے محترز رہنے پر محض خوشنودی خدا کے لئے مبذول ہو۔ بعض نے کہا کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ دنیا سے بے پروا ہو اور فکر مولیٰ میں مشغول ہو۔ متکلمین فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو سچا اعتقاد رکھے اور اعمال بمطابق شریعت کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت وعداوت رکھے۔ پس معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ان کی شانیں جداگانہ ہیں۔ سب میں ایک ہی علامت تلاش کرنا غلط ہے۔ اس واسطے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کی پہچان مشکل ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمت الٰہی کی دلہن ہیں،

جس تک سوائے اس کے محرم کے کسی کی رسائی نہیں۔ اسلئے کہا گیا ولی را ولی می شناسد (دوست دوست کو پہچانتا ہے)۔

انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ۔

یعنی ولی کی پہچان ولی کر سکتا ہے۔

بہترین معتمد علیہ ولی کی تعریف یہ ہے کہ وہ شریعت و سنت کے تابع ہو۔

میں اس سلسلے میں تفسیر معارف القرآن و ضیاء القرآن کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کے لئے پیش کرتا ہوں امید ہے کہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

"ولی عربی زبان میں قریب کے معنی میں بھی آتا ہے اور محبت و دوست و مددگار کے معنی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا ایک عام درجہ تو ایسا ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی انسان و حیوان بلکہ کوئی چیز بھی مستثنیٰ نہیں۔ تمام عالم کے وجود کی اصلی علت خاص رابطہ ہے جو اس کو حق تعالیٰ جل شانہ سے حاصل ہے، گو اس رابطہ کی حقیقت کو نہ کسی نے سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ مگر ایک بے کیف رابطہ کا ہونا یقینی ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔ اسے قرب کہتے ہیں جن لوگوں کو یہ قرب خاص حاصل ہو وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔

جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ملخصا و مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولان استعاذنی لاعیذنه۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے ہمیشہ مجھ سے قرب ڈھونڈتا ہے یہاں تک کہ میں

اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی وہ سماعت بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے اور وہ بینائی بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں، اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ [738]

مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت و سکون اور کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف نہیں ہوتا اور اس ولایت خاصہ کے درجات بے شمار و غیر متناہی ہیں۔ اس کا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے کیونکہ ہر نبی کا ولی اللہ ہونا لازمی ہے اور اس قرب محبت کا سب سے بلند اور ارفع مقام وہ ہے جس پر محبوب رب العالمین ﷺ فائز ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلیٰ درجاته نصیب الانبیاء و نصیب سیدنا محمد ﷺ وله صلی الله علیه وسلم ترقیات لاتتناهی الی ابدالآبدین۔ [739]

اور ادنیٰ درجہ ولایت کا یہ ہے جس کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں فناء فی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔

الولی فی اصطلاح الصوفیة من کان قلبه مستغرقاً فی ذکر الله یسبحون اللیل والنهار لا یفترون ممتلیا بحب الله تعالیٰ لا یسع فیه غیره ولو کانوا باء هم او ابناء هم واخوانهم وعشیرتهم فلایحب احداً الا الله ولا یبغض الله الخ۔ (مظهری)

ترجمہ: ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو، اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو اور کسی سے محبت

---

[738] (اخرجه البخاری فی الصحیح کتاب الرقاق، باب التواضع، ۵/۲۳۸۴، الحدیث الرقم: ۶۱۳۷، وابن حبان فی الصحیح، ۲/۵۸، الرقم: ۳۴۷، والبیهقی فی السنن الکبری، ۱۰/۲۱۹، باب ۲۰، وفی کتاب الزهد الکبیر، ۲/۲۶۹، الرقم: ۶۹۶)

[739] (تفسیر مظهری)

کرتا ہے تو اللہ کے لئے اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ جل شانہ کے لئے یعنی اس کے حب و بغض، محبت وعداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضاجوئی میں مشغول رہتا ہے اور وہ پر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہو۔ اس حالت کی علامت ہے کثرت ذکر اور دوامِ اطاعت، یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔ یہ دو اوصاف جس شخص میں موجود ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ جس میں ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو، وہ اس فہرست میں داخل نہیں پھر جس میں یہ دونوں موجود ہوں اس کے درجات ادنیٰ واعلیٰ کی کوئی حد نہیں ، انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات متفاضل اور کم و بیش ہوتے ہیں چنانچہ آئمہ حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ وغیرہم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال سمعت رسول الله ﷺ يقول وجبت محبتی للمتحابين فیّ والمتجالسين فیّ والمتزاورين فیّ والمتباذلين فیّ۔

یعنی میں نے حضور کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے میں ضرور محبت کرتا ہوں جو آپس میں میری وجہ سے پیار و محبت کرتے ہیں، میری رضا جوئی کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ان علامات اور خصوصیات کا بھی ذکر فرمایا جن سے ان مخزن خیرات و برکات ہستیوں کو پہچانا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا من اولیاء اللہ؟ (اولیاء اللہ کون ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: الذين اذا رءوا ذكر الله۔ یعنی وہ لوگ جن کے دیدار سے اللہ یاد آجائے۔ کیونکہ ان کا دل وہ آئینہ ہے جس میں تجلیات الٰہیہ کا عکس پڑ رہا ہے۔ اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے

مقابلے میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں تو وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے بلکہ اگر آئینہ کا عکس روئی پر ڈالا جائے تو وہ جلنے لگتی ہے حالانکہ سورج کی کرنیں بلاواسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج دور اور آئینہ قریب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور دنیاوی فکروں کی کمی محسوس ہو، یہ علامات اس کے ولی اللہ ہونے کی ہے۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (یونس ٦٣)

یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت، قرآن کریم کی حقانیت پر اتنا متحقق ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ اور تمام اعمال و اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی شرک خفی اخفی حسد، کینہ، غرور و تکبر اور ہوا و ہوس، غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے ہو پاک ہوتے ہیں۔ یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ سربلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔

فصل در مراتبِ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مراتب کے بیان میں

رجال الغیب: مردانِ خدا، وہ لوگ ہیں کہ تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ ان کا وجود آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک رہا ہے اور آپ ﷺ سے لے کر امام مہدی علیہ

السلام کے ظہور تک اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک رہے گا۔کائنات کے قیام کا مدار ان پر ہوتا ہے، یہ بندوں اور اللہ کے درمیان فیض پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ان کی برکت سے بارشیں برستی ہیں، سبزے اگتے ہیں ، حیوانات باقی رہتے ہیں، شہر اور قصبات کی آبادی، حالات کا پھِرنا، مالدار اور غریبوں کے حالات بدلنا، ترقی و نزل، اجتماع و افتراق، مصیبتوں کا اٹھنا، ختم ہونا، یہ سب ان کی برکتوں سے ہوتا ہے۔جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ سورج کو روشنی عطا فرما کر دنیا کو منور فرماتا ہے، اسی طرح ایک نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات پر نازل ہوتا ہے۔پھر اس نور کو تمام عالم کے نظام کے اصلاح کا وسیلہ بناتا ہے۔ان حضرات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اولیاء ظاہرین: ان کی ذمہ داری لوگوں کو ہدایت دینا ہے۔یہ ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان کی جو خدمت ہوتی ہے وہ ان کو ظاہر ہونے پر مجبور کرتی ہے۔

(۲) اولیاء مستورین: ان کے ذمہ تکوینی امور کا انتظام ہوتا ہے۔یہ لوگوں کی نظروں سے چھپے رہتے ہیں۔یہ صاحبِ خدمت لوگ ہوتے ہیں، اور خدمت کرنے کے لئے ظاہر ہونے سے مستغنی رہتے ہیں۔ان کو رجال الغیب اور مردان غیب کہا جاتا ہے۔ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور عالم شہادت سے اس غیب کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ان کو مستوی الرحمن کہتے ہیں، نہ تو ان کو پہچانا جا سکتا ہے، نہ ان کی تعریف یا وصف پائی جاتی ہے۔حالانکہ یہ انسان ہوتے ہیں۔ان میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ہی جگہ پائے جاتے ہیں، اور یہ عالمِ احساس میں جس انسان کی چاہیں شکل اختیار کر سکتے ہیں۔لوگوں کے لئے چھپی ہوئی باتوں کو ظاہر کرتے ہیں اور غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو سارے عالم میں گھومتے رہتے ہیں۔لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ان کے ساتھ باتیں بھی کرتے ہیں، ان

کو جواب بھی دیتے ہیں۔ جنگلات، پہاڑوں اور نہروں کے کنارے رہتے ہیں۔ ان میں جو زیادہ طاقتور ہوتے ہیں وہ شہروں میں رہتے ہیں۔ ان سے بشری صفات بھی ظاہر ہوتی ہیں، وہ اچھے مکانات میں بھی رہتے ہیں، شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، علاج کرتے ہیں، اولاد مال دولت وغیرہ سب رکھتے ہیں، لوگ ان کے ساتھ حسد کرتے ہیں، دشمنی کرتے ہیں، ان کو تکالیف پہنچاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے حسنِ احوال اور کمالاتِ باطنی کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ ان کی شان میں کہا گیا ہے کہ میرے اولیاء میری چادر کے نیچے ہوتے ہیں۔ غیر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ رجال اللہ خاص ذاہرین ہوں یا مستورین، ان کی بارہ قسمیں ہیں۔

قطب الاقطاب یا قطب عالم: ہر زمانے میں پوری دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے۔ جن کو قطب الاقطاب یا قطب عالم یا قطب کبریٰ یا قطب ارشاد یا قطب مدار یا قطب جہاں یا جہانگیر عالم کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ عالم سفلی اور علوی میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ اور پورا عالم ان کے فیض اور برکت سے قائم رہتا ہے۔ اگر قطب عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو نظام درہم برہم ہو جائے۔ قطب عالم اللہ تعالیٰ سے براہ راست اور بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے، اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک بڑے شہر میں رہائش اختیار کرتا ہے، بڑی عمر ہوتی ہے، اور حضور ﷺ کے خاص نور کی برکت سے ہر طرف دیکھ سکتا ہے، خواہ آنکھیں کھلی ہوں یا بند۔ اپنے ماتحت اقطاب کی ترقی، تقرری اور تنزلی ان کے اختیار میں ہے۔ یہ ولی کو معزول کرنے کا اختیار بھی رکھتے ہیں اور خود ولایت شمسی والے ہوتے ہیں جبکہ قطب ابدال ولایت قمری والے ہوتے ہیں۔ قطب عالم اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن کی تجلی کے مظہر ہیں اور حضور ﷺ تجلی الوہیت کے مظہر خاص

ہیں۔ قطب عالم سالک ہوتے ہیں اور ان کی ترقی جاری رہتی ہے۔ ترقی کرتے کرتے مقامِ فردانیت تک پہنچ جاتے ہیں، جس کو محبوبیت کہا جاتا ہے۔

تمام رجال اللہ کے باطن میں الگ الگ نام ہوتے ہیں، اور قطب عالم کا نام عبد اللہ ہے۔ اقطاب کی بھی بہت ساری قسمیں ہیں اور یہ سب قطب عالم کی ماتحت ہوتی ہیں۔ مثلاً قطب ابدال، قطب اقالیم اور قطب ولایت وغیرہ۔ ہر نوع کے لئے قطب ہوتا ہے، جیسے قطب زہاد، قطب عباد، قطب عرفاء، قطب متوکلین۔ ہر مقام، ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں کا ایک قطب ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے، خواہ وہ مقام مؤمنوں کا علاقہ ہو یا کافروں کا۔ مؤمنوں کی پرورش اسمِ ھادی کی تجلی کے تحت ہوتی ہے، اور کافروں کی پرورش اسم مضل کے تحت ہوتی ہے، اور یہ دونوں اللہ کے نام ہیں۔

غوث: بعض کے نزدیک قطب اور غوث ایک ہی ہیں لیکن حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قطب الاقطاب اور غوث الگ الگ ہیں۔ بعض کے نزدیک قطبیت اور غوثیت الگ الگ منصب ہیں جو ایک شخص میں بھی جمع ہو سکتے ہیں۔ قطبیت کے اعتبار سے وہ قطب الاقطاب اور غوثیت کے اعتبار سے وہ غوث ہوتے ہیں۔

امامان: قطب الاقطاب کے نیچے دو وزیر ہوتے ہیں، جن کو امامان کہتے ہیں۔ ایک ان کے دائیں ہاتھ میں ہوتا ہے اس کا نام عبد الملک ہے، دوسرا بائیں ہاتھ میں اس کا نام عبد الرب ہے۔ دائیں ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے، اور عالم علوی اس سے فیض حاصل کرتا ہے۔ بائیں ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے اور عالم سفلی ان سے فیض حاصل کرتا ہے۔ لیکن بائیں ہاتھ والے کا مرتبہ دائیں ہاتھ والے سے اونچا ہوتا ہے۔ جب قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والے کو دی جاتی ہے اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ لے لیتا ہے، اور عالم کون و مکان کا

فساد عالم علوی کی بنسبت زیادہ مشکل ہے۔ اس وجہ سے بائیں ہاتھ والے وزیر زیادہ قوی اور تجربہ کار ہوتا ہے۔

اوتاد: اوتاد چار ہوتے ہیں، اور عالم کے چاروں کونے میں ایک ایک کا تعین ہوتا ہے۔ مغرب میں ایک، ان کا نام عبد الودود ہے۔ مشرق میں ایک ان کا نام عبد الرحمن ہوتا ہے۔ تیسرے جنوب میں ان کا نام عبد الرحیم ہوتا ہے۔ چوتھے شمال میں ان کا نام عبد القدوس ہوتا ہے۔ قیام عالم میں ان سے میخوں کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ بمنزلہ پہاڑوں کے ہیں، کہ ان سے زمین کا سکون سرسبز ہونا مقصود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنائیں؟

ابدال: ان کو بدلاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سات ہوتے ہیں، جو کہ سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں۔ ان کا مشرب سات انبیاء علیہم السلام کے مشرب پر ہوتا ہے، ان کا کام معنوی مدد کرنا اور عاجزوں کی فریادرسی کرنا ہے۔

اقلیم اول کا ابدال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد الحی ہے۔

اقلیم دوم کا ابدال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد العلیم ہے۔

اقلیم سوم کا ابدال: سیدنا ہارون علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد المرید ہے۔

اقلیم چہارم کا ابدال: سیدنا ادریس علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد القادر ہے۔

اقلیم پنجم کا ابدال: سیدنا یوسف علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد القاہر ہے۔

اقلیم ششم کا ابدال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد السمیع ہے۔

اقلیم ہفتم کا ابدال: سیدنا آدم علیہ السلام کے قلب مبارک پر۔ ان کا نام عبد البصیر ہے۔

ان سات ابدالوں میں عبد القادر اور عبد البصیر وہ ہیں جو اس ملک یا قوم پر مسلط ہوتے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ قہر نازل فرمانا چاہتا ہے۔ یہ اس کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

ان سات ابدالوں کو قطب اقالیم بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ پانچ ابدال اور بھی ہیں جو یمن میں رہتے ہیں جن کو قطب ولایت کہا جاتا ہے۔ قطب عالم کا فیض قطب اقالیم پر اور قطب اقالیم کا فیض قطب ولایت پر اور قطب ولایت کا فیض تمام اولیاء پر وارد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فیض ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ **اللھم آمین۔**

کتاب عمدۃ السلوک (سید زوار حسین شاہ صاحب) میں اولیاء اللہ کی تقسیم یوں تحریر ہے:

"اس باب میں بزرگ کی مختلف عبارتیں ہیں، انوار العارفین میں اس باب میں جو تقریر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے بارہ گروہ ہیں: اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، عمد، مکتومان، مفردان۔

جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ا مکتوب ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ غوث اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی قطب ہیں۔ فتوحات مکیہ کے چودہویں باب میں شیخ محی الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطب یکتا جس سے نوع انسان کی تخلیق کے وقت سے لے کر قیامِ قیامت تک تمام انبیاء و رسل اور اقطاب مسلسل فیض حاصل کر رہے ہیں وہ آقائے دوجہاں باعثِ تخلیق کون و مکاں حضور سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی روح طیبہ ہے۔

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبد اللہ ہوتا ہے، اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیر یمین (داہنے) کا نام عبد الملک ہے، یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام ہوتا ہے) اور وزیر یسار (بائیں) کا نام عبد الرب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک میں رہتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد، پرہیز گاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق، اخلاص، حیا اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ فرماتا ہے اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں، ان کو قطب ولایت کہتے ہیں۔ یہ قواعد اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر قریئے اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں۔ غوث ایک ہوتا ہے، غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لے کر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے، وہ اگر باری تعالیٰ پر قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرمادیتا ہے جیسا کہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحیح یہی ہے کہ وہ قطب مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے لیکن اس قول میں بھی اختلاف ہے۔

اوتاد چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں، ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں، کثرت صیام، قیام لیل، کثرت ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکل، تفویض (سپردگی بخدا)، ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ان میں سے بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔

ابدال چالیس ہوتے ہیں بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط و تفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس و خطرات سے پاک ہوچکے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء علیہ السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواح طیبہ آسمانوں پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔علاوہ بریں انہیں سیارگان سے متعلقہ امور واسرار نیز ان کی حرکات مختلف منازل میں داخلاہ کا علم رہتا ہے۔ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہمشکل قائم مقام بناجاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے امتیاز ممکن نہیں رہتا، انہیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہے۔یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت اور باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید۔ ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ انکا قطب کہلاتا ہے۔

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بلکہ وہ سیاح ہوتے ہیں اور ان کا نام حسین ہوتا ہے۔ ابرار ہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نقبا تین سو ہوتے ہیں جو ملک مغرب میں رہتے ہیں، سب کا نام علی ہوتا ہے۔ یہ حقائق اشیاء اور اسرار نفوس کو آشکارا کرتے ہیں ان سے دس کام وابستہ ہیں، چار ظاہر سے متعلق یعنی کثرت عبادت، تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ارادہ ترک کرنا) مع قوت مجاہدہ اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضت، ان تین سو کا انہی میں سے ایک امام ہوتا ہے یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہے۔ نجبا باختلافِ اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں، ان سب کا نام حسن ہوتا ہے، یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے اور اپنے لئے کچھ نہیں کرتے شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں، چار ظاہری یعنی جواں ہمت متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں، چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیا۔ اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں ان سب کا نام محمد ہوتا ہے اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔

فائدہ: قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصیات یکجا جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقات کے تحت اوپر ہو چکا اور یہ منصب وہبی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔

اللّٰہُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥ۔

فصل در اصطلاحاتِ صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اصطلاحاتِ صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیان میں

لا ینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ واصطلاحاتہ ومقاماتہ واطلاق کلماتہ فی مجاز حالاتہ۔

کسی ایسے شخص کے لئے جو علوم ، تعرف، اور اس کے عقائد اور اصطلاحات اور مقامات اور کیفیات اور احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کی اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

لہٰذا ان سب پر نظر ڈالنا، ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تصوف صرف یہ نہیں کہ بازاری مرغی نہیں کھانا، بلکہ تصوف کی اصطلاحات کی خبر ہونا بہت اہم ہے۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبد الرزاق کاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اس درس میں شریک ہو گیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اسی خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی دمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبد الرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لئے فرمایا کہ جب تک طالبِ طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے: لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ (شوریٰ ۱۱) کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جانے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل کرتی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔

جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد وغیرہ۔

الف (ا)

ا: الف سے اشارہ ذات احدیت ہے۔ یعنی حق تعالیٰ باعتبار احدیت کے اول الاشیاء ہے۔

اللہ: اسم ذات ہے۔ جس میں تمام جلالی، جمالی، فعلی اور صفاتی اسماء شامل ہیں۔ یہ تمام اسماء پر مقدم ہے اور سارے اسماء اسی کے مظاہر کی تجلی ہیں۔ اس میں دو اعتبار ہیں ایک تو یہ کہ وہ ہر اسم میں ظاہر ہے اور دوسرا تمام اسما پر شامل ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ جامد اسم اور مشتق اور مشتق منہ سے

پہلے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ الہ تھا معبود کے واسطہ وضع کیا گیا۔ الف لام معرفہ کی وجہ سے داخل ہوا اور الالٰہ ہوا۔ بعد ازاں کثرت استعمال سے بیچ کا الف گرا اور اللہ ہو گیا۔

آغوش: اس سے مراد وجود کا احاطہ ہے۔

ابدانِ زاکیہ: وہ اجسام جو بشریت کی آمیزش سے پاک وصاف ہوں جیسے ملائکہ وغیرہ۔

ابد: جس کی انتہا ذات کے لئے نہ ہو۔ جیسے ابتدا نہیں ایسے ہی انتہا نہیں۔

ابدال: بعض کا قول ہے کہ ان کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ اپنی لطافت کی بنا پر جو شکل چاہتے بدلتے اور سفر کرتے ہیں اور اپنی شکل کا ایک شخص اس جگہ چھوڑ دیتے ہیں جس سے لوگ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ چالیس اولیاء اللہ ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی بلاؤں و آفتوں کو ردور فرماتا ہے۔

جیسا حدیث شریف میں ہے:

لن تخلو الارض من اربعين رجلا مثل ابراهيم خليل الرحمٰن فبهم يسقون وبهم ينصرون مامات منهم احد الا ابدل الله مكانه آخر۔

یعنی ”زمین کبھی بھی ایسے چالیس آدمیوں سے خالی نہیں ہو گی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مثل ہوں گے، پس ان ہی کے تصدق سے لوگوں کو سیراب کیا جائے گا اور ان ہی کے صدقے ان کی مدد کی جائے گی، ان میں سے کوئی آدمی اس دنیا سے پردہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی اور آدمی کو لے آتا ہے۔“[740]

---

[740] (اخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، ۲۴۷/۴، الرقم: ۴۱۰۱، والهيثمی فی مجمع الزوائد، ۶۳/۱۰)

اب الارواح:

اس سے روح محمدی ﷺ مراد ہے جو روح کل اور ہر تخلیق کا مبدا ہے۔

ابر:

اس سے وہ حجاب مراد ہے جو شہود کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہ اپنی لطافت کی بنا پر لطف انگیز ہوتا ہے ایسا کہ اکثر طالبین اس کے لطف میں پڑ کر تجلی جلالی حق کے منکر ہو کر کمال سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ابرو:

الہامِ غیبی، شانِ محبوبیت اور کلام مراد ہیں جو سالک کے دل پر بطور تجلی الہامی وارد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سالک مقامِ قرب میں پہنچتا ہے۔ اس سے صفات الٰہی اور قاب قوسین بھی مراد لیتے ہیں۔

ابرار:

اولیاء اللہ کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو تقویٰ و پرہیز گاری، ظاہری عبادات و شریعت پر عامل ہوتا ہے۔ کلام مجید میں وارد ہوا ہے: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (الانفطار ۱۳) بے شک ابرار جنت میں مقیم ہیں۔

ابن الوقت:

اس صوفی کو کہتے ہیں جو وقت کا تابع اور اسی کے مطابق عمل کرے، اسے مغلوب الحال اور صاحب تلوین بھی کہتے ہیں۔

ابو الوقت:

اس سے وہ صوفی مراد ہے جس کا وقت تابع ہو، اس کو صوفی کامل و مکمل اور قطب الاقطاب کہتے ہیں کہ وقت بغیر اس کے ارادہ کے نہیں گزرتا، اسے ابو الحال اور صاحب تمکین بھی کہتے ہیں۔

اتحاد:

اس سے مراد دو کا ایک ہو جانا ہے۔ وجود مطلق کا شہود بھی یہی ہے اور اس طرح کہ تمام موجودات اور افراد عالم حق ہی سے موجود ہیں اور تمام موجودات حق کے ساتھ متحد ہیں اس اعتبار سے کہ ان کا وجود حق سے ہی ہے۔ وہ معدوم بنفسہٖ ہیں مگر اس اعتبار سے نہیں کہ عالم اور افراد کے لئے علیحدہ کوئی وجود فی نفسہٖ مستقل ہے اور حق کے ساتھ متحد ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دوئی اور وجود میں شرک لازم آتا جو نا ممکن ہے۔

بعض کا یہ بھی قول ہے کہ سالک کا حضرتِ حق کی ہستی میں مستغرق ہونا اتحاد ہے۔ یہی درست بھی ہے۔

اتحادیست میانِ من و تو   من و تو نیست میانِ من و تو

میرے تیرے درمیان تو ایسا اتحاد ہے کہ میں اور تو کے درمیان میں اور تو ہی نہیں۔

اتحاد الشریعۃ والحقیقۃ:

شریعت عین حقیقت ہے اس لئے کہ وہ حق تعالیٰ کے حکم سے واجب ہوئی۔ کمال اسمائی و صفاتی کی تفصیل و ترتیب اسی سے ہے۔ حقیقت اس حیثیت سے عین شریعت ہے کہ اس کے لئے معرفت ضروری ہے کیونکہ جب تک اصل سے واقفیت نہ ہو فروعات پر عبور نا ممکن ہے۔ بلکہ ان فروع کی حقیقت و محل نہ پہچاننے سے واقفیت نہ ہو فروعات پر عبور نا ممکن ہے۔ بلکہ ان فروع کی حقیقت و محل

نہ پہچاننے سے غلطی میں پڑ جانے کا اندیشہ اور بعد ازاں اس پر اصرار کی صورت میں گمراہی کے غار میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اتصال:

بندہ اپنی ذات کو حضرت حق کے وجود سے قطع نظر کر کے ایسے متصل دیکھے کہ اپنے وجود کی اضافت بھی حق کے وجود کی طرف نہ کرے جس سے دوئی لازم ہو۔ اس وقت وہ نفس رحمانی اور وجود حقانی کو بغیر انقطاع اپنی طرف دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کا وجود باقی رہتا ہے یا یوں سمجھا جائے کہ تمام اعتبارات کا ذاتِ احدیت میں گم ہو جانا اتصال ہے۔

عارف رومی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را باجانِ ناس

حضرتِ حق کو مخلوق کی جانوں کے ساتھ ایک بے تکیف و بے وہم و گمان اتصال ہے۔

اتصاف:

ذات اور صفاتِ حق سے متصف ہو جانا۔ اس لئے کہ حقیقتاً ذات و صفات حق ہی کے لئے ہیں، بندوں کی ذات و صفات محض اعتباری و مجازی ہیں، ان کا وجود اور صفات حق کے وجود و صفات کا سایہ ہے۔

اس کی چار شکلیں ہیں: اتصال الاعصام، اتصال الشہود، اتصال الوجود، اتصال الانفعال۔

اتہام التوبہ:

اس سے مراد بندہ کو اپنے نفس کا صحبت توبہ کی حالت میں کسی خیال کے ساتھ متہم کرنا ہے۔

اتہام الطاعۃ:

خطرات نفسانی سے توبہ کرنا۔

اثبات الخصوص:

اس سے حق کا اثبات اور ماسوائے حق کی نفی مراد ہے۔

اثبات الحقیقۃ:

اس سے حق کا اثبات اور خلق کا تعین میں اس حیثیت سے مراد ہے کہ حق خلق کے سات منفرد نہیں اور نہ خلق حق کے ساتھ۔ اس کو اثبات خلاصۃ اہل الخلوص بھی کہتے ہیں۔

احد:

تعداد صفات واسماء کی نفی کے اعتبار سے اسم ذات ہے اس کو مرتبہ لاتعین، مرتبہ سلب صفات، ذات خالص، وجود بحت، احدیت صرفہ وغیرہ کہتے ہیں۔

احدیت:

اس سے بغیر اسماء وصفات کے اعتبار ذات اس طرح مراد ہے کہ وہ ذات اسما وصفات سے عاری نہ ہو بلکہ اس مرتبہ میں اسماء وصفات پر نگاہ نہ کی جائے اگرچہ وہ سب ذات میں شامل ہوں۔

احدیت ذاتیہ:

ذات کا اس طرح اعتبار کرنا کہ اس کو کسی چیز کی طرف بالکل نسبت نہ ہو۔ اسی کو مرتبہ ٔلا بہ شرط شے کہتے ہیں۔

احدیت صفاتیہ:

ذات کا اسماء وصفات کی کثرت میں ایک ہونا، اس اعتبار کو واحدیۃ الذات اوار احدیۃ اسمائیہ بھی کہتے ہیں۔

احدیت فعلیہ:

تمام افعال کو حضرت حق کا فعل سمجھنا اور دیکھنا۔

احدیت الجمع:

مرتبہ وحدت، حقیقتِ محمدی ﷺ، ابو الارواح، اسم اعظم اور آدم حقیقی کو کہتے ہیں

احدیت الکثرت:

ایسی ذات واحد جس میں کثرت کا ادراک ہوتا ہے اسی کو کثرت فی الوحدۃ بھی کہتے ہیں نیز حضرت جمع اور واحدیت الجمع بھی اس کے نام ہیں۔

احدیت العین:

خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں دیکھنے کو کہتے ہیں نیز جمع الجمع بھی اس کا ایک نام ہے۔

احسان:

نورِ بصیرت سے حضرت حق کا مشاہدہ کرنا۔ بندہ کا یہ مشاہدہ صفات حضرت حق تعالیٰ کے حجاب کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ صفات حق کے حجاب کے ساتھ دیکھتا ہے نہ کہ حقیقتاً۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

الاحسان ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

یعنی احسان تو یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ یقین کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

مقام احسان پر بندہ تمام اسما و صفات کے آثار دیکھ لیتا ہے اور عبادت میں یہ تصور ہوتا ہے کہ اللہ کے سامنے ہوں اور کم تر درجہ یہ ہے کہ وہ یہ تصور کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کا عملی نام تصوف ہے۔

احوال:

مواہب ربانی کو کہتے ہیں جو بندہ پر حق کی جانب سے کبھی اس کے نیک اعمال کی وجہ سے اور کبھی ازراہ منت و احسان وارد ہوتے ہیں۔

احتساب:

اس سے بندہ کا اپنے نفس سے محاسبہ کرنا مراد ہے نیز عارف کا تعینات کی تفصیل سے یعنی ان میں حقائق کونیہ و شیون الہیہ کی تلاش و جستجو ہے۔

ارشاد ربانی ہے: اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (الإسراء ۱۴) یعنی اپنا لکھا ہوا خود ہی پڑھ لو تم ہی آج اپنا حساب کرنے والے ہو۔

آخر:

اس سے صفات و کمالات و افعال و انفعال کی صورت میں ذات کا ظہور مراد ہے۔

اخلاص:

دل کو تمام خیالات سے پاک و صاف کرنا ہے۔ صدق و اخلاص کے درمیان یہ فرق ہے کہ صدق اصل ہے اور اخلاص اس کی فرع گویا اخلاص صدق کا تابع ہے اور تمام افعال اسی کے لئے انجام دینا ہے۔

اخلاق:

اس سے مراد عبودیت کی تکمیل ہے۔ اس کے دس مرتبے ہیں: صبر، شکر، رضا، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، فتوت، انبساط۔

اخباط:

سکون کو کہتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: وَأَخْبَتُوا إِلَى رَبِّهِمْ (ھود ۲۳) اپنے رب کی جانب سکون حاصل کیا۔

اس کی چار اقسام ہیں:

(۱) اخباط العوام: اس کا مطلب اخلاق ذمیمہ میں نفس کا سکون ہے۔

(۲) اخباط المتوسطین: خطرات وغیرہ سے قلب کا سکون مراد ہے۔

(۳) اخباط الخواص: اس سے مراد ایسی حالت ہے جس میں انسان کے نزدیک تعریف و برائی یکساں ہو اور اسے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہو۔

(۴) اخباط البالغین: سالک کا حق کے مشاہدہ میں مستغرق ہونا مراد ہے۔

اخفیاء:

اصحابِ سِر کو کہتے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اگر وہ موجود ہوتے ہیں تو لوگ ان کو نہیں پہچانتے اور اگر غائب ہوتے ہیں تو ان کو یاد نہیں کرتے۔

ادب:

اس سے مراد عبودیت وبندگی کی نگہداشت ہے۔ اس کی سات اقسام ہیں:

(۱) ادب شریعت: رسوم حق سے واقفیت کا نام ہے۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج ۳۲) یعنی جو اللہ تعالیٰ کا نام لگی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ تقویٰ ہے۔

(۲) ادب خدمت: اپنے آپ کو مبالغہ کے ساتھ رویت حق میں فنا کر دینا۔

(۳) ادب خلق: مخلوق کو بہ شہود حق مشاہدہ کرنا۔

(۴) ادب الصبیان: اس سے مراد اوامر حق تعالیٰ پر قیام ہے۔

(۵) ادب الشیوخ: اس سے مطلب باطن کی ترتیب ہے یعنی ترتیب کی وجہ سے دل میں دوئی کے خیال کی گنجائش بھی نہ رہے۔

(۶) ادب حق: اللہ تبارک وتعالیٰ اور جو کچھ اس کے واسطے ہے اس کا پہچاننا۔

(۷) ادب حقیقت: سالک کا حق کو حق اور خلق کو خلق جاننا اور پہچاننا کہ خلق کو اپنی خلقیت میں حق سے کیا تعلق ہے۔

ادیب:

اس سے مراد عارف ربانی ہے۔

ادراک:

اس کے معنی پانے کے ہیں،یعنی ذات کی یافت ہونا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

العجز عن درک الادراک ادراک۔

یعنی ادراک کے ادراک سے عاجزی کا نام ہی ادراک ہے۔

اس کی دو اقسام ہیں:

(ا) ادراک بسیط: وجود حق کا ادراک حق کے ادراک کے موافق ہو۔ کیوں کہ جس چیز کا ادراک کیا جائے گا وہ سب سے پہلے ہستی حق کی مدرک ہوگی۔ اگرچہ مدرک اس ادراک سے غائب اور بوجہ غایت ظہور کے پوشیدہ کیوں نہ ہو یعنی سبحانہ و تعالیٰ کے وجود سے باوجود ادراک کے غافل ہو جانا۔ یہ ادراک ہر شخص کو حاصل ہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص اور ہر چیز کے درمیان حائل ہے مگر ظہور کی شدت نے اس پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

ہر کس نشناسندۂ راز ست و گرنہ　　　　اینہا ہمہ راز ست کہ معلوم عوام ست

ہر شخص رازوں کا شناسا نہیں ہے ورنہ یہ تمام راز تو ایسے ہیں جو عوام خوب جانتے ہیں۔

(۲) ادراک مرکب: وجودِ حق کا شہود کے ساتھ ادراک کرنا۔

اسی لئے ادا میں ایک خاص کشش ہے کیونکہ یہ حقیقت کے حسن و عشق دونوں پہلوؤں کی جامع ہے۔ حسن کی اس لئے کہ معشوق حقیقی کنز مخفی تھا یعنی تمام اسما وصفات کنزیت ذات میں باعتدال موجود تھے۔ اسی اعتدال کا نام حسن ہے جو فطرۃً گمنامی و معدومیت میں رہ ہی نہیں سکتا۔ یعنی اللہ جمیل کا مقتضٰی ہی یہی ہے کہ یحب الجمال ہو یعنی وہ حسن ک پسند کرتا ہو۔

نکورو،تابِ مستوری ندارد　　　　چو دربندی سرازروزن برآرد

حسین و جمیل چہرہ پوشیدگی کی تاب نہیں لاتا اگر تم اسے پوشیدہ رکھوگے تو وہ ادھر ادھر روشندان سے اک جھانک کرے گا۔

یحب الجمال یہی عشق ہے تو حسن بالذات مقتضی ظہور عشق ہے اور عشق بالذات طالب حسن و اعتدال۔ اسماء وصفات بے نہایت میں جو ذات مجہول الکیفیت میں شامل ہیں۔ اعتدال کا حسن یہی عرفان ہے۔اس لئے شاہد حقیقی نے عرفان سے محبت کی جو فاحببت ان اعرف سے ظاہر ہے۔

ارادہ:

دل کا بطِیب نفس روح کی غذا چاہنا یا نفس سے اس کی مرادوں کا قطع کرنا اوامر حق پر متوجہ ہونا اور اسی پر راضی رہنا۔ ارادہ آتش محبت کی ایک چنگاری ہے طالب کے دل میں جو معشوق حقیقی کی خواہش کی اجابت کے لئے ہے۔اس کا حکم اس کے ارادہ کے تابع ہے اور ارادہ حب ظہور کا ہے۔

ارادۂ کلی:

اس سے مراد وجود عالم ہے جس کو ارادہ کلیہ بھی کہتے ہیں۔

ارکان:

چار عناصر مراد ہیں۔ آب، آتش، خاک، باد۔

ارکان کمال:

اس سے معرفت حق مراد ہے۔اس پر عمل اور معرفت، باطل سے اجتناب ہے۔

ازل:

جس کی ابتدا نہیں۔ اس کا اطلاق دو جگہوں پر ہے۔ پہلا مرتبہ بلا صفات میں جس کو لا تعین اور احدیت اور مرتبہ ذات اور واجب الوجود کہتے ہیں جو خود بخود موجود ہے۔ اور اپنی موجودیت میں کسی کا محتاج نہ تھا، اور نہ ہو گا، نہ اس کے وجود کے لئے ابتدا ہے۔ دوسرے تعین ثانی میں اطلاق کرتے ہیں جس میں تفصیل صفات اور حقائق الٰہی اور حقائق کونی اور اعیان اور حقائق اشیاء ثابت ہیں۔ اس کو ازل ممکنات بھی کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حق نے اس معاملہ کو ازل میں مقرر فرمایا یعنی حق تعالیٰ نے حقائق اشیاء کو ازل میں مقرر فرمایا، اس کو علم الٰہی اور تقدیر الٰہی بھی کہتے ہیں۔

ازل الآزال:

ذات بحت اور خالص مرتبہ ذات بلا صفات کو کہتے ہیں۔

آزاد:

وہ شخص ہے جو علم و فضل و کمال کے باوجود بشری قیود اور جسمانی تعریفات سے چھٹکارا پالے اور دل کو لباس آراستگی و اسباب دنیوی سے اٹھا دے۔ خلق سے در گذر کرے اور ہمہ وقت جلال و جمال کی جانب متوجہ ہو۔ کسی آرزو کے بر آنے کی امید اسے اپنی طرف نہ کھینچے، تکلیف و آرام سے اس میں کوئی تغیر نہ پیدا ہو۔ سونا مٹی اس کی نظر میں ایک سا ہو۔

استقامت:

یہ تقریب اسرار کا ذریعہ ہے۔ استقامت، مقبولیت کی دلیل اور بڑی کرامت ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں:

براہل استقامت فیض نازل می شود مظہر
نمیدانی تجلی گرد کوہ طور می گردد

مظہر استقامت والو پر نزولِ فیض ہوتا ہے، تمہیں نہیں معلوم کہ تجلی الٰہی کوہ طور کے گرد چکری لگاتی ہے۔

اسلام:

یہ تسلیم و رضا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کی مکمل پیروی کرنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اسلام شرعی (نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ، شریعت مکرمہ کے احکام بجالانا) اور اسلام طریقی (ریاضات شاقہ، کسب، نفس کشی ذکر و شغل اور مراقبہ وغیرہ کرنا)۔ بعضوں نے مزید دو قسمیں کی ہیں۔ اسلام مجازی (ممکن اور واجب کو غیر جاننا) اور اسلام حقیقی (ممکن کو واجب سے غیر نہ جاننا)۔

استحضار:

حاضر آنا اور حضور میں لانا۔ اصطلاحاً اتنی قدرت ہو جانا کہ جس وقت جس خیال یا معرفت یا حال کو چاہے اپنے اوپر وارد اور حاضر کرلے۔

اسم:

اس سے صفت وجودیت کے اعتبار سے مسمیٰ مراد ہے جیسے علیم و قدیر یا صفت عدمیت کے اعتبار سے جیسے قدوس، سلام وغیرہ۔

اسماء ذاتیہ:

ان اسماء کو کہتے ہیں جن کا وجود غیر پر موقوف نہ ہو اگرچہ بعض اسماء ذاتیہ تعقل غیر پر موقوف ہیں جیسے علیم ہے۔ ان اسماء کا نام اسماء اول، مفاتیح الغیب اور ائمۃ الاسماء رکھا جاتا ہے۔ بعض عارفین نے اللہ، احد، واحد، فرد، وتر، صمد، قدّ ّوس، حیّ، نور، اور حق کو اسماء و صفات ذاتیہ میں سے شمار کیا ہے۔ نیز کبیر، متعال، عزیز، عظیم، جلیل، قہّار، قادر، مقتدر، ماجد، جبّار، متکبّر، قابض، مذلّ، رقیب، واسع، شہید، قویّ، متین، ممیت، معید، منتقم، ذوالجلال والاکرام، دیّان، معذّب، مفضّل، المجید الّذی لم یکن لہ کفواً احد، قانع، وارث، ذوالبطش، ذوالحول الشّدید، قاہر، غیّور اور شدید العقاب کو اسماء وصفات جلالیہ میں قرار دیا ہے۔ اور رحمٰن، ملک، ربّ، مہیمن، خالق، سمیع، بصیر، حکم، عدل، حکیم، ولی، قیّوم، مقدّم، مؤخّر، اول، آخر، ظاہر، باطن، والی، متعال، مالک الملک، مقسط، جامع، غنی، الذی لیس کمثلہ شئ، محیط، سلطان، معید، اور متکلّم کو اسماء وصفات متشرکہ میں قرار دیا ہے جن کو اسماء کمالیہ بھی کہتے ہیں۔ علیم، رحیم، سلام، مؤمن، باری، مصوّر، غفّار، وہّاب، رزّاق، فتّاح، باسط، رافع، لطیف، خبیر، معزّ، حفیظ، مقیط، حسیب، جمیل، حلیم، کریم، وکیل، حمید، مبدئ، محیی، واجد، مجیب، کفیل، حنّان، منّان، دائم، باقی، منعم، عفوّ، غفور، رؤف، مغنی، معطی، نافع، ہادی، بدیع، رشید، قریب، کامل، لم یلد ولم یولد، کافی، جوّاد، ذوالطّول، شافی اور معافی کو اسماء وصفاتِ جمالیہ میں سے شمار کیا ہے۔

اسم اعظم:

اسم اعظم لفظ مبارک اللہ ہے جو تمام اسماء و صفات کا جامع ہے اور وہ اسمِ ذات ہے۔ بعض حضرات صوفیہ و محققین نے رحمٰن، رحیم، صمد، حیّ، قیّوم، مہیمن اور ھو کو اسم اعظم فرمایا ہے۔

اسرار الظاہرہ:

ان اسرار کو کہتے ہیں جن کے قلب میں ورود کرنے سے دنیا کی محبت اور طلب نہیں رہتی۔

اسراف:

طالب حق کو اس قدر فیض دینا جو اس سے کسی صورت سنبھالے نہ سنبھلے۔

استحذاء:

مکمل قرب و نزدیکی کو کہتے ہیں۔

استہلاک:

اس سے مراد مکمل فنا ہے۔

تو میں اتنا مٹے کہ تو نہ رہے　　　تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ٨٨)** ارشاد ربانی کہ روئے زمین کی ہر چیز اس کے علاوہ فنا ہونے والی ہے سے مراد اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سب کے سب میری ذات میں مکمل طور پر مستہلک اور مٹ جاؤ۔ استہلاک الکثرۃ فی الوحدۃ عالم اور وجود حق سب ایک وجود سے موجود ہے اور سب اس میں فنا ہو جائیں گے۔

استہلاک الوحدۃ فی الکثرۃ:

اس سے مراد وجود ہے جو ہر ذرہ میں ظاہر ہوا۔

انی انا اللہ لا الہ الا انا۔ یعنی میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور ذرہ ذرہ انا ولا غیری "میں ہی ہوں میرے علاوہ دوسرا نہیں" کا دم مار رہا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ہر ذرہ چو خورشیدے گویاے انا الحق ست

ہر خوشہ چو منصورے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آویختہ بر دارے

یعنی ہر ذرہ آفتاب کی طرح انا الحق کا گویا اور ہر خوشہ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح دار پر چڑھا ہے۔

آشنائی:

رب تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ کلی و جزوی طور پر تعلق۔

اشراق:

دل کا نور محبت سے معمور اور منور ہو جانا ہے۔ یہ تجلی جبی کے لوازم میں سے ہے۔

اشفاق:

اس سے مراد خوف اور رحم ہے۔

اشفاق العامہ: گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں۔

اشفاق المرید: اپنے دل کو خطرات سے پاک صاف رکھنے سے مراد ہے۔

اصفیاء:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے باطن کو دنیاوی آلودگیوں سے پاک صاف اور اپنے دل کو حضرت حق کی طرف رجوع میں مصروف رکھتے ہیں۔

اصحاب طیران:

یہ وہ حضرات ہیں جو فضامیں پرواز کرتے ہیں۔ان کا جسم مثالی پاک وصاف اور جسم عنصری ہوا کے مانند لطیف ہوتا ہے۔

اصطلام:

اس سے محبت و شیفتگی اور وہ فریفتگی مراد ہے جو سالک کے قلب پر غالب ہوتی ہے۔

اصل الاصول:

وحدت سے مراد ہے جو اصل ہے اسی کو اصل حقائق بھی کہتے ہیں۔

اصول اسماء الٰہیہ:

امہات اسماء سے مراد ہیں جو حی، علیم، مرید، قدیر، سمیع، بصیر اور کلیم ہیں۔ان کو ائمۃ سبعہ (سات امام) بھی کہتے ہیں۔

اصل الزمان:

اس سے وقت مراد ہے جو ماضی و مستقبل کے درمیان ہے۔ اسی کو نقد حال بھی کہا جاتا ہے۔اس کی گرفت و یافت نا ممکن ہے کیونکہ جب اس کا ادراک کرنا چاہتے ہیں تو فوراً ہی وہ ماضی ہو جاتا ہے۔

اصابع:

اس سے مراد علم اور قدرت ہے۔حدیث شریف ہے کہ:

قلب المؤمن بین الصبعین من اصابع الرحمٰن۔

ترجمہ: مؤمن کا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

اضافت:

بندہ اور رب کے درمیان دو طرح کی اضافت اور نسب ہے۔ ایک حقیقی عینی جس میں بندہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عینِ رب ہے۔ اسی میں مجاز کا قطعی دخل نہیں دوسری اضافت اور اعتباری نسبت یہ ہے کہ تعین اور اطلاق کے اعتبار سے بندہ رب کا غیر ہے۔ جیسے موج اور دریا، بیج اور پیڑ، پھول اور خوشبو، سورج اور روشنی، شخص اور عکس، حرف اور سیاہی، لفظ اور معنی وغیرہ یہ دونوں بندہ اور رب میں موجود ہیں اسی وجہ سے حضرات صوفیہ ہمہ اوست کہتے ہیں کیونکہ ایک وجود کے سوا دوسرا موجود نہیں، تمام اشیاء کا وجود، اضافت اور نسبت صرف ایک ہی وجود حقیقی سے ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جائے۔

ہے اصل وجود ایک باقی فانی — اشکال کا ہے نام وجود ثانی
پانے سے بخار، ابر، بوندیں پھر برف — گھل جائے جو برف پھر ہے پانی پانی

اعراف:

لغت میں کھجور کے درخت، ریت کے بلند ٹیلے اور جنت و دوزخ کے درمیان مقام کو کہتے ہیں۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اعراف جنت و دوزخ کے درمیان ایک بلند دیوار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام ہے جس میں ان لوگوں کا قیام ہے جو معرفت الٰہی میں بلند ترین مقامات پر فائز ہیں۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں وہ مطلع جو شہود حق کے مقامات ہیں۔ روح انسانی جب تک عالم مثال اور عالم برزخ میں رہتی ہے عالم ناسوت کی طرف توجہ کرتی ہے لیکن جب اعراف میں پہنچتی ہے تو اس عالم سے تعلق ختم کر لیتی ہے۔

اعتبار:

جس کو خداوند تعالیٰ نے مقرر و متعین فرمایا ہو۔ اس کا اطلاق تجلیات و تعینات پر ہوتا ہے۔ ان کو اعتبارات بھی کہتے ہیں۔

اعتبارات اربعہ:

وجود، علم، نور اور شہود سے مراد ہیں۔

اعتکاف:

دل کو دنیا اور اس کے جھمیلوں سے فارغ کر کے حضرت حق تبارک و تعالیٰ کے ساتھ یکسو رکھنا ہے۔ بعض اعتکاف وعکوف کو اقامت بھی کہتے ہیں۔

اعتصام:

اس سے مراد اطاعت و فرمانبرداری کی حفاظت اور اس پر ہمہ تن وقت نگاہ رکھنا ہے۔

اعلیٰ مراتب التوحید:

اس کا مطلب حقیقۃ الجمع ہے۔ یہیں سالک راہ اجمال کو تفصیل اور تفصیل کو اجمال میں اس طرح ملاحظہ کرتا ہے کہ کل مراتب خلقیہ اور حقیقیہ ہیں۔

اعلیٰ مراتب التجرید:

تجرید ذاتی ہے جو تعینات میں ظاہر ہوئے۔

اعلیٰ التجلیات:

اس سے مراد تجلی ذاتی ہے۔

اعلیٰ المقامات:

اتحاد و یگانگی کا مقام ہے۔

اعلیٰ مقامات التقویٰ:

سالک اس مقام پر ظاہری طور پر شریعت سے اور باطنی طور پر طریقت سے پیراستہ ہوتا ہے۔ یہی امام کمالیہ کا مقام ہے جو علمی جہتوں کا جامع ہے۔ اس مقام سے سالک جو کرتا ہے وہ حق کے ارادہ سے کرتا ہے۔ اس کا ارادہ اور مرضی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اس حدیث قدسی کا آئینہ بن جاتا ہے: لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعاً الخ۔ یعنی جب میں اپنے بندہ کو اس کے نوافل امور کی ادائیگی کی بناپر اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں ہی اس کے ہاتھ پیر، کان بن جاتا ہوں اور اس کا ہر فعل میرا فعل بن جاتا ہے۔

اغیار:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق سے پردہ اور غیریت میں گرفتار ہیں، کلام پاک میں ان کے سلسلہ میں آیا ہے:

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان: ۴۴)

ترجمہ: وہ سب جانوروں کے مثل بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اگرچہ وہ بھی وجود کے احاطہ سے باہر نہیں مگر اپنی کلیت سے غفلت اور جزئیت میں گرفتاری کی وجہ سے وحدت سے دور اور غیریت میں ہیں۔

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

تعین ہر یکے را کرد محبوس　　ز جزوئیت بہ کلی گشتہ مایوس

یہی یاس وناامیدی غیریت کا سبب ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف ۸۷)

اللہ کی رحمت سے مایوس کافر ہی ہوتے ہیں۔

یعنی وہ لوگ جو حق سے حجاب میں ہیں، اسی یاد کو دور کر کے خوف و امید کے بیچ رہنا ایمان کی نشانی ہے۔

الایمان بین الخوف والرجاء۔

ایمان خوف اور امید کے درمیان (کی چیز) ہے۔

آفاق:

خارج کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد دنیا ہے۔

آفتاب:

روح کی تجلی کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر کسب سے پہلے اور بعد میں وارد ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے روح مراد ہے کیونکہ وہ جسم میں آفتاب کے مثل اور نفس ماہتاب کے مثل ہے۔

افتادگی:

باطنی حالت کا اظہار ہے۔

افراد:

یہ اقطاب کی طرح اولیاء کاملین ہیں لیکن قطب کے دائرہ میں نہ داخل ہیں اور نہ قطب کا ان پر تصرف ہے۔

افق:

اس سے مراد وہ انتہا ہے جہاں مقربین کا سلوک پورا ہوتا ہے اسی کو معراج و معارج بھی کہتے ہیں۔

افق اعلیٰ:

روح کے مقام کی انتہاء اور مرتبہ واحدیت مراد ہے۔

افق العُلیٰ:

اس سے مراد الوہیت ہے جسے حضرت المعانی اور تعین ثانی اس بنا پر کہتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس سے حضرت حق تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں جیسے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا کرنا ہے۔اسی وجہ سے اس کا نام حضرت ظہور التجلی بصورۃ الحق ہے۔

افق مبین:

مقام قلب کی نہایت کو کہتے ہیں۔

افول:

اس سے مراد امکان ہے۔

اقامت:

غلبہ عشق مراد ہے۔

اقصیٰ مراتب الظہور:

صورت بدن انسانی کو کہتے ہیں۔

اکبر القربات:

ذکر الٰہی کو کہتے ہیں۔

وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت ۴۵)

اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

الوہیت والٰہیت:

اس لفظ کو تفصیل صفات کے مقام میں خدائی و خداوندی سے اطلاق کرتے ہیں۔ یعنی وہ مقام جس میں رب اور مربوب کو اعتبار کرتے ہیں۔

التجا:

حق کو مضبوطی سے پکڑنا مراد ہے یعنی اس سے اطاعت کی محافظت اور رضاء الٰہی کی توفیق طلب کرنا۔

الہام:

سالک کے دل پر کسی چیز کا صفائی قلب کے بعد یقین کامل کے ساتھ وارد ہونا ہے۔ قلب کی یہ صفائی خواہ ذکر و عبادت ریاضت سے ہو یا صرف حضرت حق کی عنایت سے۔ شروع میں بغیر کسب کے سالک کے دل پر الہام ہوتا ہے اور آخر میں بغیر کسی واسطہ کے حق سے گفتگو کرتا ہے۔

جد محترم لسان الحق حضرت شاہ تراب علی قلندر سرہ السامی فرماتے ہیں:

مجھے یار سے اب یہی گفتگو ہے　　　　جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے

القاء:

عالم غیب سے علم غیب کا سالک عارف کے دل پر وارد ہونے کو کہتے ہیں۔

الآن:

اس سے مراد وہ وقت ہے جس میں ہم اس وقت ہیں یہ ایک غیر متمکن حالت ہے۔

ام الکتاب:

عقل اوّل اور مقام وحدت یعنی حقیقتِ محمدی ﷺ مراد ہے۔بعضوں نے مرتبہ احدیت مراد لیا ہے۔

امانت:

اس سے مراد عشق الٰہی اور اسرار حق تعالیٰ ہیں۔ بعض نے انانیت حقیقی مراد لی ہے۔اناء مطلق صرف انسان میں اس کی استعداد کی بناپر ودیعت کی گئی ہے۔ دوسری مخلوق میں یہ نہیں ہے۔ انسان انانیت کے ظہور میں اپنی خودی اور نفس کی صفات کی وجہ سے حق کی ادائیگی سے قاصر اور ناواقف رہ جاتا ہے۔

کلام مجید میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب:۷۲)

یعنی ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ انسان نے اس کو اٹھالیا بے شک یہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔

اسی وجہ سے خودی اہل اللہ کے نزدیک کفر ہے۔اس امانت کا مقام قلب ہے۔

لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔

زمین و آسمان میں میری سمائی نہیں مگر میرے مؤمن بندہ کے دل میں میری جگہ ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پر تو حسنت نہ گنجد درزمین وآسمان

در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ

یعنی ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا دل ہی ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

امام مبین:

اس سے کتاب اللہ اور بعضوں کے نزدیک انسان کامل مراد ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (سورۃ یٰس:۱۲)

ہم نے ایک کھلی کتاب میں ہر چیز رکھ لی ہے۔

اُمناء:

فرقہ ملامتیہ مراد ہیں جو اپنی باطنی حالت میں کامل اور ظاہر سے بے پرواہ اور مخلوق کی ملامتوں سے بے خوف ہوتے ہیں۔

امور کلی:

وہ معاملات جو عقلی طور پر موجود اور خارجی و ظاہری طور پر معدوم ہوں۔

امام المتقین:

وہ ہے جسے حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے امر و نہی اور قضاو قدر کے جھمیلوں سے محفوظ رکھا اور بغیر حکم رب اس سے کوئی فعل صادر ہی نہیں ہوتا۔

امر:

اس سے مراد وہ عالم جو بے مادہ و مدت (زمان و مکان) کے موجود ہے۔ تمام عقلیں اور نفوس اسی عالم سے ہیں۔ اس کو عالم ملکوت اور عالم غیب بھی کہا جاتا ہے۔

امیر:

ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ہر لمحہ ہر پل صرف یادِ حق سے سروکار ہو۔

نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ مجھے، کام اپنے ہی کام سے
تری فکر سے تری یاد سے ترے ذکر سے ترے نام سے

انتباہ:

اس سے مراد سالک کے دل سے غفلت کا یک قلم دور ہو جانا۔

آن:

اس سے مطلب وقت اور بعض کے نزدیک ادا ہے۔

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

آں کہ می گویند آں بہتر ز حُسن   یار ما این دارد و آں نیز ہم

یعنی لوگ یہ کہتے ہیں کہ محبوب کی آن حسن سے بہتر ہے لیکن میرے محبوب میں تو آن اور حسن دونوں ہی ہیں۔

معشوق وہ نہیں جس کے صرف زلف و کمر ہو۔ تو تو اس کے چہرہ کا غلام بن جا جس میں کوئی آن ہو۔

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو   کیا وہ معشوق جس میں شان نہ ہو

انانیت:

حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور تمام تعینات سے چھٹکارا پانا۔

اندماج:

کسی چیز کی ماہیت میں یا کسی شے میں محو ہو کر ایک ہو جانا۔

اندراج:

بغیر حلول واتحاد کے ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہو جانا۔

انزدا:

اپنے دل سے تمام اسباب اور دنیاوی تعلق کو نکال دینا اور حق کے علاوہ مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہونا اور دل سے دنیاو عقبیٰ کو محو کر دیناہے۔

انزعاج:

وعظ ونصیحت یا سماع کی تاثیر کے ذریعہ قلب کی حضرت حق کی طرف حرکت مراد ہے۔

انفس:

اس کو عالم صغیر بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں تمام مراتب شامل ہیں اور وہ اس طرح کہ چار اخلاط یعنی صفرا، سودا، بلغم، خون، چار عنصر کے ہیں، بارہ سوراخ یعنی دونوں کان، دونوں آنکھیں، ناک کے نتھنے، دونوں پستان، فرج، دبر، ناف، منہ یہ آسمان کے بارہ بُرج کے نمونہ ہیں۔ مزید بر آں مغز، ہڈی، اعصاب، گوشت، کھال، بال، ناخن، یہ آسمان کے ستاروں جیسے اور دماغ، جگر تلی، پھیپھڑا دونوں گُردے، دونوں خصیے، دونوں ہاتھ، دونوں پیر، اور پیٹ سیاروں کے مثل دل آفتاب کی طرح، انسان

کی حرکت ستاروں اور افلاک کے چکر جیسی ، چلنا ٹھہرنا اور واپسی ستاروں اور افلاک جیسی۔ اس کی عزت و بلندی سورج کے شرف و عظمت جیسی۔ اس کا عکس مثل ہبوط (اوندھا) کے اور سرعت و تیزی چاند جیسی، عطارد جیسی کتابت، زہرہ جیسا مطرب، مشتری جیسا قاضی۔

انسان کا جسم زمین جیسا، ہڈیاں پہاڑ جیسی، پیٹ سمندر جیسا، رگیں نہروں جیسی اس کا مغز کان جیسا، آگے بڑھنا مشرق کی طرح، پیچھے لوٹنا مغرب کی طرح، دائیں اور بائیں شمال و جنوب کے مثل۔ سانسیں ہواؤں جیسی، آواز بجلی کی کڑک کی طرح، ہنسی بجلیوں جیسی، رونا بارش جیسا، غم تاریکی جیسا، خوشی روشنی جیسی، سونا موت کے مثل، جاگنا زندگی کی طرح، بچپن ربیع کے مثل، جوانی گرمی کی طرح، ادھیڑ عمری خریف جیسی، بڑھاپا جاڑے جیسا اور نشو و نما پیڑ پودوں و نباتات کے مثل ہیں۔ اسی طرح تمام حیوانات کے خواص ہیں جیسے قہر اور غلبہ درندوں کا، خوشامد کتے اور بلی کی، مکڑی کا حیلہ، شیر کی بہادری و جواں مردی، خرگوش کی بزدلی و نامردی، کبوتر و فاختہ کا انس و محبت، مرغی کی سخاوت، لومڑی کا مکر، بھیڑ کی سلامت روی، اور ہاتھی کی عزت و سرفرازی وغیرہ ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی میں وہم حضرت عزرائیل کا مقام، ہمت حضرت میکائیل کا مقام، عقل حضرت جبرئیل کا مقام، قلب حضرت اسرافیل کا مقام اور فکر باقی تمام فرشتوں کا مقام ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اتزعم انک جرم صغیر   وفیک انطوی عالم کبیر

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ایک حقیر ذرہ ہو حالانکہ تمہاری ذات میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے۔

انفاس صادقہ:

ایسی خالص نیت جو ریا و غیرت سے بالکل پاک ہو۔

انسان کامل:

وہ ذات جو تمام اسماء وصفات الٰہی اور کل عالم کونی کلی وجزوی کی جامع ہو۔

انسان حیوانی:

وہ انسان ہے جس میں حیوانیت غالب اور روحانیت مغلوب ہوتی ہے، اس کی عقل کا نور جس کی ظلمت سے بجھ جاتا ہے۔

اُنس:

حضرت حق تعالیٰ کے مشاہدہ اور جمال کا دل میں اثر کرنا مراد ہے۔ اسی کو جمال الجلال بھی کہتے ہیں۔

آنس:

حق سے مکمل طور پر راضی وخوش ہو جانے والا مراد ہے۔ وہ کسی چیز سے وحشت نہیں کرتا بلکہ ہر چیز کو حضرت حق کا مظہر جان کر اس سے انس حاصل کرتا ہے۔

انا:

یہ وجود حق سے عبارت ہے کہ ذات حق اپنے آپ کو اس سے تعبیر کرتی ہے وہ خواہ آزاد ہو یا قید۔ بعض کے نزدیک ذاتِ مطلقہ سے عبارت ہے لہٰذا ہر مظہر کی انا وجود مطلق کی انا ہے۔

زمہرش سینہا جولانگہ برق — دل ہر ذرہ در جوش انا الشرق

اس کی محبت سے تمام سینے برق کی جولانگاہ ہیں اور جوش میں ہر ذرہ "میں آفتاب ہوں" کا نعرہ مار رہا ہے۔

انگشت:

اس سے مراد صفت احاطہ ہے۔

انجمن:

عالم کثرت مراد ہے۔

انعدام:

معدوم ہو جانا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عدم حقیقی دوسرا عدم اضافی۔ عدم حقیقی وجود حق تعالیٰ کی ضد ہے۔ شریک باری کو عدم حقیقی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وجود محال ہے اگر وجود محال نہ ہو تو عدم عدم نہ رہے گا۔ اس عدم کو عدم ملفوظی بھی کہا جاتا ہے۔ ع-د-م کے علاوہ خارج میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دوسرا عدم اضافی ہے یہ دراصل عدم نہیں ہے بلکہ وجود ہے یعنی ممکنات عدم اضافی ہیں کیونکہ وہ خود سے وجود نہیں رکھتے بلکہ وجود مطلق سے ان کا وجود ہے۔ یعنی وجود مطلق کی نسبت اور اضافت ممکنات کو پہنچے۔ وجود مطلق کے علاوہ سب عدم مطلق ہے۔

اول:

اس سے مراد مرتبہ ذات ہے جس میں تمام صفات شامل ہیں اور یہ ایک دوسرے سے ممتاز و الگ نہیں۔

اوباش:

اصطلاحاً ایسے شخص کو کہتے ہیں جو حضرت حق تعالیٰ کے علاوہ کسی بات، کسی شے، اور کسی شخص کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

اوتاد:

یہ چار اولیاء اللہ ہیں جو زمین میں چاروں سمت میں مقرر ہیں۔ ان سمتوں کی حفاظت اور دیکھ بھال ان سے ہی متعلق ہے ایک کا نام عبد الحیی جو مشرق میں مقرر ہے۔ دوسرے کا نام عبد الحلیم جو مغرب میں مقرر ہے، تیسرے کا نام عبد القادر جو جنوب میں مقرر ہے اور چوتھے کا نام عبد المجید ہے جو شمال میں مقرر ہے۔

آہ:

عشق کے کمال اور درد واندوہ کی علامت ہے جس کے بیان سے زبان عاجز ہو۔

اہل تجرید:

وہ لوگ ہیں جو نفسانی خواہشات و لذتوں سے بالکل پاک ہوں۔

اہل ذوق:

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے احساس وذوق کی بنا پر تجلیات الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الفتح: ۲۹)

ان کے چہروں پر سجدوں کی علامتیں ہیں۔

ایمان:

یہ اسماء جمالیہ کے مقتضیات میں سے ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں: تقلیدی اور تحقیقی۔ ایمان تقلیدی عام مؤمنین کو حاصل ہے جو ایک دوسرے کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں، انہیں یہ نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ کون ہے۔ کہاں ہے، کیسا ہے۔ یہ شرعی احکام اور اوامر و نواہی کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ یہ ایمان جائز ہے اور جنت میں ان کے جانے کا سبب اور ذریعہ ہے۔ ایمان تحقیقی اولیاء اللہ اور کاملین کو حاصل ہے کہ تمام عالم نیست و نابود، عدم بالذات اور محض اعتبار ہے اور ذات باری موجود بالذات اور ہست ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب حق کی وحدانیت کی بے شک و شبہ مکمل تصدیق ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب عین وحدت و یکرنگی ہو اور حق کی بقاو موجودیت محقق ہو۔

ایجاد:

اعیان ثابتہ اور عالم میں وجود حقیقی کا ظہور اس سے مراد ہے۔

اینیت:

مرتبہ ذاتیہ کی حیثیت سے وجود عینی کی تحقیق اینیت کہلاتی ہے۔

ایاز:

مجازی معشوق مراد ہے۔

ایقان:

عارف صوفی کے لئے یہ ایک مقام ہے۔ اس کے لئے اس سے بلند کوئی مرتبہ نہیں کہ وہ یہ یقین کرے کہ حق کی ذات ہر چیز میں ہے اور اس میں محویت و فنائیت حاصل کرے۔

آیۃ قدسی:

اس سے مراد عشق ہے۔

ایثار:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہو وہ سب بخش دے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اس کی اپنی ملک وملکیت کوئی چیز نہ ہو۔

ب

باء سے تعین اوّل کی طرف اشارہ ہے اور باء کے نقطہ سے ذات بحت وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے۔

باب الابواب:

طالب صادق کا سلوک میں تمام گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ اس لئے توبہ ان دروازوں میں سے پہلا دروازہ ہے جن سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے اور دروازے مخلوق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں (یعنی بے شمار ہیں) لیکن تین خاص طریقے ہیں پہلا اخیار کا جو کثرت سے نماز روزہ، تلاوت کلام مجید، حج اور زکوۃ کے اعمال سے ایک عرصہ میں واصل بحق ہوئے ہیں۔ دوسرا طریقہ ابرار کا ہے۔ یہ مجاہدہ و ریاضت والے ہیں یہ بھی عرصہ بعد حضرت حق تعالیٰ سے واصل ہو جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، قلندریہ، شطاریہ وغیرہ سلاسل کا ہے۔ یہ ریاضت میں مشغول ہوتے ہیں اور خلائق سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کا کلام درد، اشتیاق، شوق اور ذکر و فکر کے علاوہ کچھ نہیں یہ تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح میں مشغول ہوتے اور کشف و کرامات کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ موتوا قبل انت موتوا (مر جاؤ

اس سے پہلے کہ مر جاؤ) میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور جلد واصل بحق ہو جاتے ہیں یہ طریقہ دونوں طریقوں سے زائد قریب ہے۔ اس کے دس اصول ہیں: پہلا توبہ ہے یعنی طالب کا ہر مطلوب سے جو ماسوی اللہ ہے باہر آنا ہے جیسے موت کے وقت ہوتا ہے۔ دوسرا زہد یعنی دنیا و مافیہا کو موت کے وقت ترک کرنا ہے۔ تیسرا توکل یعنی ظاہری اسباب موت کے وقت چھوڑنا ہے۔ چوتھا قناعت یعنی شہوتوں اور نفسانی خواہشات کا ترک۔ پانچواں عزلت یعنی مخلوق سے علیحدگی۔ چھٹا توجہ الی اللہ یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی اور کامل توجہ رکھنا اور اعراض ماسوی اللہ یعنی دل کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ (مخلوق) سے بالکل لاتعلق ہو جانا، ساتواں صبر ہے یعنی نفسانی خواہشات مجاہدہ و ریاضت سے چھوڑنا، آٹھواں ذکر یعنی غیر اللہ کا ذکر مکمل طور پر چھوڑ دینا، نواں مراقبہ یعنی اپنی طاقت و قوت کو چھوڑ کر حق میں اپنے آپ کو فنا کر دینا، دسواں رضا یعنی نفس کی رضا و خواہش کو چھوڑ کر خود کو حق کے سپرد کر دینا۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عمر کو عزیز جانے اور ان اصولوں پر عمل کرے معشوق حقیقی کے وصال کی اصلی لیاقت و استعداد حاصل کرے۔

بادِ یمانی:

اس سے مراد نفس رحمانی ہے۔

بادِ صبا:

ان نفحات رحمانیہ کو کہتے ہیں جو مرشد برحق کی مشرق روحانیت سے سالک کے قلب کی فضا پر آتے ہیں اور اسے مست و بیخود کر دیتے ہیں۔

بادہ:

حقیقی مستی کو کہتے ہیں نیز جذبہ محبت و عشق الٰہی بھی مراد ہے جو عالم غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے اور اس کو مست و تیز کر دیتا ہے۔

حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

نخستین بادہ کاندر جام کردند   ز چشمِ مست ساقی وام کردند

انہوں نے ابھی پہلا ہی جام بھرا تھا کہ ساقی کی مست نگاہی نے ہی مدہوش کر دیا۔

بادہ فروش:

مرشد بر حق، پیر، شیخ طریقت مراد ہیں۔ کیوں کہ ناقصوں کی تکمیل کے واسطے پیر کامل ضروری ہے۔

باران:

رحمتِ الٰہی کی بارش مراد ہے۔

بارقہ:

اس نور کی چمک کو کہتے ہیں جو سلوک میں سالک کو دکھائی دیتا ہے اور آن واحد میں غائب ہو جاتا ہے۔

بازو:

سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے کسی سبب کا پیدا ہونا یا ایسے کسی فعل کا سرزد ہونا جس سے مسبب کی صفت پتہ چلے۔

بازی:

اس سے مراد خالص توبہ اور جذبۂ حقانی ہے جس کی وجہ سے سالک کا دل متغیر نہیں ہوتا اور وہ حق کی طلب اور یافت میں مضبوط اور سرگرم رہتا ہے۔

بازگشت:

اس کا مطلب رجوع کرنا اور پھرنا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ تھوڑے ذکر کے بعد تین یا پانچ بار دل لگا کر مناجات کرے اور یہ دعا پڑھے:

یا رب انت مقصودی ترکت الدنیا والآخرۃ لک اتمم علیّ نعمتک وارزقنی وصولک التمام۔

اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا و آخرت تیرے ہی لئے چھوڑی ہے۔ مجھ پر اپنی نعمت پوری فرما اور اپنا مکمل وصال مجھے عطا کر۔

سالک کے لئے یہ بڑی شرط ہے اسے چاہیئے کہ وہ اس سے غفلت نہ کرے۔ بعض حضرات نہ تو فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ پایا اسی کی برکت سے پایا ہے۔ اہل سلوک اور اہل عرفان کی بازگشت میں فرق ہے۔ اہل سلوک کی بازگشت یہ ہے کہ اسم آخرت سے اسم اول کی طرف رجوع کریں اور مرتبی طبیعت سے مرتبہ حقیقت کی طرف عروج کریں، اسی کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ عارفین کی بازگشت یہ ہے کہ مکمل فنا اور پوری محویت کے بعد جس کو سحق محق کہتے ہیں، بقاء حقیقی سے باقی ہو کر صفات حقیہ کا سریان وجود باری میں مشاہدہ کریں۔ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ بعد ازاں خلق کی طرف نزول کریں اور ہر ہر ذرہ میں وجود کا ساری و جاری ہونا اور کثرت میں وحدت نیز وحدت میں کثرت کو یقین کی آنکھ سے دیکھیں بھالیں، اسی کو سیر باللہ و مع اللہ کہتے ہیں۔

باطل:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو کہتے ہیں اس لئے کہ حضرت حق کے علاوہ ہر چیز معدوم ہے۔ جاہلی دور کا مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کہتا ہے۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالۃ زائل

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل اور مٹ جانے والی اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

باطن کل الحقائق:

مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں اس لئے کہ کوئی تعین اس سے قبل نہیں ہے یہی مرتبہ وحدت باطن، ہر حقیقت الٰہیہ اور کونیہ کا ہے۔

باطن العوام:

مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے بعد سوائے غیبت مطلق کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس کو مقام او ادنیٰ، غایۃ الغایات اور نہایۃ النہایات بھی کہتے ہیں۔

باطن الوجود الظاہری:

اس سے مراد اعیان ثابتہ ہیں یہی اعیان کی اصل ہیں فیض اقدس سے یہی مراد ہیں اور فیض مقدس سے اعیان ثابتہ ہیں۔

بالغ:

اس سچے و پکے مرید کو کہتے ہیں جو اپنی خودی و خود نمائی سے بالکل علیحدہ ہو اور یہی طریقت کا بلوغ ہے۔ انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: الشریعۃ اقوالی الخ۔ مگر ان مراتب کا بلوغ بالکل جدا اور الگ ہے۔ شریعت کا بلوغ شہوات پیدا ہونا اور طریقت کا ان سے الگ ہونا ہے۔ حقیقت کا بلوغ

توحید میں پختگی یعنی حق کے سوا کچھ نظر نہ آنا۔ معرفت کا بلوغ اور انتہا کثرت فی الوحدۃ میں چیزوں کی ماہیت کا ادراک کرنا اور حق الیقین سے ان میں حق کے سریان کے وجود کو ملاحظہ کرنا۔ اس مرتبہ کے عارف کو عارف تام المعرفت کہتے ہیں۔

بام:

تجلیات کے مقام کو کہتے ہیں۔

بام پرآو جلوہ دہ ماہ تمام خویش را مطلع آفتاب کن گوشۂ بام خویش را

بام بر آ اور اپنے رخ تاباں، ماہتاب کا جلوہ دکھا، اپنے بام کے کونہ کو آفتاب نکلنے کی جگہ بنا۔

بدلاء:

یہ سات اولیاء اللہ ہیں کہ ہر ایک ان میں سے جب ایک جگہ سے دوسرے جگہ سفر کرتا ہے تو اپنی صورت پر اپنا جسم چھوڑ دیتا ہے تاکہ کسی کو یہ نہ معلوم ہوسکے کہ وہ کہیں چلا گیا ان کے سوا کوئی اس طرح بدلتا نہیں۔

بدنۃ:

اس سے مراد نفس امارہ ہے اسی سے بقرہ بھی ہے۔ جب ریاضت و مجاہدہ سے اسے آراستہ پیراستہ کرلیا جاتا ہے تو اس کا نام بدنہ ہو جاتا ہے۔ کلام مجید کی سورہ بقرہ سے نفس کے مجاہدہ کی تعلیم ملتی ہے جو راہ طریقت کے سالک کے لئے اصل الاصول ہے۔

بذل:

یعنی جو کچھ اپنے پاس ہو اسے اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کردے۔

برزخ:

اس کے معنی دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کے ہیں۔ چاہے وہ چیز ان دونوں سے مناسبت رکھے یا نہ رکھے جیسے اعراف جنت و دوزخ کے درمیان ہے، انسان اور حیوان کے درمیان بندر برزخ ہے۔ حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں برزخ کئی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ عالم مثال، عالم شہادت (ظاہر) اور عالم ارواح (باطن) کے درمیان برزخ ہے۔ دوسرے دل روح اور مضغہ کے درمیان، تیسرے سینہ دماغ اور دل کے درمیان، چوتھے وحدیت یعنی حقیقت محمدی ﷺ احدیت و واحدیت کے درمیان برزخ ہے۔ اس کو برزخ البرازخ اور برزخ الکبریٰ، برزخ اعظم، برزخ اکبر اور برزخ اول بھی کہتے ہیں جو ذات و صفات اور ظہور و اخفا کے درمیان واقع ہے۔ پانچویں یہ کہ علم عالم اور معلوم کے درمیان برزخ ہے یہ حقیقت محمدی کی طرف اشارہ ہے۔ چھٹے یہ کہ اسماء اعیان ثابتہ اور وجود کے درمیان برزخ ہیں۔ برزخ سے مرشد کا تصور کرنا اور اس سے فیض حاصل کرنا بھی وارد ہے۔

بربط:

اس سے مراد حقیقی ذوق و شوق لئے جاتے ہیں۔

برق:

وہ نور کی تجلیاں جو سالکِ راہ کے قلب پر چمکتی ہیں اور اسے سیر الی اللہ کی جانب کھینچتی ہیں اور پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

بروز:

بروز کے لغوی معنی ظاہر ہونے کے ہیں لیکن اصطلاح میں کسی صورت میں اس طرح ظاہر ہونا کہ اپنی اصلی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ یہ چیز انبیاء ورسول علیہم السلام اور اولیاء کاملین کے ساتھ اللہ نے مخصوص کی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے بروز ذات باری نے اپنے مشہد ذاتی میں مراتب ذات کی ترتیب کے لحاظ سے فرمایا۔ اسی ترتیب کا نام صفات اور رحمان ہے جو مراتب خلقیہ میں ذاتِ حق کا بروز ہے۔ دوسرا بروز یہ ہے کہ روح اعظم اپنی کمیت کے ساتھ انبیاء و اولیاء کی صورت میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے اور جس پر ظاہر ہوتی ہے اس پر اس کلیت کا صحیح اطلاق ہوتا ہے جو روحِ اعظم کے لئے ہے کیونکہ حقیقۃً وہی ایک روح ہے جس کے نام مظاہر کی مناسبت سے جدا ہو گئے ہیں اور اسی مظہر کی تقئید اور جزئیت کی وجہ سے جزئیت اس روح پر عائد ہو گئی ہے۔ مگر یہاں پر فرق سمجھ لینا چاہئے کہ روح کی چونکہ یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر مظہر میں ظاہر ہونے کے باوجود اپنے مبدأ سے الگ نہیں ہوتی لہٰذا ہر تعین سے جو اس کا تعلق ہے اس کے اختلاف کے لحاظ سے ہی اس کا نام ارواح جزئیہ رکھا گیا ہے۔ نیز اس کی حقیقت کے اعتبار سے کہ اپنی جگہ سے علیحدہ نہیں ہے اسی کو روح اعظم، روح کلی یا روح محمدی ﷺ کہتے ہیں۔

روح مظہر میں ظاہر ہوتی ہے اور اپنے مبدأ سے الگ نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نگاہ اس وسیع و عریض زمین و آسمان میں بہت کچھ دیکھنے کے بعد بھی گوشہ چشم سے الگ نہیں ہوتی اور آفتاب کی شعائیں تمام دنیا کو منور و روشن کرنے کے باوجود سورج سے الگ نہیں ہوتیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب تعین بشری کی جزئیت اس دل سے زائل ہوئی تو روح اعظم کی ملکیت کے احکام اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہ شخص دنیا میں اللہ کا خلیفہ اور رسول ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔

اسی مقام سے ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں ان کے ایک صاحب بصیرت، عارف شاگرد نے تصدیق کی۔ اس وقت حضرت شبلی کلیت کے اسی منصب پر فائز تھے جس سے مراد فنا فی الرسول ہے کیونکہ حقیقت محمدی ﷺ کل الکل ہے۔ جس روح کی جزئیت اعتباری دور ہوگئی اور حقیقت محمدی ﷺ سے مکمل اور حقیقی فنا حاصل ہوگئی اس کو اختیار مل جاتا ہے کہ اپنی کلیت کے ساتھ جس تعین میں چاہے بروز کرے۔ چاہے ظاہری حیات کے عالم میں یا اس عالم سے جانے کے بعد۔ اس سے تناسخ اور بروز کا بین فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

برہم زدن چشم:

اس سے عدم توجہی مراد ہے جو قیامت سے عبارت ہے یعنی حضرت حق کی عالم کی جانب توجہ نہ رہنا۔

برافشاندن زلف:

اس سے تعینات کے دور ہونے کی طرف اشارہ ہے بعض نے اس سے تعینات کے پردوں کو ڈال لینے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ زلف اگر بکھرے تو تعینات میں گرفتاری ہوگی اور اگر برافشاندن کے معنی الٹ دینے کے لئے لیے جائیں تو اس سے تعینات رفع ہونا درست ہوگا۔

بسط:

اس سے مراد سالک کی سیر الی اللہ میں قلبی کشائش ہے۔ اس سیر کے وقت سالک کے دل پر محبت وشوق کا غلبہ، معشوق حقیقی کی یاد میں ذوق وشوق اور سرور نیز معارف الٰہیہ کا ادراک ہونے جیسے حالات وارد ہوتے ہیں یہی اس کی باطنی ترقی ہے۔ حالت قبض میں اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ

اس وقت طبیعت منقبض رہتی ہے اور اکثر ذکر و فکر اور یاد الٰہی سے غفلت ہوتی ہے بلکہ رغبت بھی نہیں رہتی۔ لیکن یہ کاد رکھنا چاہیئے کہ سلوک میں صرف بسط یا صرف قبض دونوں سالک کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ سلوک لی اللہ میں بسط و قبض دونوں دو بازو کے مثل ہیں جو اس کے طیران میں مدد گار ہوتے ہیں۔ سالک کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ راہ سلوک کے دوران حالتِ بسط میں اسے جو جو انوار و حقائق اور الطاف الٰہی مشاہدہ ہوں ان کو سختی سے پوشیدہ رکھے۔ اس لئے کہ ان کا اظہار اس کی باطنی ترقی اور مقصد بر آری کے لئے مضر ہے۔

بسیط:

اس سے یہ مراد ہے کہ تمام چیزوں میں حضرت حق کا جمال اس طرح مشہود و ظاہر ہو کہ ہر چیز عین ذات معلوم ہو۔

بستان:

سالک کے وجود کو کہتے ہیں اور صفت بساطت کشادگی کی جگہ و مقام بھی مراد ہیں۔

بسے خرابی:

عاشق کا محبوب کے عشق میں بالکل غرق وتباہ ہو جانا ہے۔

بصیرت:

دل کی وہ روشنی مراد ہے جو نور قدس سے اشیاء کی حقیقت وماہیت کے ادراک کے واسطے سالک کے دل میں پیدا ہو کر قوت مدرکہ کو نورانی کرتی ہے اور وہ اس سے کثرت کو وحدت میں اور وحدت کو کثرت میں بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھتا ہے۔ حکماء و فلاسفہ اس طاقت کو قوت عاقلہ نظریہ کہتے ہیں۔

یہ قوت جب نور قدس سے منور ہو جاتی ہے اور اس سے حجابات اٹھ جاتے ہیں تو وہ اس کو قوت قدسیہ کہتے ہیں۔ یہی قوت بصر کے مشابہ ہے جس سے انسان صورتوں اور اشیاء کے ظواہر کو دیکھتا ہے۔

بطون:

اس سے ذات حق کی ہویت کی جانب اشارہ ہے۔ بعض لوگ عالم مثال سے ذات تک کو بطون کہتے ہیں۔ یعنی بہ نسبت عالم شہادت کے عالم مثال باطن اور عالم مثال سے عالم ارواح باطن اور عالم ارواح سے اعیان باطن اور اعیان سے ذات بحت باطن ہے۔

بطون ذات فی الذات:

اس سے مراد تاریکی محض ہے جو تمام تجلیات کے بعد ہے۔

بُعد:

جہل، غفلت، حق سے دوری اور عرفان سے ناواقفیت کو کہتے ہیں۔

بقا:

سلوک میں ایک مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی رویت کے لئے کوئی چیز سالک کے لئے حجاب نہیں بنتی۔ یعنی رویت اشیاء رویت حق کے لئے حاجب و مانع نہیں، کیونکہ سالک حق کو موجود اور عالم کو معدوم دیکھتا ہے۔

بقاباللہ:

اس مقام پر پہنچ کر سالک عارف کی نظر پورے طور پر غیریت سے اٹھ جاتی ہے اور وہ صفات حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ اس کی بشریت باعث جامعیت کمال اسمائی ہو جاتی ہے اور جسم روح کی خاصیت لے لیتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

حقم ہمہ حق است حقیقت بکہ گویم　　　حقا کہ منم نور درین کون و مکانم

میں خود سراپا حق ہوں باقی سب حق ہی حق ہے تو حقیقت کس سے کہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ہی اس کون و مکان میں نور ہوں۔

بقرہ:

اس نفس انسانی کو کہتے ہیں جو ریاضت و مجاہدہ کرنے کے واسطے تیار رہتا ہو۔

بلاء:

ہر وہ چیز جو حق تک پہنچنے میں رکاوٹ بنے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے توجہ ہٹانے والی چیز کو بھی بلا کہتے ہیں۔

بلبل:

اس سے مراد عاشق صادق ہے جو ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول اور نفس امارہ سے بالکل آزاد و فارغ رہے۔

سحر بلبل حکایت باصبا کرد　　　کہ عشقِ گل بما دیدی چہا کرد

بلوغ:

سالک جب مقام فنا میں پہنچتا ہے اور سیر الی اللہ کے اختتام کے بعد سیر فی اللہ کا آغاز ہوتا ہے اور اپنی ذات میں جذبات الوہیت کے تصرفات اور آثار جذبات کی کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ صفت جذبۂ الٰہی کا مظہر بنتا ہے۔ پھر اس صفت سے وہ دوسروں پر تصرف کرتا ہے اور تب ہی اس میں دعوت خلق کی قوت واستعداد پیدا ہوتی ہے۔ ایسے سالک کو بالغ کہتے ہیں۔

بندگی:

مقام تکلیف مراد ہے۔

بنفشہ:

اس نکتہ کو کہتے ہیں جس کا ادراک کوئی بھی قوت نہیں کر سکتی۔

بوسہ:

اصطلاحاً اس سے جذبہ باطنی مراد ہے جو عاشق کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ بوسہ سرمایۂ حیات وبقا ہے۔

بوئے:

جو مقام جمع میں حقیقت قلب سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

این نفس جاں دامنم برتافتہ ست　　　بوئے پیراہان یوسف یافتہ ست

جوں ہی پیراہن یوسف کی خوشبو سے میری مشام جاں معطر ہوئی ایسا معلوم ہوا کہ رگ رگ میں جان دوڑ گئی۔

بوادہ:

کسی چیز کا اچانک قلب میں اس طرح وارد ہونا کہ قلب میں بسط یا قبض کی حالت پیدا ہو جائے۔

بہجت:

اس سے مراد وہ واردات ہیں جو صاحب کسب کے دل پر عالم غیب سے وارد ہوتے ہیں۔

بہار:

سالکان روحانی کے ذوق و شوق کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک مقام علم مراد ہے۔

بہار عمر خواہ اے دل و گرنہ ایں چمن ہر سال
چو نسرین صد گل آرد ماو چوں بلبل ہزار آرد

اے دل عمر کی بہار چاہو، ورنہ یہ چمن تو ہر سال نسرین کی طرح ہزراوں پھول ہمارے لئے کھلاتا اور ہزاروں خوش نوا بلبل لاتا ہے۔

بیابان:

ان سے وہ واقعات مراد ہیں جو سالک کے سلوک میں پیش آتے ہیں۔

بہ حرص از شربتے خوردم میگراز من کہ بد کردم
بیابان بود و تابستان و آب سرد و استسقاء

میں نے حرص میں اگر شربت پی لی تو مجھ سے مواخذہ مت کرو کہ ایسا کیوں کیا بیابان سخت گرمی، ٹھنڈا پانی اور پیاس غالب تھی۔ گویا مجھے معذور جانو۔

بے آرامی:

اس سے تغیرات اور تنزلات کی طرف اشارہ ہے یعنی موجودات کا وجود ہر لمحہ اور ہر گھڑی بدلتا رہتا ہے۔

کلام پاک کی یہ آیت اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے:

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (سورۃ ق:۱۵)

ترجمہ: بلکہ وہی لوگ ایک نئے لباس میں ہیں۔

بیداری:

عالم صحو اور ہوشیاری کو کہتے ہیں جو بندگی کی بنا پر دم نقد ہوتی ہے۔

بیت الحکمۃ:

اس دل کو کہتے ہیں جس میں حقانی خلوص و اخلاص کا غلبہ ہو۔

بیت العزۃ:

وہ دل مراد ہے جو جمع کے مقام فنافی الحق میں واصل ہو گیا ہو۔

بیت المقدس:

اس سے وہ دل مراد ہے جو غیر حق کے تعلق سے مطلقاً پاک ہو۔

بیت المعمور:

تجلیات الٰہی سے معمور دل مراد ہے۔

بیرون:

سالک کا اپنی ہستی سے باہر یعنی حق سے فانی ہونا مراد ہے۔ بیرون سے آفاق اور اندرون سے انفس بھی مراد لیا جاتا ہے۔

عارف حقیقت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کی خبر دیتے ہیں:

اندرون و برون نشیب و فراز　　　از پس و پیش واز یمین و یسار

شاہد لا الہ الا اللہ　　　پیش تو پردہ گیر واز رخسار

اندر باہر نیچے اوپر آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے لا الہ الا اللہ کا شاہد تمہارے سامنے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھاتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حٰمٓ:۵۳)

ترجمہ: "عنقریب ہم ان کو دنیا میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کی اپنی ذاتوں میں، یہاں تک کہاں پر یہ بات ظاہر ہو گی کہ یہی سچ ہے کیا تمہارے پروردگار کا ہر چیز پر گواہ رہنا کافی نہیں ہے۔"

بیضاء:

نور محمدی ﷺ اور عقل اول مراد ہے یہی عماء کا مرکز، عدم (سواد غیب) کی ضد اور وجود ہے۔

بیت الحرم:

انسان کامل کے دل کو کہتے ہیں جس میں غیر کا خیال آنا حرام ہے۔

بیگانگی:

اس سے مراد سالک کا الوہیت میں تمام عالم سے مستغنی و بے پرواہ ہونا ہے۔

ماز عقل خویشتن بیگانہ ایم　　　　لاجرم دردے کش میخانہ ایم

ہم یقیناً میخانہ کی تلچھٹ پئے ہوئے ہیں اس لئے اپنی عقل و خرد سے بیگانہ ہیں۔

بیماری:

سالک کو پیش آنے والے قلق و اضطراب اور قبض مراد ہیں۔

جد محترم حضرت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تراب آزاز سے دل کے خبر کیا ہے طبیبوں کو
کہے بن کیسے ہو تشخیص نامحرم کی بیماری

بیعت:

اپنے آپ کو کسی کامل کے ہاتھ میں دے دینا اور پھر اس کی مرضی و خوشی کے تابع ہو جانا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

بیعت اسلام جو حضور ﷺ کفار مشرکین سے لیتے تھے۔ بیعت جہاد جو بیعت مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے کفار سے جنگ کے واسطے لیتے تھے اور بیعت اسرار جو طالبین حق سے لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض اس کو سنت بعض مستحب بعض واجب اور بعض فرض کہتے ہیں۔ جو فرض کہتے ہیں وہ حدیث شریف طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ سے سند لاتے ہیں کہ حق کے

طالب کے لئے بیعت فرض ہے۔ طالب اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنے والے کے لئے سنت موکدہ یا مستحب ہے۔ نیک اعمال اور گناہوں سے بچنے کے لئے واجب ہے۔

بعض مشائخ نے تواتر سے یہ حدیث شریف نقل کی ہے:

من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتا جاهلیة۔

جو اس حال میں مرا کہ اس نے کسی سے بیعت نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس حدیث مبارکہ سے بیعت کی تاکید اور حکم ظاہر ہے۔

جب کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور اس کا سلسلہ طریقت درست و متصل ہو یعنی اس میں درمیان میں کوئی فصل اور نقص نہیں ہوتے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے ہوتی ہوئی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچتی ہے کہ

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورۃ الفتح ۱۰)

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اور ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (فتح ۱۰)

اے رسول ﷺ یقینا جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ جس نے بھی اس عہد کو توڑا اس نے اپنی جان پر اس کا عذاب مسلط کیا اور جس نے اس عہد کی وفا کی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

مستند و صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں صحابہ کرام ؓ سے بیعت لی تھی کبھی اسلام، کبھی ہجرت، کبھی جہاد میں ثابت قدمی، کبھی ارکان اسلام، کبھی سنت نبوی

ﷺ پر عمل پیرا رہنے اور بدعات وغیرہ سے بچنے کبھی ریاضت وعبادات میں شائق ہونے، کبھی محتاج مہاجرین و صحابہ سے اس بات پر کہ شدید ضرورت پر بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ کبھی انصار عورتوں سے اس بات پر کہ مرنے والے پر نوحہ وسینہ کوبی اور تصنع وبناوٹی رونا نہ روئیں، کبھی اس امر پر کہ ایک مسلمان دوسرے کی خیر خواہی بھلائی و ہمدردی کو اپنے اوپر لازم کرے، انصار سے بیعت کے وقت آپ ﷺ نے یہ عہد بھی فرمایا کہ حق بات کہنے میں ملامت گروں کی پرواہ نہ کریں اور امرا وسلاطین کے سامنے بھی بلاخوف سچ کا برملا اظہار کریں۔ غرض کہ یہ تمام باتیں امر بالمعروف، تزکیہ نفس، تصفیہ باطن اور تجلیہ روح کے زمرہ میں آتی ہیں۔ ارباب تصوف کی مروجہ بیعت بھی ان ہی سے متعلق ہے۔

بینوائی:

فنافی اللہ اور بشریت کے اضمحلال کو کہتے ہیں۔

ہمچو نے خاموشیم گویا کند | صد نوا از بینوائی یافتم

بانسری کی طرح ہماری خاموشی گیائی کرتی ہے۔ بے نوائی میں مجھے صدہا نوا ملتی ہیں۔ خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری۔

حضرت والد ماجد مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

اے خدا اے شاہد عاشق نواز | نور دل نور نگہ دانائے راز

یک گدائے ملک ہندوستان تو | بے نوا وخاک خاکستان تو

بیہوشی:

اس سے مراد مقام طمس ہے جس میں صفات بھی محو ہو جاتی ہیں۔

پ

پارسائی:

اس سے ہر ایسی چیز سے بچنا مراد ہے جس میں کسی بھی برائی کا ذرا سا شائبہ ہو۔ اگر یہ بچنا خلوص نیت سے ہو تو بہتر ہے اور اگر اس نیت سے ہو کہ مخلوق خدا کی نظر میں یہ برا اور اچھا ہے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیوں کہ حب جاہ و دنیا کی وجہ سے نفس میں یہ خوف پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس پارسائی سے غرور و خود بینی پیدا ہو تو یہ سالک کے لئے نہایت نقصان دہ ہے کہ وہ ابھی مقام کفر پر ہے اور حق اس سے روپوش ہے۔

جد محترم فرماتے ہیں:

رندی و مستی نہ بگذارم تراب　　　　صد بالا در پارسائی یافتم

میں رندی و مستی نہ چھوڑوں گا کیونکہ پارسائی میں سیکڑوں آفتیں میرے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

پاکبازی:

توحید خاص مراد ہے جس میں ماسوا کے خطرہ کا گذر بھی نہ ہو نیز جس کے عمل سے ثواب یا اپنے مرتبہ کی بلندی کی مطلق امید نہ ہو۔

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

من پاکبازِ عشقم ذوق فنا چشیدہ　　　　آہوئے دشت، ہویم از ماسوا رمیدہ

میں عشق میں پاکباز، فنائیت کا مزہ چکھے ہوئے، میدان ہوئیت کا ہرن وحشی اور ماسوا سے بھاگا ہوا ہوں۔

پائے کوفتن:

وجد کرنا اس سے سالک کی وہ بیقراری مراد ہے جو محبوب حقیقی کے ذکر کے ذوق و شوق کی وجہ سے پیدا ہوتی۔ خواہ یہ حالت سماع میں ہو یا بغیر سماع کے۔

پدر:

اس سے ملکی عقلیں مراد ہیں۔

پردہ وپردگی:

عاشق و معشوق کے درمیان کا حجاب جو طریقت کے لوازم میں سے ہے۔

پروانہ:

عاشق کا وجود مراد ہے۔

پیر میکدہ، پیر مغاں:

مرشد کامل کو کہتے ہیں جو اپنے افعال و صفات کو حضرت حق تعالیٰ کی ذات میں بالکل فنا کر دے اور بقاباللہ کے مرتبہ پر فائز ہو کر ناقصوں کی تکمیل کرے۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

تیر اک اسے کہیے جو اور کو تیر ائے — ڈود وار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

بعض کا قول ہے کہ عالم معانی و روحانی کے مرشد کو کہتے ہیں جس کی صفات ذمیمہ، صفات حمیدہ میں تبدیل ہو چکی ہوں اور غیبی واردات اس کے قلب پر وارد ہوتے ہوں۔

پیالہ:

اس سے چشم محبوب کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موجودات عالم کا ہر ذرہ ایک پیالہ کے مثل ہے جس سے عارف حق معرفت کی شراب پیتا ہے اور اس سے مست و بے خود رہتا ہے۔ لیکن بعض نے پیالہ سے سالک کا دل مراد لیا ہے۔

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مادرپیالہ عکسِ رُخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر زلذت شربِ مدرام ما

ہم نے شراب کے پیالہ میں یار کے چہرہ کا عکس دیکھ لیا ہے، ہمارے شراب کی لذت سے اے بے خبر!

پیام:

حقیقت کی جانب سے سالک کے دل پر وارد ہونے والے وہ جذبات جی مراد ہیں جو سالک کو مست و بیخود کر دیتے ہیں اسی طرح سالک کے قلب سے جذبات اٹھتے اور حقیقت کی سمت جاتے ہیں۔ یہ وہ نسبت ہے جس سے فرشتے بھی بے بہرہ ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بدو چشم از دو چشمش چہ پیامہاست ہر دم
کہ دو چشم از پیامش خوش و پر خمار بادا

ہمیں ہر لحہ اس کی آنکھوں سے جو پیام مل رہا ہے خدا کرے ہمیشہ ہماری آنکھیں اس کے پیام سے خوش و سر مست رہیں۔

پیچ زلف:

وہ ناسوتی معاملات مراد ہیں جو تعینات کے مقتضیات سے مخلوق میں رائج ہیں۔

پیشانی:

انوار الٰہی کا ظہور مراد ہے۔

پیمانہ:

ناپنے اور پیمائش کرنے والی شے اور اصطلاح تصوف میں عارف کا قلب مراد ہے جو غیبی انوار کا مشاہدہ اور حقائق اشیاء مراتب اور مقامات کا ادراک کرتا ہے۔

پیمانہ یا پیالہ بھر دینا:

مرشد کامل کا مرید صادق کی تکمیل کر دینا۔

پیکان:

اس سے تجلی جبی مراد ہے جو سالک کے دل و جگر میں پیوست ہو جاتی ہے اور عاشق کو معشوق کے علاوہ ہر چیز سے بے خبر کر دیتی ہے۔

ت

اس سے تعینات اور تعددات کی طرف اشارہ ہے جس میں تفصیل در تفصیل ہے۔

تاب زلف:

حقائق ممکنات مراد ہیں۔

تابستاں:

اس سے مقام عشق اور سوز قلبی مراد ہے۔

تاراج:

تمام اعمال اور ظاہری و باطنی احوال سلب ہو جانا۔

تانیس:

تجلی فعلی مراد ہے جو مبتدی سالک کے لئے تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کا باعث ہے اور وہ اس سے اُنس پاتا ہے۔

تافتن:

اوامر الٰہی پر مکمل یقین مراد ہے۔

تبتل:

ہر چیز سے منقطع اور کٹ کر صرف حضرت حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا یعنی تجرید محض کی طرف رجوع کر لینا۔

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل ۸)

سب سے الگ ہو کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

تبصرہ:

بغیر آمیزش بصر کے تمام چیزوں کو عین بصیرت سے ملاحظہ کرنا۔

تبتل المرید:

اس سے تمام حظوظ نفسانیہ سے مکمل طور پر علیحد گی مراد ہے۔

تبلیغ فی النہایت:

سالک کو انتہائی مقامات تک پہنچا دینا۔

تبسم:

اس سے سرور محض مراد ہے جو فاجبت ان اعرف (میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے) مشہور حدیث قدسی ہے کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جاء تو مخلوق کو پیدا کر دیا تا کہ اس کے ذریعہ میری شناخت ہو۔یہی تبسم تخلیق آدم وعالم کا سبب بنا۔

تجد د امثال:

اسم رحمن کی تجلی سے فیضان وجود ہوا۔ اسی بنا پر تجلیات رحمانی کا فیضان موجودات عالم پر ہمیشہ فائز رہتاہے کیونکہ ہر تجلی ایک نئ تخلیق کرتی اور پچھلی تخلیق کو لے جاتی ہے یہی فناہے اور خلق جدید کا آنا بقا۔ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ سے اسی جانب اشارہ ہے کیوں کہ تمام اجزائے موجودات خواہ متحرک ہوں یا ساکن، ہر لمحہ عدم یعنی بے کیفی کی جانب لوٹتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی اصل وہی ہے۔ حضرت حق تعالیٰ سے ان کو ایک نیا وجود عطا ہوتا رہتا ہے اس سے ہر گھڑی قیامت بپا ہے۔ ہر انسان وہر شے فنا وبقا میں ہے۔پیدائش سے وفات تک انسان میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہتاہے اسی لئے کسی نامی شے کی نمو کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔کیوں کہ ہر گھڑی وجود جدید سے خفیف بلکہ اخف تبدیلی کے ساتھ ملتاہے۔اسی تجدد امثال کی وجہ سے حضرت آسف بن برخیار حمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ بلقیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تخت کو پلک جھپکتے شہر سبا

سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا دیا۔ اور انہیں کوئی دقت و تکلیف نہ ہوئی۔ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ تجدد امثال کا کارخانہ ہر وقت جاری و ساری ہے۔ ارادہ کرنے والے کو ذات حق میں ایسی مکمل فنائیت حاصل ہو کہ اس کا ارادہ بعینہ حضرت حق کا ارادہ ہو جائے۔ حضرت آصف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ چیز حاصل تھی لہٰذا ادھر ملک سبا میں وہ تخت معدوم و فنا ہوا اور ادھر حضرت آصف کے ارادہ کے موافق یہاں آگیا۔ اسی تجدد امثال کی وجہ سے ہر چیز ہر پل وجود عدم کے درمیان ہے۔

تجرید:

اس سے مراد اپنی خودی اور ماسوی اللہ سے دور ہونا اور حق کی خودی سے مل جانا نیز تمام موجودات میں حق کا مشاہدہ کرنا اور ہر قسم کے معاوضہ، اجرت اور انعام کی تمنا سے اپنے باطن کو خالی کرنا ہے۔ گویا تجرید علائق و خلائق سے بے تعلقی کا نام ہے۔

لسان الغیب فرماتے ہیں:

جان ودل تو حافظ بستہ دام آرزوست　　　اے معلق خجل دم مزن از مجردی

تجلی:

لغت میں ظاہر ہونے، روشن ہونے اور جلوہ کرنے کو کہتے ہیں۔ ذات مطلق کا اظہار لباس تعین ہی میں ممکن ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اسی وجہ سے لباس تعین کو تجلی کہتے ہیں۔ ہر وہ شان وہ کیفیت اور وہ حالت جس میں حق تعالیٰ یا اس کی کسی صفت یا فعل کا اظہار ہو تجلی ہے۔

تجلی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تجلی ظہوری　　　۲۔ تجلی اظہاری

تجلی ظہوری یہ ہے جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نور الٰہی کا غلبہ ظاہر ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر　　　طالبِ دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

اے اللہ! طورِ دل پر ہر دم تیری ایک نئی تجلی ہوتی ہے، تیرے دیدار کا طالب بھی ہر لمحہ ایک نیا موسیٰ ہوتا ہے۔

تجلی اظہاری یہ ہے کہ اصطلاح میں ہر لباس تعین کو تجلی کہتے ہیں جیسے وحدت کو تجلی اول، واحدیت کو تجلی ثانی اور اسی ترتیب سے تمام تعینات کو تجلی کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ تجلی اول تجلی ذاتی ہے کیوں کہ وہ تجلی تنہا ذات کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ وہ حضرت احدیت ذاتیہ ہے۔ نہ اس میں کوئی صفت ہے نہ اسم کیوں کہ ذات وجود محض ہے اور ماسویٰ اس کے عدم مطلق اور لا شے محض۔ وہ اپنی احدیت میں اور کسی تعین کی جانب جس کے سبب وہ کسی اور سے شے ممتاز ہو، کیونکہ اس کی وحدت اس کی عین ہے نہ کہ غیر تو وحدت حق، عین ذات حق ہے۔

تجلیات ظہوری جو سالک کے دل پر غیب سے وارد ہوتی ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں:

کبھی تجلی سبز اور سرخ ہوتی ہے جسے تجلی مرشدی کہتے ہیں اور وہ دائیں جانب ہوتی ہے۔ کبھی سیاہ اور نیلی بائیں جانب ہوتی ہے جسے تجلی نفسی کہتے ہیں۔ کبھی سفید رنگ کی سالک کے روبرو وارد ہوتی ہے اسے تجلی روحی کہتے ہیں۔ کبھی تجلی البیض قدرے سبزی مائل بہ خنکی وارد ہوتی ہے جسے دیکھ کر قلب کو سرور ملتا ہے اسے نور محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کہتے ہیں۔ کبھی تجلی بے رنگ بے رو و بے جہت وارد ہوتی ہے جسے تجلی ذاتی کہتے ہیں۔ تجلی ذاتی اور تجلی محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے لئے کوئی جہت نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تجلیات سالک پر حسب استعداد وارد ہوتی ہیں۔

تجلی ذاتی:

جب سالک پر ذات کی تجلی ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے شعور و ادراک اور علم سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد گم ہو کر حق باقی رہتا ہے۔ تجلی ذاتی میں فنائیت عبد کے بعد بقائے حق تعالیٰ سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی اور روحانی کے اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اس وقت اس کا علم جملہ ذرات کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ خود تمام صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو غیر خود یا اپنے سے خارج نہیں پاتا۔ کمالی توحید عیانی سے مراد ہے۔

تجلی شہودی:

وجود حق سے جو اسم نور سے مسمی ہے۔

تجلی صفاتی:

اس کو کہتے ہیں جس کا مبدا التعین کے اعتبار سے ایک صفت ہو۔

تجلی غیب الہوتیہ:

وہ ہے جو ادراک کرنے والے کے ادراک میں بھی نہ آئے۔

تجلیہ:

روح کو ان کدورتوں سے پاک و صاف کرنا جو بسبب مجاورت قالب عنصری کی روح کو پیش آتی ہیں۔

تحقیق:

حق کا صور اسماء الٰہیہ میں ظہور مراد ہے۔ بعض کے نزدیک کسی چیز کی ماہیت سے آگاہ ہونا اور از روئے اسماء و صفات کے ذات حق کو جاننا۔ ورنہ ذات باری کا ادراک محال ہے۔ علم و عرفان اور حقائق اشیاء کے حصول کو بھی تحقیق کہتے ہیں۔

تخلیہ:

ماسویٰ اللہ سے دل خالی کرنے کو تخلیہ کہتے ہیں۔

تدانی:

اولیاء اللہ کی معراج کو کہتے ہیں۔

ترانہ:

آہنگِ محبت کو کہتے ہیں جس کے سننے سے سالک پر مستی و بے خودی طاری ہوتی ہے۔

تدبیر:

اس سے مراد عواقب امور کو سوچنا ہے یہ تفکر کے قریب ہے۔ مگر اعتباری فرق ہے کہ اِس میں انجام کار سوچنا ہے اور اُس میں دلیل ہے۔

تدلّی:

سالک کا عروج کے بعد نزول کرنا اور مرتبۂ ذات سے صفات کی طرف جانا ہے۔ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں:

کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزہ　　　　کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں

ترسا:

مرتبہ تنزیہہ کو کہتے ہیں اور وہ سالک مراد ہے جو نفس امارہ کی صفات ذمیمہ سے چھٹکارہ پاکر صفات حق سے متصف ہو جاتا ہے۔

ترسابچہ وترسازادہ:

حقائق و معانی کو کہتے ہیں اور وہ حالات غیبی بھی مراد ہیں جو غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔

ترسائی:

تفرید و تجرید دونوں مراد ہیں۔ بعض لوگ دقائق و معانی کے ادراک کو کہتے ہیں۔

ترکتاز:

سالک کو سلوک میں پیش آنے والے جذبہ الٰہی کو کہتے ہیں۔

ترہات:

دبدبہ اور کرامات کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔

تزکیہ:

نفس کو صفات ذمیمہ کے عیوب سے پاک کرنا مراد ہے۔ یہ بغیر ریاضت و مجاہدہ کے نہیں ہوتا۔
حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں:

نفس کی اصلاح کر پہلے ریاضت سے تراب
بے شکستِ نفسِ امارہ ظفر ملتی نہیں

تسلیم:

اپنے آپ کو اطاعت حق کے لئے مستعد و تیار کرنا اور سر خم کرنا نیز ہمہ تن اپنے کو فنا کر کے معشوق حقیقی میں مستغرق بلکہ خود عینِ معشوق ہو کر اپنے سے بے خبر رہنا ہے۔ اولیاء اللہ کے نزدیک یہ اعلیٰ مقام ہے۔

تسکین:

قلب کی اس خنکی کا نام ہے جو جلن اور اضطراب کے بعد سالک پر منجانب اللہ وارد ہوتی اور سرور بخشتی ہے۔

تسبیح:

اس سے مرتبہ تقید مراد ہے۔

تشبیہ:

ذات حق کا مع اسماء وصفات کے تمام مظاہر کونیہ میں ظہور ہے۔

تصوف:

تفعل کے وزن پر یعنی صوف پہننا اور اصطلاح میں شرعی آداب سے ظاہر و باطن میں واقف ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اسلام دو طریقوں پر ہم تک پہنچا ہے۔ عام فہم جیسے تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ اور خاص فہم جیسے تصوف۔ عام فہم کو خاص فہم پر ظاہری اعتبار سے تقدم و فوقیت ہے لیکن تصوف مرتبہ میں بلند ہے کیوں کہ مرتبہ عرفان، کمال اخلاص، قرب، فناء الفنا، جو ریاضات و عبادات کا نتیجہ ہے تصوف سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ کشف و کرامات کا تعلق بھی صوفی سے ہے نہ

کہ فقیہ سے۔ فقہ و تصوف لازم و ملزوم ہیں کیوں کہ ایک بغیر دوسرے کے مکمل نہیں۔ تصوف بغیر فقہ و علم ظاہر کے درست نہیں کیونکہ احکام الٰہی کا علم ان کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح فقہ وغیرہ بھی بغیر تصوف کے مکمل اور فائدہ بخش نہیں کیوں کہ علم بلا عمل درست نہیں اور عمل بغیر توجہ الی اللہ، اخلاص و نیک نیتی اور للّٰہیت کے بے کار ہے۔ تصوف حقائق و معارف کے خزانوں کی کنجی اور رموز و دقائق کے کشف کے لئے چراغ راہ ہے۔ حدیث احسان بھی اسی اخلاص و للّٰہیت اور بے غرضی و بے نفسی کو بیان کرتی ہے۔

تصفیہ:

دل کو غیر حق اور اپنی خودی و انانیت سے پاک کرنا اور حق کے علاوہ کسی کو دل میں جگہ نہ دینا ہے۔

تطہیر ذات:

اپنی ذات کو ظاہری اور باطنی نجاستوں و آلودگیوں سے پاک و صاف کرنا ہے۔

تظلم:

شیطان اور نفس امارہ کے دفعیہ سے اپنے آپ کو قاصر جان کر حضرت حق سے مدد چاہنا مراد ہے۔

تعین:

اپنی ذات کی یافت مراد ہے یہ کئی جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ پہلا تعین اجمالی جس کو وحدت کہتے ہیں یعنی حق کا ایک وجود میں آنا اور انا (میں) کہنا۔ دوسرا تعین تفصیلی ہے جسے واحدیت کہتے ہیں۔ یعنی

ذات کو اپنی ذات میں بالتفصیل صفات کو پانا۔ یہ دونوں داخلی تعین ہیں باقی تعینات خارجی ہیں یعنی ارواح، امثال اور اجسام وغیرہ۔

تعدد امثال:

اپنی صورت کو ایک وقت میں کئی جگہ ظاہر کرنا۔ اولیاء اللہ کی خرق عادات میں سے یہ بھی ہے۔ اس کی بکثرت مثالیں ان کی سیر و سوانح میں ملتی ہیں۔ حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کشمیر میں بیک وقت چالیس مقامات پر دعوتوں میں شرکت فرمائی اور چالیس مختلف غزلتیں تصنیف فرمائیں۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاکوروی قدس سرہ کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے مرید صادق حکیم عبد الرحیم خان رامپوری کو تعدد امثال سمجھانے کی خاطر ایک روز جب وہ آپ کو وضو کرا رہے تھے تو اسی دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ حکیم صاحب دیکھو ہمارے پلنگ پر کون لیٹا ہے۔ انہوں نے چادر الٹ کر دیکھا تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ معاً پلٹ کر دیکھا تو آپ سامنے چوکی پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری و حضرت شاع عبد الرزاق بانسوی قدس سرہم کے بہت سے قصے ہیں۔

اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی واقعہ مشہور ہے۔ ایک مرتبہ جہانگیر بادشاہ نے، جو کہ آپ کا مرید اور معتقد تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ بیک وقت پوری دنیا میں اتنے لوگوں کو دفنایا جاتا ہے، تو ہر ایک کی قبر میں حضور نبی کریم ﷺ ایک ہی گھڑی میں کیسے آتے ہیں۔ امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کا معاملہ تو بہت اونچا ہے، آپ شہر میں اعلان کروادیں کہ ہر وہ شخص جو

استطاعت رکھتا ہو، کل شام کو اپنے اپنے گھر افطار پر میری دعوت کریں۔ اعلان سننے پر ان گنت لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آکر دعوت پیش کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے گئے۔ اگلے دن آپ نے جہانگیر بادشاہ کے پاس افطار تناول فرماکر، تراویح وغیرہ پڑھی اور رات کو آرام بھی فرمایا۔ صبح فجر کے بعد ایک ایک کر کے پورے شہر سے لوگوں نے آکر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمارے گھر آکر ہمیں سعادت بخشی۔

تفرقہ:

دل کو شکست میں ڈالنا اور حق سے دور ہونا۔ خلق کو دیکھنا اور حق سے غافل ہونا۔ خلق کو دیکھنا اور حق سے غافل ہونا ہے۔

تفرید:

غیر حق کو اپنی نگاہ سے دور کرنا اور اپنے میں حق کو دیکھنا۔

تفکر:

لغت میں اس کے معنی سوچنے اور فکر کرنے کے ہیں۔ یہ چراغ جیسا ہے جس سے خیر و شر، نفع و نقصان معلوم ہوتے ہیں۔ جس دل میں تفکر نہیں وہ تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ حدیث شریف ہے: تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین۔ (ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے) یہی تفکر وصول الی اللہ کے لئے بہترین ہے۔

تفویض:

کسی چیز کو مادہ کے ساتھ پیدا کرنا مراد ہے۔

تلوین:

طالب کا صراط مستقیم طلب کرنا مراد ہے۔ تلوین کو تلوین اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ارباب تلوین کے بشری صفات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ تلوین ارباب احوال کی صفت ہے کیوں کہ جب تک سالک سلوک میں ہے صاحب تلوین ہے کیوں کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال پر ترقی اور ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف انتقال کرتا ہے۔

تمکین:

استقامت اور ثبات کے مقام کو کہتے ہیں جب تک سالک راہ میں ہے صاحب تلوین ہے جب واصل ہوا تمکین حاصل ہوئی تو صاحب تمکین ہو گیا۔

تمثل:

کسی چیز کا ظہور اپنی اصلی جگہ کی موجودگی کے باوجود دوسری صورتوں میں ہونا جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تمثل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں۔ مزید بر آں حضرت حق کا تمثل مقام کعبہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے، طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور صندوق سکینہ میں بنی اسرائیل کے لئے، وغیرہ۔

تندی:

صفت قہاری مراد ہے۔

تنزیہہ:

عیوب اور امکانی نقصانات سے ذات باری تعالیٰ کو پاک جاننا نیز ان اعتبارات اور ظہورات کے باوجود، ذات کو ہر حال میں مجرد اور منزہ جاننا اور تعینات و تشبیہات سے پاک سمجھنا مراد ہے۔

تنزل:

ایک حال سے دوسرے حال یا ایک مقام سے دوسرے مقام میں اترنا تنزل کہلاتا ہے۔

تنزلات ستہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ پہلا مرتبہ لاتعین ہے، جس کو احدیت اور خالص وجود اور ذات بحت کہتے ہیں۔ اس کے بعد مرتبہ وحدت ہے جس کو علم مجمل، علم ذاتی، حقیقت محمدی ﷺ اور انا کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ لاتعین سے ظاہر ہوا پھر اس مرتبہ وحدت سے واحدیت ہے جو مرتبہ تفصیل صفات ہے جس سے نفس رحمانی، حقیقت آدم، مرتبہ ثبوت اعیان ثابتہ اور صور علمیہ ظاہر ہوئے۔ ان تینوں مراتب داخلی، ذاتی، قدیم کو حضرت حق کی طرح قدیم جانتے ہیں۔

مرتبہ واحدیت سے جو حقیقت آدم ہے عالم ارواح ظاہر ہوا۔ عالم ارواح ایک لطیف عالم ہے جو نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ دائیں نہ بائیں، نہ نزدیک نہ دور نہ داخل عالم نہ اس سے خارج۔ اسی عالم کو عالم بسیط والطف کہتے ہیں۔ یہ عالم شہادت سے بھی متصل ہے اسی کو روح مقیم کہتے ہیں۔ روح جاری اس کے بر خلاف ہے جو عالم مثال میں ہے۔

توجہ:

سالک کا اپنے وجود کو معدوم کرنا اور حق کو موجود جاننا نیز اپنے قلب کی طاقت کو دوسروں کے قلب پر ڈال کر اس کو اپنے قبضہ و اختیار میں لانا مراد ہے۔

توبہ:

اس کی تین قسمیں ہیں:

پہلی یہ کہ اپنے گذشتہ گناہوں پر خوف، شرمندہ ہونا اور شریعت محمدی ﷺ مین جن باتوں سے منع فرمایا گیاہے ان سے بچنا۔

دوسری قسم طریقت کے گناہوں حسد، بغض، کینہ، کبر، بخل، غرور، ریا، غصہ، کھانے پینے کی لالچ، مال دینااور دنیاکی محبت وغیرہ سے اپنے کودور رکھنااور انکے برعکس صبر، راضی برضا، شکر نعمت، امید پرہیز گاری، ترک دنیا، خلوص و نیک نیتی، اطاعت گذاری، اخلاق دوسروں کے ساتھ نیکی وبھلائی اور خوش خلقی سے پیش آناوغیرہ ہیں۔

تیسری قسم جو اصل الاصول ہے کہ گناہ حقیقت سے مکمل طور پر اجتناب کرنایعنی اپنی ہستی سے خلاصی و چھٹکارہ پالینا۔ اگر مکمل توحید حاصل ہوجائے تو یہ تمام برائیاں بُرے عادات خود بخود زائل ہوجائیں گے۔

تواجد:

وجد کی استدعا و درخواست کرنا اور حالت وجد کا اظہار کرنا۔اس کی تفصیل ووضاحت "تحفۃ الاحباء فی اثبات الوجد والتواجد والرقص والغشی والبکاء"میں موجود ہے۔

توکل:

باوجود کوشش اور اعمال کے اللہ پر بھروسہ کرنااور دل کو اسباب دنیوی اور ظاہری سے اٹھاکر صرف حضرت مسبب الاسباب کی طرف متوجہ کرنااور حضرت حق کے علاوہ کسی کو نظر میں نہ لانامراد ہے۔

توبہ نصوح:

اپنے ارادہ سے توبہ پر مکمل عمل پیرا ہونا اور بالکل سچی توبہ کرنا مراد ہے۔

تولی:

سالک کا باطل کو چھوڑ کر حق کی تولیت میں اپنے کو بالکل دے دینا۔

توانگری:

کمالات حاصل ہونا مراد ہے۔

توحید:

ذات بحت کو مع جمع اور فرق کے جاننا اور اپنے کو اس میں گم کر دینا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ توحید شہودی، ۲۔ توحیدِ وجودی

توحیدِ شہودی کی بھی دو اقسام ہیں ایک صوری دوسری معنوی۔ توحید شہودی صوری کو توحید قولی اور ایمانی کہتے ہیں۔ یہ صرف صورت توحید ہے جس پر علماء ظاہر و متکلمین اور عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ صانع ایک ہے اور تمام مصنوعات اس ایک صانع سے ہیں۔ توحید شہودی معنوی یعنی تمام مخلوقات خالق کی مظاہر ہیں لیکن اس سے جدا ہیں۔

دوسری قسم توحید کی توحید وجودی ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ توحید وجودی علمی ۲۔ توحید وجودی عملی کشفی۔

توحید وجودی علمی یہ ہے کہ ایک ذات کے سوا دوسرا کوئی وجود نہیں یہ وجود عین ذات ہے۔

توحید وجودی عملی کشفی کو توحید حالی بھی کہتے ہیں، یہ سب افضل اور اکمل ہے اس کے بھی تین درجے ہیں۔

پہلا جذبہ، جذبات الٰہیہ میں سے سالک پر وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ مکمل طور پر معشوق حقیق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ مخلوق کی تعریف وبرائی سب اس کے نزدیک یکساں ہے کبھی تو اس کی یہ کیفیت ذکر و شغل اور ریاضات و مجاہدات کے سبب ہوتی ہے اور کبھی محض عنایات الٰہی سے اسے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ پہلی صورت میں وہ سالک مجذوب ہے اور دوسری میں مجذوب سالک ہوتا ہے۔

توحید کی مزید تین قسمیں ہیں:

ا۔ توحید افعالی: توحید افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ہمہ از وست بھی کہتے ہیں۔ سالک کو پہلے پہل یہی توحید پیش آتی ہے۔ اسی سے تمام افعال کی یگانگی اور ذات کی معرفت ہوتی ہے۔ اس لئے جو کچھ خیر وشر، رنج وراحت، نفع وضرر موت وحیات، کفر وایمان، اطاعت ونافرمانی جو موجودات کے افعال سے ہیں در حقیقت حضرت حق کے یہی ہیں کیوں کہ فاعل حقیقی وہی ہے۔ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کہ بغیر حق کے ارادہ کے مخلوق کے افعال صادر ہونا محال ہیں جو کچھ ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔

۲۔ توحید صفاتی: اس کو اصطلاح میں ہمہ با اوست کہتے ہیں۔ یہ توحید افعالی کے محو کرنے کے بعد سالک کو حاصل ہوتی ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، خاقیت ورزاقیت وغیرہ جتنی صفات ہیں ان کا وجود بغیر ذات کے محال ہے صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی الگ نہیں ہو سکتی۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اس میں اپنے کو محو کرے۔

۳۔ توحید ذاتی: توحید ذاتی یہ جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔ سالک کو توحید صفاتی کے محو کرنے کے بعد یہ چیز میسر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال و آثار جو عالم میں ہیں بغیر ذات کے ممکن نہیں یہ کبھی ذات سے الگ نہیں ہوتے۔ ہر صفت میں ذات موجود ہے بغیر وجود ذات کے صفات کا ظہور محال ہے۔ یہ تمام صفات افعال و آثار اسی ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہیں۔ اسی واسطے صفات، افعال اور آثار کو عین ذات، حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک قسم اور ہے جس کو توحید الٰہی اور توحید حقیقی دونوں کہتے ہیں۔ اور وہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ ازل الآزال میں وحدانیت اور فردانیت سے متصف تھا۔ کاناللہ ولم یکن معہ شیئا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

توحید کی محققانہ وعارفانہ بحث کے لئے شاہ محمد وہاج الدین قلندری کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈپٹی کلکٹر) کی شرح الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عیون المعارف من شیون العارف ملفوظ شاہ وہاج الدین قلندر کاکوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولفہ محمد عالم قیصری کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز جد محترم مولوی عبد الولی علوی حیدری کاکوروی کا رسالہ ”توحید وجودی اور توحید شہودی“ ملاحظہ ہو۔

تواری:

احاطہ اور غلبہ کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ ۲۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ (فصلت ۵۴)

وہ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تیمم:

ظاہر و باطن کی صفائی اور تصفیہ کو کہتے ہیں۔

تیر مژہ:

اس سے مراد نور عزت کی نظارہ سوز شعاعیں ہیں جو عاشق کو معشوق حقیقی کے مقابل ہونے کی جسارت نہیں کرنے دیتیں اور خود اپنی نورانیت و محبوبیت سے عاشق کے جگر میں پیوست ہو جاتی ہے۔

تیغ:

اس سے مراد صفات جلالی ہے۔

ث

اس سے اشارہ ثواب دارین کی طرف ہے اور حق کا تعلق ازل سے لطف و کرم اور احسان و جزاء سے ہے۔

ثقلین:

لغت میں دو گروہ اور عالم جن وانس کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عالم دنیا اور عالم عقبیٰ مراد ہیں۔ ثقلین دو مراتب کونیہ کو کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ خارجیہ دوسرا مرتبہ داخلیہ ۔ مرتبہ خارجیہ اجسام و امثال اور ارواح ہیں اور مرتبہ داخلیہ واحدیت، وحدت اور احدیت ہیں۔

ج

جابسا:

عالم برزخ مراد ہے جہاں ارواح، اجسام عنصری سے جدا ہو کر جاتی ہیں۔ یہ برزخ اس عالم مثال سے مختلف ہے جہاں روحیں اس دنیا میں آنے سے قبل ہوتی ہیں۔ وہ مشرق اجسام میں اور یہ مغرب اجسام میں واقع ہے۔ وہ تنزلات کے مراتب سے اور یہ معارج کے مراتب سے ہے۔ یہاں ارواح اعمال کی مثالی صورتوں اختیار کرتی ہیں۔ یہ عالم بھی عالم روحانی جوہر نورانی غیر مادی ہے۔

جان:

خاص طور پر روح مراد ہے جو معانی و حقائق کا ادراک کرنے والی اور علوم ربانی کی معلم ہے۔ مجردہ ارواح بھی مراد ہیں۔ عام طور پر اس سے روح حیوانی مراد لی جاتی ہے اس لئے کہ ہر جاندار کی روح کو جان کہتے ہیں۔

جاناں:

صفت قیومی کو کہتے ہیں جس سے تمام موجودات قائم ہیں نیز معشوق مجازی بھی مراد لیا جاتا ہے۔

جابلقا:

اس سے وہ عالم مثال مراد ہے جہاں روحیں اس دنیا میں آنے سے پہلے ہوئی ہیں۔ مرتبہ مجمع البحرین، وجوب وامکان بھی کہتے ہیں یہاں بھی عالم کی مثال صورتیں پائی جاتی ہیں۔

جام:

عارف کے باطن سے مراد ہے نیز حقیقت جامعیہ، مستی پیدا کرنے والی ہر چیز بھی مراد ہے۔

جان افزا:

عاشق و معشوق کی نسبت مراد ہے اور اس ذکر کو بھی کہتے ہیں جو مذکور تعالیٰ تک پہنچا دے۔

جاں افزا:

بقائے ابدی کی وہ صفت مراد ہے جس میں فنا نہیں ہے اس سے عاشق و معشوق کی نسبت بھی مراد ہے۔

جاہل:

اصطلاح میں جھوٹے طالب اور مرید کو کہتے ہیں۔ نیز ایسا شخص جو اشیاء کے ذریعہ حق کو جانے۔

جبروت:

اسماء وصفات الٰہی کی عظمت اور مرتبہ واحدیت مراد ہے کیوں کہ یہاں بے شمار اعیان کا مشاہدہ ہوتا ہے اس سے عظمت الٰہی سالک کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

جذب:

وہ بلا کوشش کشائش اور کشش ہے جو بندہ کو حق کی طرف ہو۔

جذبہ:

اس سے وہ چیز مراد ہے جس کا سلوک کی منازل طے کرنے میں سالک محتاج ہو اور وہ چیز بلا تکلف اور بغیر کوشش و تکلیف کے اسے ملے، اسے جاذبہ بھی کہتے ہیں۔

جرس:

اس جمالی خطاب کو کہتے ہیں جس میں تھوڑی خفگی اور قہر بھی ہو۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مراد منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

مجھے محبوب کے مقام میں کیا عیش و آرام ہے جب کہ جرس برابر اعلان کر رہی ہے کہ اپنے کجاوے کس لو اور رخت سفر باندھ لو۔

بقول حضرت جد امجد شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ:

دلیل کارواں بانگ جرس ہے　　　گواہِ دردِ دل اک نالہ بس ہے

جرعہ:

اس سے وہ مستی و سرخوشی مراد ہے جو سالک کے دل میں مرشد برحق کی عنایت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے ظرف و استعداد کے مطابق ترقی ہوتی رہتی ہے۔

جرعہ بر تشنگانِ عشق زیر　　　یا سحاب الجود یا جرالعطا

اے سخاوت کے بادل اور بخشش و عطا کے سمندر تشنگان عشق کو ایک گھونٹ ہی عطا فرما۔

جسد:

لغت میں انسان، جن و ملائکہ وغیرہ کے جسم کو کہتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں ایک صورت ہے جو روحوں سے متمثل ہو کر ظاہر ہوتی ہے خواہ وہ نوری ہو یا ناری۔

جسم:

جو چیز لمبائی، چوڑائی اور گہرائی رکھتی ہو لغت میں اسے جسم کہتے ہیں۔ جرم اور جسم ایک چیز ہے جسم کا استعمال کثیف ہے اور جرم کا لطیف میں ہوتا ہے۔ اصطلاح میں جسم اور ناہیۃ ہر چیز جنس اور عرض واحد سے مرکب ہے۔ جسم کل مظہر اسم حکیم ہے اور اسم حکیم اس کا فاعل اور رب۔ جسم مفعول اور مربوب ہے۔ جسم کل مرتبہ محمدی ہے۔ بعض اجسام چاروں عناصر پانی، مٹی، آگ اور ہوا سے مرکب ہیں۔ اس میں ایک جوہر ہے جس کو ہیولی کہتے ہیں۔ دوسری صورت نوعیہ ہے۔ جوہر قائم بالذات کو اور عرض قائم بالغیر کو کہتے ہیں۔

جوہر کی دو قسمیں ہیں:

جسم اور غیر جسم، جسم جس میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہو اور غیر جسم جس میں یہ نہ ہوں۔ پھر جسم کی دو قسمیں ہیں ایک نامی اور دوسرا غیر نامی۔ جسم نامی کی دو قسمیں ہیں متحرک اور غیر متحرک۔ متحرک جیسے حیوان اور غیر متحرک جیسے درخت۔ جسم متحرک کی دو قسمیں ہیں ناطق اور غیر ناطق۔ ناطق (بولنے والے) جیسے انسان اور غیر ناطق جیسے حیوان۔

عرض بھی دو قسموں پر ہے ظاہری اور باطنی۔

ظاہری کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ شم (سونگھنا) ۲۔ سمع (سننا) ۳۔ بصر (دیکھنا)

۴۔ ذوق (چکھنا) ۵۔ لمس (چھونا)

باطنی کی بھی پانچ اقسام ہیں:

۱۔ حس مشترک ۲۔ خیال ۳۔ وہم ۴۔ حافظہ ۵۔ متصرفہ

جعد:

تجلی جلالی اور قہاری کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک تجلی جمالی بھی مراد ہے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بوئے نافہ کاخر صبازاں طرّہ بکشاید
زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

اس نافہ کی مہک کی قسم جو آخر کو صبا اس طرہ سے کھولے گی، اس کے مشکیں گھنگھریالے بالوں کی شکن کی وجہ سے دلوں میں کس قدر خون ہو گیا۔

جعل:

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جعل بسیط جو علم الٰہی میں ایجاب کے ساتھ تقرر اعیان ثابتہ کے نفس سے عبارت ہے ان اعیان ثابتہ پر آثار و احکام مرتب نہیں ہوتے۔ دوسرا جعل مرکب ہے جس پر آثار و احکام مرتب ہوتے ہیں یہی آثار و احکام کی ترتیب کا مرتبہ ہے۔

جفا:

سالک کے دل کو مشاہدہ سے باز رکھنا اور سالک کی مرضی و فطرت کے خلاف امور پیش آنا مراد ہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جفا کم کن کہ فردا روز محشر   بروئے عاشقاں شرمندہ باشی

جفائیں کم کرو ورنہ کل روز محشر عاشقوں کے سامنے شرمندہ ہوگے۔

جلال:

لغت میں بزرگ ہونے اور بزرگواری کو کہتے ہیں، یہ جمال کی ضد ہے۔ حق کی صفات جلال و جمال میں منحصر ہیں۔ جمال میں نرمی محبت اور لطف اور جلال میں قہر اور جبر ہے صفات باطنی کو جلال اور صفات ظاہری کو جمال کہتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں تجلی قہاری کو بھی جلال کہتے ہیں۔ جلال سے ذات بحت کی طرف اشارہ ہے جو گنج مخفی، مرتبہ وراء الوراء اور مرتبہ تنزیہہ محض ہے جو عزت و جلال کے پردہ میں مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے کیوں کہ اس کی حقیقت اور ہویت کو اس کے سوا اور کوئی ادراک ہی نہیں کر سکتا۔ البتہ کاملین پر اسماء و صفات و اعتبار کے پرے تجلی ہوتی ہے۔ جلال سے مراد حادث کا فنا ہو جانا اور قدیم کا باقی رہ جانا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا قول ہے:

الحادث اذا قورن بالقدیم لم یبق لہ اثر۔

جب حادث قدیم کے قریب ہو جائے گا تو اس کے لئے کوئی اثر نہ باقی رہے گا۔

جلاء:

اپنے انفس میں ذات حق کا ظہور دیکھنا مراد ہے۔ آفاق میں اسی ظہور کے جلوہ کو استجلاء کہتے ہیں۔

جلوہ:

مشاہدہ کو کہتے ہیں۔

جلادت:

دل میں مشاہدہ کے ذریعہ حاصل کئے گئے انوار کے ظہور کو کہتے ہیں۔

جمال:

حق کی تجلی مراد ہے، اسے مشاہدہ کہتے ہیں۔ یہ جلال کے برخلاف ظہور ذات ہے کہ جو جفاء ذات یعنی تجلی جمالی میں کل کا ظہور ہے، اور تجلی جلالی اور قہاری میں کل کے لئے نفا و نیستی ہے یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔ ہر جمال جلال ہے اور ہر جلال کے پرے جمال ہے کہ جو بھی ظہور اس کا ہے بطور پوشیدگی کے ہے۔ جب جلال اور صفات حلال میں پوشیدگی اور عزت کے معنی لئے جائیں تو اس میں بلندی اور قہر ہونا لازمی ہے۔ جب جمال اور صفات جلال میں قربت، مسافت طے کرنے وغیرہ کے معنی لئے جائیں تو اس کے لئے لطف ورحمت، عطوفت اور انس ومحبت لازمی ہیں۔ بعض کے نزدیک جمال کی حد ارواح سے اجسام تک ہے اور جلال کی اعیان سے احدیت تک۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ ارواح سے مقام تک جلال اور مثال سے اجسام تک جمال ہے۔

جمع:

حق کے شہود کو کہتے ہیں۔

جمع الجمع:

خلق کو حق اور حق کو خلق میں دیکھنا اور حق کو حق میں، خلق کو خلق میں مشاہدہ کرنا یعنی خلق کو خلق اور حق کو حق اور خلق کو حق اور خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا مراد ہے۔

حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی قدس سرہ فرماتے ہیں:

کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزہ   کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں

جمع مع الفرق:

وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت دیکھنا۔یعنی ذات میں صفات کو اور صفات میں اسماء کو ، اسماء میں افعال کو اور افعال میں آثار کو نیز ذات کو عین اسماء اور اسماء کو عین صفات، صفات کو عین افعال اور افعال کو عین آثار دیکھنا مراد ہے۔

جمعیت:

ہمت کا حق کے ساتھ مشغولی میں متوجہ رکھنا اور غیر حق سے علیحدگی اختیار کرنا جمعیت کہلاتا ہے۔

جنگ:

امتحانات الٰہی کو کہتے ہیں جو ظاہری وباطنی بلاؤں کے ساتھ ہوں۔ اسماءوصفات کے تصادم کو بھی جنگ کہتے ہیں۔

جنائب:

حق کی جانب سے منازل نفوس میں سیر کرنے والے اور اطاعت و تقویٰ اختیار کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

جنون:

عشق میں ایسا مغلوب ہونا کہ اس غلبہ سے سر پیر کا ہوش نہ رہے۔ ہر چیز سے بالکل بے خبر ہو جانا۔

جنت:

جنت جمال کا مظہر ہے جو اسم لطیف کی تجلی سے ظاہر ہوئی۔ اس کے آٹھ طبقے میں ہر طبقہ میں بہت سی جنتیں ہیں اور ہر جنت میں بہت سے بیشمار درجہ ہیں۔

پہلا طبقہ جنت الاسلام اور جنۃ المجازاۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنت کے دروازہ کو نیک اعمال سے پیدا فرمایا اور اس کے رہنے والوں پر اسم حسیب سے متجلی ہوا۔ یہ جزاء محض ہے۔

ان لوگوں کے حق میں کلام مجید میں وارد ہوا ہے:

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۳۹) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (۴۰) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى (النجم: ۴۱)

”انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کے حصول کے لئے وہ کوشش کرے اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔“

اس جنت میں کوئی بھی بغیر نیک اعمال کے داخل نہیں ہو پائے گا۔ اس کو دار المقام اور جنت صوری بھی کہتے ہیں۔ اسی میں قسم قسم کی کھانے پینے کی چیزیں، پانی، شہد، شراب اور دودھ وغیرہ کی نہریں ہیں۔ یہ طبقہ عام مؤمنین کے لئے ہے۔

دوسرا طبقہ اس کے اوپر ہے اور اس سے اعلیٰ ہے جس کو جنت الخلاء اور جنت المکاسب کہتے ہیں جو محض نفع ہے۔ اس طبقہ کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اسم بدیع سے متجلی ہوا اور اس کو عقائد صالحہ سے پیدا کیا۔ جس شخص کے عقائد ٹھیک نہ ہوں گے، وہ اس میں داخل نہیں ہو پائے گا۔

تیسرا طبقہ جنت المواہب ہے جس کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ اسم وہاب سے جلوہ گر ہوا۔ یہ محض بخشش الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اس میں کسب و اختیار کا دخل نہیں۔

چوتھا طبقہ جنت الاستحقاق ہے جس کو جنت النعیم و جنت الفطرۃ کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اسم حق سے جلوہ گر ہوا جو ابرار و نیک لوگوں کے لئے ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (الانفطار:۱۳)

یقیناً ابرار نعیم میں ہیں۔

پانچواں طبقہ جنت الفردوس ہے جس کو جنت المعارف کہتے ہیں جس میں نہ شجر ہے نہ حجر، نہ محل نہ حور، اس جنت کے لوگ ہمیشہ مشاہدہ میں رہتے ہیں۔ اس کو جنت وسیلہ بھی کہتے ہیں۔

چھٹا طبقہ جنت الفضیلۃ ہے جس کے رہنے والے صدیقین ہیں۔

جن کے متعلق اللہ کلام مجید میں فرماتا ہے:

عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (القمر:۵۵)

صاحب قدرت بادشاہ کے قرب میں، اس کو جنت السماء بھی کہتے ہیں۔

ساتواں طبقہ درجہ رفیعہ ہے جس کو اسم کی حیثیت سے جنت الصفات اور اسم کی حیثیت سے جنت الذات کہتے ہیں جو باطن عرش پر ہے جس کے رہنے والے حقائق الٰہیہ میں غرق ہیں، یہی حضرات صاحب خلافت الٰہیہ کے مقربین خاص ہیں۔

آٹھوں طبقہ مقام محمود ہے جو جنت ذات ہے۔

جور:

سالک کا سلوک سے عروج کی طرف باز رکھنا مراد ہے۔

جوہر:

جو قائم بالذات ہو اور کسی بھی جگہ کا محتاج نہ ہو۔ اس کے پانچ افراد ہیں۔ ایک جسم، دوسرے ہیولیٰ، تیسرے صورت، چوتھے نفس ناطقہ پانچویں عقل۔

جوئبار:

مجازی بندی کو کہتے ہیں یعنی جب بندہ صفات وافعال سے بالکل خالی و عاری ہو کر ہمہ تن حق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو حقیقی صفات اس میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جیسے پانی جہاں نشیب پاتا ہے فوراً اتر آتا ہے۔ یہی عبودیت، الوہیت کی یافت کا سبب ہے۔

جواہر العولم والانباء والمعارف:

یہ وہ حقائق الٰہیہ ہیں جو شریعتوں، امتوں، زمانوں کے اختلافات کے سبب تبدیل اور متغیر نہیں ہوتے۔

جہان تاریک:

وجود سالک کا حجاب مراد ہے اور بعض نے تعینات مراد لئے ہیں یہ زلف کے مترادف ہے کیوں کہ تعینات وجہ حق کی رویت کے لئے حجاب ہیں اور یہی تاریکی و ظلمت ہے۔

جہنم یعنی آگ:

جنت مظہر جمال اور دوزخ مظہر جلال ہے۔ اس کے بھی سات طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ: اس کا نام لظیٰ ہے اسے اللہ تعالیٰ نے معصیت اور گناہ سے پیدا کیا اور وہ اس میں اسم منتقم سے جلوہ گر ہوا۔ یہ طبقہ اہل معصیت اور ذنب (گناہ) کے لئے ہے۔

دوسرا طبقہ: جحیم ہے جس میں حق اسم عادل سے جلوہ گر ہوا۔ اس کی تخلیق فجور اور طغیان سے کی۔ یہ ان لوگوں کا مسکن ہے جو بے راہ اور باطن میں سرگرم ہیں۔ کلام مجید میں ہے:

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (الانفطار: ۱۴)

فاجرین یقیناً دوزخ میں ہیں۔

تیسرا طبقہ: عسری ہے اس میں حق اسم شدید سے جلوہ گر ہوا۔ اس کو بخل، حسد اور شہوت سے پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جن کی یہ خصوصیات ہیں۔

چوتھا طبقہ: اس کا نام ہاویہ ہے اس میں بصفت غضب جلوہ گر ہوا۔ یہ منافقین کا ٹھکانہ ہے۔

پانچواں طبقہ: سقر ہے اس میں حضرت اسم مذل سے جلوہ گر ہوا۔ یہ متکبرین کا مسکن ہے۔

کلام مجید میں ہے:

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (المدثر: ۲۶)

اب میں اسے آگ میں ڈالوں گا۔

چھٹا طبقہ: اس کا نام سعیر ہے۔ اس میں ذو البطش کے نام سے جلوہ گر ہوا۔ یہ شیاطین اور منکرین و ملحدین کا مسکن ہے۔

وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ (الملک ۵)

"ہم نے اس کو شیاطین کے لئے مار بنایا اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب بنایا۔"

ساتواں طبقہ: اس کا نام جہنم ہے یہ مشرکین کا ٹھکانہ ہے۔ حضرت حق اس میں ذو عقاب الیم کے نام سے جلوہ گر ہوا۔

کلامِ مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ(البينة:٦)

"جن اہل کتاب و مشرکین نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے وہی بدترین مخلوق ہیں۔"

چ

چاہ ذقن وچاہ زنج:

مشاہدہ کی لذات اور اس کے اسرار کو کہتے ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

درچاہ ذقن چو حافظ اے جاں　　　　حسن تو دو صد غلام دارد

(معشوق کے چاہ ذقن کی ٹھوڑی کے کنویں) میں حافظ جیسے سیکڑوں غلام قید ہیں۔

چارہ در داہ:

اس سے نفس کی طرف اشارہ ہے۔

چشم:

صفت جمالی مراد ہے مسالک کے دل پر تجلی الہامی غیبی وارد ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ وہ مقام قرب میں پہنچتا ہے۔ بعض نے اس سے مرتبہ جمع مراد لیا ہے جو شہود کا مقام و محل ہے۔ صوفیانہ شاعری میں لفظ چشم سے کبھی بصارت ازلیہ کی جانب اشارہ ہوتا ہے کبھی شہود حق حسب استعداد سالک کی طرف اور کبھی حق تعالیٰ کی نظر اور اس کی نظر کے اثرات کی جانب۔ معشوق کی چشم شوخ کا

ایک اثر یہ ہے کہ عاشقوں کے دلوں میں بعد و فراق اور خودی کے پندار سے بیماری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کبھی غم کے خمار سے جسم ٹوٹتا ہے کبھی محبوب کی نگاہ کو اپنی جانب ملتفت پا کر ایک مستی و سرخوشی کا عالم پیدا ہوتا ہے۔ استغفار اور بے التفاتی بھی اس کے لوازم میں سے ہے، جو ایک نظر میں ہستی سے نیستی کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس کی بے الفتی و استغنا　　　　ساز و سامان نامرادی ہے

لیکن اس کمال استغنا کے باوجود چشم مست و شوخ اور چشم بے باک ہی کی عشاق نوازیاں سوختہ دل عشقوں کو جمال کے مشاہدہ سے نوازتی اور ان کے جسم و جان میں تازہ روح ڈالتی ہیں۔

کون اس سے لڑائے آنکھ ترابؔ　　　　جس نے باندھی کٹار آنکھوں میں

یہی چشم شوخ و بے باک عاشقوں میں قبولیت فیضان کی استعداد بھی پیدا کرتی ہے۔ چشم کی بے شمار اداؤں میں سے ایک غمزۂ چشم ہے جس سے مراد آنکھ کو ایک خاص انداز میں کھولنا و بند کرنا ہے۔ آنکھ کا بند کرن عدم التفات اور کھولنا دل سوزی ہے۔ ان دونوں سے پیدا ہونے والی کیفیت کا نام خوف و امید ہے۔ التفات و عدم التفات دلنوازی و لاپروائی کے تواتر سے ایک عالم طاری رہتا ہے جو خون میں حدت پیدا کرتا اور جوش دلاتا ہے۔ غمزہ میں اظہار و پوشیدگی دونوں ہیں۔ دل عاشق میں کبھی محبوب کے ظہور کا سرور اور کبھی اس کے خفا و مستوری کا نشہ ہوتا ہے اور پھر ایک ہی غمزہ سے عالم کو مستی کی بے ہوشی میں لا کر نیستی کی تاریکی گمنامی میں اتار دیا جاتا ہے۔ اس خاص غمزہ کو نیم نگاہی کہتے ہیں، یہ تجلی جلال کا ایک کرشمہ ہے جس سے حشر برپا ہو جاتا ہے اور تفرقہ و کثرت کی جانب سے

عالم وحدت کی طرف آجاتا ہے اور موجود حقیقی کے سوا جو کچھ ہے سب خاک میں مل کر فنا ہو جاتا ہے۔

بیماری چشم: دوری و غم فراق کے غم اور خودی کے پندار کو کہتے ہیں۔

خماری چشم: یہ سالک کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر پردے ڈالتی ہے۔

کرشمہ چشم: التفات، تجلی جمال اور انوار معرفت کا پرتو مراد ہے۔ یہ وہ مستی و سرخوشی ہے جو موجودات عالم میں شہود تفصیلی کی محبت کے پرتو سے پیدا ہوتی ہے۔ چشم عالم سے مرد انسان ہے۔ چشم کا ایک جزو ابرو ہے۔ ابرو سے مراد صفات ہیں جس طرح ابرو سے چشم پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح ذات کے لئے صفات پردہ بنتی ہیں۔ دو چشم سے بعض اوقات جلال و جمال مراد ہوتے ہیں۔

مست گشتم از دو چشمِ ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش

میں تو ساقی پیمانہ نوش کی دو چشم سے مست ہو گیا۔ ننگ و ناموس اور عقل و ہوش سب رخصت ہو جاؤ۔

یہاں دو چشم سے جمال و جلال، ساقی سے ذات باری، پیمانہ نوش سے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ٢٩) (وہ ہر دن ایک نئی شان میں ہے) الفراق اے ننگ و ناموس الخ سے انانیت و خودی کو سو سلام مراد ہیں۔ الوداع اے عقل و ہوش سے محویت طاری ہونا مراد ہے۔

چشم مست:

سالک کا اپنے آپ کو حق کے مشاہدہ میں گم کرنا مراد ہے۔

چشم پر خمار:

سالک کا تجلیات میں بیخود ہو جانا ہے۔

چشم ترک:

مراتب عالیہ کے پوشیدہ رکھنے کو کہتے ہیں جسے اہل کمال اس طرح پوشیدہ و مستور رکھتے ہیں کہ سوائے حضرت حق کے کوئی ان سے واقف نہیں ہوتا۔

چلیپا:

عالم طبعی مراد ہے۔

چمن:

معرفت اور محبت مراد ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

چمنے کہ تاقیامت گلِ او بہار بادا صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

ایسا چمن معرفت و محبت جو قیامت تک سدا بہار ہے اور ایسا صنم جس کے حسن و جمال پر دونوں عالم قربان ہوں۔

چنگ:

اس سے حقیقی ذوق شوق مراد ہے۔

چنبر:

محبوب کی زلف کا حلقہ جسے حلقہ دائرہ کونی بھی کہتے ہیں۔

چوگاں:

مرتبہ کمال میں عالم اطلاق کو کہتے ہیں لیکن سلوک میں اسم آخر سے اسم اول تک منازل طے کرنا نیز سیر میں آفاق فی الخارج اور فکر و تفکر میں وسعت خیال عشق کے مشرب میں نامرادی کا وسیع میدان یعنی سالک کی مکمل فنا ہونا اور تعین وجود کی لو بھی نہ باقی رہنا مراد ہے۔

چہرۂ گلگوں:

تجلی روحی مراد ہے جو سالک پر خواب، بیداری یا بیخودی میں طاری ہوتی ہے۔

چہرہ:

مرتبہ واحدیت کی تجلی کی جانب اشارہ ہے۔

چین بر افشاند:

تعینات کے دور کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

ح

حاکم:

جو شریعت محمدی ﷺ کے احکامات سالک راہ طریقت پر جاری کرے۔

حال:

عنایت و بخشش الٰہی سے جو بھی کیفیات قلب میں وارد ہوں انہیں حال کہتے ہیں جیسے رنج و غم، خوف، شرح و بسط، ذوق و شوق وغیرہ لیکن عام طور پر نفس کی صفات کے ظہور کے غلبہ سے یہ کیفیات زائل بھی ہوتی رہتی ہیں کیونکہ اگر قائم رہیں اور ان پر قدرت حاصل ہو جائے تو اسے مقام کہتے ہیں۔

حال امر:

عالم ارواح مراد ہے۔

حُب:

علم حق، مرتبہ وحدت، حقیقت محمدی ﷺ، حب حقیقی اور حب ذاتی مراد ہے۔

حج:

اس سے سلوک الی اللہ مراد ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

حج عام، حج خاص، حج خاص الخاص۔

عام حج یہ ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور تمام ارکان حج ادا کرے۔

خاص حج یہ ہے کہ اپنے دل کو ماسویٰ اللہ، تمام کدورتوں، غیریت اور کثرت سے پاک کرے۔

خاص الخاص حج یہ ہے کہ رب البیت (صاحب خانہ کعبہ) کا مشاہدہ کرے۔

حج رب البیت مرادنہ بود

حجاب:

تصوف میں اس سے وہ ما اسم مراد ہیں جو عاشق و معشوق کے وصل میں رکاوٹ بنیں اور دل میں اشیاء کونیہ کے نقش ہو جانے اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو تجلیات ربانی کے قبول کرنے میں مانع ہوں۔

حجاب چہرہ جاں می شود غبار تنم
خوش آندمے کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

میرے جسم کا غبار (کثافت) ہی جان کے چہرہ کا حجاب بنتا ہے کیا اچھا لمحہ ہوتا ہے کہ میں اس چہرہ سے نقاب اٹھا دیتا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئینہ دل کو صاف رکھو تو کوئی حجاب ہی نہیں ہے کیوں کہ زنگ خوردہ محبوب کے جمال کو کب دکھا سکتا ہے۔

حجاب العزت:

اندھے پن اور بد حواسی کو کہتے ہیں۔ اس لئے کثیف ادراکات حقیقت ذات میں موثر نہیں ہوتیں۔ کیونکہ حق کا ادراک حقیقی سے ہی ہوتا ہے جو مکمل فنا کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔

حجاب ظلمانی:

اس سے صفات ذمیمہ مراد ہیں۔

حجلہ:

حق کا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

حد:

وہ فعل جو بندہ اور حق کے درمیان حائل ہو۔

حرق:

وہ متوسط تجلیات مراد ہیں جو فنا کی طرف کھینچتی ہیں۔ ابتدائی تجلیات کو برق اور آخری کو طمس فی الذات کہتے ہیں۔ بعض نے حرق سے سوز عشقی مراد لیتے ہیں۔

حروف عالیات:

ان شیون ذاتیہ اور اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں جو غیب الغیب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جیسے درخت گٹھلی میں۔

حریم کبریا:

اس سے ذات باری مراد ہے، عالم بھی مراد لیتے ہیں جو بے مادہ و مدت ہے۔ مرتبہ واحدیت کا آستانہ ہے جسے جبروت کہتے ہیں۔

حریم لامکاں:

اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں صرف اور صرف ذات باری ہے۔

حریت:

سالک کا اغیار کی قیود سے بالکل آزاد ہونا مراد ہے۔

اس کے تین درجہ ہیں:

حریت عوام: تمام شہوتوں سے آزاد ہونا۔

حریت خواص: اپنے ارادہ کو حق کے ارادہ میں فنا کرنے کے بعد تمام ارادوں سے آزاد ہونا۔

حریت اخص الخواص: نور الانوار کی تجلیات میں محو ہو کر تمام رسوم و آثار کی قیود و پابندیوں سے کلی طور پر آزاد ہو جانا۔

حسن:

ہر چیز میں مکمل اعتدال کا نام ہے۔ نیز مجازی لباس میں حقیقت مطلقہ سے بھی مراد ہے۔

حضوری:

اس سے مراد یاد ہے کیوں کہ حق ہر جگہ اور ہر گھڑی موجود ہے۔ اس سے جس قدر غفلت ہو وہی غائب ہوتا ہے۔

حضوری گرہمی خواہی ازو غائب مشو حافظؔ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واہملہا

حافظؔ اگر حضوری چاہتے ہو تو اس سے کسی لمحہ غائب نہ ہو جب محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا و مافیہا کو بالکل چھوڑ کر غافل ہو جاؤ۔

حضرات خمسہ الٰہیہ:

اس سے مراد:

(۱) حضرت غیب مطلق

(۲) حضرت علمیہ یعنی اعیان ثابتہ

(۳) حضرت غیب برزخی یعنی عالم امر

(۴) حضرت شہادت مطلقہ یعنی عالم خلق

اور (۵) حضرت جامع یعنی انسان کامل ہیں۔

حفظ العہد:

بندہ کا اس مقام میں قیام جس میں حضرت حق اس کے لئے حد مقرر کر دے۔

حق:

اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے جس کے معنی ثابت، سزاوار، واجب اور راست کے ہیں۔اصطلاح میں وجود مطلق کو کہتے ہیں۔ یہ تین جگہ پر آتا ہے۔ اول مقام سبب صفات میں جو منقطع الاشارہ ہے اور جسے لاتعین اور واحدیت کہتے ہیں۔ دوم مقام وحدت اور عم مجمل میں جسے حقیقت محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ سوم مرتبہ واحدیت میں جسے نفس رحمانی اور حقیقت آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔

حقیقت:

لغت میں ہر چیز، ہستی، اور ہر ذات کی ماہیت مراد ہے۔ اصطلاحاً یہ لفظ کئی جگہوں پر مستعمل ہے۔

ا۔ حقیقت کو ہر چیز کے باطن پر اطلاق کرتے ہیں اس کا ظاہر مجاز ہوتا ہے۔

مثلاً عالم شہادت مجاز ہے عالم مثال حقیقت، مثال مجاز ہے عالم ارواح حقیقت، عالم ارواح مجاز ہے، عالم اعیان اس کی حقیقت، عالم اعیان مجاز ہے اور اس کے مقابلہ میں علم اس کی حقیقت، علم مجاز ہے اور ذات اس کی حقیقت۔ حقیقت کو اعتبار کے مقابلہ میں بولتے ہیں جیسے حق کے اسماء وصفات ہر چیز کی حقیقت ہیں۔ ہر چیز ایک امر اعتباری کہ اسماء وصفات حق سے اعتبار کی جاتی ہے۔ ذات حق حقیقۃ الحقائق ہے۔ لفظ حقیقت کو واقع اور نفس الامرین کہتے ہیں جو صور علمیہ اور اعیان ثابتہ کا مقام ہے اس کو حقیقۃ الممکنات بھی کہتے ہیں۔

حقیقۃ الحقائق:

ذات بحت جو ذات احدیت ہے، مراد ہے۔ وہ تمام حقائق کی جامع ہے۔ اس کو حضرت الوجود بھی کہتے ہیں۔ بعض اس اعبار سے مرتبہ وحدیت کہتے ہیں کہ اس میں ان حقائق کا اجمالی علم ہے جو واحدیت کے مرتبہ میں تفصیلی طور پر اعیان کی صورت میں ظاہر ہیں۔

حقیقت عبد:

اصطلاح میں عدم مطلق کو کہتے ہیں۔ وہ سوائے ایک مفہوم کے کچھ نہیں کیوں کہ وجود حقیقۃ حق ہی کا ہے اور عبد اسی کا ایک اعتباری نام ہے۔

حقائق الاشیاء:

اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

حقائق القلوب:

عالم مثال مراد ہے۔

حقائق الٰہی:

ان اٹھائیس کلی اسماء الٰہی کو کہتے ہیں جنہوں نے مرتبہ واحدیت میں ظہور پایا ہے۔

یہ ارباب اس تفصیل سے محققین کے یہاں ہیں:

۱۔بدیع	۲۔باعث	۳۔باطن	۴۔آخر	۵۔ظاہر
۶۔حکیم	۷۔محیط	۸۔شکور	۹۔غنی	۱۰۔مقتدر
۱۱۔رب	۱۲۔حلیم	۱۳۔قاہر	۱۴۔نور	۱۵۔مصور

۱۶۔محصی　۱۷۔مبین ۱۸۔قابض　۱۹۔حی　۲۰۔محیی
۲۱۔ممیت　۲۲۔عزیز　۲۳۔رزاق　۲۴۔مذل　۲۵۔قوی
۲۶۔لطیف　۲۷۔جامع　۲۸۔رفیع

حقائق کونی:

یہ بھی تعداد میں اٹھائیس ہیں اور ان ہی اٹھائیس اسماء الٰہی سے ظاہر ہوئے ہیں یہ سب مربوبات ہیں:

۱۔عقل کل　۲۔نفس کل　۳۔طبیعت کل　۴۔جوہبا　۵۔شکل کل
۶۔جسم کل　۷۔عرش　۸۔کرسی　۹۔فلک بروج　۱۰۔فلک المنازل
۱۱۔فلک زحل　۱۲۔فلک مشتری　۱۳۔فلک مریخ　۱۴۔فلک شمس　۱۵۔فلک زہرہ
۱۶۔فلک عطارد　۱۷۔فلک قمر　۱۸۔کرۂ نار　۱۹۔کرۂ ہوا　۲۰۔کرۂ آب
۲۱۔کرۂ خاک　۲۲۔مرتبۂ جماد　۲۳۔مرتبۂ نباتات　۲۴۔مرتبۂ حیوان　۲۵۔مرتبۂ ملک
۲۶۔مرتبۂ جن　۲۷۔مرتبۂ انسان　۲۸۔مرتبۂ جامع یعنی انسان کامل

حق الیقین:

عین مقام احدیت میں شہود حق میں محو ہو کر اس کی بقا سے باقی رہنا مراد ہے۔

حقیقت محمدیہ ﷺ:

اسم اعظم اور تعین اول مراد ہے۔

حقیقت انسانی:

حضرت علم میں تفصیل صفات اور مرتبہ واحدیت کو کہتے ہیں جس کو حقیقت آدم و حضرت جمع و حضرت الوہیت و حضرت ربوبتیہ اور حضرت ارتسام کہتے ہیں۔

حکمت:

فلسفہ کی اصطلاح اور لغت میں اس کے معنی عقلمندی اور درست کرداری کے ہیں۔ یہ ایک علم ہے جس میں خارجی موجودات سے بحث کی جاتی ہے، اس کی تین اقسام ہیں: طبعی، ریاضی، الٰہی، حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں حقائق واوصاف اور چیزوں کے خواص اور احکام کا جاننا مراد ہے۔

حکمت منطوق بہا:

شریعت وطریقت کے علوم کو کہتے ہیں۔

حکمت مسکوت عنہا:

وہ اسرار حقیقت جن کو علماء ظاہر اور عوام نہیں جانتے اور انکار کرتے ہیں اور اسی انکار کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

حکمت مجہول عندنا:

وہ اسرار مراد ہیں جن کی ایجاد کی حکمت ان میں پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

حلاوت:

ان انوار روحانی کے ظہور کو کہتے ہیں جو مشاہدہ سے حاصل ہوں وہ مادہ سے خارج ہیں۔

حلقہ بگوش:

وہ صاحب استعداد جو کلام الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

حلول:

ایک موجود چیز کا دوسری موجود چیز میں داخل ہونا جیسے پانی گڑھے میں۔ جو چیز حلول کرتی ہے اسے حال کہتے ہیں، اور جس میں حلول کرتی ہے اسے محل کہتے ہیں۔ حکماء فلاسفہ کی اصطلاح میں ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح مخصوص ہونا کہ پہلی چیز کی طرف عین اشارہ دوسرے کی طرف ہو، یہ دو طرح پر ہے: حلول سریانی اور حلول طریانی۔ سریانی یہ ہے کہ حال کے اجزاء یعنی عرض اجزائے محل یعنی جوہر میں در آویں اور ایک لمحہ کی تقسیم سے دوسرے کی تقسیم لازم آئے جیسے سیاہی و سفیدی کا حلول۔ طریانی یہ ہے کہ حال کے اجزا محل کے اجزا میں آویں بلکہ کل کل میں آئے۔ جیسے نقطہ کا حلول خط میں اور خط سطح میں اور سطح جمع میں۔ اس قسم کے حلول ماسوی اللہ میں تو تصور کئے جاسکتے ہیں لیکن حق اس حلول سے قطعا منزہ و پاک ہے۔

حواس:

یہ حاسہ کی جمع ہے۔ یہ دس ہیں پانچ ظاہری پانچ باطنی۔ ظاہری یہ ہیں:

۱۔ ذائقہ ۲۔ شامہ ۳۔ باصرہ ۴۔ سامعہ ۵۔ لامسہ

پانچ باطنی ہیں:

۱۔ حس مشترک ۲۔ خیال ۳۔ متصرفہ ۴۔ وہم ۵۔ حافظہ

حیرت:

مرتبہ احدیت میں محو ہوجانے اور عارف کے دیدۂ دل سے اسم ہو کی تجلی کے مشاہدہ کو کہتے ہیں۔خیال کا کسی چیز کو ادراک کے احاطہ میں لانے سے عاجز ہونا بھی مراد ہے۔

خ

خاررہ:

خودی کو کہتے ہیں اور ہر معصیت کو جو سلوک میں پیش آئے۔

خال:

نقطہ سیاہ چشم کو کہتے ہیں۔اصطلاح میں نقطہ وحدت اور تجلی جلالی کو من حیث الخفاء کہتے ہیں جو کثرت کا مبدا و منتہا ہے۔

خال سیاہ:

عالم غیب اور عالم ہستی کو کہتے ہیں بعض نقطہ روح کو بھی کہتے ہیں جس کا مرکز قلب ہے سے سویداء قلب کہتے ہیں۔اس سے مراد صفات اور لطف الٰہی بھی ہیں۔انسان کامل کا دل بھی مراد ہے اور یہ سواد اعظم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

خانقاہ:

اس سے مجازاً خانہ مرشد اور حقیقتاً عالم تنزیہ مراد ہے۔

خاطر:

جو خطاب دل پر وارد ہو اور جس میں سالک کو اختیار نہ ہو۔ یہ چار قسم کا ہے:

۱۔ ربانی: جو کبھی خطا نہیں کرتا اور کبھی موت، کبھی تسلط اور عدم انقطاع سے پہچانا جاتا ہے۔

۲۔ ملکی: جس کو الہام بھی کہتے ہیں۔

۳۔ نفسانی: جس میں حظ نفس شامل ہو۔ اسے ہاجس بھی کہتے ہیں۔

۴۔ شیطانی: جو حق کی مخالفت کرتا ہے۔

خد:

نور ایمان کے ظاہر ہونے سے مراد ہے۔

خرابات:

عارف اور مرشد بر حق کے باطن کو کہتے ہیں جس سے عشق، شوق اور اسرار الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خرابات، عالم اسرار کو کہتے ہیں کہ وحدت در کثرت اور کثرت در وحدیت کے ملاحظہ میں مخفی ہے۔

خراب:

سالک مستغرق مراد ہے۔

خراباتی:

اس سے وہ سالک مراد ہے جو اپنی خودی چھوڑ کر نیستی اختیار کرے۔ اس کو صاحب تجرید بھی کہتے ہیں۔

خرابی:

تدبیرات عقل اور تصرفات کو کہتے ہیں۔

خرقہ:

لغت میں پھٹے پرانے کپڑے کو کہتے اور تصوف کی اصطلاح میں اس لباس کو جو کوئی شیخ اپنے مرید کو عطا کرے اور اس کو اجازت و خلافت عطا کرے۔ یہ حضور ﷺ کے وقت سے رائج ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا تھا۔ مشائخ کرام میں یہ طریقہ اب تک رائج ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ خرقہ تبرک، خرقہ خلافت، خرقہ سماع وغیرہ۔ خرقہ تبرک یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید، کسی طالب علم یا کسی دوسرے کے مرید کو خرقہ عطا کرے تاکہ وہ اس کی برکت سے نجات پائے اور اس کے برے افعال، نیک اخلاق میں تبدیل ہو جائیں۔

خرقہ خلافت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ خلافت کبریٰ ۲۔ خلافت صغریٰ

خلافت کبریٰ یہ ہے کہ شیخ اپنے کسی کامل مرید کو بحکم الٰہی خلافت دے۔ صاحب خلافت کبری ایک ہی ہوتا ہے۔

خلافت صغریٰ یہ ہے کہ شیخ طالب میں لیاقت و قابلیت، اجازت دینے کی دیکھ کر اجازت دے۔ یہ متعدد لوگوں کو دی جاتی ہے۔ خرقہ سماع وہ ہے جو شیخ سماع میں وجد کی حالت میں اپنا کوئی لباس قوال کو دے۔ خرقہ سے جسم ناسوتی بھی مراد لیا گیا ہے۔

خزاں:

وہ بوئے معرفت جو مبتدی کو پہنچنے لگی ہو۔ بعض کے نزدیک خزاں سے انوار و تجلیات کا کم ہونا اور سالک کا نامرادی و نیستی کے مقام میں قدم رکھنا ہے۔

خشوع:

بندہ کا حق کے ساتھ ہمیشہ باخوف رہنا۔ خضوع بھی اسی کے مترادف ہے۔

خشم:

قہری صفات مراد ہیں۔

خط سبز:

عالم برزخ کو کہتے ہیں۔

خط سیاہ:

عالم غیب اور غیب الغیب مراد ہے۔

خط:

عالم ارواح کی طرف اشارہ ہے۔ جو غیب ہویت کے ساتھ سب سے قریب مرتبہ وجود ہے۔ مظاہر روحانی میں حقیقت کا ظہور جس سے تعینات ارواح مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک حقیقت محمدی ﷺ اور برزخ کبریٰ بھی مراد ہیں۔

خطرہ:

وہ خیال جو بندہ کو حق کی طرف بلائے اور بندہ اس کے دور کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

خفاء الخطاء:

مرتبہ سلب صفات، ذات بحت اور ہویت کو کہتے ہیں۔

خفی:

نام ایک لطیفہ کا ہے جو روح کے بعد ودیعت کیا گیا ہے۔ اسی کی وجہ سے روح پر فیض الٰہی کا فاضہ ہوتا ہے۔

خلاء:

عالم تنزیہہ اور ہویت مراد ہے۔

خلیل:

جس میں محبت کا غلبہ ہو۔ معشوق حقیقی پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ مراتب محبت میں سے یہ چھٹا مرتبہ ہے۔

خلیفہ:

اصطلاح میں انسان کامل کو خلیفہ حق کہتے ہیں۔ اس کو بھی کہتے ہیں جس کو اپنا قائم مقام کریں جیسے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چار خلفاء ہیں: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہم۔ انہیں چار پیر کہتے ہیں جن سے چودہ خانوادے جاری ہوئے۔

خلق جدید:

حق کی طرف سے بندہ پر برابر فیض کا ورود ہونا مراد ہے۔

خلوت:

مخلوق کی محبت اور ہستی سے بیگانہ ہونے کو کہتے ہیں اسی سے بغیر خطرات غیر حق کی حضوری مراد ہے۔

غیر را از خانہ بیرون کن در آباد حق نشیں
رازِ خود با حق بگو در روئے غیر حق مبیں

غیر کو گھر سے باہر نکال کر حق کے ساتھ مقیم ہو جاؤ۔ اپنے دل کی بات صرف حق سے کہو، اس کے سوا کسی کی طرف دیکھو بھی نہیں۔

خلوت در انجمن:

بظاہر خلق کے ساتھ اور بباطن حق کے ساتھ رہنا مراد ہے۔

خم:

مقام تمکین اور بلند مقام مراد ہے۔ مجازی طور پر عارف کا قلب مراد ہے جس پر برابر فیضان الٰہی ہوتا ہے۔

خمخانہ:

عالم تجلیات مراد ہے۔

خمِ زلف:

عالم تعینات و عالم خلق۔

خمّار:

بادہ فروش یعنی مرشد کامل مراد ہے۔ خمار سے سرور مستی اور خمار سے اوڑھنی اور پردہ مراد ہے جس میں محبوب اپنے کو پوشیدہ رکھے۔ بعض کے نزدیک وصول کے مقام سے واپسی اور بعض کے نزدیک کثرت میں وحدت کا ظہور مراد ہے۔

خنجر:

تنزیہی جاذبہ مراد ہے جو سالک کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔

خندہ:

اس سے تجلی ظہوری مراد ہے جو انبساط ذات کی جانب منسوب ہے۔

خودی:

انانیت مراد ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک اپنی خودی دوسری حق کی جس کو اناء مطلق کہتے ہیں۔

خواب:

فناء اختیاری مراد ہے۔

خوف:

اپنے آپ کو مکروہات سے بچائے اور احکام حق میں بجا آوری میں عبودیت کے ساتھ سرگرم رہے۔

خیال:

اس سے حق کا خیال مراد ہے یعنی خواب یا بیداری میں جو تصور کرے یا دیکھے اور کل فضا جس میں یہ عالم خلق واقع ہے حضرت حق کی وسعت خیال ہے۔یعنی اعیان ثابتہ حضرت علم سے حضرت خیال میں منعکس ہیں۔اسی کا نام ظہور فی الخوارج ہے چوں کہ حق کا خیال بھی حق سے باہر نہیں لہٰذا باوجود فی الخارج ہونے کے بھی یہ تمام اس وقت بھی حق کے اندر ہی ہے۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ عالم نے وجود کی بو نہیں سونگھی۔

د

داغ دل:

اس سے جذب عشقی کا سالک کے دل میں مستقل ہو جانا مراد ہے۔

دانا:

مرید صادق سالک کو کہتے ہیں جو حق کی راہ میں مضبوط و ثابت قدم ہو۔

دام:

عشق کی گرفتاری مراد ہے۔

دبور:

نفس امارہ کے غلبہ کو کہتے ہیں۔ اس کو مغرب کی طرف سے آنے والی ریح دبور سے تشبیہ دی گئی ہے کیوں کہ غلبۂ نفس جسمانی طبیعت کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

درویش:

وہ طالب صادق ہے جو سوائے حق کے کسی اور چیز کا طالب نہ ہو اور نہ کسی سے کام رکھے۔

دریچہ:

انوار روحانی کو کہتے ہیں جس کا مقام دل ہے۔

درۃ بیضاء:

عقل اول کو کہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ درۃ بیضاء واول ما خلق اللہ العقل۔

یعنی سب سے اللہ تعالیٰ نے درۃ بیضاء اور عقل کو پیدا فرمایا۔

درازی زلف:

مراتب تنزلات اور ظہورات میں تجلی جمالی کے عدم انحصار کو کہتے ہیں ۔

درد:

اس حالت کو کہتے ہیں جو محبت میں طاری ہوتی ہے اور محب اس کو برداشت نہیں کر پاتا۔

جد محترم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

درد سب دردوں میں کامل فرد ہے — اس کو جس پہلو سے الٹو درد ہے

بعض کا کہنا ہے کہ درد سے تفرق اتصال کی وجہ سے دل کا ٹوٹنا مراد ہے۔ یعنی اپنے اصلی مقام و مقصود سے جدائی کی وجہ سے جو حجابات کے سبب خواہ وہ ظلمانی ہوں یا نورانی واقع ہوں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ طالب کو جنت بغیر محبوب کے دوزخ ہے اور دوزخ محبوب کے ساتھ جنت۔

درد کی عام طور پر تین قسمیں ہیں: ایک عاشق کو معشوق کی جدائی سے ہوتا ہے۔ دوسرا سالک کو اپنے مبدا سے دوری پر ہوتا ہے۔ تیسرے عارف کو کمال ذاتی کی بے نہایتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہاں حجابات نہیں ہوتے جو درمیان میں فصل وجدائی پیدا کریں لیکن عارف کی کمال ذاتی کی طلب بے انتہا ہوتی ہے اس بنا پر اسے سکون نہیں ملتا پھر وہ درد پیدا ہوتا ہے جسے حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طلب فرمایا:

کفر کافر را و دیں دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را

کافر کے لئے کفر، دیندار کے لئے دین مگر عطار کے لئے تیرے درد کا ایک ذرہ کافی ہے۔

یہی عین یافت و کمال ہے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

انا عند المنكسرة قلوبهم لاجلي۔

میں ان لوگوں کے قریب ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہیں۔

درباختن:

سالک کا اپنی نظر باطن سے گذشتہ آئندہ کے احوال محو کرنے کو کہتے ہیں۔

درون:

عالم ملکوت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک عالم انفس کو کہتے ہیں۔

دُر:

نکات، اسرار، اور اشارات الٰہی مراد ہیں جو مادہ اور غیر مادہ میں محسوس ہوتے ہیں۔

دُرد:

تلچھٹ اور اس سے مراد جاذبہ حقیقی ذاتی ہے۔

دست:

صفت قدرت کو کہتے ہیں۔

دستگاہ:

تمام صفات اور کمالات کے حصول کو کہتے ہیں۔

دلائل ثلاثہ:

اہل منطق کی اصطلاح میں دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کو کہتے ہیں۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ مراد ہیں۔

دلبر:

تجلی صفاتی مراد ہے اور بعض صفت قابض سے تعبیر کرتے ہیں۔

دلدار:

حقیقت روحی اور صفت باسطی نیز سالک کے دل پر وارد ہونے والی صفات تجلیات بھی مراد ہوتی ہیں۔

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد

حافظؔ کا مقام اب بارگاہ کبریائی ہو چکا ہے، دل دلدار کے پاس اور جان، محبوب کے پاس پہنچ گئی۔

دل:

لطیہ ربانی وروحانی اور حقیقت انسانی کہتے ہیں جس نے دل کو پایا اس نے حق کو پایا۔ بعض لوگ منظر باری بھی کہتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولٰکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔

میرے زمین و آسمان میں میری سمائی نہیں ہے لیکن اپنے مؤمن بندہ کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

دلائل:

اس اضطرابی کیفیت کو کہتے ہیں جو ذوق اور عشق کی وجہ سے سالک کے باطن پر وارد ہوتی ہے۔

دلکشائی:

اس صفت فتاحی کو کہتے ہیں جس سے دل مانوس ہوتا ہے۔

دلق:

اس سے مراد تعین ہے۔

دم:

لغت میں سانس کو اور اصطلاح میں باطنی حرکت و دم کو کہتے ہیں۔یعنی حرکت ذات باری کو۔ انسان اور حیوان کی سانس ذی روح کی ذات ہی کی حرکت سے ہے۔

دنیا:

حق سے غافل ہونے اور اسے فراموش کرنے کو کہتے ہیں:

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن　　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا در اصل اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ لباس، چاندی سونے اور اہل و عیال کو اختیار کرنے کا۔

دوزخ:

نفس امارہ مراد ہے۔

دور:

سلوک کی انتہاء کو کہتے ہیں: النہایۃ ہی الرجوع الی البدایۃ۔ انتہا ہوئی ہے ابتدا کی طرف پلٹنا ہے۔

دوستی:

سالک کی محبت کو کہتے ہیں۔

دوری:

معارف کیفیات پر شعور ہو جانے کو کہتے ہیں۔اسی کو عام تفرقہ اور دقائق بھی کہتے ہیں۔

دوش:

بمعنی شانہ یا پشت، اصطلاح میں صفت کبریائی حق اور عالم ازل و عالم غیب مراد ہیں۔

دوست:

محبت الٰہی کے شیفتہ کو کہتے ہیں اور یہی حقیقی دوستی ہے۔ حقیقی دوست انہیں کہتے ہیں جو آپس میں ایک دل ہوں یعنی ایک کے اطوار و صفات اور حالات و عادات سب دوسرے میں پائے جائیں۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ہے کہ جو اللہ کے ساتھ ہم نشینی چاہتا ہو تو وہ فقراء کے پاس بیٹھے کیوں کہ یہی حقیقی دوست ہیں۔

دہاں:

صفت متکلمی و حیات مراد ہے۔

دیدار:

دنیا میں دیدۂ دل سے حق کو دیکھنا ہر چیز میں حق کو جلوہ گر دیکھنا اور کسی لمحہ ذات حق سے غافل نہ ہونا مراد ہے۔

دیر:

اصطلاح میں مرشد کامل کو کہتے ہیں۔ عالم حیرت و عالم باطن کو بھی مراد لیتے ہیں کیوں کہ اس میں پہنچنے کے بعد شوق الٰہی حاصل ہوتا ہے اور سالک اسرار الٰہی سے آگاہ ہوتا ہے۔

در دیر چوں زدم من زدون ندا برآمد
کہ بیا بیا عراقی توز خاصگانِ مائی

میں نے جوں ہی دیر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کہ آؤ بھئی عراقی آجاؤ تم تو ہمارے مخصومین میں ہو۔

دیدہ:

سالک کے کل احوال پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر مطلع ہونا مراد ہے۔

ذ

ذات:

وجود مراد ہے۔ وجود، ذات ہستی اور ہست یہ سب ایک ہی معنی میں ہے۔ شہودی حضرات ذات کو وجود سے الگ کہتے ہیں کیوں کہ عبد کی ذات عدم محض اور عدم مطلق ہے یہ ہرگز موجود نہیں ہو سکتی کیوں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے۔ لیکن وجودی حضرات ایک ہی معنی میں کہتے ہیں۔

ذات ساذج:

اس کو ذات صرف وذات بحت کہتے ہیں کیوں کہ اس ذات کے ساتھ کوئی اعتبار نہیں۔

ذات ہو:

اس سے سلب صفات کے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اسی کو ہویت کہتے ہیں۔

ذات با اعتبارات:

مرتبہ واحدیت مراد ہے جس میں تفصیل صفات ہے۔

ذخائر اللہ:

یہ اولیاء اللہ کی ایک قوم ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مخلوق سے بلاؤں و آفتوں کو دفع کرتا ہے۔

ذوالعقل:

وہ شخص مراد ہے جو مخلوق کو ظاہر اور حق کو باطن دیکھے اس وقت اس کے نزدیک حق آئینہ خلق ہو گا۔

ذوالعین:

وہ صاحب بصیرت کہ جو حق کو ظاہر اور حق کو باطن پائے اور حق خلق میں مستور و پوشیدہ ہو۔

ذہاب:

دل کا ہر محسوس کے حس سے اپنے مشاہدہ کے سبب غائب ہونا۔

ر

راہ فنا:

عاشقوں کی اصطلاح میں عشق کو اور ذاکرین کی اصطلاح میں ذکر کو کہتے ہیں۔

راز:

اس سے حق تعالیٰ کی معرفت جو عارفین کے دلوں میں پوشیدہ ہے، مراد ہے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

عشق و محبت میں دیوانگی کی ضرورت ہے۔ گوییۓ اور شراب کی بات کرو اور زمانہ کے راز کی بات کم کرو اس لئے کہ عقل و دانائی سے کسی نے یہ راز نہ کھولا ہے نہ کھولے گا۔

رب الارباب:

خداوند تعالیٰ کو کہتے ہیں جو اپنے اسم کے اعتبار سے تمام اسماء و صفات کا پیدا کرنے والا اور تمام مطالب و مقاصد پر حاوی ہے۔ وَاَنَّ اِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى (تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے) (النجم ۴۲) یہی تعین اول کا مظہر ہے اور ربوبیت عظمیٰ اسی کے لئے مخصوص ہے۔ رب الارباب کا اطلاق اسم اللہ پر جامعیت کے اعتبار سے ہے۔

ربوبیت:

اس سے تمام جہان کی پرورش اسماء الٰہی کے ظہور کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان اسماء کا ظہور مرتبہ واحدیت میں (جس کو بشرط شے کہتے ہیں) ہوتا ہے۔

رتق:

اس کے لغوی معنوی باندھنے کے ہیں لیکن اصطلاح میں مادۂ وحدانیہ کا جسے عنصر اعظم بھی کہتے ہیں مجمل و مختصر ہونا ہے اور جو آسمان و زمین کی پیدائش سے پیشتر مطلق مجمل تھا۔ عنصر اعظم سے مراد پہلا ہیولی ہے۔ رتق کا ذات احدیت پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

رجاء:

حضرت حق سے محویت کی وجہ سے ہمیشہ مقام احدیت طلب کرنا ہے۔

رجعت:

قہر الٰہی کی وجہ سے وصول کے مقام سے بطریق انقطاع پھر جانا مراد ہے۔

رحمن:

جمعیت اسماء کے اعتبار سے یہ ایک اسم حق ہے اسی سے تمام وجود اور کل کمالات تمام ممکنات پر فائز ہوتے ہیں۔

رحیم:

یہ کمالات معنویہ کے اعتبار سے اہل ایمان پر ایک اسم ہے جیسے معرفت و توحید وغیرہ۔

رحمت امتنانیہ:

بغیر کسی عمل کی جزاء اور شرط کے نعمت الٰہی کا فیضان ہونا مراد ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف: ۱۵۶) سے اسی طرف اشارہ ہے۔

رحمت وجوبیہ:

اس سے وہ رحمت مراد ہے جو متقین کے لئے رکھی گئی ہے فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ (الاعراف ۱۵۶) (میں اسے ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو متقی ہیں) اور إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (الاعراف: ۵۶) (اللہ کی رحمت احسان والوں کے قریب ہے) رحمت وجوبیہ،

رحمت امتنانیہ میں بھی داخل ہے کیونکہ حق کا بندہ کے عمل رحمت وجوبیہ کے ساتھ وعدہ فرمانا منت محض ہے۔

رُخ:

تجلیات کو کہتے ہیں۔ نیز اسماء وصفات کے ظہور کی کثرت کی وجہ سے ذات الٰہی کو بھی کہتے ہیں۔ تجلی جمالی کا ظہور مراد ہے۔ اسی وجہ سے اعیان عالم کا وجود ہے۔ رُخ تفصیل اسماء کے مرتبہ و مقام یعنی مرتبہ واحدیت نیز ذات حق کو کہتے ہیں۔

شیخ محمود شبستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

رُخ اینجا مظہر لطف خدائیست
مراد از خط جناب کبریائی ست

یہاں رخ، لطفِ حضرت حق کا مظہر اور خط سے مراد بارگاہ کبریائی ہے۔

رُخسار:

حقیقت جامعہ کو کہتے ہیں اور یہی فاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض نے وحدانیت بھی مراد لی ہے۔

مگر رخسار او سبع المثانیست — کہ ہر حرفے ازو بحر معانیست

اس کے رخسار سبع مثانی ہیں، جس کا ہر حرف معانی و بیان کا سمندر ہے۔

رداء:

بندہ پر حق کی صفات کا ظہور ہونا حدیث قدسی الکبریاء ردائی (کبرائی میری چادر ہے) کی رو سے اسے مقام کبریائی بھی کہتے ہیں۔

ردی:

حق کی صفات کو باطل کے ساتھ ظاہر کرنا یعنی جو صفات حق کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں سے کسی صفت کو بندہ کا اپنے ساتھ برتنا۔ اسی کو اصطلاح میں ردی یعنی ہلاکت کہتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

الکبریاءردائی و العظمۃازاری فمن نازعنی واحدمنھماقصمتہ۔

کبرائی میری ریری رداء اور عظمت میری ازار ہے ان دونوں کے بارہ میں جو کوئی مجھ سے جھگڑا کرے گا تو اس کی پیٹھ توڑ دوں گا۔

رسم:

ہر وہ عبادت جو بلانیتِ تقرب حق ادا کی جائے اور رسماً و عادۃً عمل میں آئے بے سود ہے۔ اس سے کبھی خلق اور صفات خلق بھی مراد ہوتی ہیں۔

رشحات:

لغوی معنوی قطرات کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ علوم و فیوض و معارف اور دقائق و حقائق ہیں جو عالم قدس سے سالک کے قلب پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔

رضا:

بندہ کا ہر اس چیز پر خوش و خرم رہنا جو قضاء الٰہی سے اسے پہنچے۔ اس کا سب سے کم درجہ صبر، اور سب سے اعلی تسلیم ہے۔ یہ پانچ مقامات میں سے ہے: توکل، شکر، رضا، تفویض، تسلیم۔

رعونت:

حظوظ نفسانی اور طبعیت کے مقتضیات میں قائم و کھڑے رہنے کو کہتے ہیں۔

رغبت:

کسی طرف میلان اور شوق۔ یہ نفس، قلب اور سر سے اس طرح ہوتی ہے کہ نفس کی ثواب کی طرف قلب کی مطلوب کی جانب اور سر کی حق کی سمت۔

رقیقہ:

نورانی لطیفہ مارد ہے۔ کبھی رقیقہ سے وہ لطیفہ مراد ہوتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان میں ربط پیدا کرے جیسے حق سے بندہ کی جانب مدد واصل ہے اس کو وسیلہ اور رقیقۃ المنزل بھی کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بندہ حق سے قریب ہوتا ہے۔ یہ وسیلہ اخلاق حسنہ، علوم نافعہ، ماقامات رفیعہ اور اعمال وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کو رقیقۃ العروج اور رقیقۃ الارتقاء کہتے ہیں۔ کبھی طریقت کے علوم اور سلوک پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

رقیب:

نفس امارہ اور ظاہری و باطنی پانچوں حواس مراد ہیں:

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زرقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
مگر آں شہاب ثاقب مددے کند خدارا

میں دیو سیرت رقیب سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ شاید وہ روشن و تابناک چہرہ والا محبوب ہماری مدد کرے اور اس رقیب سے چھٹکارہ دلائے۔

رنج:

اس انقباضی کیفیت کانام ہے جو کسی خلاف طبیعت واقعہ یابات کے واقع ہونے سے دل پر طاری ہو۔

رنگ:

ذات و صفات اور افعال و آثار کے ظہور سے مراد ہے جو ہر لمحہ ہر لحظہ نئی صورت و نیارنگ دکھاتا ہے۔

رند:

جو حقائق و معارف ہر ایک سے بے پردہ و بے محابا بیان کرے اور اسے بھی کہتے ہیں جو ہر قسم کی قیود اور پابندیوں ورسم وعادات سے باہر نکل چکا ہو۔ حق کی راہ میں ایسا بے باک ہو کہ کوئی اسے مقصد حاصل کرنے سے باز نہ رکھ سکے۔

رویت حق:

حق کو خلق میں دیکھنا۔ یہ مشہور مسئلہ ہے کہ خلق حق کا مظہر ہے۔ یہ وجود حق سے موجود ہوئی نہ کہ خود سے۔ کیوں کہ یہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ غیر وجود حق عدم محض کا موجود ہونا محال ہے۔ در حقیقت وجود حقیقی حق ہے جو تشبیہات اور تعینات کے لباس کے ساتھ موجود ہے۔ اسی بنا پر جو کچھ عالم میں نظر آتا ہے وہ وجود حق ہے کہ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ نظر آتا ہے نہ غیر۔ اس لئے کہ مخلوق ایک موہوم اور معقول امر ہے۔ الحق محسوس والخلق معقول (حق محسوس اور خلق معقول ہے) شیخ اکبر رحمہ اللہ فصوص الحکم میں کہتے ہیں کہ حق کی رویت کے لئے تقید اور اطلاق کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں جیسے انسان کے لئے تقید اور اطلاق کے اعبار سے بہت مراتب ہیں۔ یعنی جسم روح اور

قلب وغیرہ یہ تمام مراتب ایک سے ایک لطیف اور مطلق ہیں۔ ہر مرتبہ میں رویت کی کیفیت بھی تقید اور اطلاق کے اعتبار الگ الگ ہے۔ مثلاً رویت چشم سر باعتبار تقید ہے قلب کی رویت بہ نسبت جسم کے لطیف و مطلق ہے۔ روح کی رویت، قلب کی بہ نسبت لطیف و مطلق ہے۔ اسی طرح سالک پر جس قدر لطافت اور اطلاق بڑھتا جائے گا رویت بھی بڑھتی جائے گی اور وہ حسب مراتب مقید کو مقید اور مطلق کو مطلق دیکھے گا۔ مقید مطلق کو نہ دیکھ سکے گا لیکن مطلق مقید کو دیکھے گا خواہ وہ جہاں ہو دنیا میں یا عقبیٰ میں۔ دنیا میں جو حق کی رویت ناممکن ہے وہ اسی لئے کہ مقید مطلق کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ البتہ جس کسی نے بھی مجاہدہ اور جاذبہ حق کی مدد سے اپنے کو مطلق کیا وہ بے شک دنیا میں بھی اطلاق کے اعتبار سے حق کو بطریق اطلاق مشاہدہ کرے گا۔

روح:

وجہ خاص حق ہے تمام اوراح اسی کی فروع ہیں۔ جمادی، نباتی، حیوانی اور انسانی کے ہر ہر مرتبہ میں اس کا الگ الگ نام رکھا گیا۔ یہ نہ قریب میں ہے نہ دور نہ دائیں نہ بائیں نہ نیچے نہ اوپر میں ہے بلکہ تمام عالم میں وہ ظاہر ہے۔ آیت:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (البقرۃ:۱۱۵)

"تم جس طرف رُخ کرو اس طرف وجہ اللہ ہے۔"

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص:۷۲)

"میں نے اس میں اپنی روح پھونکی"۔

اس سے اسی طرف اشارہ ہے۔ اسی کو روح قدسی بھی کہتے ہیں۔

یہی وہ روح ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے متمثل ہوئی اور ارشاد فرمایا:

انی انااللہ لا الہ الا انا۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں کوئی میرے علاوہ معبود نہیں۔

روح اعظم:

روح کلی مراد ہے جو ربوبیت کی حیثیت سے مظہر ذات الٰہی ہے۔ اس کی حقیقت سوا حق کے کوئی نہیں جانتا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وھو العقل الاول والحقیقۃالمحمدیۃ والنفس الواحدۃ والحقیقۃالاسمائیۃ۔

”اور وہی عقل اول، حقیقت محمدیہ ﷺ، نفس واحدہ اور حقیقت اسمائیہ ہے۔“

یہی سب سے پہلی تخلیق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یہی خلیفہ اکبر اور وہ نورانی جوہر ہے جس کی جوہریت ذات کا مظہر اور نورانیت علم ذات کا مظہر ہے۔ یہ جوہریت کے اعتبار سے نفس واحدہ کا مسمیٰ اور نورانیت کے اعتبار سے عقل اول سے موسوم ہے۔ جس طرح روح اعظم کے عالم کبیر میں تمام اسماء مظہر ہیں یعنی عقل اول، قلم اعلیٰ، نور نفس کائنہ اور لوح محفوظ اسی طرح اسی طرح عالم صغیر انسانی میں بھی مظاہر اور اسماء مراتب و ظہورات کے مطابق ہیں۔ اولیاء اللہ کی اصطلاح میں یہی مظاہر، سر، خفا، روح، قلب، کلمہ، روع، فواد، صدر، عقل اور نفس ہیں۔

روح حیوانی:

وہ لطیف ہوا ہے جو عناصر کے لطیف بخارات سے متعدد مضمون کے بعد پیدا ہوتی ہے اور جسم میں زندگی کی قبولیت کی صلاحیت پیدا کر کے اس میں حس و حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ ہڈیوں اور

گوشت میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح آگ کوئلہ میں۔ اسی وجہ سے روح اصلی کو بدن سے تعلق ہے اور اسی کی جدائی سے بدن مر جاتا ہے اس لئے کہ روح حیوانی ہی کے قلب سے بے تعلق ہو جانے کا نام موت ہے۔ اس بے تعلقی سے انسان کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جو درخت کی جڑیں کاٹ دینے سے درخت کی ہو جاتی ہے کہ اس کا کھانا پانی بند ہو جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس لطیف بخار کا اصلی معدن قلب و دماغ و جگر ہے۔ اسی میں ڈاکٹری کی تدبیر کا تصرف رہتا ہے ان کے علاوہ جو دو مزید اجزاء ہیں ان میں نہ کسی طبیب کی مرضی چلتی ہے نہ طبابت اور سائنس کی۔ اسے روح طبعی اور بدن ہوائی کہتے ہیں۔

روح انسانی:

یہ روح حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے، نور الٰہی ہے جس کا پرتو روح حیوانی پر ڈالا جاتا ہے۔ یہ دراصل حضرت علیم کی شعاع علم ہے جو نطفۂ انسانی پر چمکتی ہے۔ اور رحم مادر میں تخلیق انسانی کی تکمیل کا باعث ہوتی ہے۔ اسے روح ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

روح القدس:

یہ وجود حق تعالیٰ سے ایک خاص وجہ ہے جو کن کے احاطہ سے خارج ہے اور مخلوقات میں شامل نہیں، اسی سے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی۔ یہ تمام کونی نقائص سے پاک اور وجہ الٰہی کے ساتھ ہر چیز میں تعبیر کی جاتی ہے۔

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (بقرہ:۱۴۸)

وہ ہر چیز کو پھیرنے والا ہے۔

وَنَفَخۡتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (ص:۷۲)

میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

فَأَيۡنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللَّهِ (بقرہ:۱۱۵)

تم جدھر بھی رخ کرو اسی طرف اللہ ہے۔

اس سے اسی وجہ اور اسی روح کی سمت اشارہ ہے۔

یہی وجہ ہر چیز میں اللہ کی روح ہے۔ اسی وجہ سے روح القدس کہلاتی ہے اسی کو روح الارواح سِر الٰہی اور وجود ساری بھی کہا جاتا ہے۔

ہر چیز کے لئے محسوسات میں ایک روح مخلوق ہے جس کی وجہ سے وہ قائم ہے اس صورت کے لئے یہ روح ایسی ہے جیسے لفظ کے لئے معنی۔ یہ روح اپنے قیام کے لئے روح القدس کی محتاج ہے۔ یہ عام محسوسات کے متعلق ہے مگر انسان کا مرتبہ جملہ محسوسات سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اسے تین طریقوں سے روح سے تعلق ہے۔

روح مخلوق اور روح القدس کے علاوہ اسے ایک تیسری چیز سے بھی سابقہ ہے جو ان لوگوں کے درمیان برزخ کے بطور ہے۔ اور جس کے ذریعہ ان دونوں میں زیادہ قوی رابطہ رہتا ہے اور جسے روح انسانی یا روح ملکوتی یا روح الروح بھی کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعہ عبد و معبود کے درمیان راز و نیاز کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ چوں کہ روح انسانی اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے روح اعظم ہے اور روح اعظم ذات الٰہی کی ربوبیت کا مظہر ہے اس لئے نا ممکن ہے کہ حضرت حق کے علاوہ کوئی اس کی حقیقت تک پہنچ سکے۔

جس طرح عالم کبیر یعنی کائنات میں بہت سے اسماء و مظاہر ہیں، مثلاً عقل اول، قلم اعلیٰ، نور، نفس کلی اور لوح محفوظ وغیرہ، اسی طرح عالم صغیر یعنی انسان میں بہت مظاہر و اسماء ہیں اور ظہور مراتب کے اعتبار سے ان اسماء کے اصطلاحی نام یہ ہیں:

۱۔سِر	۲۔خفی	۳۔روح	۴۔قلب	۵۔کلمہ
۶۔فواد	۷۔صدر	۸۔روع	۹۔عقل	۱۰۔نفس

کلام مجید واحادیث شریفہ میں یہ تمام اسماء مختلف مقامات پر آئے ہیں:

سِر: اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا نور صرف صاحبان دل اور راسخین فی العلم ہی کو معلوم ہوتا ہے۔

خفی: یہ اس لئے ہے کہ عارف اور غیر عارف سب پر مخفی وپوشیدہ ہے۔

روح: یہ لطیفہ، بندکارب، حیات حسی کا مصدر اور قوائے نفسانی پر فیضانِ حیات کا سرچشمہ ہے۔

قلب: یہ حق اور نفس کی جہتوں میں پلٹتا رہتا ہے کہ جب حق کی جہت میں ہو حق سے انوار کا استفاضہ کرے اور دوسری جہت میں آکر اس نور کا اضافہ کرے۔ قلب کو اپنی جامعیت کے لحاظ سے لطیفۂ انسانیہ بھی کہتے ہیں۔

کلمہ: جب نورِ حق مذکورہ بالا طریقوں سے قلب کی وساطت سے نفس میں ظہور کرتا ہے تو اسے کلمہ کہتے ہیں۔

فواد: فأد کے معنی زخم اور تاثیر کے ہیں۔ متذکرہ بالا نور کے مبدع کے اثر سے متاثر ہونے کے بعد اس کا نام فواد ہو جاتا ہے۔

صدر: ان انوار کے بدن سے متصل ہونے کی حیثیت سے لطیفہ کا نام صدر ہو جاتا ہے۔ یہ انوار مبدأ فیاض کی جانب سے نازل ہوتے ہیں اور تمام انوار کا صدور، صدر ہی ہوتا ہے۔

روع: مبدع قہار کے خوف و قہر سے نفس اثر لیتا ہے جو لطیفہ اس سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام روع ہے۔

عقل: نفس جب اپنی ذات اور اپنے خاص تعین میں تمام شرائط کے اور صحیح حدود کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے تو اسے عقل کہتے ہیں۔

نفس: بدن سے تعلق اور اس کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ جب نفس سے افعال نباتی کا ظہور ہو تو اسے نفس نباتی اور افعال حیوانی کا ظہور ہو تو نفس حیوانی کہتے ہیں۔ جب نفس حیوانی کا قوت روحانی پر غلبہ ہو تو نفس امارہ ہے۔ جب نفس پر قلب کی وساطت سے انوار چمکتے ہیں اور ان کی روشنی میں اس کی نظر انجام پر پڑتی ہے اور وہ عقل کے ساتھ اتفاق شروع کر دیتا ہے اور اپنی خرابیوں و خامیوں کا اسے ادراک ہونے لگتا ہے اور اپنی ترقی اور تکمیل کی تمنا اس میں پیدا ہو جاتی ہے تو اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس کا نفس برے افعال پر ملامت کرتا ہے۔ جب انوار نفس میں قوت حیوانی پر غلبہ پا جاتے ہیں تو اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ وہ ترقی کرتے کرتے تجلی الٰہی کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا نام قلب ہو جاتا ہے۔ یہی وہ قلب ہے جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ اور دو عالموں کا ملتقا ہے جو حق کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

نفس کو روح حیوانی سے اور عقل کو روح ملکوتی سے مناسبت ہے۔ قلب ان دونوں کے درمیان ہے، اس میں جامعیت ہے۔ جس کی وجہ سے اسے لطیفۂ انسانیہ کہتے ہیں۔ روح کی ترجمان گویا عقل ہے۔

جب سالک روح حیوانی کے غلبہ و تسلط سے کسی قدر آزاد ہو جاتا ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور عقل سِر ہو جاتی ہے۔ روح قلب سے لطیف تر اور سِر عقل سے روشن تر ہے۔ قلب کا کام وجد، روح کا الفت، عقل کا یقین اور سر کا کام مشاہدہ ہے۔

روح الالقاء:

اس سے وہ فرشتہ مراد ہے جو بندوں کے قلوب پر امر الٰہی القا کرتا ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (الغافر: ۱۵)

"وہ بندوں میں سے جس میں چاہتا ہے اپنے حکم سے روح کا القاء کرتا ہے۔"

روح عالم:

حضرت آدم علیہ السلام سے عبارت ہے کیوں کہ وہ خلیفہ حق ہیں۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ: ۳۰)

میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

روز:

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں کہ دن کو دن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نوریت و جمعیت والا ہے۔ اس کو وحدت اور وجہ حق بھی کہتے ہیں نیز شب کو شب اس واسطے کہتے ہیں کہ اس میں ظلمت اور تفرقہ ہے۔ یہ دن کے مقابل ہے اسے شب کثرت بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وجہ حق تعین کے حجابات لے لیتا ہے اور یہی ظلمت و تاریکی ہے۔

روزہ:

حالت تجرید اور خطرات کو رفع کرنا مراد ہے۔

یہ تین قسم کا ہے:

روزہ عام: صبح سے شام تک کھانے پینے اور شریعت میں جو امور منع کئے گئے ہیں ان سے رکنا ہے۔

روزہ خاص: اپنی زبان کو بولنے، کان کو سننے اور آنکھ کو ماسویٰ اللہ سے روگرداں کرنا ہے۔

روزہ خاص الخاص: یہ ہے کہ سالک اپنے دل میں ماسویٰ اللہ اور کسی قسم کی آسائش کو جگہ نہ دے اور ایک گھڑی بغیر یاد حق کے نہ رہے۔

روسیاہی:

اس سے سواد الوجہ فی الدارین کی طرف اشارہ ہے۔یعنی وہ بلند مقام جہاں سالک دونوں جہان سے تجاوز کر جاتا ہے اور دنیا و آخرت، ظاہر و باطن سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں عالم اس کے لئے تاریک ہو جاتے ہیں۔عدم اصلی کی طرف اس رجوع کو ہی حقیقی فقر کہتے ہیں۔

الفقر سواد الوجه فی الدارین۔

روئے:

تجلیات کے انوار مراد ہیں۔ بعض نے انوار ایمان کے کشف، عرفان کے دروازوں کو کھولنے اور حقیقت کے جمال کے پردوں کو اٹھانے سے بھی مراد لیا ہے۔

رہبت:

یہ دو قسم کی ہے ظاہری و باطنی۔ ظاہری یعنی وعید سے ڈرنا اور باطنی یعنی سلب کیفیت سے خوف زدہ رہنا۔

ریاضت:

شریعت محمدی ﷺ کے مطابق عبادت اور صفائی قلب کے حاصل کرنے کو ریاضت کہتے ہیں۔

ریحان:

اس سے وہ نور مراد ہے جو تصفیہ قلب اور ریاضت وعبادت کے بعد حاصل ہو۔

ریا:

ظاہری وباطنی عبادت اور اعمال میں حق سے محجوب ہو کر خلق پر نظر رکھنا ریا کہلاتا ہے۔

ز

زاجر:

اس ناصح وواعظ کو کہتے ہیں جو مؤمن کے قلب میں حق کی جانب سے ہو۔ یہ ایک نور ہے جو بندہ مؤمن کے دل میں حضرتِ حق کی عنایت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو حق کی جانب کھینچتا اور متنبہ کرتا ہے۔

زاہد:

وہ شخص مراد ہے جو عبادت و ریاضت اور تقویٰ اختیار کرے، اور ہمیشہ اس پر عامل رہے۔ ماسویٰ اللہ کو دل سے اٹھاکر دوئی اور غیریت کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زاہدِ خلوت نشیں دوش بہ میخانہ شد
از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد

کل شب خلوت نشیں زاہد سارے عہد وپیماں توڑ کر میخانہ میں جا کر پیمانہ کا ساتھی بن بیٹھا۔

یہاں پر پیمان سے تقید اور پیمانہ سے آزادی مراد ہے۔

زاہد خشک اس ریاکار اور جاہل شخص کو کہتے ہیں جو ظاہری شرعی احکام کی بجا آوری صرف اپنی شہرت اور فخر کی خاطر کرتا ہے۔ اپنے علاوہ ہر شخص کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کا قلب سخت ہوتا ہے اور زبان اس کی غیبت اور مخلوق کی برائی کے لئے دراز ہوتی ہے۔

زبان:

اسرار الٰہی کو کہتے ہیں۔

زبان شیریں:

اس امر کو کہتے ہیں جو تقدیر کے موافق ہو۔

زجاجہ:

عبد مؤمن کے قلب کو کہتے ہیں۔ مصباح روح کو اور شجرہ نفس قدسی کو اور شکوہ جسم کو۔ زیتونہ سے وہ نفس مراد ہے جو نور قدسی کے استعمال کے لئے مستعد ہے۔

زخم دل وزخم جگر:

دردِ عشق کی ہمیشگی مراد ہے۔

زر:

ریاضت و مجاہدہ کو کہتے ہیں۔

زردی:

سالک کی وہ صفت عشق مراد ہے جو سلوک میں پیش آتی ہے۔

زکوٰۃ:

ترک، ایثار اور تصفیہ باطن کو کہتے ہیں۔ اس کی بھی تین اقسام ہیں:

زکوٰۃ عام: اپنے مال سے ایک سال گزر جانے کے بعد چالیسواں حصہ مساکین و فقرا کو دے۔

زکوٰۃ خاص: سالک اپنے کو راہ خدا میں دے ڈالے اور اپنی خودی کو گم کر دے یہی حقیقی زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ حسن: اس سے مجازاً بوسہ اور حقیقۃً فیض روحانی مرشد اور جاذبہ حقیقی مراد ہے۔

زلف:

عشق الٰہی کے جذبہ کو کہتے ہیں نیز موجودات و تعینات بھی مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مراتب تنزلات و ظہورات میں تجلی جلالی کی طرف اشارہ ہے۔ زلف جذبۂ الٰہی اور ظلمت کافری کو کہتے ہیں۔ غیب ہویت بھی مراد ہے جہاں کسی کا گزر نہیں نیز حقائق طریقت کی مشکلات بھی مراد لی جاتی ہیں۔ بعض نے زلف کو کسوت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیوں کہ زلف رو و حدث کی جانب ہے۔ نیز عرش سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے وہ زلف جناب باری ہے۔ بعض نے سلسلہ امکان کو زلف لکھا ہے جس کا اول مرتبہ عقل کل اور آخری مرتبہ انسان ہے۔

زمستان:

مقام کشف کو کہتے ہیں۔

زنار:

یک رنگ کو کہتے ہیں کہ عالم وحدت و حقیقت محمدی ﷺ میں یکجہت و یک رنگ اور صاحب یقین ہو کر کثرت کو اٹھادے۔اس کی تین اقسام ہیں:

زنار محمود: عبادت و عبودیت کے ساتھ متعلق ہے۔

زنار مذموم: دنیا اور نفس کے ساتھ متعلق ہے۔

زنار بستن: یعنی خدمت کے لئے ہمہ تن مستعد ہو جانا۔

زنخ:

لطف و محبت کا مقام مراد ہے۔

زہد:

دنیا اور اس کی فانی لذتوں کو چھوڑ دینا مراد ہے۔

س

سابقہ:

عنایت ازلی مراد ہے۔

ساربان:

رہنما، سالک، مرشد اور قضاوقدر کو بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ بھی ساربانی کرتی ہے۔

ساز:

اس سے یافت ذات اور بقا بحق مراد ہے۔

ساعد:

صفت قدر و قوت مراد ہے۔

ساغر:

لغت میں شراب کا پیالہ اور اصطلاح میں اس سالک کو کہتے ہیں جو انوار غیبی کا مشاہدہ اور مقامات کا ادراک کرے۔ بعض نے ساغر سے گردش چشم مرشدی مراد لی ہے جو سالک کو حقیقی مستی بخشتی ہے۔

در غریبی و فراق و غمِ دل پیر شدم
ساغرے زکف تازہ جوانے بمن آر

میں مسافرت، جدائی اور غم دل میں بوڑھا ہو چکا ہوں، شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے مجھے دے۔

ساقی:

معنوی فیض پہنچانے والے اور ترغیب دینے والے کو کہتے ہیں جو اپنے کشف و مشاہدہ سے حقائق و معارف بیان کرتا ہے۔ صور مثالیہ و جمالیہ بھی مراد ہیں جن کے دیکھنے سے سالک پر مستی طاری ہوتی ہے۔ نیز مرشد بر حق اور محبوب حقیقی، عارف کامل کو بھی کہتے ہیں۔ ساقی کو مطرب بھی کہتے ہیں کیوں کہ ترانہ محبت اور نغمہ توحید سنا کر مست کرنے میں ساقی، مطرب کا کام بھی انجام دیتا ہے۔

ساقی شب:

پیر و مرشد مراد ہے۔

سرخی، سبزی، سفیدی:

سرخی قوت سلوک ہے جو سرخ روئی کا باعث ہوتی ہے، سبزی کمال لطف کو کہتے ہیں جو شادابی کا باعث ہے اور سپیدی یک رنگی کو کہتے ہیں۔

سپند:

کالے دانہ کو کہتے ہیں۔ اس سے تجلی ذات مراد ہے جس کا رنگ سیاہ ہے اسے ماہتیہ الحقائق بھی کہتے ہیں۔

ستر:

پردہ کو کہتے ہیں جس کے اٹھنے سے سالک حق سے ملتا ہے۔ یہ پردہ عوام کے لئے غفلت کی سزا اور خواص کے لئے رحمت ہے کہ اگر ذات باری اپنے چہرہ سے پردہ اٹھادے تو اس کے انوار سب کچھ جلا کر خاک کر دیں۔ جب انوار حقیقت قلب عارف پر اپنی شعائیں ڈالتے ہیں اس وقت وہ اپنے قلب پر ایسا پردہ طلب کرتے ہیں جو انہیں تجلی کا متحمل بنادے۔ استتار سے ان کی یہی مراد ہے۔

سجادہ:

اس کی اصل سہ جادہ ہے یعنی شریعت، طریقت اور حقیقت میں کمال حاصل کرنا۔

سجود القلب:

سالک کا حق کے مشاہدہ میں اس طرح فانی و غرق ہونا کہ ہوش و حواس نہ باقی رہیں۔

سحق:

اس سے مراد حقیقت کی تجلی، عظمت میں بندہ کا درمیان سے اٹھ جانا ہے جیسا کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ حادث جب قدیم سے قریب تر ہوتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

سخن:

اس سے عالم غیب کی طرف اشارہ ہے، کلام الٰہی بھی مراد ہے:

اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سخن بالعبارت: الفاظ، معانی، مطالب اور حقائق پر مشتمل ہے جیسا کہ:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَى تَكْلِيمًا (النساء: ۱۶۴)

(اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا) کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہوئی یا قرآن مجید ہے جو حقائق و معانی اور مطالب پر مشتمل ہے۔

(۲) سخن بالاشارات: ارواح صور، اعیان شیون پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد ہی:-

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا (الکھف: ۱۰۹)

اگر سمندر سیاہی ہو جائیں۔

یا

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ (النساء: ۱۷۱)

اپنا کلمہ مریم علیہا السلام پر ڈالا اور اسی میں روح ڈالی۔

یہاں کلمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ناسوتی وجود مراد ہے۔ اس کو زبان حال کہتے ہیں۔ اس معنی میں تمام عالم کلام الٰہی ہے کہ صورتیں الفاظ اور ارواح معانی اعیان مضمون یا مطلب اور شیون

حقائق و معارف ہیں۔ یہ سب ایک ہی ذات سے صادر ہوئیں جو متکلم ہے۔ اس کا تخاطب حقیقت محمدی ﷺ سے ہے جو محبوب حق ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ ﷺ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)۔

سدرۃ المنتہٰی:

عقل کلی کو کہتے ہیں جہاں پر سب کی سیر اور اعمال اور علوم عقلی تمام ہوتے ہیں۔ یہی اسماء خلقیہ کے مراتب کی انتہاء ہے۔

سِر:

اس لطیفہ کو کہتے ہیں جو قلب انسانی میں امانۃً رکھا گیا ہے جیسے روح بدن میں، یہی مشاہدہ کا مقام ہے یہی ایک چیز ہے جو حق سے توجہ ایجادی کے وقت مخصوص کی گئی جس طرح موج کے وقت دریا سے موجیں متعین ہوتی ہیں۔ وہ عین ثابت ہے۔ ہر شخص انا انا اسی سر سے کہتا ہے۔ اسی بنا پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ حق کو حق کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو اسی کے ذریعہ پہچانا۔)

ارشاد ربانی ہے:

الانسانی سری وانا سرہ۔

انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں۔

یہاں انسان کی تخصیص اس کی جامعیت کی وجہ سے ہے۔

سرائر:

سالک کا ذات حق میں وصال کے وقت محو ہو جانا۔ حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ ہے:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔

اللہ تعالیٰ کے ہمراہ میرا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

یا حدیث قدسی اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی (میرے اولیاء میرے دامن کے نیچے ہیں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں پہچانتا)۔

سرائر الآثار:

اسماء الٰہی کو کہتے ہیں جو ایوان خارجیہ کے باطن ہیں۔

سر الحال:

وہ چیز مراد ہے جس کی وجہ سے اسی حال میں حق تعالیٰ کی مراد پہچانی جائے یعنی جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی حق یقت وماہیت اور منشا کیا ہے۔

سر الحقیقۃ:

اس چیز کو کہتے ہیں جو ظاہر نہ ہو پوشیدہ رہے اور ہر شے میں موجود ہو۔یہی باری تعالیٰ کی حقیقت ہے۔

سر السر:

حقائق واعمال کے تفصیلی علم اور احدیت الجمع کو کہتے ہیں نیز بعض نے ہویت ذات مراد لی ہے۔

سر العلم:

علمِ باری تعالیٰ کا سِر مراد ہے جو باری تعالیٰ کی حقیقت ہے۔

سر القدر:

حضرت حق تعالیٰ ہر ہر عین ثابت سے ازل میں جانا گیا یعنی مع ان تمام حالات و کوائف کے جو اس عین ثابت کے خارجی وجود سے ظاہر ہوں گے۔ لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کا حکم نہیں کرتا جو اس عین ثابت کے حالات سے ظاہر نہ ہو۔

سرخوش:

اس سے مراد وہ مستی ہے جو جوش کے ساتھ ہو اور اس کا افاضہ دوسروں پر بھی ہو سکے۔ بقول حضرت لسان الغیب شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

ما ہر خوشان مستـــــ دل از دست دادہ ایم
ہمـــــراز عشق و ہم نفـــــسِ جـــام و بادہ ایم

ہم مست سرخوشوں نے ہاتھوں سے دل دے دیا۔ ہم تو عشق کے ہمراز و ہمدم اور جام و شراب کے ساتھی ہیں۔

سردی:

نفس انسانی کی فراغت اور ٹھنڈک مراد ہے اس سے راحت طلبی کی طرف بھی اشارہ ہے۔

سر زلف:

انسان کامل کے ناسوتی تعین کی طرف اشارہ ہے۔

سریان:

چلنے کو کہتے ہیں۔ یہ دو طرح پر ہے ایک حلول سریانی جیسے ایک موجود دوسرے موجود میں کرے۔ مثلاً مواد جسم موادِ عرض میں کرے اور دوسری قسم سریان ظہور مطلق، صدر مقیدات کے ساتھ۔ مثلاً انسان مطلق کا سریان زید عمر، بکر اور خالد ہیں۔

سرو:

اس سے مراد عالم کون ہے۔ سرو خراماں سے مراد نور محمدی ﷺ ہے جس نے قد بالا کے مشاہدہ کے لئے باغ عالم کی سیر اختیار کی۔

سرور:

اس سے ذات میں صفات شامل ہونے سے ذات کا لذت پانا مراد ہے۔

دلا سراپا سرور ہو جا نکل کے ظلمت سے نور ہو جا
خدا کے نشہ میں چور ہو جا رہے گا مست شراب کب تک

سعادت:

ازلی طلب کو کہتے ہیں یعنی جس میں ابتدا سے ہی حق کی طلب رکھی گئی ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اپنی قوت بازو سے یہ سعادت اور خوش بختی حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک اللہ تعالیٰ عطا نہ فرمائے۔

سعۃ القلب:

انسان کامل کا حقیقت برزخیہ کے ساتھ متحقق ہونا مراد ہے کیوں کہ وہ وجوب اور امکان دونوں کا جامع ہے اس لئے کہ قلب کامل ہی برزخ ہے۔

سفر:

بندہ کا حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ سفر اول، سیر الی اللہ: بندہ کا منازل نفس سے افق مبین تک جو قلب کی انتہا اور تجلیات اسمائیہ کا مبدا ہے سفر کرنا۔

۲۔ سیر فی اللہ: اس میں سالک صفات باری سے متصف اور اسماء حق سے متحقق ہوتا ہے اس کی انتہا افق اعلیٰ یعنی حضرت واحدیت تک ہے۔ اسے مقام روح بھی کہتے ہیں۔

۳۔ سیر باللہ: اس میں سالک عین جمع اور حضرات احدیت تک ترقی و سیر کرتا ہے۔ ولایت کا مقام بھی یہی ہے۔ یہاں دوئی نہیں ہے۔

۴۔ سیر من الحق الی الحق: یہ تکمیل کے واسطے ہے یہی مقام بقا بعد فنا اور فرق بعد الجمع ہے۔

سفر در وطن:

سالک طبیعت بشری سے سفر کرے یعنی صفات بشری سے صفات ملکی پر فائز ہو کر اخلاق ذمیمہ سے اخلاق حمیدہ کی طرف منتقل ہو جائے۔

سُکر:

اس حیرت، وحشت، ولہ، اور ہیمان کو کہتے ہیں جو جمال محبوب کے مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ یعنی جب سالک جمال محبوب کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی عقل عشق سے مغلوب ہوجاتی ہے، ادراک اور ہوش باقی نہیں رہتے۔ سکر، محویت اور فنا کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

سکینہ:

اس قلبی طمانیت کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر غیب کے اسرار نازل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ نور سالک کے دل میں جاگزیں ہوکر اسے مطمئن کرتا اور عین الیقین کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

سلاب:

یعنی سالک کا تمام ظاہری و باطنی احوال سے اختیار چھن جانا۔

سلوک:

قرب حضرت حق کی طلب مراد ہے اصطلاحاً فناء بشریت اور بقاء الوہیت بھی۔ لیکن لغوی اعتبار سے راستہ چلنا ہے۔

سلام:

درود محمدی ﷺ کو کہتے ہیں لکن اصطلاحاً راضی برضا رہنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے تسلیم ہے۔

صبر و تسلیم و رضا چاہیئے تم کو بھی تراب
ہجر کا غم نہ کرو آٹھوں پہر جانے دو

سلامتی:

کونین ودارین کی تفرید و تجرید مراد ہے۔

سلسلہ:

اعتصام خلائق کو کہتے ہیں۔ اس سے بالواسطہ فیض مراد ہے۔خواہ آفاق میں ہو کہ تمام اشیاء کو سلسلہ بہ سلسلہ حضرت واحدیت سے فیض رحمانی پہنچتا ہے۔ وہ روحانی جماعت جو آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ومنسلک ہو۔اس سے مراد زنجیر بھی ہے سالک کو سلسلہ سے متعلق ووابستہ ہونے کے بعد اولیاءوانبیاء حضرت الوہیت سے فیوض وبرکات کی ارزانی ہوتی ہے۔

سلطان:

اس کے لغوی معنی نشانی، بادشاہی و بادشاہ کے ہیں۔ اس کا مطلب عمل کا قائم ہونا ہے جس کا قیام ہمیشہ اعمال پر ہو۔ اصطلاح میں مبتدی کے لئے استقامت بالعمل ہے اور متوسط کے لئے حضرت جبروت کامشاہدہ اور منتہی کے لئے بقابعد الفنا ہے۔

سلطانی:

عشاق پر اعمال واحوال اور واردات الٰہی کا جاری ہونا ہے۔

سماع:

اس سے نغمہ الست کاخوش آوازی اور مختلف آوازوں سے سننا ہے۔ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے ہر سلیم الطبع انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت فرمائی ہے کہ وہ شیریں نغمہ، دلکش، دلپذیر آواز سن کر مسرور وخوش ہو اور اس پر مستی کی کیفیت طاری ہو۔ اچھی آواز تو انسان یا جانور تک کے لئے

مقناطیسی کشش رکھتی ہے بچے تک اسے سن کر بے خود ہو جاتے ہیں۔ انسان کو آوازوں سے بہت کچھ تعلق ہے۔ آپسی رشتوں اور تعلقات کی استواری ان کا قیام، باہمی خیالات کا تبادلہ اور اس قسم کے جملہ امور کے واسطہ اللہ تعالیٰ نے آواز کو پیدا فرمایا تاکہ انسان اس سے مدد لے اور فائدہ اٹھائے۔ انسان نے فطری طور پر آواز سے محبت کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آواز میں خوش ترکیبی اور دلکشی بڑھی، مدہوشی اور سرخوشی پیدا کرنے والے نت نئے آتال ایجاد ہوئے تو وہ طبعی محبت جوش میں آتی گئی۔ سب سے پہلی مستی اور اس سے وہ فطری محبت جو اس میں ودیعت کی گئی الست بربکم کے دل کش نغمہ کو سن کر طاری اور افزوں ہوئی اور آخری مستی جو اس پر طاری ہوگی وہ آخری صور پھونکنے کے وقت طاری ہوگی جس کی حیات بخش آواز تمام مردوں میں جان ڈال دے گی۔ آواز میں اللہ تعالیٰ نے دونوں طاقتیں رکھی ہیں زندہ کرنے کی بھی اور مار ڈالنے کی بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز نے نہ جانے کتنے زندہ لوگوں کو موت سے ہمکنار کیا اور کتنے مردہ تنوں میں زندگی دوڑا دی۔

حضرات صوفیہ کے متعدد واقعات ملتے ہیں جنہوں نے خوش آوازی، خوش کلامی میں اپنی جان حضرت حق کے سپرد کر دی۔ اہل صفا و ارباب باطن نے حظوظ نفسانی سے الگ ہو کر اور ضروری شرائط و مناسب آداب کے ساتھ صاحبان حال کا توحید و عشق و محبت کا کلام حسن صوت اور دلکش لحن سے حضوری قلب کے ساتھ سنا۔

سماع کے عدم جواز اور حرمت میں جتنی تحریریں وجود میں آئیں اس سے کہیں زیادہ اس کے جواز حلت اور اثبات کے سلسلہ میں ہیں۔ اکابر متدین صوفیہ کرام نے اس کو آلات موسیقی کے ساتھ بھی سنا ہے۔

اس کے سلسلہ میں تین چیزوں کی صحت سب سے زیادہ ضروری ہے۔ زمان، مکان، اخوان۔

سنتہ:

ترک دنیا اصطلاح میں مراد ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: الفریضۃ حب المولی والسنۃ ترک الدنیا۔ (خدا کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔)

سنبل:

زلف سے مراد ہے۔

سوار:

بطون حق کو کہتے ہیں۔

سوئے:

وہ غیرت مراد ہے جو من حیث الیقین ہوتی ہے۔

سوختہ جلال:

عاشق کو کہتے ہیں مکمل فانی شخص بھی مراد ہے۔

سوز:

اس سے مراد سوزش عشق اور گدازی قلب ہے جو یاد الٰہی میں ہو۔

بقول حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من   سوخ ایں افسردگانِ را

سیاہی:

مرتبہ احدیت، گنج مخفی اور تجلی مراد ہے۔

سیر:

سالک کا ایک حال سے دوسرے حال، ایک عقل سے دوسری عقل، ایک تجلی سے دوسری تجلی اور ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا اور اصطلاحاً جذبۂ الٰہی مراد ہے۔

سیم:

ظاہر و باطن کی صفائی اور تصفیہ کو کہتے ہیں۔

سیب زن:

مشاہدہ کی فرحت مراد ہے۔

سیل:

دلی احوال کے غلبہ کو کہتے ہیں۔

سیمرغ:

اس سے مراد فنا کے بعد مقام بقا ہے۔

ش

شاہد:

اس چیز کو کہتے ہیں جو دل میں موجود ہو اور اس کا ذکر اس پر غالب ہو۔ اگر علم اس پر غالب ہو تو اس کو شاہد علم کہتے ہیں اور اگر وجد غالب ہو تو شاہد وجد کہتے ہیں۔ اگر حق ہو تو شاہد حق کہیں گے۔ بعضوں کے نزدیک نور تجلی کے فروغ کو جو ارواح کے ساتھ مخصوص ہو شاہد کہتے ہیں۔ اسی کو تجلی نوری بھی کہتے ہیں۔

شاہد آں نیست کہ موے ومیانے دارد
بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

زلف وکمر رکھنے والا ہی معشوق نہیں ہے بلکہ اس کے چہرہ کا غلام بنو جو آن والا ہو۔

شاہد الوجود:

نور محمدی ﷺ کو کہتے ہیں جو اصلِ کائنات ہے۔

شام:

شام سے مراد کثرت اور صبح سے مراد وحدت ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مظاہر تعینات میں خفائے حق شام کہلاتا ہے اور صبح صور مظاہر میں حق کے ظہور کو کہتے ہیں۔

شب رو:

شب بیدار کو کہتے ہیں۔

شب:

عالمِ غیب، عالم ربوبیت اور عالم حروف مراد ہیں۔ شب کو تفرقہ اور کثرت نیز ظلمت کی وجہ سے شب کہتے ہیں۔

شب قدر:

عین استہلاک میں وجود حق کے ساتھ سالک کی بقا کو کہتے ہیں

شب یلدا:

سواد اعظم کو کہتے ہیں۔

شب و روز:

کفر و دین سے کنایہ ہے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے اسی سے فص نوحی میں بطون اور ظہور انسانی مراد لیا ہے۔ یعنی رات سے عقول و روحانیت اور دن سے صور و اجسام۔

شباب:

مقامات پر سیر کی تیزی و سرعت اور تصفیہ باطن مراد ہے۔

شبنم:

فیضان حق مراد ہے جس سے ظاہری و باطنی تصفیہ حاصل ہو کر قلب کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے۔

شجر:

جسم ظاہر یعنی وجود ظاہری جو چاروں عناصر کا مجموعہ ہے مراد ہے۔

شرک:

حق تبارک و تعالیٰ کے سوا دوسرے کو موجود جاننا اور اس کی ضد ثابت کرنا۔ اس کی تین اقسام ہیں: جلی، خفی، اخفی۔ شرک جلی ذات و صفات حق میں دوسری شے شریک کرنا اور صفات کو ذات حق سے الگ و جدا جاننا۔ شرک خفی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیز کو فی نفسہ موجود گمان کرنا۔ شرک اخفی یعنی سالک اپنے کو سوائے حق موجود جانے۔ سالک اپنے آپ کو، تمام عالم کو فنا اور نابود جانے اور حق کو موجود و باقی جانے یہی اصلی توحید ہے۔

شراب:

وہ ذوق وشوق مراد ہے جو سالک کے دل پر عالم باطن سے وارد ہوتا ہے اور اسے مدہوش کر دیتا ہے۔ بعض کے نزدیک عشق، معرفت اور محبت بھی مراد ہے۔

شراب بیخودی:

محویت وفنا مراد ہے۔

شراب بے ساغر وجام:

وہ شراب طہور جس سے سرور حقیقی مراد ہے۔

شراب بادہ خوار وشراب ساقی آشام:

تجلی ذاتی اور حصول کمال ذاتی مراد ہے۔

شراب خانہ:

عالم معنی، باطن، پیر کامل، عارف اور بعض نے عالم ملکوت مراد لیا ہے۔

شراب صاف:

وہ فیض ہے جو مبدا ٔفیاض سے ارواح مقدسہ پر فائض ہوتا ہے۔

شرط:

نفس رحمانی کو کہتے ہیں۔

شست وشو:

عاشق و معشوق کی صفائی قلب و حضوری جو نفس و نفسانیت سے عاری ہوں۔ اس سے دل کا ماسویٰ اللہ سے پاک ہونا بھی مراد ہے۔

شطحیات:

یہ شطح کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ کلمات ہیں جو مستی عشق اور ذوق محبت میں کسی وقت کسی واصل باللہ سے بظاہر خلاف شرع ظاہر ہوں۔ یہ کلمات خواہش نفس سے مطلق نہیں کہے گئے بلکہ محویت و فنا سے صادر ہوئے۔ یہ حضرات ان کلمات کے کہنے میں معذور سمجھے گئے کیوں کہ یہ سکر و مستی میں زبان حال سے نکلے۔ مثلاً: انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، لیس فی جبتی سوی اللہ، وغیرہ۔

شعور:

ذات وصفات حق سے آگاہ ہونے کو کہتے ہیں یہ شعور قابل تعریف ہے اس کے برعکس غیریت کا شعور مذموم اور قابل ترک ہے۔

شعب الصدع:

فرق کا ترقی کے ساتھ جمع کرنا یعنی حضرت وحدت سے حضرت احدیت کی طرف عروج کرنا۔

شغل:

ذات وصفات کا تصور اور غیریت محو کرنا مراد ہے۔

شفع:

لغت میں وتر کے مقابلہ جفت کے معنی میں آیا ہے، اصطلاح میں خلق سے عبارت ہے کیوں کہ اسماء الٰہیہ خلق ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ کلام مجید میں حضرت حق نے شفع اور وتر کی قسم کھائی اس لئے جب تک شفعیہ واحدیت، وتر حضرت احدیت سے ضم نہ ہو گی تب تک اسماء الٰہیہ نہ ظاہر ہوں گے۔

شکر:

سالک اپنے کو نابود اور حق تعالیٰ کو موجود جانے اور تمام صفات و افعال و کمالات حق ہی کی طرف منسوب کرے۔

شکل:

عین ثابت کی کمیت کو کہتے ہیں جو جوہر میں آکر صورت پکڑتی ہے۔

شگوفہ:

علوِ مراتب مراد ہیں۔

شمع:

نور عرفان اور نور الٰہی کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس سے انوار معرفت کا پرتو مراد ہے جو سالک میں ظاہر ہوتا ہے۔ شمع انجمن سے ذات معشوق بھی مرادلی جاتی ہے۔

شمائل:

تجلی جمالی کے ظہور کو کہتے ہیں۔

شنگی:

تیز روشنیاں مراد ہیں جن کے دیکھنے سے نگاہوں میں خیر گی آتی ہے۔

شواہد الاسماء:

احوال واوصاف اور افعال کے ساتھ اکووان کا مختلف ہونا مثلاً مرزوق رازق پر دلالت کرتا ہے، حی محی پر اور میت ممیت پر وغیرہ۔

شاہد التوحید:

اس سے کونی حقائق کی یکجائی مراد ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ذات حق کا مشاہدہ کرنا ہے کیوں کہ ہر فرد عالم کے لئے ایک خاص تعین کے ساتھ احدیت ہے۔

شوق:

طلب حق مراد ہے۔

شوخ:

معشوق مراد ہے۔

شوخی:

التفات کی کثرت کو کہتے ہیں جو معشوق کی طرف سے ہو۔

شہود:

رویتِ حق مراد ہے اس طرح پر کہ سالک تعینات کے مراتب اور صوری موہومات سے عبور کرے اور توحید عیانی کے مقام میں پہنچ کر تمام موجودات میں حق کا مشاہدہ کرے۔ غیریت فنا کردے اور حق کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔

شے لطیف:

وہ شے مراد ہے جو موجود ہونے کے باوجود دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے میں نہ آسکے، جس طرح انفس میں عقل کہ موجود ہے مگر دیکھی سنی نہیں جاسکی اور آفاق میں جوہر۔

شیون:

شان کی جمع ہے ان کو صور علمیہ (علمی صورتیں) اور حقائق عالم کے اصول کہتے ہیں جو مرتبۂ وحدت میں بطور اجمال اور مرتبہ واحدیت میں بطور تفصیل کے ثابت ہیں۔

شیوہ:

جذبہ الٰہی مراد ہے اور بعض نے فطرت وعادات الٰہی بھی مراد لیتے ہیں۔

شیدا:

اہل جذب وشوق اور مست و دنیا کو چھوڑ دینے والے بے خبر عاشق کو بھی کہتے ہیں۔

شیخ:

اس انسان کو کہتے ہیں جو شریعت وطریقت اور حقیقت کا جامع مکمل انسان ہو اور دوسروں کو بھی ایسا بنا سکے۔

ترا بؔ اس کی قدمبوسی کی خواہش کیوں نہ ہو سب کو
خدا جس کے تئیں دنیا میں شیخ مقتدا کر دے

تنبیہ المنکرین (صفحہ ۲۰) میں لکھا ہے:

''شیخ ''فعل'' کے وزن پر صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔، لغت میں شیخ کا معنی ''پیر'' اور ''خواجہ''، یا جس میں بڑھاپے کے آثار نمودار ہوں۔ یا جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو کر اسّی سال ہو گئی ہو۔ یا عمر رسیدہ ہو۔ اسے شیخ کہا جاتا ہے۔ شیخ کی جمع مشائخ، مشخیہ و مشخ و شیوخ آتا ہے''۔

لفظِ شیخ کے کئی اصطلاحی معانی ہیں۔

(۱) مصنفین و محققین کے نزدیک جس نے ہر علم میں ہر موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہو۔

(۲) فقہاء کرام کے نزدیک جو شخص عمر کے اس حصے کو پہنچا ہو کہ اس کی نمازوں اور روزوں کے بدلے فدیہ دینا ازروئے شریعتِ مطہرہ درست و جائز ہو۔

(۳) اہلِ حساب کے نزدیک شیخ اسے کہتے ہیں جس کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر جائے۔

(۴) اصفیاء کے نزدیک شیخ اسے کہتے ہیں جو سنتِ مصطفی ﷺ کو زندہ کرے اور بدعات کو مٹائے اور مجرمین کو معاف کرنے والا ہو۔ بھلائی کا حکم کرنے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہو۔ جاہلوں کی مجلس سے اعراض کرنے والا ہو۔ جس طرح اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے خُذِ الۡعَفۡوَ وَ اۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ (ان سے درگذر فرمائیں اور نیکی کا حکم دیں، اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں)(الاعراف ۱۹۹)

(۵) اصفیاء میں جو خواص ہیں وہ فرماتے ہیں شیخ وہ ہے جو مریدوں کے دلوں کو شریعت کے نور سے منور کرے۔

(۶) محققین اصفیاء فرماتے ہیں شیخ وہ ہے جو گلی ہوئی ہڈیوں کو (باذن اللہ) زندہ کرے، اور بعض اصفیاء نے فرمایا ہے شیخِ طریقت وہ ہے جو بدبخت کو نیک بخت بنادے یہی قول سیدنا محبوب سبحانی شہباز لامکانی غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے شرح مخزن میں مروی ہے۔"

شیراز:

شیراز لطیف ترین ناسوت سے مراد ہے۔ یہ ناسوت الطف ایک عالم ہے جو کثرت فی الوحدت اور وحدت فی الکثرت کے مشاہدہ میں پوشیدہ ہے۔ اسے عالم اسرار بھی کہتے ہیں اس مقام پر کاملین کی رسائی ہوتی ہے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض اشعار میں شیراز سے اسی ناسوت الطف کو مراد لیا ہے کیونکہ شیراز ان کا وطن مجازی تھا اور وطن محبت ناسوت الطف کا پرتو ہے۔

شیرینی:

ذوق وشوق اور جذب کو کہتے ہیں۔ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم بااوست
چشم میگوں لبِ خنداں دلِ خرم بااوست

وہ ملاحت وصباحت کی کان ایسا ہے جس میں تمام عالم کی شیرینی یکجا ہے اس کی مست نگاہیں مسکراتے ہونٹ خوش وخرم دل سب کچھ ہے۔

شیفتہ جمال:

حسن حقیقی کے عاشق کو کہتے ہیں جو مجازی حسن کو بھی اسی کے ساتھ دیکھے۔

شیشہ:

اس سے مراد پیمانہ، جام اور دل ہے۔

ص

صبا:

وہ ٹھنڈی لطیف و خوشگوار ہوا ہے جو عرش کے نیچے سے صبح کو چلتی ہے۔ اس سے مراد و نفحات رحمانیہ ہیں جو مشرق روحانیت سے آکر مغرب ذات میں لے جاتی ہیں اور ان دواعی کو بھی کہتے ہیں جو نیک کاموں کے باعث ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار
ببر اندہ دل و مژدۂ دلدار بیار
اے صبا کہتے از کوئے فلانے بمن را
زار و بیمار غم راحت جانے بمن را

اے صبا! درِ محبوب کی خاک کی ذرا سی خوشبو ہی لا کر محبوب کی خوشخبری دے اور دل سے غم و اندوہ دور کر دے تو فلاں کے کوچہ کی تھوڑی سی خوشبو لا دے، میں اس کے ہجر میں زار و نزار ہوں۔ جان کے لئے تھوڑی سی ہی راحت مہیا کر دے۔

صاحب الزماں، صاحب الوقت والحال:

وہ شخص جو برزخ اولیٰ کی جمعیت کے ساتھ متحقق، حقائق اشیاء پر واقف اور حضرت حق کے تصرف کے ساتھ ماضی، حال اور مستقبل میں متصرف ہو۔

صبح:

شمس حقیقت کا طلوع، سالک کے تمام احوال و اعمال کا ظہور اور برزخ کبریٰ مراد ہے جس کے ایک سمت ہوئیت کی غیبت اور دوسری سمت واحدیت کا ظہور ہے۔

صبوحی:

سالک کی حق کے ہمراہ گفتگو مراد ہے جس سے سالک کو مسرت و سرور اور عیش نصیب ہو۔

صبیح الوجہ:

وہ جو اسم جواد کے ساتھ متحقق اور اس کا مظہر ہو لیکن چوں کہ انسان کامل ﷺ کی ذات سب سے کامل و مکمل ہے اس لئے یہ اصطلاح صرف آپ ﷺ کے لئے ہے۔

صبر:

معشوق حقیقی کی طلب اور محبت میں ثابت قدم رہنا اس کی یافت میں محنت و مشقت جھیلنا اور اس سے رتی بھر دل برداشتہ نہ ہونا مراد ہے۔

صحو:

ذات احدیت میں غیریت کے ساتھ محو ہو جانا مراد ہے۔ اصطلاحاً محویت کے بعد بیداری و ہوشمندی مراد ہے۔

صدق النور:

یہ وہ کشف ہے جس کے بعد کوئی پردہ نہیں کیوں کہ سالک جس وقت مقام جمع میں پہنچتا ہے اس کو صدق النور کہتے ہیں۔

صداء:

اس سے ملکی حجاب مراد ہے جو آفاقی تعینات اور نفس کی ظلمت و تاریکی کے اثر سے قلب پر طاری ہو کر تجلیات و حقائق قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہ شروع کی حالت ہے، جب یہ حجاب بڑھ جاتا ہے اور دل پورے طور پر حقائق و تجلیات سے محروم ہو جاتا ہے تو اسے رین کہتے ہیں۔

صراحی:

مستی و سرخوشی کا مقام ہے جس میں سالک متحیر ہوتا ہے اور اس پر غیبی فتوحات وارد ہوتی ہیں۔
بعض کے نزدیک باطنی حسن ترتیب مراد ہے۔

صعق:

وہ مکمل فنا مراد ہے جس میں حق کے سوا کسی چیز کا کوئی وجود باقی نہ رہے۔
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ (الزمر:٦٨)
جس دن صور پھونکا جائے گا اس روز آسمان وزمین کا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

صفات ذاتیہ:

وہ صفات جن سے حق تعالیٰ متصف ہے اور ان کی ضد نہیں۔ مثلاً عظمت، کبریائی، قدرت و عزت وغیرہ۔

صفات فعلیہ:

وہ صفات جن کی ضد جائز ہو جیسے رضا، رحمت غیظ وغضب وغیرہ۔

صنم:

وہ تجلیات صفاتی اور حقیقت روحی مراد ہیں جو سالک کے دل میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

صوت سرمدی:

ذات حق کی آواز کو کہتے ہیں جو مخلوق کی پیدائش سے پیشتر تھی اور مخلوق کی فنا کے بعد بھی رہے گی۔ اس لئے حق، الان کما کان (جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے) موجود ہے اس کی آواز کی کوئی حاجت و سمت نہیں۔ اس کو پانا بہت مشکل ہے کیوں کہ یہ تین قسم کی ہے۔ ایک جو دو جسموں کے باہمی صدمہ سے پیدا ہوتی ہے اسے آواز محدث و مرکب کہتے ہیں۔ دوسری بغیر دو جسم کثیف اور ترکیب الفاظ آگ، ہوا کے عنصر اور اس کے اندر سے ظاہر ہوتی ہے اسے آواز بسیط و لطیف کہتے ہیں۔ تیسری بے حد و بے جہت و بے سمت ہے جسے سر حق اور صوت سرمدی کہتے ہیں۔ یہ آواز درخت، پتھر اور انبوہ خلائق میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ دف، دہل اور نقارہ کی آواز پر بھی غالب آتی ہے۔ اسے کسی وقت، کسی حالت، کسی حال میں فنا و ٹھہراؤ نہیں۔ یہ تمام آوازوں کی اصل ہے۔ ذکر و اشغال کرنے والے حضرات اس کی دریافت میں حیران و سرگرداں رہتے ہیں، کاملین و واصلین اس آواز سے باخبر ہیں۔ چوں کہ یہ آواز خالص ذات حق کی ہے اس لئے اس میں صفت کا کوئی دخل نہیں۔ جب تک صفات سے نہ گزرے گا اس آواز سے آگاہ نہ ہو سکے گا۔

حضرت شاہ بو علی قلندر پانی پتی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

چشم بند و گوش بند و لب ببند   گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

تم اپنی آنکھ کان ہونٹ مکمل طور پر سی لو اگر اس کے بعد بھی سر حق سے آگاہ نہ ہو تو کہو۔

صورالحق:

صورت حق مراد ہے جو در حقیقت ذات نبوی ﷺ ہے کیوں کہ آپ ﷺ حقیقت احدیت واحدتیہ کا سرچشمہ ہیں تمام مخلوق آپ ﷺ کی صورت پر ہے اور آپ ﷺ کے توسط و وسیلہ سے سب حق کی صورت پر ہیں۔ آپ ﷺ تمام صورتوں کی اصل ہیں کیوں کہ حق کا تعین اول آپ ﷺ ہی ہیں۔

صوفی:

مختصراً یوں سمجھ لیا جائے جو اپنے دل کو غیر حق سے بچائے اور شیطانی و نفسانی خطرہ کو دخل نہ ہو۔

صومعہ:

لغت میں نصرانیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں لیکن اس سے مراد مقام تنزیہہ ہے۔

ض

ضلال:

گمراہ ہونے کو کہتے ہیں۔ حضرات صوفیہ عشق و محبت کے مرتبہ کو مراد لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آپ کی محبت و ذوق و شوق اور عشق کے لئے کہا:

إِنَّکَ لَفِي ضَلَالِکَ الْقَدِيمِ (یوسف: ۹۵)

یقیناً تم قدیمی گمراہی وضلال میں گرفتار ہو۔

ضنائن:

لغت میں بخل و کنجوسی اور خاصہ کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں خاصہ ہی مراد ہے یعنی اہل اللہ کا وہ گروہ جس کو حضرت حق نے ان کی نفاست کی وجہ سے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

حدیث شریف ہے:

ان اللہ ضنائن من خلقه البسم النور الساطع یحییهم فی عافیة ویمیتهم فی عافیة۔

یعنی "اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوقات میں ایک ایسا خاص گروہ ہے جس کو اس نے ایک روشن نور سے آراستہ و پیراستہ فرمایا ہے۔ وہ انہیں عافیت میں زندہ رکھتا اور عافیت میں مارتا ہے۔"

ضمیر:

اندیشہ، دل، اندرون دل اور جو کچھ اس میں پوشیدہ اور گزرتا ہے۔

ضیاء:

اغیار کو چشم حقیقت سے دیکھنا اور غیر کو حق جاننا یہ نور الٰہی ہے جس کو فراست بھی کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ یعنی مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔

ط

طامات:

لاف گزاف، خود نمائی اور خود فروشی، جعل فریب اور عوام الناس کی تسخیر کے لئے کشف و کرامات دکھانے کو کہتے ہیں جو بالکل بے اصل ہے۔

طائر:

اس سے مراد اولیاء مقربین و فرشتے اور بعض کے نزدیک صور علمیہ، اعیان ثابتہ، تقدیر الٰہی و علم کا مقام مراد ہیں۔

طاہر الظاہر:

وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے گناہوں و خطاؤں سے معصوم رکھا ہے۔

طاہر الباطن:

وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی وسوسوں، ہوا حس اور تعلق غیر سے محفوظ رکھا جیسے صدیقین اور اولیاء اللہ وغیرہ۔

طاہر السر والعلانیہ:

وہ شخص جو خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پورا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہے اور ظاہر و باطن میں اس کی نظر حق پر رہے۔

طالب:

حق کے طلب گار کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ ہے جو طبعی شہوت اور نفسانی لذات سے آگے نکل چکا ہو۔ خودی کو چھوڑ کر تقئید سے اطلاق اور کثرت سے وحدت میں جا ٹھہرے۔ یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے۔ جس قدر ترقی ہوتی ہے اسی قدر طلب بڑھتی جاتی ہے۔

طبیب روحانی:

شیخ کامل، عالم اور وہ عارف مراد ہے جو کمالات آفات، امراض، دواؤں اور کیفیت و صحت روحانی سے واقف اور ان کی بیماریوں کے علاج جانتا ہو۔

طرب:

وہ دلی سرور جو حق کے مشاہدہ سے پیدا ہو۔

طراوت:

انوار الٰہی کے ظہور کو کہتے ہیں۔

طریقت:

سیر اور سلوک الی اللہ، قطع منازل، ترقی مقامات، تزکیۂ باطن، وصال اور قرب کے ساتھ ہونے کو کہتے ہیں۔ شریعت کے باطن کو بھی باطن کو بھی طریقت کہا جاتا ہے۔

طمانیت:

سالک کے قلب اور نفس کے حق کے ساتھ سکون پانے کو کہتے ہیں۔

طمس:

سالک کے عادات و رسوم کو ترک کر کے صفت حق میں بالکل محو اور بے خود ہو جانے کو کہتے ہیں۔

طوالع:

وہ انوار معارف مراد ہیں جو سالک کے دل پر تجلیات حضرت حق سے پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں سالک کا اپنے اخلاق واوصاف کو نور باطن سے آراستہ کرنا ہے۔

طور:

حال وشان کو کہتے ہیں۔

ظ

ظالم:

یہ ظلم کا اسم اعل ہے اگر کلام کے جزم کے ساتھ مصدر سمجھ جائے تو جبر وزیادتی کرنے والے کے معنی ہوں گے۔ اگر لام پر پیش ہو تو تاریک کر دینے والے کے معنی ہوں گے اسی بنا پر اہل محبت کی زبان میں معشوق کو کہتے ہیں۔

ظاہر الممکنات وظاہر الوجود:

اس تجلی حق کو کہتے ہیں جو صورت اور صفات اعیان کے ساتھ ہو۔ اس تجلی کو وجود اضافی بھی کہتے ہیں۔

ظل:

تمام ظہورات اور تعینات کو ظل کہتے ہیں۔ ظل اول مرتبہ وحدت کو کہتے ہیں اور ظل ممدود اور تعین ثانی مرتبہ واحدیت کو۔ یعنی ظل ایک اضافی وجود ہے جو اعیان ممکنات کے تعینات اور احکام

ممکنات میں جو معدومات ہیں نور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور وہ خارجی وجود سے عبارت ہے جو معدومات کی طرف منسوب ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان:۴۵)

کیا تم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا۔

یعنی وجود اضافی کو ممکنات پر پھیلا دیا۔ ظلمت اسی نور عدم کے مقابلہ میں ہے۔

ظل اول:

اس کو ظہور اول بھی کہتے ہیں۔ باطنی اعتبار سے اس کو وحدت اور ظاہری اعتبار سے عقل کہتے ہیں اس لئے کہ یہ پہلا عین اور ظل ہے جو حق تعالیٰ کے نور کے ساتھ ظاہر ہوا اور کثرت کو جو شیون حق ہے قبول کیا۔

ظل اللہ، ظل الہ:

اس کامل انسان سے مراد ہے جو حضرت واحدیت کے ساتھ متحقق ہو۔

ظلمت:

عدم سے مراد ہے جو ادراک میں نہیں آسکتی۔

ظلوم وجہول:

اس سے مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور غیر حق سے جاہل۔ کلام مجید میں ظلوم وجہول سے انسان کی تعریف مقصود ہے۔

ع

عارف:

اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حال سے ذات و صفات و اسماء کا مشاہدہ کیا ہو یعنی وہ صاحب نظر عارف جس کو حضرت حق تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات اور اسماء و افعال کا بینا کر دیا ہو۔ ایسے شخص کو دیدہ دل کے مشاہدہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک عارف وہ شخص ہے جو عالم عرفان میں گم ہو اور نزول و عروج کے مراتب سے گزر کر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے مقام میں محو ہو گیا اور مرتبہ واحدیت و وحدت سے گزر کر اپنی کو دی کو ذات باری میں مٹا چکا ہو۔ اس کے باوجود اس کا حال یہ رہے کہ مخلوق سے بھی وابستہ رہے اور ان کو نفع پہنچاتا رہے اور عروج و نزول میں محور رہے۔

عارف الوجود:

اعیان ثابتہ کو کہتے جن کو ہمیشہ وجود مطلق حقانی پیش نظر ہے۔

عاشق:

اصطلاح میں عاشق وہ ہے جو عقل سے دور اور اپنے سر و پا سے بے خبر ہو سونے کھانے پینے کو اپنے اوپر حرام جانے۔ زبان اس کے ذکر میں، دل فکر میں اور جان مشاہدہ حقیقی میں مشغول رہے۔

عاشقی را شش نشاں ست اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر کسے پرسد کہ سہ دیگر کدام
کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

اے بیٹے، عشق کی چھ نشانیاں ہیں: ٹھنڈی آہیں، زرد رنگ، نم آنکھیں، اگر کوئی باقی پوچھے تو وہ ہیں: کم کھانا، کم بولنا، اور نیند کا حرام ہونا۔

عاشق اسے بھی کہتے ہیں جو ظل ممدود اور نفس رحمانی کے مرتبہ سے گذر کر ام الکتاب، عشق صرف اور حب خالص میں پہنچا ہو اس میں ایسا محو ہو کہ خودی کا خیال بھی نہ آوے اور مرتبہ انا میں انا ہو گیا اور اس حالت سے واپس نہ ہو۔ عاشق کا مرتبہ عارف سے افضل ہے مگر عاشق سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا بر خلاف عارف کے کہ اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ویسے تو عارف حقیقی بھی بغیر عاشق حقیقی ہونے کے نہیں ہو سکتا۔

حضرت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی پاتا نہیں بے عشق بازی حقیقی ہوئے عاشق یا مجازی

عارض:

انوار ایمان کا کشف اور تجلی جمالی مراد ہیں۔

عالم امر:

اعیان ثابتہ اور ارواح مراد ہیں جس سے کن عالم اعیان اور فیکون عالم ارواح ہے۔

عالم ثانی:

مرتبہ واحدیت اور عالم صفت ہے۔

عالم خارج:

عالم ارواح جو اعیان ثابتہ کا سایہ ہے اس سے تمام عالم خلق مراد ہیں۔

عالم خلق:

عالم اجسام سے مراد ہے اس کو عالم شہادت اور عالم ملک بھی کہتے ہیں۔

عالم صغیر و کبیر:

انسان اور اس کے جسم کو کہتے ہیں کیوں کہ جو کچھ عالم کبیر میں موجود ہے اس کی نظیر جسم انسانی میں موجود ہے۔ عالم صغیر خاص عالم انسان کو کہتے ہیں۔ عالم صغیر عالم ارواح سے عالم اجسام تک کو کہتے ہیں۔ عالم کبیر عالم ارواح سے عالم اجسام تک ہے۔ اس سے مراد عالم باطن ہے جو وحدت، واحدیت اور احدیت سے مرکب ہے۔

عالم معنی:

عارف کامل کا باطن اور عالم ارواح مراد ہے۔

عالم مثال:

عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان کا عالم یعنی جو کچھ عالم اجسام میں ہے اس کی نظیر عالم مثال میں ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ عالم اجسام کثیف ہے اور عالم مثال لطیف۔

عالم مطلق:

مرتبہ احدیت اور عالم باطن مراد لیتے ہیں۔

عامہ:

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف ظاہری شریعت پر اکتفا کی، ان کو باطن سے مطلق حس نہیں۔ یہ لوگ علمائے رسوم اور علمائے ظاہر کہلاتے ہیں۔

عبد:

اصطلاحاً جو کچھ بھی ظہور کے لائق ہو اسے عبد کہتے ہیں۔ تعین اول سے عبد حقیقی مراد ہے جو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے کہ تعین اول انا سے عبارت ہے۔ یعنی وجود مطلق نے اپنی ذات کو سب سے پہلے انا سے تعبیر فرمایا۔ یہی انا حقیقت محمدی ﷺ ہے۔ چوں کہ خارج میں سب سے پہلے حقیقت محمدی ﷺ ظاہر ہوئی اسی لئے آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کو تعین اول کہتے ہیں۔ یہ ایک وجہ سے مقید اور دوسرے سے مطلق ہے۔ اگر اس اعتبار کو تقید اور اطلاق سے صرف نظر کریں تو نہ عبد ہے نہ رب بلکہ ایک ہی حقیقت ہے۔

التوحید حقیقة لا رب و لا عبد۔

توحید ایک ایسی حقیقت ہے جہاں نہ رب رب ہے نہ عبد عبد۔

اس ایک وجدانی حقیقت کو حقیقت محمدی ﷺ اور برزخ کبریٰ کہتے ہیں جو عبد و رب کے درمیان ہے تاکہ دو ایک نہ ہو جائیں اور ایک دو نہ ہو جائے۔ یعنی یہ حقیقت فصل اور وصل کے واسطے برزخ ہے۔ آیۃ کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (١٩) بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (رحمن: ٢٠) سے اسی برزخ کی طرف اشارہ ہے۔

عبودیت:

صدق نیت اور تصحیح نسبت کو کہتے ہیں کہ سالک اپنے سلوک میں بغیر جنت کی لالچ اور دوزخ کے خوف سے اس پر کاربند ہو۔ اس کی چند اقسام ہیں:

۱۔ جن باتوں کا حکم ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے رک جانا۔

۲۔ ہر لمحہ راضی برضاء الٰہی رہنا۔

۳۔ اپنی خواہش واختیار کو بالکل چھوڑ دینا اور حق کی خواہش واختیار میں رہنا۔

معبود کے مشاہدہ میں عبد کی ہستی مٹ جانا بھی عبودیت ہے۔ یہ اعلیٰ مقام اور مقام محمدی ﷺ ہے۔

عبودۃ:

سالک کا اپنے نفس کو رب کی عبادت کے لئے حاضر کرنا اور حق کے مقام فرق وجمع میں عبادت کرنا۔ یہ مقام اخص الخواص کا ہے۔

عبادلہ:

صاحبانِ تجلیات مراد ہیں جو حقیقت کے کسی ایک اسم سے متصف ہوتے ہیں اور وہ عبودیت کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔

عدم:

نیست و نابود ہو جانا اس کی دو قسمیں ہیں، ایک عدم محض جو وجود کا نقیض ہے جیسے شریک باری۔ دوسرا عدم اضافی جس سے مراد بطون اشیاء ہے۔

عدم العدم:

مترتبہ احدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ عدم کا عدم اثبات ہے، یعنی وجود حقائق کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ اس مرتبہ کو عین الکافور بھی کہتے ہیں اس لئے کہ جس طرح اس کے چشمہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اسی طرح مرتبہ تک کسی کی رسائی نہیں۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ارشاد ہے:

لاتفکروافی ذات اللہ وتفکروافی صفاته وآلائه۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کیا کرو بلکہ اس کی صفات اور نشانیوں میں غور کیا کرو۔

عروج:

عالم اجسام سے احدیت تک پہنچنے کو کہتے ہیں جو اصل ہے۔

ارشاد مبارک ہے:

کل شیءیرجع الی اصلہ۔

ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

یعنی سالک اپنے جسم کو محو کرنے سے عالم مثال میں اور عالم مثال کو محو کرنے سے عالم ارواح میں، عالم ارواح کو محو کرنے سے عالم اعیان میں اور عالم اعیان گم کرنے سے وحدت میں اور وحدت گم کرنے سے احدیت میں پہنچتا ہے اسی طرح نزول بھی ہوتا ہے۔

عرش:

ایک ایسا جسم ہے جو تمام اجسام کو محیط ہے اور عرش بلندی کی وجہ سے موسوم ہے۔ یہ سریر ملک سے تشبیہ دیا گیا ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ قضا و قدر کے احکام کا نزول حکمرانی فرمانے کے وقت اسی مقام سے ہوتا ہے۔ یہ اسماء مقیدہ کے استوار کا مقام ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یارو تم کہتے ہو جس کو عرش پر — میں تو اپنے دل میں اس کو پا گیا

عرض:

اسے کہتے ہیں جو قائم بالذات نہ ہو بلکہ جوہر کے ذریعے جیسے رنگ و کپڑا۔ کپڑا جوہر اور رنگ عرض ہے۔

اس کے نو افراد ہیں:

۱۔کیف ۲۔کم ۳۔این ۴۔متی ۵۔اضافت
۶۔وضع ۷۔فعل ۸۔انفعال ۹۔ملک

عزلت:

خلق سے گوشہ نشینی کی وجہ سے میل جول سے علیحدہ ہونا ہے۔

عشرت:

جذبات عشق کی لذت کو کہتے ہیں۔

عشوہ:

تجلی جمالی کو کہتے ہیں۔

عشق:

شدت محبت، کشش معشوق، حب معشوق اور مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں۔یعنی حق تعالیٰ نے اپنی حب ذاتی سے سب سے پہلے عشق کو پیدا کیا جس کو حقیقت محمدی ﷺ کہتے ہیں۔حدیث قدسی کی رو سے حق نے اپنے تعین کو دوست رکھا۔میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے تو مخلوق پیدا کی کہ اس کے ذریعہ پہچانا جاؤں۔اگر پہچاننے و جاننے کی محبت دامن گیر نہ ہوتی تو ذات باری کا ظہور نہ ہوتا۔اسی وجہ سے عشق کا مرتبہ سب سے افضل ہے۔عشق ہی ذات ہے اس مرتبہ کو علم مجمل کہتے ہیں۔عشق عشقہ سے نکلا ہے۔عشقہ وہ گھانس ہے جو درخت پر لپٹتی ہے تو اسے زرد و خشک کر دیتی ہے۔اسی طرح عشق بھی ہے جو عاشق کے وجود کو جمال معشوق کی تجلی میں محو کر دیتا ہے تا کہ

عاشق و معشوق کا تفرقہ باقی نہ رہے۔ عشق محبت کا انتہائی درجہ ہے کیونکہ کوئی چیز مرتبہ میں عشق سے بلند و بالا پیدا نہیں ہوئی۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرۃ ۱۶۵) سے قرآن میں عشق ہی مراد ہے۔ یہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ گویا توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں اس پر قابو و اختیار بھی نہیں ہوتا۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

لیکن یہ ہر ایک کے بس کی چیز بھی نہیں۔ بقول جد محترم حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے۔

عاشقی کانِ نامرادی ہے
عشق دکانِ نامرادی ہے
کون اس راہ میں قدم رکھے
یہ تو میدانِ نامرادی ہے
اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد
ہم سے فرمانِ نامرادی ہے
نامرادی کی بھی طلب نہ رہے
یہی پایانِ نامرادی ہے

اس کے پانچ درجے ہیں:

۱۔ فقدانِ دل: یعنی دل کا گم کر دینا۔ جو شخص گم کردہ دل نہ ہو عاشق نہ ہو گا کیوں کہ جو دل سے باخبر رہے گا وہ عاشق نہ ہو گا۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدستِ دگرے دادن و حیران بودن

عاشقی ہے کیا کہو معشوق کا غلام اس طرح ہو جانا کہ اس کے حوالہ اپنا دل کر کے حیران و بے خبر ہو جانا۔

۲۔ تاسف: ہر وقت بے دل عاشق بغیر معشوق کے اپنی زندگی سے افسوس کرتا رہے۔

ہر لحظہ کہ بے تو مرا میرود زعمر

واللہ ازاں حیات مرا مرگ خوشتر ست

تیرے بغیر زندگی کا ہر پل ایسا ہے کہ خدا کی قسم موت اس زندگی سے میرے لئے اچھی ہے۔

۳۔ وجد: یہ عجیب و غریب قسم کا حال ہے جو نہ لکھا جاسکتا ہے نہ بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس کی وجہ سے عاشق کو کسی جگہ اور کسی وقت چین و آرام اور قرار نصیب نہیں ہوتا۔

۴۔ بے صبری: اس درجہ میں عاشق طاقت سے طاق اور اس کی جان شوق و اشتیاق میں جل بھن جاتی ہے۔ شوق و ذوق کی ایسی آگ بھڑکتی ہے جس سے وہ رات دن بے قرار رہتا ہے۔

۵۔ ضیانت: عاشق اس درجہ میں پہنچ کر دیوانہ ہوجاتا ہے اور سوا معشوق کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

عشق کی دو قسمیں ہیں: مجازی اور حقیقی۔

حقیقی عشق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے عشق کو کہتے ہیں۔

عشقِ مجازی کی بھی دو قسمیں ہیں: نفسانی اور حیوانی۔ نفسانی لطافت و صفائی نفس کے لئے ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے عاشق صاحبِ وجد، رقیق القلب، غمزدہ غور و فکر کرنے والا بنتا ہے۔ دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یہ مجاز ہے جو نعمت و بخشش خداوندی ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسے سوائے معشوق کے دوسری طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتی اس میں عاشق کی توجہ دراصل معشوق حقیقی کی جانب ہتی ہے جو صورت میں آکر جلوہ نمائی کرتا ہے۔

راہ سلوک میں اس چیز کے علاوہ کوئی دوسری چیز مطلوب پر فائز کرنے والی ہے ہی نہیں اس لئے کہ عاشق اس عشق سے کائنات سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور خودی سے نجات پالیتا ہے جو اصل ہے۔

عشق حیوانی: امارگی کا باعث ہے۔ امارگی نفس پرستی وہوس رانی ہے جو فسق اور مذموم ہے ورنہ سچ پوچھئے تو حقیقی و مجازی کا فرق اعتباری ہے۔ مجازی سے حقیقی بھی حاصل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق و عاشقی بیان و تشریح سمجھنے سمجھانے میں مشکل سے آتے ہیں۔ (برادر معظم جناب مولوی شاہ شبیہ انور علوی مدظلہ نے اس سلسلہ میں ایک باقاعدہ رسالہ مرتب کیا ہے جس میں مالہ وماعلیہ کا بیان ہے)۔

عقل کل:

نورِ محمدی ﷺ مراد ہے جو خارج میں پہلا مظہر ہے۔ تمام مخلوقات سے قبل اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا۔ اور اس کو معظم ومکرم ومشرف فرمایا۔ وہ جوہر کیا تھا؟ وہ عقل تھی۔ جیسے حدیث مرفوع میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: **اول ما خلق اللہ العقل** (تمام مخلوقات سے قبل رب تعالیٰ نے جوہر عقل کو پیدا فرمایا)۔ اور یہ عقل جوہر قائم بنفسہ ہے۔

کیونکہ: **لانہ محال وجود شئ من الاعراض قبل وجود جوھر یحملہ۔**

یعنی "کیونکہ اعراض میں سے کسی شے کا وجود اس وقت تک نہیں پایا جاسکتا جب تک جوہر نہ ہو۔ تاکہ اس جوہر کے ساتھ استعانت پکڑے اور اس کے ساتھ قائم ہو جائے۔"

اس لئے رب تعالیٰ نے سب کائنات سے قبل ایک شریف وعظیم جوہرِ نورانی یعنی عقل کو پیدا فرمایا تاکہ تمام کائنات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جائے اور استقرار پکڑے۔

اس جوہر یعنی عقل کے شرف وعظمت پر بہت سی آیات واحادیث دال ہیں۔

وقد سماہ اللہ تعالیٰ نوراً فی قولہ :اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور ۳۵) ای منورھما والنورھو العقل۔

یعنی رب تعالیٰ نے اس جوہر شریف و عظیم کو اپنے کلام میں نور فرمایا۔ اور نور سے اس آیت مبارک میں عقل مراد ہے۔

تو آیت مبارک کا سری معنی یہ ہوگا:

اللہ منور السموت والارض بنور العقل۔

یعنی اللہ جل شانہ نے زمین و آسمانوں کو منور فرمایا نور عقل سے۔ یعنی سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا پھر عقل کے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ اس لئے تمام کائنات جوہر عقل میں ودیعت تھی۔ رفتہ رفتہ تفصیل ہوگئی۔

ابو نعیم نے حیلہ میں حضور علیہ السلام کی عقل مبارک کی شان میں روایت کیا ہے کہ جب حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں اور تمام کتابوں میں میں نے یہ دیکھا:

ان اللہ لم یعط جمیع الناس من بدع الدنیا الی انقضائھا من العقل فی جنب عقل محمد ﷺ الا کحبۃ رمل من جمیع رمال الدنیا وان محمدا ارجع الناس عقلا و افضلھم رأیاً۔

یعنی تمام مخلوق کی عقل ابتدائے آفرینش سے انتہاء تک حضور ﷺ کی عقل مبارک کے مقابلہ میں ایسا سمجھ لیں جیسے ایک ذرہ ریت کا تمام دنیا کے بحار، جنگلات، بیابان وغیرہ ریتوں کے پہاڑوں کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی تمام دنیا کی ریت جمع کی جاوے اور بڑے بڑے پہاڑ تیار ہو جائیں اور ان پہاڑوں میں سے ایک ذرہ ریت اٹھا کر الگ رکھی جاوے تو اس ذرے کی پہاڑوں کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کی عقل حضور ﷺ کی عقل مبارک کے سامنے ایک ذرہ

جیسی ہے۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عقل ورائے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے ارجح وافضل ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ قرآن پاک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق اعلان فرمارہا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔ فالنور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

تحقیق آیا ہماری طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔ نور سے مراد حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس ہے۔

حضور شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا:

یا رب هل خلقت شيئا اعظم من العرش قال نعم العقل۔

کہ اے رب تعالیٰ عرش معلیٰ سے بھی کوئی بڑی عظیم شے تو نے پیدا فرمائی ہے؟ رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔

میں نے عرش معلی سے ایک بہت بڑی عظیم شے پیدا فرمائی ہے جو کہ عرش معلی پر محیط ہے اور وہ عقل ہے۔[741]

سوال: عقل کس کو کہتے ہیں؟

جواب: فالعقل وهو نور ای قوة شبيهة بالنور فی انه يحصل بها الادراک فی بدن الادمی ای فی رأسه او فی القلب علی اختلاف القولين۔[742]

قوله واما العقل فی للغة القيد يقال عقلت البعير ة ای قيدته ثم نقل الی معان والمراد ههنا ادراک يمتاز به الانسان عن البهائم وذالک لانه کالقيد ارتکاب القبائح۔[743]

سوال: انسان کی شرافت کس چیز کی وجہ سے ہے؟

---

[741] (بحواله الدولة المدنية ص ۲۰۴)
[742] (نور الانوار ص ۱۸۱)
[743] (نبراس ص ۹۱)

جواب: عقل کی وجہ سے۔

کمافی تفسیر احمدی: و بالعقل شرف الانسان۔[744]

و فی تفسیر کبیر: احدھاعن عقل الانسان اشرف صفاتہ۔[745]

سوال: عقل کو عقل کیوں کہتے ہیں؟

جواب: وتقریرہ ان العقل انما ثمی عقلاً لانہ یجری مجری عقال ناقة فان الانسان اذا دعاہ طبعہ الی فعل قبیح کان عقلہ مانعاًلہ من الاقدام علیہ۔[746]

عقاب:

قلم یعنی عقل اول مراد ہے۔

عقدہ کشائی:

اس سے معشوق کی خاص صفت دلکشائی مراد ہے اسی کو بسط کہتے ہیں۔

عکس:

اعیان ثابتہ کو عکس کہتے ہیں جو وجود کا برعکس ہے۔ وجود عالم ہے اور عالم آئینہ اور معلوم یعنی عکس کے اعیان (حق) نے اپنے وجود کے علم کے ساتھ جان لیا تھا کہ میں اس بات کی صلاحیت رکھتا ہوں کہ ظاہر ہوں۔ یہ علم اجمال کے اعتبار سے وحدت اور تفصیل کے اعتبار سے واحدیت ہے جس میں صور علمیہ تفصیل وار ثابت ہیں۔

---

[744] (ص ۹۷، ج ۱)

[745] (ص ۲۲۰، ج ۲)

[746] (تفسیر کبیر، ج ۲ ص ۲۲۰) (بحوالہ خسران الایمان فی استعمال التتن و الدخان، ص ۲۳)

علم لدنی:

علم حقائق اور عرفان کو کہتے ہیں جو ذات حق سے براہ راست حاصل ہو۔

علم الیقین:

یقین کے تین مرتبے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین یعنی ایک چیز کا مکمل طور پر اس کیفیت و ماہیت کے ساتھ جاننا مثلاً یہ کہ آگ جلاتی ہے اور اس میں جلانے کی طاقت ہے۔ دوسرا مرتبہ عین الیقین ہے یعنی اپنی آنکھ سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھنا، تیسرا مرتبہ حق الیقین ہے یعنی کسی شخص کا آگ میں داخل ہونا یا ہاتھ ڈال دینا اور جل جانا یا اس شخص کا اس چیز میں گم اور محو ہو جانا۔ بعض کا قول ہے کہ اعیان ثابتہ کو علم الیقین، وحدت کو عین الیقین اور احدیت کو حق الیقین کہتے ہیں۔ نیز یہ بھی قول ہے کہ سالک کا یہ علم کہ حضرت حق اپنی وحدانیت کے ساتھ موجود ہے اور اس میں شک و شبہ نہ ہونا علم الیقین ہے۔ پھر اس کا صفات و اسما اور افعال و آثار کے حجاب کے ساتھ مشاہدہ عین الیقین ہے اور بعد ازاں حق میں فنا ہو جانا حق الیقین ہے۔

مجذوب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی
ہوا علم الیقین عین الیقین حق الیقین ساقی

علف:

نفسانی شہوات مراد ہیں۔

عماء:

اس سے حقیقت الحقائق مراد ہے۔ یہ مرتبہ ذاتی ہے۔

حدیث شریف ہے:

ان العماء مافوقه هواء وماتحته هواء۔

یعنی عما کے اوپر اور نیچے ہوا ہے۔

یعنی نہ حق ہے نہ خلق، عما، احدیت کے مقابل ہوا جس طرح احدیت میں اسما و صفات مضمحل ہوتے ہیں اور کسی چیز کا ظہور اس میں نہیں ہے اسی طرح عماء میں بھی کسی چیز کا ظہور نہیں۔ عماء اور احدیت میں یہ فرق ہے کہ عماء حکم ذات کو بمقتضائے اطلاق کہتے ہیں اور احدیت حکم ذات کو ذات میں ہونا کہتے ہیں۔

عما کے لغوی معنی رقیق ابر کے ہیں۔ جس طرح ابر کا ایک رخ آسمان کی طرف اور دوسرا زمین کی طرف ہوتا ہے اسی طرح عما کا ایک درجہ سماء احدیت کی جانب اور دوسرا ارض واحدیت کی طرف۔

عمد معنویہ:

جس سے آسمانوں کا قیام ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد: ۲)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو تم دیکھتے ہو کہ بغیر ستون کے بلند کیا۔

یہ ایسے عمد کی جانب اشارہ ہے جو دکھائی نہیں دیتا وہ روح، قلب اور نفس عالم کا ہے۔ ایمان کامل کی بھی یہی حقیقت ہے جس کو حق کے سوا کوئی اور نہیں پہچان سکتا۔

عنصر:

آگ، پانی، مٹی، ہوا کو کہتے ہیں۔ ان کو امہات سلفی بھی کہتے ہیں۔ آگ کا ظہور اسم قابض سے، پانی کا اسم محی سے، مٹی کا اسم ممیت سے اور ہوا کا اسم حی سے ہے۔

عین:

حق کے ساتھ ایک ہونا اور اپنی ذات کو اس میں گم کر دینا۔

عین ثابت:

وہ چیز جو حضرت حق کے علم میں موجود ہے مگر وجود خارجی کی بو بھی اب تک نہ سونگھی۔

عندلیب:

اس سے عارف مراد ہوتا ہے جو ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔

عید:

تجلیات جمالی کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر وارد ہو کر فرحت و انبساط بخشتے ہیں۔

عین الحیوۃ:

پرتو اور حیات کا سایہ مراد ہے جو روح ہے۔

غ

غارت:

جذبہ الٰہی کو کہتے ہیں جو بے واسطہ سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے۔ بعض تجلی جلالی اور فناء کامل مراد لیتے ہیں۔

غبغب:

قہر آمیز لطف کو کہتے ہیں جو سالک کو چاہ صفات نورانی سے نکال کر چاہ ظلمانی ذات میں ڈالتا ہے۔

غڑت غڑوت:

سالک کا سر سے پاؤں تک انوار و تجلیات میں ڈوب جانا، اور اس کی وجہ سے بے انتہا خوشی کی کیفیت کا طاری ہونا۔

غراب:

غین کے زیر کے ساتھ۔ اس کے معنی پہاڑ کے ہیں۔ حضرت احدیت سے جسم کلی کا بہت دور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یا جسم کلی کے ادراک نورانیت سے خالی ہونے کے سبب نام ہے۔

غربت:

طلب مقصود کو کہتے ہیں۔ نیز:

فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ (الملک:١٦)

اس کے کندھوں پر چلو اور اپنا راز کھاؤ۔

بعض اس سے مجبوری و گرفتاری تعین اور مبدا سے دوری مراد لیتے ہیں۔

غشاوہ:

وہ پردہ ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے آئینہ دل اور چشم بصیرت پر پڑ جاتا ہے۔

غمزہ:

عالم باطن کا جذبہ مراد ہے تا کہ طالب باصفا کا دل متغیر نہ ہو اور طلب میں استوار ہو۔ یہ بشریت کو فنا کرتا ہے۔

غمگسار:

صفت رحمانی کے اثر کو کہتے ہیں۔

غم خوار:

حضرت حق کی صفت رحمانی کا اثر مراد ہے۔

غمکدہ:

مقام غم کو کہتے ہیں جس سے عاشق کا قلب مراد ہے۔

غنچہ:

تخلیق سے قبل حقیقت عالم کو کہتے ہیں۔

غنی:

بے نیاز ہے اور تمام کائنات اس کی محتاج ہے۔ ہر چیز اسی کے لئے ہے۔ غنی وہ بندہ ہے جو ماسوی حق ہر چیز سے بے نیاز و مستغنی ہو کیوں کہ جب اس نے وجود پایا اور اس کو پہچانا تو ہر شے کو پایا بلکہ وہ کسی چیز کے واسطے وجود اور تاثیر نہیں دیکھتا اور شہود کی بنا پر محبوب کی ہر شے سے بے خبر ہوتا ہے۔

غوث:

اصطلاح میں قطب الاقطاب کو مخلوق کی فریادرسی اور حاجت روائی کے اعتبار سے غوث کہتے ہیں۔ یہ دنیا میں ایک ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور جناب باری کا منظور نظر ہوتا ہے۔ جس طرح روح جسم میں تصرف کرتی ہے اسی طرح یہ بھی اعیان ظاہری و باطنی میں کرتا ہے۔ یہ قدم بہ قدم خاتم الانبیاء ﷺ کے چلتا ہے اور قائم اللیل، نفع رسانی خلائق میں ثابت اور اولیاء اللہ پر حاکم ہوتا ہے۔

غین:

وہ باریک پردہ مراد ہے جو تصفیہ قلب کی وجہ سے کھل جاتا ہے اور تجلی کے نور سے زائل ہو جاتا ہے۔ ایمان اس حجاب کے ساتھ باقی رہتا ہے بر خلاف اس کے کہ وہ محض کثیف ہوتا ہے اور قلب اور ایمان بالحق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

غیر و غیریت:

عالم کو کہتے ہیں۔ یہ دو طرح پر ہے ایک عالم لطیف جیسے کہ ارواح اور عقول و نفوس دوسرے عالم کثیف جیسے عرش، کرسی، فلک، ملک، خاک، آب، آتش، نبات، حیوان، اور جمادو غیرہ۔ اس مرتبہ کو ماسویٰ اللہ اور کائنات بھی کہتے ہیں۔ جس میں حق اعیان و اکوان کی صورت پوشیدہ ہے۔ دراصل غیریت، توحید سے غافل ہونے کا نام ہے کیونکہ جب سالک توحید سے الگ ہو جاتا ہے تو خود ہر چیز کا غیر بن جاتا ہے اور ہر چیز کو اپنا غیر سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں سب ایک وجود کے مراتب اور ایک ہی ہستی کے مظاہر ہیں۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے:

ترابــــ از راہِ معنی گر بـــہ بینی جمـــلہ عـــالم را
ہمـــہ باہم یگانہ اند یک کـــس نیســـتـــ بیگانہ

تراب! حقیقت کی راہ سے دیکھو تو تمام عالم آپس میں ایک ہے کوئی بیگانہ ہے ہی نہیں۔

غیب:

باطن کو کہتے ہیں۔

غیب الغیوب:

ذات وسماج، ذات بحت، مرتبہ احدیت اور غیب المصوئن مراد ہیں۔

غیب المکنون:

مرتبہ وراء الوراء، ہستی صرف، احدیت مطلقہ اور گنج مخفی مراد ہیں۔ یہ ایک راز اور کنہ ذاتی ہے جسے حق کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اسی واسطے یہ اغیار سے محفوظ اور نگاہوں و عقلوں سے پوشیدہ ہے۔

غیب ہوئیت:

ذات غائب، غیب مطلق اور مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں جس میں سوا حق کے کسی کو یافت ادراک اور شعور نہ ہو۔ اس کو لا بشرط شے بھی کہتے ہیں۔

غیب اول:

مرتبہ وحدت مراد ہے۔

غیبت:

دل کا مخلوق کے مجازی احوال بلکہ نفس کے احوال سے بھی گم ہو جانا مراد ہے۔

ف

فانی:

اس سے وہ سالک مراد ہے جو حق میں بالکل محو ہو جائے اور ہستی کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔

فترت:

سالک کی طلب کی اس حرارت کا سرد ہو جانا مراد ہے جو شروع میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جب واصل ہو جاتا ہے تو طلب کی تپش بھی ختم ہو جاتی ہے۔

فتوت:

دنیا و آخرت میں خلق کے ایثار کو کہتے ہیں جو اس آیت سے ظاہر ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (الحشر: ۹)

اللہ کی طرف سے مدد ہے اور فتح قریب ہے۔

فتح مبین:

وہ چیز ہے جو سالک پر مقام ولایت میں مفتوح ہوتی ہے۔

حضرت حق کا ارشاد ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (۱) لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح ۲)

تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

ذنب سے مراد صفات نفسیہ ہیں۔ بعض کے نزدیک فتح مبین سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ کے مشاہدہ میں سر وحدت کھل جائے اور غربت دور ہو جائے اسی میں اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیوں کہ گناہ کی بنیاد غیریت ہے جب غیریت نہ رہی تو گناہ بھی نہ رہا۔

فتح مطلق:

یہ سب سے بلند اور مکمل فتح ہے جو تجلی ذاتی کے وقت بندہ پر مفتوح ہوتی ہے۔ بندہ کو تمام رسومات خلقیہ میں فنا ہونے کی وجہ سے فتح میں عین استغراق حاصل ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (نصر: ۱)

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آگئی۔

فتق:

کشادگی کو کہتے ہیں۔ یہ رتق کے مقابل ہے۔ فتق سے مادہ مطلقہ کی تفصیل مراد ہے۔ یہ تفصیل ذات احدیت میں شیونات ذاتیہ سے موسوم ہے۔ حضرت واحدیت میں اس کو اعیان یا نسب اسمائیہ کہتے ہیں اور ظہور فی الخارج میں اسی کا نام حقائق کونیہ ہے۔

فتوح حلاوۃ:

باطن میں ایمان کی حلاوت حاصل ہونا مراد ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

وجد بھن حلاوۃ الایمان۔

اس کی وجہ سے ایمان کی حلاوت و مٹھاس پالی۔

فتوح عبادت:

مرتبہ ایمان کے حصول کو کہتے ہیں جس کی طرف اشارہ ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہُ لِلْإِسْلَامِ (الزمر:۲۲)

اللہ تعالیٰ نے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیا۔

فتوح مکاشفہ:

مرتبہ احسان کے حصول کو کہتے ہیں جو حضور ارواحنا فداہ ﷺ کے ارشاد: اعبداللہ کانک تراہ (اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا تم اسے دیکھتے ہو) سے عبارت ہے۔ اسی کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

فرق مع الجمع:

یعنی بندہ کو بندہ اور رب کو رب اور کثرت کو وجود کی رو سے وحدت جاننا اور تمام مشکلات و شانوں میں حضرت حق کو دیکھنا مراد ہے۔

فرق الوصف:

یعنی ذات احدیت کا ظہور جو اپنے اوصاف کے ساتھ حضرت واحدیت میں ہے۔

فرق بین المتخلق والمحقق:

اس طرح پر ہے کہ متخلق وہ ہے جو فضائل اخلاق اور اوصاف حمیدہ کو بطریق تکلف و تحمل حاصل کر کے صفات ذمیمہ سے اجتناب کرے پھر اسماء الٰہیہ کے آثار اس پر ظاہر ہوں۔ اور متحقق وہ ہے جس کو حق نے اپنی صفات و اسماء کا مظہر کیا اور اس پر من جمیع الوجوہ تجلی فرماتا ہے جس کی وجہ سے اس کے رسوم، اوصاف اور اخلاق محو ہو جاتے ہیں۔

فرد:

جزئیات کی خصوصیت سے نفس کلی طبعی مراد ہے کیوں کہ موجود مطلق کلی کے لئے افراد اور جزئیات کا ہونا ضروری ہے بر خلاف موجود مطلق کے کہ وہ حقیقی واحد خارجی وجود ہے اور واجب یعنی حق جو خارج میں موجود اور تعین حقیقی سے متعین ہے۔ اس کے فرد اور حصے ہونا ناممکن ہے۔ یہ اولیاء اللہ کا ایک مرتبہ ہے۔ اس سے وہ ولی مراد ہے جو قطب الاقطاب کے واسطے کے بغیر بارگاہِ احدیت سے فیضیاب ہو۔ فرد المحبوب اسے کہتے ہیں جو مرتبہ محبوبیت پر فائز ہو اور فرد الافراد وہ ہے جس میں تجرید و تفرید غالب ہو۔

فریاد:

اس سے مراد ذکر جہر ہے۔ بقول حضرت حافظ شیرزای رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

در نمازم خم ابروے توچوں یادآمد
حالتے رفت کہ محراب بہ فریادآمد

نماز کے دوران جب تیری ابرو کا خیال آگیا تو ایسی حالت طاری ہوگئی کہ محراب بھی فریاد کرنے لگی۔

فروختن و گرو کردن:

بیچ دینا اور گروی رکھنا یعنی وجود کو بلا کسی وجہ اور علت، کوشش اور تدبیر کے تسلیم کرنا۔

فریب:

استدراج مراد ہے یعنی وہ امر جو خلاف عادت غیر ولی و غیر نبی سے صادر ہو۔

فرق اول:

حق سے طلب کی کثرت اور رسوم خلقیہ کی وجہ سے محجوب ہونا مراد ہے۔

فرق ثانی:

خلق کا حق کے ساتھ مشہود ہونا، وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت میں دیکھنا مراد ہے۔

فراق:

مقام وحدت سے غیبت کو کہتے ہیں یعنی سالک کا وطن اصلی سے جو عالم بطون ہے عالم ظہور کی طرف بھی فراق اور منزل ہے پھر عالم ظہور سے عالم بطون میں جانا وصل ہے۔بقول:

فراق روے توبسیار شد چہ چارہ کنم
مگر لباس حیائے کہ ہست پارہ کنم

تیری جدائی حد سے بڑھ گئی کیا کروں سوائے اس کے کہ جامہ ہستی کو پارہ پارہ کروں۔

فصل:

وہ تفرقہ و تمیز ہے جو اتحاد کے بعد ہو۔

فغاں:

یہ فریاد کے ہم معنی ہے۔ باطنی احوال بیان کرنا مراد ہے۔ بقول حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

حسن آہ و فغان و گریہ و سوز
زعشقت ایں ہمہ انعام کردند
حسن عشق میں آہ و فغاں، گریہ و سوز جیسے انعامات کی ارزانی ہوئی۔

فقر:

فنافی اللہ کے مرتبہ اور عدم اختیار کو کہتے ہیں جس میں علم و عمل سب سلب ہو چکا ہو۔ فقر، فقہ، علم، حلم سے حاصل ہوتا ہے۔ "حلیم" اللہ تعالیٰ کا نام ہے فقیر کو چاہیئے کہ ان سب کو جمع کر کے گولی بنائے اور خود شریعت میں دھو کر طریقت، حقیقت، معرفت، عشق اور محبت کے پیالے میں ڈال کر نوش کرے۔ پھر اس کے بعد فقر میں قدم رکھے ورنہ بغیر اس کے راہ حق نہیں پا سکتا۔ اس میدان میں ہزاروں بھٹک گئے اور پریشانی، حسرلے کر اپنی جان دے گئے۔[747]

فقر کے تین حروف ہیں۔ ہر ایک حرف بخشش ہے یہ حروف صرف ذکر معرفت، فکر حق کی رضا کے ساتھ ہیں اگر تو اللہ سے فضل کا طلب گار ہے تو اس سے فقر طلب کر کیونکر فقر خاص نبیوں کا فخر ہے۔ فقر خدا کے راز وحدت کا نور ہے۔ جس نے بھی فقر پایا، اس کا نفس فنا ہو گیا۔ فقر کو باخبر فقیر ہی جانتے ہیں۔ فقر کو احمق اور نابینا کیا جانے۔ فقر دنیا میں خیر سلامتی کی نعمت ہے۔ فقر والے ہمیشہ بے فکر کے سبب امن میں رہتے ہیں۔

---

747 (بحوالہ گلدستہ فیض روحانی، صفحہ ۱۰۶)

الفقر شین عند الناس و خزینۃ من اللہ۔

یعنی فقر عام لوگوں کے نزدیک ملامت ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی فقر خزانہ ہے۔

الفقر بیاض الوجہ فی الدارین۔

یعنی فقر دونوں جہانوں کا نور اور سرخوئی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ فقیری و درویشی کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: فقیری درویشی یہ ہے کہ اگر تمام عالم کا سونا اور مال ہیرے وغیرہ فقیر کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو ایک پیسہ بھی اپنے لئے اپنے پاس نہ رکھے سب اللہ کی راہ میں خیرات اور خرچ کر ڈالے، یہی فقیر ہے۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ جب فقیر کا فقر پورا ہو جاتا ہے تو پھر فقیر مقام فنا میں حصول الی اللہ ہوتا ہے۔

اصطلاحاتِ صوفیاء صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

"سالک کا تمام مراتب نزول و عروج کو طے کر کے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ میں فانی ہو جانا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہو جانا فقر ہے۔

اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے:

الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔

دونوں عالم میں سواد الوجہ ہو جانا فقر ہے۔

سوادالوجہ سے سواد اعظم یعنی ذات صرف مراد ہے یعنی دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محو ہو جانا گویا قطرہ کا عین دریا ہو جانا اور عبد کا عین رب ہو جانا۔

اذا اتم الفقر فھو اللہ۔

جب فقر تمام ہوا وہ اللہ کی ذات ہے۔

فقر کے مقامات: فقر کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ جب تک ان مقامات کو طے نہیں کرے گا اس وقت تک فقیر اپنا تماشا نہ خود دیکھ سکے گا نہ اور کسی کو دیکھا سکے گا۔ جب تک ان مقامات کو فقیر نے حاصل نہ کیا اس وقت تک اس کو فقیر کہنا غلط ہے۔ اور نہ ہی وہ فقیر ہے بلکہ یہ صرف اپنے نفس کے لئے فقیر ہے نا کہ خدا کے لئے کیونکہ کل جہان خزانہ ہے اس خزانے پر بلائیں اور ساپن اژدہے بیٹھے ہوئے ہیں اور جہان گل ہے جہاں گل ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ پھر جب فقیر ان مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچتا ہے تو پھر ہر ایک آدمی کو جانتا بھی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے مرتبہ کو پہچانتا بھی ہے۔ سلوک میں فقیر اسی کو کہتے ہیں۔ اور جب فقیر عرش کرسی سے اوپر چلا گیا تو وہ مقام کسی کے بھی فہم گمان میں ہی نہیں آئے گا بلکہ یہ ستر ہزار پردوں میں ہوتا ہے جہاں عابد۔ معبود کے درمیان کشف کرنا بشر کی طاقت سے ناممکن ہے مگر خدا تعالیٰ جو عالم علی الاطلاق ہے جس پر چاہے اس پر یہ راز کھولے اور ظاہر کر سکتا ہے۔

چناں غرق گشتیم بدریائے عشق
کہ ہر دم سر از عرش بالا کشم

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے عشق کے دریا میں ایسا غرق ہوا کہ میرا سر عرش سے اوپر ہوتا ہے۔

فقیر:

وہ شخص ہے جس کی خودی اور انا بالکل فنا ہو چکی ہو اور مرتبہ فنا اور فناء الفنا حاصل ہو چکا ہو۔ مخلوق کی طرف التفات ختم ہو چکا ہو۔ قناعت، فقر اور عزلت و گوشہ نشینی ذات کا حصہ بن چکی ہو اور وہ کسی چیز کا محتاج نہ ہو۔

اصطلاحات صوفیاء صفحہ ۱۲۹ پر ہے:

"فقیر وہ ہے جس کو یہ فقر حاصل ہو، چونکہ فقیر اپنے وجود اضافی کو فنا کر چکا ہے اور ذات حق کا عین ہو جاتا ہے اس لئے تمام خواہشات و حاجات سے مبرّا ہو جاتا ہے کیونکہ ارادے اور حاجات سب اسی وجود اضافی کے ساتھ ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے قول "**الفقیر اللاتقیقر الای نسفه و لا الی غیره**" یعنی فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا نہ اپنا نہ غیر کا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ فقر کا بہت بالا مرتبہ ہے۔"

فقیر وہ ہے جس کی زبان سے ہر وقت اسم اللہ نکلتا ہے۔ اس مقام پر فقیر کو فخر حاصل ہوتا ہے۔

جیسے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الفقر فخری فافتخر علی سائر الانبیاء و المرسلین۔

یعنی فقر میرا فخر ہے اور میں اپنے فخر کے ساتھ انبیاء اور مرسلین کے اعمال پر فخر کرتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

حب الفقراء من اخلاق الانبیاء و البغض الفقراء من اخلاق الفرعون۔

یعنی فقراء سے دوستی انبیاء کے اخلاق سے ہے اور فقراء سے بغض رکھنا فروعن کے اخلاق سے ہے۔

اسی طرح سے ہے:

من نظر الیٰ فقیر یسمع کلامه یحشر اللہ تعالیٰ مع الانبیاء و المرسلین۔

جو شخص فقیر کو دیکھے اور اسکی باتیں سنے تو اللہ پاک اس آدمی کو نبیوں اور رسولوں کے ساتھ جمع فرمائے گا۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء و من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع الفقراء۔

جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا وہ فقراء کے ساتھ بیٹھے۔

فقراء سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحرا میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا رستہ دکھانے والے ہیں۔[748]

اگر کوئی شخص ان ظاہری آنکھوں سے کرامتوں کا مشاہدہ کرنا چاہے تو فقیروں کے چہرے کو دیکھے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ یعنی ان کی زیارت کرے اگر تو فقیروں کی رضامندی چاہتا ہے تو انکا ادب کر۔ جنھوں نے دونوں جہانوں کی برکت، نیک بختی، ادب، کرامت کا مرتبہ فقر سے حاصل کیا۔ ان کے سامنے ادب اور اعتقاد کے ساتھ بات کرنا چاہیئے۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فقراء حضرات اللہ تعالیٰ کی عطاؤں میں سے عطاء ہیں۔ اور فرمایا فقراء کی محبت جنت کی کنجی ہے، اور مزید فرمایا کہ علماء کو اللہ تعالیٰ نے میرے سینے سے پیدا فرمایا اور سید میری پشت مبارک سے پیدا ہوئے ہیں اور فقیر اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

علماء اور فقراء میں فرق: علما علم کے طالب ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اگر روئے زمین کے تمام صاحب علم ظاہر مل کر ایک مردہ دل کو زندہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی زبان زندہ ہے باقی ان کا دل مردہ ہے۔ لیکن صاحب دل فقیر مردہ دلوں پر ایک نظر ڈالے تو کوئی مردہ

---

[748] (بحوالہ لطائف اشرفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ج ۱ ص ۴۸۸)

دلوں کو وہ زندہ کر سکتا ہے۔ اور ان کے نفس کو مردہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی نفس کو نہیں مار تا وہ دلوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔ دل کی زندگی نفس کی موت ہے۔ اور طالب مولیٰ کے وجود میں ولی حرص اور دنیاوی خواہشات بالکل نہیں ہوتیں اور بے فیض عالم جو صرف ظاہری علم جاننے والا ہے وہ صرف باتیں جانتا ہے اس کے پاس خالی علم ہے عمل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکے قلب میں خوف الٰہی اور معرفت مولیٰ ہے یہ عالم بے خبر ہے۔[749]

فقدان:

اس کے لغوی معنی سہو اور بھول کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد اپنی مکمل محویت ہے کہ اپنے وجود کی بھی خبر نہیں۔

فکر:

صفات ذات، نعمائے الٰہیہ، عینیت اور حق کی نسبت میں فکر نہ کرنا نہ کہ ذات میں۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لاتفکروا فی ذات اللہ وفکروا فی صفات اللہ و نعماء اللہ۔

اللہ تعالی کی ذات میں غور و فکر نہ کرو اس کی صفات اور نعمتوں میں غور کرو۔

فکر کرنا بھی عبادت ہے۔

تفکر کا لغوی معنی: تفکر فکر سے باب تفعل ہے۔ **ألفِکْرُ** اور **ألفَکْرُ** کا معنی ہے: "**اعمال الخاطر فی الشیء**" یعنی کسی چیز کے اندر کھٹکا یا تردد پیدا ہونا۔"[750]

---

[749] (بحوالہ گلدستہ فیض روحانی، ص ۱۹۰)

[750] (ابن منظور افریقی، لسان العرب، باب الفاء ص ۲۹۳، دار الاخیار، ریاض)

فکر دراصل ”فرک“ سے مقلوب ہے جس کا معنی ملنا، رگڑنا اور کھرچنا ہے۔ کیونکہ جس معنی میں یہ مستعمل ہے وہ ”فرک الامور و البحث“ ہے۔ یعنی طلب حقیقت و تلاشِ معرفت۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”الفکر“ دراصل ”الفرک“ تھا۔ جو کثرت استعمال سے الفکر بن گیا۔ اور الفرک کے معنی ہیں: دلک الشيء حتی ینقطع قشره عن لبه کالجوز۔ ”کسی شیء کو اتنار گڑنا کہ اس کا چھلکا اس کے گودے سے الگ ہو جائے جیسے اخروٹ۔“

تفکر کا اصطلاحی مفہوم: شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

”تصرف القلب فی معانی الأشیاء لدرک المطلوب“۔

یعنی ”مطلوب کو پانے کے لئے دل کو اشیاء کی حقیقت و معنی کی تلاش میں استعمال کرنا۔“

فکر کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

سراج القلب یریٰ به خیره و شره و منافعه و مضاره و کل قلب لا تفکر فیه فهو فی ظلمات یتخبط۔

”فکر دل کا چراغ ہے جس سے اس کے لئے بھلائی و شر اور منافع و نقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہر وہ دل جس فکر عادت نہ ہو وہ اندھیروں میں ہے جو اس کو دیوانہ کر دیں گے۔“

اور کہا گیا ہے:

الفکر مصباح الاعتبار و مفتاح الاختیار۔

یعنی فکر عقل کا چراغ اور حقائق کی چابی ہے۔

فکر کو طائر حکمت کا جال بھی قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

الفکر شبکة طائر الحکمة۔[751]

تدبر کا لغوی مفہوم: التدبر التفکر فیه۔ یعنی کسی شیء میں کچھ جاننے یا پانے کی کوشش کرنا۔[752]

جیسا کہ کہا جاتا ہے:

فلان مایدری قبال الامر من دباره۔

یعنی "وہ شخص اس کام کے آگے اور پیچھے سے واقف (یعنی آداب و اصول اور نتائج سے آگاہ نہیں)۔"

تدبر کا اصطلاحی مفہوم:

التدبر عبارة عن النظر فی عواقب الامور۔

یعنی تدبر دراصل زندگی میں پیش آنے والے معاملات کے اثرات اور نتائج و ثمرات سے آگاہی حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔[753]

تفکر وہ قوت ہے جو کسی کام کو انجام دینے سے پہلے کوئی دلیل تلاش کرنے میں عقل اور دل کی راہنمائی کرے، جبکہ تدبر وہ صلاحیت ہے جو اپنی قوت قاہرہ سے اس کام کی انجام دہی کے بعد پیدا ہونے والے اثرات اور مرتب ہونے والے نتائج سے دل و دماغ کو خبر دے۔

چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

أن التفکر تصرف القلب بالنظر فی الدلیل و لتدبر تعرفه بالنظر فی العواقب۔

---

[751] (السید الشریف ابو الحسن علی بن محمد بن علی، باب التاء، ص ٦٧، دار الکتب العلمیه، الحسنی الجرجانی الحنفی متوفی ٨١٦ھ، بیروت طبع اولی ١٤٢١ھ ٢٠٠٠م)

[752] (لسان العرب باب الدال ص ٢٧٧)

[753] (التعریفات باب التاء، ص ٥٨)

یعنی تفکر دل کو دلیل کی تلاش میں راہنمائی فراہم کرتا ہے اور تدبر اس کے قائم ہونے سے اس کے نتائج واثرات کے جاننے میں مدد کرتا ہے۔[754]

استاد گرامی علامہ اللہ بخش اویسی فرماتے ہیں:

تفکر کا لغوی معنی غور کرنا ہے اور اصطلاحی منطق میں دو علوم شدہ تصورات کو ملا کر ایک مجہول شیٔ کا حاصل کرنا تفکر کہلاتا ہے۔ جیسے حیوان اور ناطق دو معلوم شدہ تصورات کو ملایا تو ہمیں ایک مجہول شیٔ انسان کا علم ہوا۔ دوسرے لفظوں میں امورِ معلوم کو ترتیب دے کر امورِ مجہولہ کے حاسل کرنے کو تفکر کہتے ہیں۔

جبکہ امورِ مجہولہ کے حصول کے بعد اس پر عمل کرنے سے خطرناک نتائج کا ڈر ہو، دل متر دد ہو تو یہ درد، شک اور شبہہ اور کی قوت متحرکہ جو علم کی جستجو اور نتائج و عواقب اور اثرات و ثمرات کی طلب و تڑپ میں کود کر معلوم شیٔ تک آنا چاہتی ہے یہ تدبر ہے۔ جو فکر پہ سوار ہوتا ہے۔ اور فکر کی قوت حسبِ عقل و نظر اسے آگے بڑھاتی ہے تاکہ وہ آئندہ مرتب ہونے والے اثرات سے آگاہ ہوسکے۔ لہٰذا فکر کے لئے مطلوبہ شیٔ کا تصور و تصویر کا دل میں ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کی بجائے صفات میں تامل و نظر کرو۔ مختصر یہ کہ تفکر سواری ہے اور تدبر سوار ہے۔[755]

تفکر ساعة خير من عبادة الثقلين۔

ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

تفکر ساعة خير من عبادة ستين سنة۔

ایک لمحہ کا غور وفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

---

[754] (تعریفات باب التاء ص ۵۸)

[755] (علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اولی ۱۴۲۵ھ)

اس سے ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی ہے، جب کہ امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعۃ" میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

أن تفكر ساعة خير من عمل دهر من الدهر۔ [756]

بلاشبہ ایک لمحہ غور و فکر زمانہ بھر کے عمل خیر سے بہتر ہے۔

امام دیلمی کی ایک روایت میں "ثمانين سنة" (اسی سال) اور دوسری روایت کے مطابق "الف سنة" (ہزار سال) ہے۔ ملا علی قاری نے "الاسرار المرفوعة" میں کہا ہے کہ اسے امام الفاکہانی نے "فكر ساعة" کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت سری سقطی کے کلام سے ماخوذ ہے، جب کہ امام ابن جوزی نے "الموضوعات الكبير" میں حضرت عثمان بن عبد اللہ القرشی سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ عثمان اور اس کا شیخ دونوں جھوٹے ہیں۔ اور امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعة" میں ان کی گرفت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: عراقی نے "تخريج الاحياء" میں اس کو ضعیف قرار دینے پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اس کی شاہد روایت موجود ہے، پھر امام دیلمی کی روایت کو سعید بن میسرہ کی طرف اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ سنے ہیں:

"تفكر ساعة في اختلاف الليل والنهار خير من عبادة الف سنة"۔

"رات دن کے اختلاف میں ایک لمحہ کا غور و فکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

---

[756] (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة, ج ٢, ص ٢٧٦)

حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیں:[757]

فکر کی کئی قسمیں ہیں کہ سالک یہ غور و فکر کرے کہ کس معاملہ میں شریعت کی مخالفت ہے اور کس امر میں نہیں۔ دوسرے یہ غور کرے کہ حق کے حقوق کی ادائیگی سے سالک عاجز ہے اس لئے کہ اس کے احسانات بندوں پر بے شمار ہوں، تیسرے یہ کہ **جف القلم بما هو كائن اما السعادة و الشقاوة**۔ (قلم اس چیز کے لکھنے سے خشک ہو گیا جو لکھی جاچکی ہے خواہ وہ سعادت ہو یا شقاوت) پر غور کرے کہ لکھنے والا ان میں ہی جلوہ گر ہو گا۔ چوتھے یہ کہ مَلِکی اور مَلَکی کاریگریوں وغیرہ پر غور کرے۔ اس تفکر سے عظمت و کبریائی کا غلبہ اس کے دل پر ہوتا ہے۔

فنا:

قدم اور حدوث کے درمیان تفرقہ و تمیز کا اٹھ جانا مراد ہے۔ کیونکہ روح کی بصیرت ذات باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں ڈوبی ہوتی ہے اور عقل کا نور اس میں تفریق کرتا ہے اور ذات الٰہی کے نور کے غلبہ کی وجہ سے اس میں پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس حالت میں سالک پر جو کچھ قولاً فعلاً عملاً صادر ہوتا ہے وہ حق سے ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد **سبحانی ما اعظم شانی** اور حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **انا الحق** اسی مقام سے ہے۔ فقر سے دونوں جہان سے فنا ہو جانا مراد ہے۔ **الفقر سواد الوجه فی الدارین**۔ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

[757] (الفوائد المجموعة للشوكانی (ص ۲۴۲)، تنزيه الشريعة، ج ۲، ص ۳۰۵، كشف الخفاء للعجلونی، ج ۱، ص ۳۷۰، تذكرة الموضوعات لابن الجوزی، ص ۱۸۸، الأسرار المرفوعة لعلی القاری، حديث نمبر: ۳۷۲، اللآلی المصنوعة للسيوطی، ج ۲، ص ۲۲۷، سلسلة الاحاديث الضعيفة للألبانی، ج ۱، ص ۲۰۹)

فنافی الشیخ:

سالک اپنے آپ کو مرشد و شیخ کے وجود میں اس طرح گم کرے کہ ہر قول و فعل اور عمل میں اس کی پیروی کرے، اسی کو ہر جگہ وموجود جانے۔

حاضر وناظر مرید اس طرح جانے پیر کو   جس طرح احوالِ بندہ سے خدا آگاہ ہو

فنافی الرسول:

سالک اپنے آپ کو رسول ﷺ کے وجود میں گم کردے اور قولاً فعلاً و عملاً آپ ﷺ کی متابعت و پیروی میں سر مو فرق نہ کرے۔

فنافی اللہ:

سالک اپنی خودی کو نیست و نابود کر کے عشق و محبت حق کی راہ میں فنا کر دے۔ بعض کا قول ہے کہ فرق و تمیز کا حدوث و قدم کے درمیان سے زائل ہو جانا فنافی اللہ کہلاتا ہے۔

بقول مولانا نظام گنجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

بیند ہمہ جا عارف آگاہ ھواللہ
درویش ھواللہ شہنشاہ ھواللہ
چوں جملہ فنا گشت ز تو ہیچ نماند
خواہی توانا اللہ بگو خواہ ھواللہ
اللہ طلبی رو برہ عشق نظامی
العشق ھواللہ ھواللہ ھواللہ

عارف حق ہر جگہ اللہ ہی اللہ دیکھتا ہے۔جب سب کچھ تمہاری ذات میں فنا ہو گیا اور کچھ نہ بچا تو چاہے انا اللہ کہو یا ھو اللہ کہو برابر ہے۔ نظامی خدا طلبی کرتے ہو تو عشق کی راہ اختیار کرو کیونکہ وہی اللہ ہے۔

فوائد:

حضرت حق کا اپنے راز کو کسی کے ساتھ مخصوص کرنا جیسے انسان ہے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

الانسان سری وانا سرہٗ۔

انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

فہم زلف:

راز دریافت کرنا مراد ہے۔

فیض اقدس:

تجلی ذاتی کو کہتے ہیں جس سے وجود خارجی سے قبل حضرت علم میں اعیان کا تقرر ہوا۔

فیض مقدس:

اسمائے الٰہی کی تجلیات کو کہتے ہیں جو اعیان ثابتہ کو خارج میں صور علمیہ کے مطابق وجود بخشتی ہے۔

ق

قامت:

ظہور ذات اور اسماء و صفات، آثار و افعال کہتے ہیں۔ عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام تک کو قامت کہتے ہیں۔ بعض اس سے عارف کا وجود مراد لیتے ہیں۔ قامت سے بسم اللہ کا الف یعنی احد بھی مراد ہے جسے قامت بالا اور قد بالا بھی کہتے ہیں۔

قاب قوسین او ادنیٰ:

دائرۃ الوجود یعنی امر الٰہی میں اسماء کا تقابل مراد ہے۔ حضرات صوفیہ کے نزدیک قاب قوسین سے بلند و اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں۔ مقام او ادنیٰ احدیت میں جمع ذاتیہ ہے جس میں تمیز اور اعتباری دوی فناء محض کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

قاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوسین کے معنی کمان کے ہیں۔اس کی اصلی حقیقت تو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ ملا معین الدین صاحب چوتھے لطیفہ میں رقمطراز ہیں کہ عرب میں دستور تھا جب دو سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے تو دونوں اپنی کمانوں کے زہ بدل کر ایک تیر پھینکا کرتے تھے۔ جو اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ دونوں کا آپس میں اس حد تک اتفاق ہے۔ کہ جو تیر ایک کمان سے نکلا ہے وہی دوسرے کی کمان سے قرار پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب! تیری کمان شفاعت کی ہو اور میری کمان شفاعت کی ہو۔ تو رحمت کی زہ شفاعت کی کمان سے باندھ اور میں شفاعت کی زہ رحمت کی کمان سے باندھ لوں۔ تا کہ تیری اور میری محبت اس درجہ ظاہر ہو جائے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یاد

رہے کہ جس طرق تفسیر دل میں اس کی ضمیروں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں اسی طرح ان ضمائر کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کرنا بھی درست ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے:

ودنا الجبار رب العزت فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنیٰ۔ [758]

اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور بہت قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمان کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔

اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وقد نقل القرطبی عن ابن عباس انه قال دنا اللّٰه سبحانه وتعالیٰ۔ [759]

اور امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ہوا بعض نے اس آیت کا معنی یوں بیان فرمایا کہ دنیٰ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئے فتدلیٰ بہ پاس ادب وہاں سجدہ کیا فکان قاب قوسین پھر آپ اتنا قریب ہو گئے جتنا کہ دو بھوؤں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے او ادنیٰ بلکہ اس سے بھی قریب۔ جتنا کہ آنکھ کی سفیدی کو سیاہی سے قریب حاصل ہے، اتنا قرب حاصل ہو گیا۔ (تفسیر حسینی ص ۳۵۸) پر لکھا ہے کہ محققین نے نزدیک دنی سے نفس مقدس کی طرف اشارہ ہے، اور تدلی سے دل مطہر کی طرف اور **فکان قاب قوسین** سے روح طیب کی طرف اور او ادنی سے سر مبارک کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا نفس مقدس خدمت کے مقام میں تھا اور دل مطہر محبت کے مقام میں اور روح شریف قربت کے مقام میں اور سر مبارک مشاہدہ کے مقام میں۔ قاضی

---

[758] (بخاری شریف ج۲ ص ۱۱۲۰ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۲)
[759] (فتح الباری ج۱۳ ص ۴۱۴)

عیاض نے لکھاہے کہ اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیاہے جزیں نیست کہ یہ مضمون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مابین تقسیم ہوتا ہے۔ پس دنیٰ حضور ﷺ قریب ہوئے فتدلی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ قریب ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان میں جہت کا ہونا محال ہے اور قرب جہت پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس میں یوں تاویل کرنی لازمی ہے۔ پھر حضور ﷺ کے قریب ہونے سے آپ ﷺ کی عظمت وقدر ومنزلت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ وہاں پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچ سکا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی قدر و منزلت کو ظاہر فرمایا۔ اور قاب قوسین نہایت قریب ہے۔ اور حقیقت پر مطلع ہونے سے کنایہ ہے۔

اور یہاں وہ تاویل کرنی چاہیئے جو اس حدیث قدسی میں ہے:

من تقرب الی شبرا تقرب منه ذراعاً و من اتانی یمشی اتیته هرولة۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتاہے جو میرے نزدیک ایک بالشت آتا ہے میں ایک گز اس سے قریب ہوجاتاہوں، اور جو میرے پاس چل کر آتاہے میں دوڑ کر اس کے پاس آتاہوں۔[760]

قاف:

حقیقتِ انسانی مراد ہے۔ کوہ قاف کے متعلق عام طور پر یہ خیال ہے کہ وہ اپنی بزرگی اور برکتوں کی بناپر تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے وہ سیمرغ کا مقام ہے۔ حقیقت انسانی بھی تمام حقائق عالم کی جامع ہے۔ اس کی شناخت سے ذاتِ مطلق تک رسائی ہوتی ہے۔ سیمرغ سے ذات مطلق کی طرف کنایہ کیاجاتاہے کیوں کہ مومن کا قلب جو حقیقتِ انسانی کا کوہ قاف ہے ذات مطلق کا سیمرغ ہے۔

---

[760] (بحوالہ درۃالتاج فی مسئلۃالمعراج صفحہ ۱۸۹)

قبض:

اس سے وہ واردات مراد ہیں جن کی وجہ سے سالک کو وحشت، تنہائی، عبادت کی طرف سے بے رغبتی، انقباض وغیرہ لاحق ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی بسط کے بعد قبض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض وقت بسط سے پہلے اور اکثر اوقات سالک کی ترقی کے لئے قبض واقع ہوتا ہے یہ قبض محمود ہے۔

قدح:

مراد ساغر ہے۔

قدم:

اس نعمت کو کہتے ہیں جس کا حق تعالیٰ نے بندے کے لئے ازل میں حکم کر دیا۔ حق کی اس آخری عنایت اور عطیہ کو بھی کہتے ہیں جس سے بندہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

قدم صدق:

اس سے وہ عظیم نعمتیں مراد ہیں جن کی خوشخبری حضرت حق اپنے صالح و مخلص بندہ کو دیتا ہے۔ صدق ہر چیز سے بہتر ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس: ۲)

جو لوگ ایمان لائے ان کو بشارت دے دیجئے کہ یہ ان لوگوں کے لئے پروردگار کے نزدیک نعمتیں ہیں۔

قرب:

قاب قوسین کی حقیقت مراد ہے۔ بندہ کا شریعت کے ساتھ طریقت پر نگاہ رکھنا۔ طریقت کے ساتھ حقیقت کی محافظت کرنا ہے۔ قرب اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ قیام کو بھی کہتے ہیں۔

حضرت حق تعالیٰ کا قرب قرآن پاک کی ان آیات سے بھی ثابت ہے۔

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات: ۲۱)

وہ تمہارے نفوس میں ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (البقرة: ۱۸۶)

"جب میرے بندے مجھے پکارتے ہیں تو میں قریب ہوتا ہوں۔"

قرب فرائض:

مقام جمع سے خلق کی طرف (مقام فرق) بندہ کا نزول مراد ہے۔ اس وقت حق بندہ کا ظاہر ہوتا ہے۔ اور بندہ باطن حق۔ اس مقام میں حضرت حق فاعل ہے اور بندہ آلہ۔ فنائیت کے بعد یہ حالت ہوتی ہے۔

قرب نوافل:

بندہ کا حق کی طرف سیر اور عروج کرنا یعنی مقام جمع کی جانب۔ اس وقت بندہ ظاہر حق اور حق باطن عبد، عبد فاعل اور حق آلہ۔ یہ صفات کی فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ منتہی پر لازم ہے کہ مقام جمع میں قیام کم کرے اور مقام فرق مین زیادہ تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچائے۔

نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسامی باش

میں تم سے یہی نہیں کہتا کہ سال بھر شراب نوشی کرو۔ تین ماہ شراب پیو اور ۹ ماہ پارسا رہو۔

۳ماہ شراب پینے سے مراد عروج کر کے مقام جمع میں رہنا ہے اور ۹ ماہ پارسائی سے مطلب نزول کر کے مقام فرق یعنی مخلوق کے درمیان رہنا ہے۔

قشر:

علم ظاہر مراد ہے جس سے علم باطن کی حفاظت کی جاتی ہے تاکہ وہ فاسد نہ ہو علم ظاہر قشر (چھلکا) علم باطن لُب (گودا) اور مغز جیسے علم شریعت علم طریقت کا قشر اور علم طریقت علم حقیقت کا قشر ہے۔

شریعت پوست مغز آمد حقیقت
میان این آں باشد طریقت

شریعت مثل کھال اور حقیقت مثل مغز ہے ان دونوں کے درمیان طریقت ہے۔

قضا و قدر:

قضا، حضرت حق کے اجمالی حکم کو اور قدر اس کے تفصیلی حکم کلی کو کہتے ہیں جو تمام اشیاء کے لئے اعیان ثابتہ کے اقتضا کے مطابق ہوتا ہے اور قدر اس حکم کلی کے اندازہ اور جزو معین مخصوص کرنے کو مخصوص زمانہ میں کہتے ہیں یہ ایسا ہے کہ اس سے ایک ذرہ کم و بیش نہیں ہوتا۔

قطب:

عالم میں ایک شخص ہوتا ہے جو حق کی نظر کا مرکز ہوتا ہے۔ ہر زمانہ میں دنیا کا کاروبار اس پر رہتا ہے اور یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اسی کو غوث بھی کہتے ہیں۔

قطبیۃ کبریٰ:

یہ مرتبہ قطب الاقطاب کا ہے اور یہی باطن رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص ہے۔

قطاع الطریق:

وہ شخص مراد ہے جو نہ کسی کا مرید ہو اور نہ خلیفہ اور دوسروں کو مرید کرے اوران کے طریقہ اور سلوک کو خراب کرے یہ سخت منع ہے اسی لئے ایسے شخص کو قطاع الطریق کہتے ہیں یعنی ٹھگ اور رہزن کہتے ہیں۔

قلندر:

تجرید و تفرید اختیار کرنے والے کو کہتے ہیں کہ حق کے سوا کسی کی طرف مائل نہ ہو۔ اگر مائل ہو تو وہ دھوکہ والوں میں سے ہے اور قلندریت سے دور ہے۔

عالم ہمہ زطائفہ صوفیاں پرست
بسیار باشد ارب جہاں یک قلندر ست
تمام دنیا صوفیا کے گروہ سے بھری ہے لیکن ان میں قلندر ایک ہی ہے۔

قلاش:

اہل فنا و صفا مراد ہیں جو نفسانی و شہوانی لذتوں سے دور ہوں۔ قلاش اسے بھی کہتے ہیں جو کسی وقت تجلی سے سیر نہ ہو اور ہمیشہ وحدت کے سمندر میں غرق رہے اور ہل من مزید کا نعرہ مارے۔

قلب:

اس نورانی جوہر کو کہتے ہیں جو مادہ سے الگ اور روح و نفس کے درمیان ہے۔ انسان کی انسانیت اسی قلب سے ثابت ہے جس کا نام حکماء نے نفس ناطقہ رکھا ہے۔ اس کی روح باطن اور اس کا مرکب نفس حیوانی ہے، نفس حیوانی قلب یعنی نفس ناطقہ اور جسد کے درمیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے جسد کی مشکوٰۃ سے، قلب کی زجاجہ سے مصباح کی روح اور شجرہ کی نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ (النور: ۳۵)

"اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی جیسا چمکتا روشن ہو یا برکت والے زیتون کے پیڑ سے جو نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا۔"

قلب آدمی کے جسم میں ہے۔

حدیث قدسی ہے:

ان فی جسد آدم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب روح وفی الروح نور وفی النور سر وفی السر انا۔

آدمی کے جسم میں ایک پارہ گوشت ہے اس میں قلب، قلب میں روح، روح میں نور، نور میں سر اور سر میں میں ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ جسد میں قلب جزا عظم ہے وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو نیلو فر کی شکل کا سینہ کے بائیں جانب اوندھا لٹکا ہے۔ اس میں تین دل ہیں قلب منیب، قلب سلیم، قلب شہید۔ قلب منیب سے نیک خطرات ظاہر ہوتے ہیں جو خطرات روحی کہلاتے ہیں جیسے تقویٰ، ریاضت، عبادت، خشیت الٰہی وغیرہ۔

ارشاد باری ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (ق: ۳۳)

جو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ طور پر ڈرے اور مناجات والا دل لائے۔

قلب سلیم سے محبت، بندہ و خالق کا ادراک، علم عرفان، طلب راہ سلوک وغیرہ صادر ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (٨٨) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (شعرا: ٨٩)

اس روز نہ مال نفع دے گا نہ اولاد مگر وہ جو اللہ کے پاس قلب سلیم لائے گا۔

قلب شہید سے ہر چیز میں ذات باری تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔

کلام مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق: ٣٧)

یقیناً اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے دل ہے یا دل لگا کر کان لگائے۔

قلب مضغہ ایک پارہ گوشت ہے جس کو قلب مجازی کہتے ہیں۔ قلب حقیق، قلب منیب، قلب سلیم، قلب شہید میں یہ نہ دائیں ہے نہ بائیں نہ اوپر نہ نیچے نہ دور نہ پاس۔ بلکہ جبروت ملکوت اور ناسوت کے درمیان قلب منیب ہے اسی کو عرش بھی کہتے ہیں۔ قلوب المؤمنین عرش اللہ۔ مؤمن بندوں کے قلوب اللہ کا عرش ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

زیارۃ اھل القلب خیر من زیارۃ الکعبۃ سبعین مرۃ۔

یعنی ایک بار اہل دل کی زیارت ستر مرتبہ کعبہ کی زیارت سے بہتر ہے۔

قلم:

یہ روح اعظم کی وجہ خاص ہے نور محمدی ﷺ اس سے تعبیر ہے، نیز اسم بدیع کا یہ مظہر ہے اسی سے تمام کائنات ظہور میں آئی اور یہی رسول اللہ ﷺ کے تعین بشری کی روح ہے۔ یوں سمجھ لیا جائے کہ قلم اعلی اور عقل اول دراصل ایک ہی نور کے دو مختلف نام ہیں جب حضرت حق کی طرف

سے نسبت دی جاتی ہے تو قلم اعلی اور جب اس کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو عقل اول کہا جاتا ہے۔ عقل اول جو اصل میں نور محمدی ﷺ ہے اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ان کا نام روح الامین اس لئے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خزانہ کے امانت دار ہیں جب اس نور کی نسبت و اضافت انسان کامل کی جانب دی جائے تو وہ روح محمدی ﷺ سے ملقب و سرفراز ہوتا ہے۔ قلم اعلی، عقل اول روح محمدی ﷺ تینوں کی جوہر فرد سے تعبیر ہوتی ہے۔ مظاہر خلقیہ میں نمایاں و ممتاز ہونے کے طور پر ابتدائی تعینات کو قلم اعلی کہتے ہیں۔ حضرت حق کے علم میں مخلوق کے لئے پہلے سے ایک ابہامی تعین موجود ہے۔ اس کا ایک حکمی اور مجمل وجود سب سے پہلے عرش میں ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا تفصیلی ظہور کرسی میں ہوتا ہے بعد ازاں ممتاز ہونے کی وجہ سے اس کا ظہور قلم اعلیٰ میں۔ قلم اعلیٰ میں آکر یہ علم وجود حق سے متمیز ہوتا ہے۔ یہی قلم اعلی پھر اپنے نمونے لوح محفوظ میں اسی طرح اتارتا ہے جس طرح عقل اول جس چیز کو چاہتی ہے نفس میں منقوش کر دیتی ہے۔ چنانچہ عقل کے مقام کی جگہ قلم اور نفس کی روح ہے۔

قلم کے ذریعے مجمل علم تفصیل میں آتا ہے اس کو یوں سمجھئے کہ حروف مجمل صورت میں روشنائی میں چھپے ہوتے ہیں ان کی آپس میں تمیز ناممکن ہوتی ہے۔ جب وہ قلم کے ذریعے منتقل ہو کر لوحِ تفصیل پر آتے ہیں تو پھر ان کا تفصیلی علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

قناعت:

اس سے مراد تھوڑی چیز پر راضی ہونا ہے مگر اصطلاحاً ہمہ وقت حضرت حق تعالیٰ سے اس کی تقدیر اور احکام پر راضی رہنے اور اس سے اسی کو طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ پانچ مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

قوت:

عاشق کی غذا کو کہتے ہیں جو قدیم کا جمال ہے اس کی عقل ادراک کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

قہر:

تجلی جلالی کو کہتے ہیں یہ طالب کے لئے تائید حق ہے جو اسے فنا کر کے فنا فی اللہ کی سر حد پر پہنچا دیتی ہے۔

قیام باللہ:

اس سے فنا کے بعد بقا کے وقت استقامت مراد ہے نیز سالک کا تمام منازل پر عبور اور سیر عن اللہ، باللہ اور فنا فی اللہ کو تمام رسومات سے نکل کر پورا کرنا ہے۔

قیام للہ:

سیر الی اللہ کے آغاز میں طالب کا خواب غفلت سے بیدار ہونا۔

قیامت:

ازل سے اسماء و صفات کا شہود ذاتی جو ہو رہا ہے ہو چکنا مراد ہے۔ حضرت حق نے ازل میں جب اپنا ظہور چاہا تو تمام مخلوق سے الست بربکم کا عہد لیا سب نے بلیٰ کہہ کر تصدیق کی۔ اس کے بعد عالم ارواح، عالم مثال اور عالم ناسوت و عالم برزخ میں ازلی استعدادات کے مطابق ان کا بالتفصیل مشاہدہ فرمایا گیا۔ اب پھر اس کی ضرورت ہے کہ ان تمام ارواح اور اسماء وصفات کو دوبارہ پھر جمع کر کے ان سے ان کی ازلی استعدادات اور اعمال و افعال جو انہوں نے عالم ناسوت میں انجام دیئے تصدیق کی جائے اور پھر وہ اپنے اپنے مقام میں ذات حق میں فنا و مستہلک ہو جائیں۔ اسی کا نام قیامت ہے۔ اس

مقام پر پہنچ کر جمالی یعنی مؤمنین جمال یعنی جنت کی طرف لوٹیں گے اور جلالی یعنی کفار و مشرکین جلالی یعنی کفار و مشرکین جلال یعنی دوزخ کی طرف اسی کو قیامت کبریٰ (بڑی قیامت) کہتے ہیں قیامت صغریٰ سے مراد موت ہے۔ من مات فقد قامت قیامتہ۔(جو مر جاتا ہے اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے)۔

ک

کاکل:

تجلی جلالی سے مراد ہے جس کا مظہر شیطان ہے۔

کلام پاک میں وارد ہیں:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّکَ رَجِيمٌ (۷۷) وَإِنَّ عَلَيْکَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (ص:۷۸)

تو اس سے نکل جا تو یقیناً بدبخت ہے قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

کامل:

وہ شخص ہے جو عرفان میں پکا ہو، اپنی خودی سے بالکل آزاد، ذات حق میں محو، شریعت طریقت حقیقت و معرفت میں مضبوط اور مقام فنا و بقا میں پہنچا ہو۔

کافر بچہ:

یہ گبر کا مترادف ہے یعنی وہ شخص جو عالم وحدت میں یکرنگ اور دل کو تمام ماسویٰ اللہ سے علیحدہ و الگ کر کے سواد ہستی میں آرام و سکون پائے۔

کافہ:

مقام تفرقہ پر فائز شخص ہے۔

کاہل:

جھوٹا مرید جو نافرمان اور مرشد کامل سے بداعتقاد ہوا اور اس کے قول کو قبول نہ کرے۔ اسے مردود طریقت بھی کہتے ہیں۔

کباب:

اس دل کو کہتے ہیں جو جذبات عشق سے تجلیات میں جل بھن جائے۔

کبر:

عاشق پر صفات قہر کے تسلط کو کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک کبر و کفر سے مراد عالم لاہوت و ملکوت ہیں۔

کبود:

محبت کے اختلاط اور ملنے کو کہتے ہیں یہ نیلگوں کے معنی میں بھی ہے۔

کتاب مبین:

لوح محفوظ مراد ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَارَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الانعام: ۵۹)

تر و خشک سب کتاب مبین میں ہے۔

کتم عدم:

اس حالت سے مراد ہے جسے کنز مخفی کہتے ہیں یعنی وجود اشیاء ذاتِ احدیت میں مخفی تھا۔

کثرت:

مخلوقات اور ظہور اسماء کو کہتے ہیں جس کے مقابل وحدت ہے۔

کرامت:

خلاف امر عادت کے ظہور کو کہتے ہیں جس کا ظاہر کرنے والا مدعی نبوت نہ ہو کیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو امور خلاف عادت ظاہر ہوتے ہیں ان کو معجزہ کہتے ہیں اور اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں ان کو کرامت کہتے ہیں۔ بعض عوام جو عجائبات دکھاتے ہیں وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہیں جو دراصل ہوتا ہے نہ واقعی امر۔

کرسی:

کل صفات فعلیہ کی تجلی سے عبارت ہے اور یہی اقتدار الٰہی کا منظر، اوامر ونواحی کے نفاذ، وجود و عدم، تفصیل و ابہام، نفع و نقصان اور فرق و جمع کا مرکز ہے جس میں مختلف ومتضاد صفات و آثار بالتفصیل ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی سے امر الٰہی وجود میں آتا ہے۔ یہی قضا کا مقام ہے۔ قلم محل تقدیر اور لوح محفوظ محل تدوین ہے۔ یہ آفاق میں اسی مرتبہ پر ہے جس مرتبہ میں انفس یعنی جسم انسانی میں طبیعت ہے اس لئے اسے طبیعت کل کہتے ہیں جیسے تمام بقا کی طبیعت سے متعلق ہے اور طبیعت تمام اعضا وجوارح پر محیط ہے اسی طرح یہ بھی تمام مادی عنصری اجسام اور سماوی اجرام پر پوری طرح محیط ہے سب کا قیام اور اثبات اسی سے ہے کلام مجید میں ہے وسع کرسیہ السموت والارض (اس کی کرسی میں آسمان وزمین کی سمائی ہے)۔

کرشمہ:

عالم باطن کے جذبہ کو کہتے ہیں تا کہ سالک کا دل سلوک میں متغیر نہ ہو اور طلب میں استوار رہے۔ بعض توجہ حق تعالیٰ اور انوار معرفت کے پرتو کو کہتے ہیں۔

کشادن چشم:

مشاہدہ کرنے کو کہتے ہیں۔

کشف:

اس کے معنی کھلنے کے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

کشف صغریٰ　　　　کشف کبریٰ

کشف صغری سے کشف کونی، کشف قبور، کشف عالم ملکوت، کشف عالم مثال اور کشف عالم علوی مراد ہیں۔ یعنی سالک اپنے سلوک اور سیر میں اپنی ہمت سے زمین و آسمان، اہل قبور، لوح محفوظ، عرش، کرسی صوری و معنوی، جنت و دوزخ اور چاروں سمت کے چاروں اقطاب انبیاء و اولیاء کی ارواح، ملائکہ تجلیات، قرب صفاتی، قلب و نفس اور روح وغیرہ کے احوال و آثار معلوم کرے۔ چوں کہ قلب آئینہ جیسا ہوتا ہے اس لئے اکثر و بیشتر سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دیدار سے بھی مشرف ہوتا رہتا ہے کبھی کبھی مشاہدہ کے وقت صفائی قلب کی وجہ سے فتور بھی آجاتا ہے لیکن اگر صفائی قلب برابر رہے تو غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔

کشف کبریٰ کو کشفِ الٰہی بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے حق ہے۔ حق تعالیٰ کے وجود کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں۔ تمام چیزوں کی حقیقت حق تعالیٰ ہے کیوں کہ غیر حق معدوم

محض ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ حق کے سوا کسی دوسری چیز کو نہ دیکھے اور ذات حق میں ہمیشہ محو رہے اور اپنے کو گم کر کے مکمل محویت حاصل کرے اور کسی کا خیال نہ رکھے۔ سالک اسی کشف سے واصل ہوتا ہے، اصل مقصود یہی ہے اور اس میں بہت کوشش کرے جو مقصود اصلی ہے نہ کشف صغریٰ کہ کشف کونی وغیرہ ہے۔

کعبہ:

خانۂ خدا کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس سے قلب صافی مراد ہے۔

کعبۂ مرداں نہ از آب و گل ست
طالب دل شو کہ بیت اللہ دل ست

مردان خدا کا کعبہ مٹی چونے کا نہیں ہے، دل کے طلبگار بنو کیوں کہ اللہ کا گھر دل ہی ہے۔

کفر:

یہ ناشکری کے معنی میں ہے۔ اصطلاحاً اس کی دو قسمیں ہیں کفر مجازی اور کفر حقیقی۔ کفر مجازی وہ ہے جو کفار و مشرکین میں ہے جس میں شرک اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ کفر حقیقی یہ ہے کہ ذات محض کو اس طرح ظاہر کرے کہ سالک ذات حق کو عین صفات اور عین ذات جانے۔ ذات حق کو ہر جگہ دیکھے اور سوائے ذات حق کے کسی کو موجود نہ جانے۔ یہ حقیقت میں توحید و ایمان ہے اگرچہ عوام کو کفر معلوم ہوتا ہے۔ بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ کافر اور گمراہ وہ شخص ہے جو وحدت میں یک رنگ ہو کر ماسویٰ اللہ سے پاک ہو گیا بہر حال دونوں معنوں کا مرجع ایک ہے۔ کفر کے معنی ظلمت کے بھی ہیں کیوں کہ نور سے ظہور اور ظلمت سے پوشیدگی ہے۔

کل:

حق تعالیٰ کا حضرت احدیت الٰہیہ کے اعتبار سے ایک ایسا نام ہے جو تمام اسماء پر جامع ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ حضرت حق کے اعتبار سے احد ہے اور اسماء کے اعتبار سے کل ہے۔ کبھی کل مرکب کے معنی میں ہوتا ہے۔

کلبہ ٔ احزاں:

محبوب کی جدائی و فراق کو کہتے ہیں۔

کلیساء:

دیر کا مترادف ہے اسے عالم ناسوت بھی کہتے ہیں۔

کنار:

توحید کے اسرار دریافت کرنے اور ہمیشہ مراقبہ میں غرق رہنے کو کہتے ہیں۔

کنز الکنوز:

مرتبہ وراء الوراء اور غیب الغیوب کو کہتے ہیں۔

کنشت:

عالم تعین اور شہود و معرفت مراد ہے۔

کوکب الصبح:

اس تجلی سے مراد ہے جو سب سے پہلے ہوتی ہے کبھی نفس کلیہ کی مظہریت پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ اللَّيۡلُ رَأَى كَوۡكَبًا (الانعام: ٧٦) (جب ان پر رات چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا) سے یہی مراد ہے۔

کون:

ہر وجودی امر کو کہتے ہیں۔

کیمیا:

موجود چیز پر قناعت کرنا۔ طلب کے ترک کو بھی کیمیا کہتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے:

القناعة كنز لا ينفذ۔

قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا۔

مرشد کامل کی نظر اور عشق کو بھی کیمیا کہتے ہیں۔

کیمیائے سعادت:

تہذیب نفس، تزکیہ اور فضائل کے اکتساب کو کہتے ہیں۔

کیمیائے خواص:

کونین سے خلاصی پانے اور خالق کونین کے اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔

کیمیائے عوام:

اخروی باقی سامان و متاع کو دنیاوی فانی اسباب سے بدل لینا مراد ہے۔

کین و کینہ:

نفس امارہ کا تسلط و غلبہ مراد ہے۔

گ

گبر:

وہ ہے جو عالم وحدت میں یک رنگ ہو اور ماسویٰ اللہ سے روگردانی کر کے سواد نیستی میں مقیم ہو جائے۔

گرمی:

محبت کی حرارت مراد ہے۔

گرہ زدن بر زلف:

اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ تعینات کو تقید و قیود اور بندشوں اور کثرت و نقوش کے واسطے سے مضبوطی سے پکڑنا اگرچہ جانتا ہو کہ سب کا مبدا ایک ہے۔

گل:

عمل کا نتیجہ اور معرفت کی لذت کو کہتے ہیں۔ حسن مجازی بھی اس سے مراد ہے۔

گلزار:

کشف اسرار کا مقام ہے۔

گوش:

اس سے اسم سمیع میں فنا حاصل کرنا اس کا مظہر ہو جانا اور بغیر حرف و آواز کلام کی طرف متوجہ ہو جانا مراد ہے۔

گوہر سخن:

وہ واضح اشارہ مراد ہے جو مادہ اور غیر مادہ میں محسوس ہو۔

گوہر معانی:

اسماء وصفات الٰہی مراد ہیں۔

گوے:

تقدیر الٰہی کے سامنے سالک کی مجبوری مراد ہے۔ اس عارف کامل کو بھی کہتے ہیں جس کو فیض صمدیت اور عینیت ذاتی کی وجہ سے تمام عالم اور احوال یکساں ہو گئے ہوں یہی تمکین کا درجہ ہے۔

گیسو:

طلب کے راستے کو کہتے ہیں جو عالم ہویت میں ہو۔ اسی کو حبل المتین بھی کہتے ہیں۔

ل

لااُبالی:

جو کچھ پیش آئے اس سے کسی حال میں نہ ڈرے اور ملامت گروں کی پرواہ نہ کرے جو کہے وہی کرے۔

لاشے:

عدم حقیقی کو کہتے ہیں اور موجودات و تعینات اعتباری سے بھی مراد لیتے ہیں جن کا نام ممکنات ہے کیوں کہ ممکن خود کچھ نہیں ہے بلکہ اس میں وجود واجب کا وجود ہے۔

لاہوت:

گنج مخفی، مقام محویت اور عالم ذات الٰہی کو کہتے ہیں جس میں سالک کو فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ زندگی مراد ہے جو اشیائے ناسوت میں ساری وطاری ہے جس کا مقام روح ہے۔ مرتبۂ ذات کو لاہوت، مرتبۂ صفات کو جبروت اور مرتبہ اسماء کو ملکوت بھی کہتے ہیں۔

لائح:

لغت میں ظاہر ہونے اور درخشاں ہونے کو کہتے ہیں اصطلاحاً وہ تجلی استتاری مراد ہے جو تجلی ذات ہے بعض کہتے ہیں کہ لائح وہ چیز ہے جو تجلی کے نور سے ظاہر ہوتی اور سالک کو راحت و آرام پہنچاتی ہے اس کو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق اس چیز پر بھی کیا جاتا ہے جو عالم مثال سے عالم حس میں ظاہر ہوتی ہے۔

لب:

معشوق کے کلام کو کہتے ہیں یہ لطف رب ودود سے عبارت ہے۔ بعض نے نفسِ رحمانی مراد لیا ہے جو ہستی کی شکل میں نیستی ظاہر کرتا ہے۔

لب شکریں:

وہ مختلف منازل وطریقے مراد ہیں جو انبیاء واولیاء کو تصفیہ باطن کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

لب شیریں:

بے واسطہ کلام بشرط ادراک و شعور کے ہو مراد ہے۔

لبس:

ان عنصری صورتوں سے مراد ہے جن کے ساتھ روحانی حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ (الانعام: ۹)

اگر ہم کسی فرشتے کو رسول بناتے تو اسے کسی مرد کی صورت پر بناتے اور ان پر شبہ ڈالتے جو وہ لوگ کرتے ہیں۔

اسی جگہ سے ہے کہ حق تعالیٰ نے حقیقت انسانی شکلوں کے ساتھ ظاہر فرمائی۔

لسان الحق:

انسان کامل، حقیقت محمدی ﷺ، نور محمدی ﷺ اور ذاتِ محمدی ﷺ مراد ہے، اس کامل کو بھی کہتے ہیں جو اسم متکلم کا مظہر ہو اسی کو لسان الغیب بھی کہتے ہیں۔

لطف:

تجلی جمالی کو کہتے ہیں اور تائید حق کو جو بقائے سلوک کے واسطے ہوتی ہے۔

لقاء:

معشوق حقیقی کے ظہور سے عبارت ہے اس طرح پر کہ عاشق کو یہ یقین ہو کہ اسی نے صورت انسانی میں ظہور کیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مجاز حقیقت کا پُل ہے)۔

حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ببیں بر عـــارض خوباں جمـال پاکـــــ مولانا
کہ در صورتــــ تواں دیدن کمـــال حســـن معنی را
دیدہ بینا از لقائے حق شود
حق کجـا ہمـــرازِ ہر احمق شود

حسینوں کے عارض پر مولانا کا حسن پاک دیکھو کیوں کہ حسن معنی کا کمال صورت میں دیکھنا ممکن ہے۔ لقائے حق سے آنکھیں بینا ہو جاتی ہیں حق بھلا کہاں کسی بیو قوف کا ہمدم و ہمراز بنتا ہے۔

لوائح:

ظاہری اسرار کے ظاہر ہونے اور انوار ذاتیہ کو کہتے ہیں۔

لوح محفوظ:

اصطلاح میں نفس کلی مراد ہے جو نور الٰہی حقی سے جو مشہد خلقی میں تجلی ریز ہے، عبارت ہے۔ لوح محفوظ ام الہیولی ہے کیونکہ اسی صورت کو چاہتا ہے جو لوح محفوظ میں ہے اس لئے کہ قلم اعلیٰ لوح محفوظ میں بالا یجاد جاری ہے۔اسی قلم سے عوالم آفاقی کی بذریعہ لوح تخلیق ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"میں نے شب معراج میں قلموں کی آوازیں سنی جو تختیوں پر چلتے تھے وہ تعداد میں تین سو ساٹھ ہیں اور لوحیں بھی تین سو ساٹھ ہیں۔"

یہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ قلموں اور الواح کا مرتبہ قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ سے کم ہے اس لئے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے وہ مٹ ہی نہیں سکتا اسی بنا پر اسے لوح محفوظ کہتے ہیں۔

لوح:

کتاب مبین مراد ہے۔ بعض کے نزدیک یہ چار قسم ہیں:

۱۔ لوح قضا: اس میں اثبات و محو ازلی درج ہیں یہ لوح عقل اول ہے۔

۲۔ لوح قدر: یعنی لوح نفس ناطقہ کلیہ جس میں لوح اول کا اجمال تفصیل میں آیا اور مقدرات کو اسباب سے متعلق کر دیا گیا اسی کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔

۳۔ لوح نفس جزویہ سماویہ: اس میں وہ سب کچھ جو کہ اس عالم میں ہے بشکل ہیئت و مقدار خود منقش ہے۔ ان نقوش کو اسمائے دنیا بھی کہتے ہیں یہ بمنزلہ عالم خیال ہے۔

۴۔ لوح ہیولی: اس میں وہ تمام کیفیات، صورتیں اور واردات شامل ہیں جو عالم شہادت میں پائی جاتی ہیں۔

لوح اول روح کے مشابہہ، لوح ثانی قلب کے مشابہہ، لوح ثالث عالم خیال کے مشابہہ اور لوح رابع عالم شہادت کے مشابہہ ہیں۔

لوامع، لوائح، طوالع، بوادہ و ہجوم، یہ سب وہ حالات ہیں جو مجاہدہ وریاضت کے دوران مبتدیوں کے قلب پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ تجلی میں ہوتے ہیں اور کبھی پردوں میں آجاتے ہیں اگر یہ انوار جلالی وقہری ہوتے ہیں تو سرخی مائل اور اگر جمالی اور لطف کے ہوتے ہیں تو سبزی مائل ہوتے ہیں۔

لہو:

ذات کا بحسب غیبت و فقدان اعتبار۔

لیلۃ القدر:

یہ وہ رات ہے جس میں سالک پر ایک خاص قسم کی تجلی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے سالک محبوب کے نزدیک اپنی قدر پہچانتا ہے یہی مقام مکمل معرفت کا ہے۔

م

ماجرہ:

درد عشق کی شرح و بیان۔

ماہرو:

صوری تجلیات کو کہتے ہیں جس پر سالک کو اطلاع ہوتی ہے۔

ماہروی:

عنصری تجلیات کو کہتے ہیں جس کی کیفیت پر سالک کو اطلاع ہو، یہی وہ تجلیات ہیں جو خواب یا بے خودی میں ہوتی ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد صباحت ہے جو حسن مجازی کا ایک جز ہے۔

ماء القدس:

اس علم کو کہتے ہیں جس کے حاصل ہونے سے نفس رذائل طبعیہ کی ناپاکیوں سے پاک ہو کر شہود حقیقی کا شاہد ہو جاتا ہے۔

ماسک والممسوک بہ والممسوک لاجلہ:

لغت میں ماسک اور ممسوک چنگل مارنے والے کو اور جس کی وجہ سے چنگل مارا جائے مراد ہے مگر اصطلاحاً اس سے وہ معنوی شیون جو حقیقت انسانی ہے اور جس سے زمین و آسمانوں کا قیام عمل میں آیا ہے مراد ہے۔

حضرت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک۔

اے محمد ﷺ! اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو افلا نہ پیدا کرتا۔

شیخ اکبر رضی اللہ عنہ رسالہ نسخۃ الحق میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ الذی جعل الانسان الکامل معلم الملک وادار سبحانہ وتعالیٰ تشریفا وتنویھا بانفاسہ الفلک۔

یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے انسان کامل کو ملک کا معلم بنایا اور اس کی انفاس قدسیہ کی بزرگی کے ذریعہ فلک کو قائم فرمایا۔

مبدأ:

لغت میں آغاز و ظہور کے مقام کو اور اصطلاح تصوف میں واجب ذات تعالیٰ نیز اسماء کلی کونی کو کہتے ہیں۔ ذات کی شروعات احدیت ذاتیہ سے ہے۔ یعنی ذات حق سے سِر پیدا ہوا، سِر سے نور، نور سے نار، نار سے باد، باد سے آب، آب سے خاک اور خاک سے انسان کامل۔ یا یوں سمجھئے کہ احدیت سے وحدت، وحدت سے واحدیت، واحدیت سے ارواح، ارواح سے مثال اور مثال سے عالم شہادت خصوصاً انسان کامل پیدا ہوا۔ ترتیب مذکور بالا نسل انسانی میں نزول پا کر رحم میں منی، منی سے علقہ، علقہ سے مضغہ اور اس کے بعد بچہ، پھر جوان پھر بوڑھا اور اس کے بعد موت آجاتی ہے۔ ہر ایک کا

مبدأ اُس کا اسم ہے اسی سے اس کا ظہور ہے **کما بدأکم تعودون** جیسی تمہاری ابتداء ہوئی اسی طرح تم پلٹو گے۔ یعنی ہر شے ایک اسم کا مظہر ہے۔ اس کا مبدأ و معاد اسی اسم سے ہے مگر انسان کامل تمام اسماء کا عارف و مظہر ہے۔

مبدئیت:

مبدأ سے ذات مراد ہے لیکن مبدئیت احدیت و واحدیت کے درمیان احدیت کے واحدیت پر تقدم و برتری کے اعتبار سے ایک نسبت ہے۔

مبادی النہایات:

اس سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مراد ہیں یہ تمام نہایات کے مبادی ہیں مثلاً نماز بدایت اور اس کی نہایت قرب وصال حقیقت ہے **الصلوٰۃ معراج المؤمنین**۔ نماز مؤمنوں کی معراج ہے۔ اسی طرح روزہ بدایت اور نہایت خلقی رسوم سے اور اس چیز سے جو ان رسوم کو تقویت دیتے ہے، روکنا ہے: **الصوم لی و انا اجزی بہ**۔ (روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں) حج بدایت اور اس کی نہایت معرفت کا اصول اور فنا کے بعد بقا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بدایت ہے اور اس کی نہایت ماسوی اللہ کو حضرت حق سے خلوص و محبت کے ساتھ بخش دینا ہے۔

مبنی التوصوف:

شیخ ابو محمد رویم بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیان تین خصلتوں کا ذکر کیا ہے جو مبنی التصوف ہیں:

۱۔ فقر و افتقار کو اختیار کرنا، ۲۔ بذل و ایثار کے ساتھ ثابت قدم رکھنا،

۳۔ اختیار و تعارض کو چھوڑ دینا

لیکن بعض کے نزدیک:

ا۔توحید اختیار کرنا ۲۔راہ طلب میں بے باک ہونا ۳۔ تکلف کو برطرف کرنا

مراد ہے۔

المحقق بالحق:

وہ شخص ہے جو بغیر کسی قید کے ہر متعین میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ مقید اور مقید مطلق ہے اور تقید و لا تقید اور اطلاق سے منزہ و پاک ہے۔

متشابہ:

اس سے قرآن پاک کی آیات مراد ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ اور راسخین فی العلم کے علاوہ دوسرے ان آیات کے وہ اصلی معنی نہیں جانتے۔شوافع اسی کے قائل ہیں۔ حضرات حنیفہ کا کہنا ہے کہ ان آیات کے معانی سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کوئی نہیں جانتا۔

مثال:

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں عینیت ہے اور شرع میں غیریت۔ بعض کا قول ہے نہ عین ہے نہ غیر۔ بعض نے اس میں فرق کیا ہے یعنی مثل میں ایک قسم کی مشابہت ہے لیکن مثال میں مکمل مشابہت ہے اس وجہ سے کہ حروف کی کثرت معنی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ عالم مثال، عالم شہادت، سے بلند اور عالم اروح سے پست ہے۔ عالم شہادت عالم مثال کا سایہ ہے۔ عالم مثال عالم ارواح کا سایہ ہے۔جو کچھ اس عالم میں ہے وہ سب عالم مثال میں ہے۔اسے عالم نفوس بھی کہتے ہیں۔ خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے اسے عالم مثال کی صورتیں کہتے ہیں۔

مجاہدہ:

نفس کی مخالفت اور خواہش کے ترک کرنے کو کہتے ہیں۔

راقم سطور کی گناہ میں نفس انسانی کی تشریح و تعبیر اور مالہا و ماعلیہا سے متعلق دو اہم تصانیف ہیں جن میں مجاہدہ کے سلسلہ میں تفصیلی بیانات ہیں:

(۱) القول الموجه فی تحقیق من عرف نفس فقد عرف ربه (فارسی) مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کاکوروی قدس سرہٗ۔

(۲) هدية الشرف فی ترجمة من عرف (اردو) مولانا شاہ تقی حیدر قلندر کاکوری قدس سرہٗ خلف اوسط حضرت شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مجذوب:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو کسی ایک چیز کی ماہیت میں گم ہو کر اس کی لذت میں محو ہو جائے اور آگے ترقی نہ کرے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ مجذوب کو حضرت حق نے اپنے لئے پیدا فرمایا اور اپنی انسیت کے لئے پسند کیا اور غیر و غیریت کی کدورت سے اسے پاک کیا۔ اس نے تمام نعمتوں اور بخششوں کو اپنی ذات میں جمع کیا اور بغیر مجاہدات و ریاضات کے تمام مقامات پر فائز ہو گیا۔

یہ اسم مفعول ہے اس کا مصدر جذبہ ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں۔ جذبات الٰہیہ مختلف انواع و اقسام کے ہیں اور انسانی استعدادات بھی مختلف ہیں ان میں سے جس کو بھی مکمل جذب ہوا اس کی استعداد نے اسے پوری طرح پر لے لیا اور اس کے تمام مدارج آن واحد میں طے ہو گئے اور مراتب صفات سے ذات کی طرف پہنچ گئے۔ اسے مجذوب سالک کہتے ہیں۔ جس کی استعداد اعلیٰ نہیں ہے لیکن اس کو کوئی جذبہ پہنچا اور وہ اس کی لذت میں گرفتار و مبتلا رہا تو اس کو مجذوب صرف کہتے

ہیں۔ سالک مجذوب اسے کہتے ہیں جس نے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تزکیہ نفس حاصل کیا اور جذبہ کا منتظر رہا کہ اچانک جاذبہ آیا اور اسے اپنے مقام تک پہنچا دیا۔ اور محض سالک وہ ہے جو ریاضتیں و محنت کرتا ہے اور جاذبہ کا محتاج ہے۔ کیوں کہ حضرت حق تعالیٰ تک رسائی بغیر جاذبہ کے ممکن نہیں لیس الصراط الا بالجذبۃ (راستہ صرف جذبہ کے ساتھ ہے)۔

مجاز:

لغت میں اس سے مراد راستہ، رہ گزر اور حقیقت کی ضد کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اشیاء کونیہ کے حقائق مراد ہیں۔ انسان کے وجود میں جو کچھ جواہر و اعراض ہیں وہ سب اسماء الٰہی کے ظہورات ہیں۔ جس طرح آگ، ہوا، پانی، اور مٹی انسانی وجود میں ہیں۔ ہوا چار عناصر میں سے ایک عنصر ہے جس نے اسم حی سے ظہور پایا اور وہ اسی اسم سے جلوہ گر ہوا۔ اسم حی اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے یعنی انسان کے جسم میں جو حرکت ہے وہ ہوا سے ہے۔ آگ نے اسم قابض سے ظہور پایا اور اسی سے متجلی ہوا۔ قابض ایک اسم الٰہی ہے۔ یعنی حرکت کے بعد لذت کے شوق سے جو جوش حاصل ہوتا ہے وہ آتش ہے۔ پانی بھی ایک عنصر ہے جس نے اسم محی سے ظہور پایا اور متجلی ہوا۔ آگ اور ہوا سے پانی حاصل ہوا یعنی جب شوق لذت بہت غالب ہوا اور کمال غلبہ سے جو چیز ظاہر ہوئی اس کا نام پانی رکھا گیا۔ مٹی ایک عنصر ہے جو اسم ممیت سے ظاہر و متجلی ہوا مٹی کا عنصر آگ اور پانی کے بعد ظاہر ہوا یعنی مٹی جب رحم میں قرار پائی تو خاک کی حیثیت پیدا کی۔ اس طرح تمام اسماء مسمی کے بہ نسبت مجاز ہیں۔ مسمی حقیقی ہے۔ تمام اسماء کا ظہور انسان میں ہے۔

مجاز سے مراد عالم حسن، عالم اجسام، عالم شہادت، عالم، عالم ملک، کل کائنات موجودات اور ماسوا اللہ بھی ہیں۔

مجلس:

مشاہدہ واحدیت مراد ہے جہاں تمام اعیان، علم حق میں حاضر ہیں۔

مجمع البحرین:

یہ قاب قوسین سے عبارت ہے کہ دونوں بحر وجود وجوب اور امکان اس میں یکجا ہے۔ بعض کہتے ہیں حقائق کونیہ اور اسماء الٰہیہ کے اجتماع کی وجہ سے اسے مجمع البحرین کہتے ہیں۔

مجمع الاہواء:

جمال مطلق مراد ہے۔

مجمع الاضداد:

یہ ہویت مطلقہ سے عبارت ہے۔

مجمل در مفصل:

اس سے کثرت میں، ذات احدیت کی رویت مراد ہے۔

محادثہ:

اس سے حق کا کسی بندہ کے واسطے خطاب کرنا عالم شہادت کی کسی ایک صورت میں سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے درخت میں ہے۔

محبت:

یہ حبہ سے نکلا ہے، حبہ اس بیج کو کہتے ہیں جو زمین میں پڑتا اور پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس پر پانی پڑتا ، دھوپ چمکتی ہے مگر اس میں فرق نہیں آتا بلکہ وہ اپنے وقت پر اگتا، پھلتا اور پھولتا ہے۔ اسی طرح

محبت حب دل میں جمتی ہے تو وہ موجودگی، غیر حاضری، بلا، مصیبت، آرام، لذت، جدائی و وصال کی بھی حالت میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔ قلب کی حیات و زندگی کا سبب اور روحانی غذا ہوتی ہے۔ محبت کی انتہاء کو عشق سے موسوم کرتے ہیں۔ محبت کا آغاز موافقت پھر میلان پھر موانست پھر مودت، پھر ہوا، پھر خلت، پھر محبت پھر شغف پھر تیم پھر ولہ ہے اور آخری درجہ عشق ہے۔

موافقت یہ ہے کہ دنیا، نفس و شیطان سے علیحدہ ہو کر ان سے دشمنی رکھے اور ارباب حق سے دوستی کرے یہاں تک کہ ان کا منظور نظر ہو جائے۔ میل و موانست یہ ہے کہ سب سے روگردانی کرے اور حق کا خواہاں وجویا رہے اور اس خیال سے موانست پیدا کرے۔ مودت یہ ہے کہ دل میں عاجزی و آہ وزاری اور اشتیاق و بے قراری سے مشغول رہے۔ ہوا یہ ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ کرتا رہے اور اپنے آپ کو بالکل محبوب کی یاد میں فنا کر دے۔ خلت یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی اور کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ محبت یہ ہے کہ بشری اوصاف ذمیمہ سے بالکل پاک ہو جائے۔ شغف یہ ہے کہ شوق کی انتہا میں محبت کو چھپائے تا کہ کسی پر دل کی حالت ظاہر نہ ہو سکے۔ تیم یہ ہے کہ جمال معشوق کے سامنے اپنے آئینہ دل کو رکھے اور اس سے مست و سرشار ہوتا رہے اور عشق یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل گم کر دے۔

محبت اصلیہ:

محبت ذاتیہ کو کہتے ہیں جو اپنی ذات کے لئے ہو۔ کیوں کہ محبت ذاتیہ تمام محبتوں کی اصل ہے۔ جو محبت دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے یا تو مناسبت ذاتیہ کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان ہوتی ہے یا اتحاد کی وجہ سے۔

محفوظ:

وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت سے محفوظ فرمالیا، اس کا ارادہ، قول و فعل عین حق کا ارادہ، قول، و فعل بن جاتا ہے۔

محاضرۃ:

حق کے ساتھ سالک کے قلب کی اس کے اسماء سے فیضیاب ہوتے وقت حاضری مراد ہے۔

محبوب:

صفات کی تجلی کو کہتے ہیں اور بعض جمال سے بھی مراد لیتے ہیں۔

محجوب:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو حضرت حق سے بالکل غافل ہے۔

محجوب مطلق:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو مقام حیرت پر فائز ہو اور کسی چیز کی اسے خبر نہ ہو۔

محقق:

وہ شخص ہے جس پر حقائق منکشف ہوں۔ یہ اسے میسر ہے جو حجت و برہان سے گزر کر کشف الٰہی کے مرتبہ میں پہنچا ہو اور دیدۂ دل سے مشاہدہ کرتا ہو اس طرح پر کہ اشیاء کے حقائق اگرچہ حق اور ثابت تو ہیں لیکن وہ سب حق تعالیٰ کے وجود واحد سے ہیں کیوں کہ وجود حق کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں۔

محو:

نابود ہونے اور اوصاف و عادات بشری کے زائل کرنے اور اپنے تمام افعال و اقوال کو حق میں فنا کر دینا مراد ہے۔

محو الجمع:

اس سے وحدت میں کثرت کی فنا مراد ہے۔

محو ذات:

اس عاشق کو کہتے ہیں جو انوار ذات کی تابش میں محو ہو گیا ہو۔

محراب:

ہر مطلوب و مقصود جس کی طرف دل متوجہ ہو۔

محافظت:

اوقات کے مراقبہ کو کہتے ہیں۔

مخدع:

ستر (۷۰) افراد واصلین کی قیام گاہ ہے۔ یہ اسم ظرف ہے اس کے معنی پوشیدہ جگہ کے ہیں جس کو نہاں خانۂ اسرار کہتے ہیں۔ قرب وصول کی وجہ سے یہ افراد واصلین اس مقام پر پہنچے ہیں۔ وہاں ہر کسی کا گذر نہیں۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے: انا الحسنی والمخدع مقامی (میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور میرا مقام مخدع ہے)۔

مخلص:

لام کے زبر کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے شرک و گناہوں سے پاک وصاف فرمایا اور لام کے زیر سے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص کیا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا، اللہ کی نافرمانی نہ کی، مخلص اپنی نیکیوں کو برائیوں و گناہوں کی طرح مخلوق سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

مدہوشی:

اس سے ظاہری و باطنی استہلاک مراد ہے۔

مرات:

اصطلاح میں علم الٰہی مراد ہے کیوں کہ علم الٰہی میں اعیان ثابتہ ہیں اور ان میں وجود منعکس ہوا ہے۔

مراۃ اللون:

وجود حقانی مراد ہے کیوں کہ تمام الوان، اوصاف اور الوان کے احکام اسی وجود حقانی میں ظاہر ہیں اور ظہور اکوان کی وجہ سے وجود حقانی اس میں پوشیدہ ہے جیسے آئینہ کا چہرہ صورت ظاہر ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

مراتب ستہ:

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں تنزل حق کے چھ مرتبے مقرر ہیں اول احدتیہ جس میں صرف اعتبار ذات ہے اس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ بعض مرتبہ اول وحدت کو کہتے ہیں جو تعین اول ہے، برزخ کبریٰ اور قابلیت محض ہے۔ مرتبہ ثانی واحدیت کو کہتے ہیں جس میں ذات تفصیلاً اسما کا بھی اعتبار

ہے۔ مرتبہ ثالث ارواح مجردہ ہیں جس میں عقول عالیہ اور اروح انسانیہ ہیں۔ مرتبہ رابع ملکوت ہے جس میں نفوس سماویہ اور انسانیہ ہیں اس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ مرتبہ خامس عالم ملکوت ہے کہ عالم اجسام اور عالم اعراض ہے اسی کو عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ اور مرتبہ سادس عالم انسان کامل ہے جو تمام مراتب کا جامع ہے۔

مراد:

ایسا شخص مراد ہے جو اپنے ارادہ سے نکل چکا ہو اور محبوب حقیقی اس کی مراد ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے کہ شدائد اور مشکلات میں شکایت نہ کرے کسی چیز اور کسی حال کا متمنی و شائق نہ ہو۔

مرید:

جو اپنے ارادہ سے بالکل آزاد ہو۔ مرید وہ ہے جس کے لئے اسماء الٰہی کا دروازہ کشادہ ہو اور وہ ان لوگوں کے زمرے میں آجائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اسماء کے ذریعہ سے توسل ڈھونڈتے ہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مرید وہ ہے جو نظر اور استبصار سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو اور اپنے ارادہ سے خالی ہو کیوں کہ وہ یہ جانتا ہے کہ جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ حق کے ارادہ سے آتا ہے نہ کہ غیر کے ارادہ سے۔ اس لئے اس کا ارادہ حق کے ارادہ میں فانی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ وہی چاہتا ہے جو حق چاہتا ہے۔

مسامرہ:

افسانہ سے مراد ہے۔ اصطلاحاً حق کی بندہ سے اس کے سِر میں گفتگو نیز مناجات شبینہ کو بھی کہتے ہیں۔

مستوی الاسم اعظم:

وہ بیت الحرام اور عرش معظم مراد ہے جس نے حق کو اپنے میں سما لیا ہے، وہ انسان کامل کا قلب ہے۔

مستند المعرفہ:

حضرت واحدیت کے مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں اسماء وصفات کی تفصیل ہے۔

مستہلک:

ذات احدیت میں مکمل طور پر فانی شخص مراد ہے۔

مستریح:

لغت میں راحت و آرام کا طلب گار مراد ہے لیکن اصطلاح میں وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قدر پر مطلع کیا کیوں کہ یہ ہر اس مقدور کو دیکھتا ہے جس کا معلوم وقت پر وقوع پذیر ہونا ضروری ہے اور اس چیز کو بھی دیکھتا ہے جو مقدور نہیں ہے اور اس کا واقع ہونا نہیں ہے۔ ایسا شخص اس چیز کے انتظار سے راحت و آرام پا جاتا ہے جو وقوع پذیر نہیں ہوئی اور گزری ہوئی چیز پر رنج و حسرت سے نجات پا جاتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا مگر آپ ﷺ نے کبھی کسی کام کے بارہ میں نہ فرمایا تم نے یہ کیوں کیا اور وہ کیوں نہ کیا۔ انسان کامل ان تمام امور کو ملائم سمجھ کر ان سے آرام پالیتا ہے۔

مستی:

عاشق کا معشوق حقیقی کے عشق میں من جمیع الوجوہ گرفتار ہونا اور اس گرفتاری سے خوش ہونا مراد ہے۔

مستیِ من از خمارِ چشم مست ساقی است
بندۂ پیرِ مغاں خاکِ درمیخانہ ام

میری تمام مستی و سرخوشی ساقی کی چشم مست کے خمار سے ہے میں پیرِ مغاں کا غلام اور درمیخانہ کی خاک ہوں۔

مسجد:

تجلی جمالی کا مظہر، مرشد کا آستانہ اور بعض نے حریم ذات بھی مراد لئے ہیں۔

مسخرہ:

جو لوگوں کے درمیان اپنے کشف و کرامات بیان کرے اور درویشی و معرفت کی ڈینگیں مارے۔

مشاہدہ:

تجلیات حق کی صورتوں کو بغیر حجاب اشیاء کے دیکھنا اور چیزوں کو دور کر کے نظر باطن کو ذات حق پر محکم رکھنا مشاہدہ کہلاتا ہے۔ حضرات صوفیہ میں اس سلسلہ میں دو گروہ ہیں ایک کا قول ہے کہ عارف ہمیشہ مشاہدہ میں غرق رہتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمیشگی نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ جب تک رطب اتصال قلب محکم اور متحقق ہے تب تک مشاہدہ حاصل ہے۔ اسی وجہ سے ہے کہ انوار و

انکشافات کبھی ہوتے ہیں اور کبھی نہیں کہ الوقت سیف قاطع وبرق لامع (وقت ایک کاٹنے والی تلوار اور چمکنے والی تجلی ہے)۔

مشارق الصبح:

تجلیات اسمائیہ سے مراد ہیں کیوں کہ یہ تجلیات اسمائیہ اسرار غیب کی کنجیاں اور تجلیات ذات ہیں۔

مشرف الضمائر:

وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے قلوب پر مطلع کیا اور اس پر حق کا اسم باطن جلوہ گر ہوا جس سے وہ لوگوں کے قلوب پر مطلع ہوتا ہے۔

مشیت:

تمام عالم کے لئے تجلیات ذاتیہ سے معدوم کی ایجاد اور موجود کی عدمیت مراد ہے۔

مصباح:

اس سے مراد روح ہے جس سے جسم کی حیات ہے۔ بعض دل کو بھی کہتے ہیں جس سے جسم روشن ہوا ہے۔

مصقلہ:

اصطلاح میں ذکر الٰہی اور شغل و فکر و مراقبہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آئینہ قلب نفسانیت کے رنگ اور خطرات سے پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

لکل شیءمصقلة ومصقلةالقلب ذکر اللہ تعالیٰ۔

ہر چیز کے لئے ایک صاف کرنے والی شے ہے اور قلب کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔

مطرب:

اصطلاح تصوف میں مرشد کامل مراد ہے جو مرید صادق کو فیض پہنچاتا ہے اور کامل کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت حق تعالیٰ مراد ہے جو نغمہ الست کو چھیڑنے والا ہے۔

مطلع:

لغت میں اس کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اصطلاح میں متکلم کا قرآن مجید کی تلاوت کے وقت مقام شہود ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "حق نے اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے تجلی کی مگر وہ دیکھتے نہیں ہیں۔" ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی حالت میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ایک آیت کو ذوق کے ساتھ تکرار کر رہا تھا یہاں تک کہ اس آیۃ کو متکلم سے سنا۔" شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "اس وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرماتے وقت درخت کی زبان گویا زبان تھی جس سے ارشاد ہوا تھا کہ "انی انا اللہ" (میں اللہ ہوں)۔ ہر شے میں حق شہود ہے اور وہی اس کا مطلع ہے۔

مطلق:

غیر مقید چیز کو کہتے ہیں۔

اس کی چند قسمیں ہیں:

ا۔ مطلق کلی اپنی جزئیات کی بہ نسبت۔ اس صورت میں کلی کا حمل اپنے جزئیات بالمواطات میں صحیح ہے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ زید، بکر اور خالد انسان ہیں دوسرے یہ کہ ایک چیز اگرچہ بنفسہ جزوی طور پر مشخص معین و مقید ہے مگر شیون اور حالات واطوار اور اوصاف کے لحاظ سے مطلق ہے جیسے زید مثلاً ایک معین شخص ہے لیکن بہ نسبت نیند و بیداری وغیرہ شیون واطوار اور اوصاف کے مطلق ہے۔ اس جگہ حمل بالمواطات کے بجائے حمل بال اشتقاق درست ہے۔

مظہر:

ظہور کی جگہ مراد ہے۔ مظاہر مظہر کی جمع ہے۔ واقعی اعتبارات جو وجود مطلق سے نکلے ہیں مراد ہوتے ہیں۔ حضرات صوفیہ ہستی مطلق حقانی کے سوا تمام عالم کو وہم کہتے ہیں اور عالم کو عکس، سایہ، مرات، آئینہ بھی کہتے ہیں۔

مظہر اتم:

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یہ ایک مشہور مسئلہ ہے۔ اصل میں مظہر اتم آنحضرت ﷺ کا لقب خاص ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ، حضرت رب العزت کا خاص مظہر اول ہیں اور تمام اشیاو اشخاص آپ ﷺ کے مظہر ہیں۔ آپ ﷺ حق کے اسم مبارک ''اللہ'' کے مظہر ہیں اور یہ تمام اسماء کا جامع ہے۔ عالم کی تمام اشیاء ایک ایک اسم خاص کا مظہر ہیں اس لئے ہر شے مظہر اتم ہوئی۔

معاد:

لغت میں بازگشت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں مبدا کی ضد ہے۔ یعنی انسان خاک ہوا، خاک سے آب، آب سے باد، باد سے نار، نار سے نور، نور سے سِر اور سِر سے ذات حق میں فنا ہوا۔ انسان نے

مثال میں ترقی کی، مثال سے ارواح میں ارواح سے واحدیت میں، واحدیت سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں یعنی ذات حق میں ترقی کر کے محو وفنا ہو جاتا ہے اس کو شغل مبدأ و معاد کہتے ہیں۔ اسماء کلی کونی کو جو بدیع وباعث ہیں ان کو بھی مبداء کہتے ہیں، نیز اسماء کلی کیانی جو عقل کل اور نفس کل وغیرہ ہیں ان کو معاد کہتے ہیں۔

معائنہ:

تجلیات کے وہ انوار جو سالک کے دل پر بے مثل و بے جہت وارد ہوں اور سالک ان میں محو ہو کر خودی سے بر طرف اور حق میں گم ہو جائے۔

معیت:

معیت (ساتھ ہونا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے: **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۴)** یعنی تم جہاں کہیں ہو وہ ذات و صفات کے اعتبار سے ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔

اسماء وصفات ذات کو لازم ہیں اور ذات اسماء وصفات کو وجود حقیقی میں عدم حقیقی کے بر خلاف یہ تلازم ضروری ہے۔ وجود حقیقی اسم با مسمی ہے اور آثار، افعال اور اسماء و صفات کی معیت ذات کے ساتھ ظہور میں ثابت ہوئی۔

معالم اعلام الصفات:

معلم میم کے زبر کے ساتھ کسی چیز کے نشانہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع معالم ہے۔ علم عین ولام کے زبر کے ساتھ اسے کہتے ہیں جس سے آدمی مشہور ہو اس کی جمع اعلام ہے۔ اصطلاحاً اعضا بھی مراد

ہیں جیسے آنکھ ہاتھ، کان، ناک وغیرہ اس لئے کہ ان اعضاء سے معالم اور صفات کے اصول ظاہر ہوئے۔

معرفت:

ذات کو ذات، صفات کو صفات، پھر ذات کو صفات کے ساتھ اور صفات کے ذات کے ساتھ پہچاننا معرفت کہلاتا ہے۔

اس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ **معرفت عقلی:** کہ حق کو بغیر قطعی دلائل کے عقل سے پہچانے جیسے فلسفیوں وغیرہ کی ہے مگر یہ معرفت ناقص ہے کیوں کہ عقل وہم کا شکار ہوتی ہے اور ناقص و حادث ہے اور حضرت حق تعالیٰ کامل و قدیم اور ناقص و حادث کامل کو کما حقہ نہیں پہچان سکتا۔

۲۔ **معرفت علمی:** کہ حق کو عقل و نقلی دلائل سے پہچانے۔

۳۔ **معرفت کشفی:** کہ سالک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے سلوک پورا کرے اور واصل بحق ہو جائے۔ حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ ہی سے پہچانے یعنی اپنی خودی کو بالکل نیست و نابود کر دے۔ یہ سب سے افضل و اعلیٰ معرفت ہے اور عنایت حق پر موقوف ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے ترابؔ
بندہ جب چھوٹے خودی سے تو خدائی نقد ہے

بعض نے معرفت کی تین مزید اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ معرفت افعالی: افعال سے حق کو اس طرح پہچانے کہ مخلوق کا ہر فعل حق کے ارادہ سے ہے اور بغیر اس کے ارادہ کے کسی فعل کا مخلوق سے صادر ہونا محال ہے۔ یہ تمام افعال حضرت حق تعالیٰ سے ہی ظہور میں آتے ہیں۔

۲۔ معرفت صفاتی: صفات کی رو سے ذات کو پہچانے یعنی ہر صفت کو ذات کا ظہور جانے مثلاً کسی نے گفتگو کی اور سالک نے سنا تو یہ خیال کرے کہ ذات حق کے ساتھ صفت کلیم اور سمیع کی دونوں میں ظاہر ہے۔ دل میں اگر وہم وخیال اور خطرہ گزرے تو اسے باطن حق تصور کرے اس طریقہ سے تمام صفات ہیں۔

۳۔ معرفت ذاتی: ہر چیز میں حق کو دیکھے اور جانے کہ سوائے ذات حق کے کسی اور کا ظہور ممکن نہیں۔

معشوق:

حق تعالیٰ مراد ہے جس کو طالب سالک حقیقتاً پوری کوشش سے ڈھونڈے تو وہی دوستی کا مستحق ہے۔ مجازی طور پر ہر محبوب مطلوب کو کہا جاتا ہے۔

مغرب الشمس:

اس سے تعینات کے ساتھ حضرت حق کی پوشیدگی اور جسم کے ساتھ روح کا چھپنا مراد ہے۔

مفتاح اول:

اس سے تمام چیزوں کا احدیت ذاتیہ میں اندراج ہے جیسے درخت گٹھلی میں اور پودا بیج میں اور حرف روشنائی میں۔

مفرح الاحزن و مفرح الکروب:

ایمان بالقدر سے مراد ہے اور ایمان بالقدر تقدیر الٰہی پر صابر و شاکر رہنا ہے۔

مقام:

سالک کے ایک مقام میں مقیم ہونے کو کہتے ہیں وہ اس طرح پر کہ شروع میں سالک عبادت و ریاضت اور ذکر و شغل و مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہے اور ان کے وسیلہ سے منازل سلوک طے کرے اور ترقی کرتا جائے اور پھر آخری مقام فناء الفنا میں مقیم ہو جائے۔ یہاں عروج منازل کی سو منزلیں ہیں۔ ۹۹ مراتب تکوین ہیں جن میں سے ترقی کرنا چاہیئے ورنہ ناقص رہ جائے گا اور آخری منزل یعنی سویں منزل منزل تمکین ہے۔یہی سالک کی اقامت کا ہے اس سے سوائے بقاباللہ کے کوئی نہیں۔اس مقام کو فقر اور مقام غنا کہتے ہیں۔

مقعد صدق:

مقام قدس ہے جہاں عیش و نشاط و سرور محض کے سوا کچھ نہیں:

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:۵۵)

مقام قدس میں صاحب قدرت و اختیار بادشاہ کے پاس۔

مکنون المکنون:

مرتبہ احدیت، گنج مخفی، منقطع الاشارہ اور مقام محویت مراد ہے۔

مکاشفہ:

اسرار اور امور غیبی کو سالک کے دل پر اس طرح ظاہر ہونے کو کہتے ہیں کہ سالک چشم ظاہری کو بند کرے اور مراقب ہو کر قلب کو حق کی طرف متوجہ کرے اور قلب کی آنکھ سے دیکھے۔ اس

وقت قلب پر تجلیات وارد ہوں گی یعنی ذات کا شہود، صفات کی صورت پر مشاہدہ کرے گا۔ اس کشف کو کشف صغریٰ اور کشف کونی کہتے ہیں۔

مکانۃ:

اس سے بلند مرتبہ مراد ہے۔ یہ تمام منزلوں سے عالی ہے۔
کبھی اس کا اطلاق اس مقام کی طرف ہوتا ہے جس کی طرف حضرت حق کا ارشاد ہے:
فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (القمر: ۵۵)
مقام قدس میں صاحب قدرت و اختیار بادشاہ کے پاس۔

مکر:

لغت میں اس کے معنی حیلہ و فریب کے ہیں لیکن اصطلاح میں حق کا بندوں کو باوجود ان کی نافرمانیوں کے نعمتیں ارزانی کرنا نیز باوجود بندوں کی بے ادبیوں کے ان کا حال برقرار رکھنا ہے۔

ملک:

عالم ناسوت و عالم شہادت مراد ہے۔

ملکوت:

عالم غیب مراد ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ملائکہ کا عالم ہے۔ ملک و ملکوت دونوں عالم شہادت خارج میں ہیں عالم غیب ان کے ماوراء ہے۔

ملحد:

حق کی راہ سے روگردانی کرنے والا فاسق اور بے دین مراد ہے۔
حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ملحد کی پانچ اقسام ہیں:

۱۔ **ملحد شریعت:** اس کا عمل واعتقاد شریعت کے خلاف ہو، خلاف شرع باتیں کرے۔

۲۔ **ملحد طریقت:** جو دنیاوی کاروبار میں مبتلا ہو کر حق سے غافل ہو جائے حالاں کہ بظاہر وہ اپنے آپ کو فقیر کہلاتا ہو۔

۳۔ **ملحد حقیقت:** جو اپنے معبود برحق کو چھوڑ کر دنیا والوں کی خوشامد و چاپلوسی کرتا ہو اور خود کو فقیر کہتا ہو۔

۴۔ **ملحد معرفت:** وہ اپنے کو عارف کہلاتا ہے اور غیر کو دیکھتا رہتا ہے۔

۵۔ **ملحد وحدت:** جو حق کو حی، علیم، قدیر، سمیع، کلیم، بصیر وغیرہ صفات کے ساتھ متصف جانتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے۔ پھر وہ یہ بھی تصور کرتا ہے کہ وہ کہاں ہے، آیا عرش کے اوپر یا لامکان میں عالم میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے۔ بعض صوفیہ صافیہ نے ملحد سے ایسا موحد مراد لیا ہے جو ذات باری میں بالکل فنا ہو جائے اور حق کی انا اس کی انا ہو جائے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام سے فرماتے ہیں:

اے عاشقاں اے عاشقاں من ملحد دیرینہ ام
وے صادقان وے صادقان من ملحد دیرینہ ام

ملامتی و ملامتیہ:

لغت میں شریعت محمدی ﷺ کے مخالف کو کہتے ہیں لیکن ارباب تصوف کی اصطلاح میں وہ فقراء ہیں جو ظاہر میں بدنام اور باطن میں ہوشیار و خوش نام ہیں۔ وہ اپنی عبادات اور نیکیوں کو کسی پر

ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اپنی برائیاں و عیوب افشاء کرتے ہیں تاکہ مخلوق خدا کے درمیان حقیر و بدنام ہوں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ ان کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وهم اعلیٰ الطائفة وتلامذهم ينقلبون فی اطوار الرجولية۔

یعنی وہ لوگ اعلیٰ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے تلامذہ اپنے خیالات و کیفیات اطوار رجولیۃ سے بدلتے رہتے ہیں۔

ملجاء:

لغوی معنی جائے پناہ اور اصطلاح میں دل کا اعتماد، حق پر حصول مراد کے لئے رکھنا ہے۔

ملاء:

عالم تشبیہ مراد ہے۔

ملاحت بے نہایت:

کمال الٰہی مراد ہے کہ کوئی شخص اس کی انتہاء کو پہنچتے ہی کلی طور پر مطمئن ہو جائے۔

ممتنع الوجود:

عدم سے مراد ہے۔

ممکن:

اصطلاح میں عالم ارواح سے عالم اجسام تک جو کچھ ہے وہ ممکن کہلاتا ہے۔

منجاء:

دل کی آفت سے چھٹکارہ پانے کو کہتے ہیں۔

منزل:

سالک کے قیام کی جگہ مراد ہے۔ چار منزلیں ہیں:

۱۔ناسوت ۲۔ملکوت ۳۔جبروت ۴۔لاہوت

جسم ناسوت کی منزل ہے جسے فنا کر کے سالک ملکوت کی منزل پر پہنچتا ہے جو مثالی جسم ہے۔ جسم مثالی کی فنا کے بعد سالک جبروت کی منزل پر پہنچتا ہے جو ارواح ہیں۔ اور اس کی فنائیت کے بعد منزل لاہوت پر پہنچتا ہے۔ لاہوت اعیان ثابتہ ہیں اسے منزل لاہوت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ داخلی مراتب میں ہے کہ احدیت، واحدیت، اور وحدت ہیں۔ اعیان مرتبہ واحدیت میں ثابت ہیں۔ یہ تینوں مراتب ذاتی تنزیہی داخلی ہیں اور بجائے ایک مرتبہ کے ہیں۔

بعض صوفیہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ منزل ناسوت وہ ہے کہ سالک غیر حق کو فراموش کرے۔ منزل ملکوت وہ ہے کہ یاد حق میں ہمیشہ قائم رہے اور منزل جبروت وہ ہے کہ سالک اپنی خودی کو فراموش کرے اور منزل لاہوت میں سالک کی نظر ہمیشہ خالق پر رہے۔

موحد:

اسے کہتے ہیں جو توحید حق اور وحدت میں مضبوط و ثابت قدم اور یکتا رہے۔ حق کی یگانگی کے علاوہ کسی اور کی طرف نظر بھی نہ ڈالتا ہو۔ ذات حق میں ایک ہو اور اپنی غیریت وخودی سے چھٹکارہ پاچکا ہو اور حق کی عینیت میں ڈوبا ہو۔ جو کام بھی کرے حق سے کرے ہر جگہ ذات کا مشاہدہ کرے اس نے اپنی چشم بصیرت و بصارت ایک کر دی ہو۔ موحد کی علامت یاد حق میں مکمل استغراق ہے۔

یہ مرتبہ میں عارف سے بڑا ہوتا ہے۔اس کی موت ایسی ہوتی ہے جیسے معشوق کی طرف خوشی خوشی جا کر مل جانا۔

موت:

اصطلاح موت سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کی خواہشات بالکل فنا کر دے۔ بھول کر بھی لذتوں، شہوتوں اور فطری ضرورتوں کی طرف میلان نہ کرے کیوں کہ یہ سب سفلی جہتیں ہیں کیوں کہ اگر ان کی طرف توجہ کرے گا تو نفس حیوانی قلب کو ان سفلی جہات کی طرف لگادے گا اور اگر نفس حیوانی کا مکمل طور پر قلع قمع ہو گیا تو قلب فطری و طبعی طور پر اپنے مرکز کی طرف جو عالم قدس اور حیات ذاتیہ کا نور ہے رجوع کرے گا اور جس کے لئے ابدی زندگی ہے۔اس حالت میں وہ کبھی مرے گا نہیں۔ افلاطون کا کہنا ہے بالارادۃ تحی بالطبیعۃ ارادہ سے مر جا تو طبیعت سے زندہ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ موت توبہ سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (البقرہ: ۵۴)

اپنے رب سے توبہ کرو پھر نفس کے ساتھ جنگ کرو۔

جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کفار سے جہاد فرمایا تو ارشاد فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔قالوا یا رسول اللہ ما لجهاد الاكبر قال: هو مخالفة النفس۔

ہم لوٹے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا نفس امارہ کی مخالفت۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

المجاھد من جاھد نفسہ۔

یعنی مجاہد وہ ہے جو نفس سے جہاد کرے۔

کفار و مشرکین سے جہاد میں تو آدمی ایک ہی بار مرتا ہے اور نفس کے جہاد میں ہر روز بلکہ ہر پل موت ہے۔ جب سالک ہوائے نفس سے مر گیا تو حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہو گیا جو ہدایت و معرفت ہے اور اس نے موت ابدی سے جو ضلالت و جہالت ہے رہائی پائی۔

ارشاد باری ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (الانعام: ۱۲۲)

وہ ضلالت و گمراہی اور جہالت کی موت کے ساتھ مردہ تھا ہم نے اس کو علم حیات و معرفت کے ساتھ زندہ کر دیا۔

حضرات صوفیہ اس موت کو موت جامع کہتے ہیں کیوں کہ یہ سب اموات کی جامع ہے۔

موت ابیض:

حضرات صوفیہ کے نزدیک اس سے بھوک مراد ہے کیوں کہ بھوک سے مؤمن کا باطن اور قلب روشن ہوتا ہے۔ جب سالک شکم کو ہمیشہ خالی رکھے گا تو وہ موت ابیض سے مر جائے گا۔ اس کا قلب منور ہو جائے گا اور اسے زندگی حاصل ہو جائے گی۔ جیس کا پیٹ بھرا رہتا ہے اس کی عقل و سمجھ کم ہو جاتی ہے۔ بھوک کو اس وجہ سے بھی موت ابیض کہتے ہیں کہ قوت مدرکہ کی نورانیت اور ادراک کی سرعت بھوک کے لوازم میں سے ہے۔

موت احمر:

نفس کی مخالفت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے عشق میں مکمل فنا ہو جانا ہے۔ یہ فنا فی الذات ہے کیوں کہ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں عشق حضرت حق کا نام ہے: العشق ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ۔

موت اختیاری:

سالک کا اپنے آپ کو فنا کرنا اور حق کو باقی رکھنا موت اختیاری ہے کہ

موتو اقبل ان تموتوا۔

مر جاؤ اس سے بیشتر کہ تم کو موت آئے۔

موت احضر:

اصطلاحاً گدڑی پہننے کو کہتے ہیں جس میں ایسے پیوند لگے ہوں جو قیمتی نہ ہوں جب سالک ایسے لباس پر قناعت کرے گا جس سے صرف ستر پوشی اور نماز صحیح ہو تو وہ موت احضر سے بہ سبب تباہ وسیاہ ہونے عیش ظاہری کے مر جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے جمال ذاتی کے نور سے منور ہو جانے پر قناعت کی جس سے وہ حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہو گیا۔

موت اسود:

اس سے مراد مخلوق کی ایذا رسانی پر تحمل و برداشت کرنا ہے کیونکہ جب سالک ایذائے خلق سے اپنے نفس میں کوئی حرج نہیں پاتا اور نفس اس تکلیف سے غمزدہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے نفرت پاتا ہے کیوں کہ وہ اسے محبوب کی جانب سے دیکھتا ہے تو وہ موت اسود سے مر جاتا ہے۔ یہی فنا فی الافعال

ہے۔ کیوں کہ سالک خلق کے افعال کو اپنے محبوب میں فانی دیکھتا ہے بلکہ کل مخلوق میں فانی دیکھتا ہے۔ یہی موت اسود ہے۔

موت اضطراری:

اس سے موت طبعی مراد ہے۔

موجود:

اس کے لغوی معنی وہ چیز جو بذاتہ قائم ہو اور کسی کی محتاج نہ ہو لیکن تصوف کی اصطلاح میں ذات حق تعالیٰ مراد ہے جو خود بخود موجود ہمیشہ سے قائم اور اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں۔ تمام چیزیں اسی سے موجود ہیں۔ موجود کی دو قسمیں ہیں ایک واجب الوجود (جس کا وجود اس کی ذات کے اعتبار سے ضروری ہے جیسے حضرت حق تعالیٰ، کہ بسیط محض ہے نہ جنس اور فصل سے مرکب)، دوسری ممکن الوجود (جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم جیسے مخلوق ہے)۔

مہر:

اس سے عشق پرسوز مراد ہے۔ مہر کے دو لغوی معانی ہیں ایک محبت جو عشق ہے، دوسرے آفتاب۔ عشق اپنی گرمی اور تابش میں آفتاب جیسا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے چوں کہ دنیا میں سورج سے زیادہ گرم کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اس کی مثال عشق سے دی جاسکتی ہے۔

مہم زلف:

اس سے کثرت کے راز معلوم کرناہیں۔

مہیمنون:

ان سے وہ فرشتے مراد ہیں جو جمال الٰہی کے مشاہدہ میں ایسے بے خبر ہیں کہ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا بھی کہ نہیں اور اسی بے خبری کی وجہ سے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم نہیں ہوا کیوں کہ انہیں نہ ماسویٰ اللہ کا ہوش ہے اور نہ کسی اور شے کی ان میں گنجائش ہے۔

مے:

اصطلاحاً وہ ذوق مراد ہے جو عالم باطن سے سالک کے دل پر وارد ہو کر اس کے ذوق و شوق و طلب کو تیز کر دے۔

مے بیرنگ وبوے:

تجلی ذاتی مراد ہے جو صفات کی بو، رنگ اور افعال سے مکمل طور پر خالی ہو مراد ہے۔

مئ دہ کہ دارد نہ رنگے نہ بوے

پیاؤ سدا اور رہو نت سنبھالے

یعنی ہمیشہ ایسی شراب معرفت پلاؤ جس میں نہ کوئی رنگ ہو نہ بو اور سدا سنبھالے رہو (یعنی جادۂ استقامت سے ہٹ نہ پائے)۔

میخانہ:

عالم لاہوت مراد ہے اور بعض کے نزدیک ناسوت الطف جس میں تمام عالم یک رنگ ہو گئے مراد ہے۔

میدان:

اس سے شہود کا مقام اور عالم اطلاق مراد ہیں۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ:

کون اس راہ میں قدم رکھے　　　یہ تو میدان نامرادی ہے

عالم اطلاق وہ عالم ہے جہاں استغناء محض ہے اور کوئی مراد نہیں ہے۔

اس کی بے الفتی و استغنا　　　ساز و سامان نامرادی ہے

میزان:

اس سے وہ چیز مراد ہے جس کے ذریعہ سے انسان صائب ارادے اور اچھے اعمال برے افعال کے مقابلے پہچانتا ہے اسی سے عدل و انصاف ہے جو حقیقی وحدت کا پرتو و سایہ ہے۔ علم شریعت و طریقت اس میں شامل ہیں۔ اہل ظاہر کا میزان شریعت اور اہل باطن کا وہ عقل ہے جو نور قدسی سے منور و تاباں ہے۔ اہل خاصہ کا میزان علم طریقت ہے نیز خاص الخاص کا میزان عدل الٰہی ہے۔

میکدہ:

عارف کامل کے باطن کو کہتے ہیں جس میں ذوق و شوق اور معارف الٰہی کی کثرت ہوتی ہے اور بعض اس سے حسن ظاہری بھی مراد لیتے ہیں۔

شاید کہ دریں میکدہ ہادریابیم　　　آں یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

جس محبوب کو ہم نے صومعہ میں اپنے ہاتھوں سے کھو دیا ہے ممکن ہے اسے میکدہ میں پالیں۔

میل:

شعور و آگہی کے ساتھ اپنی اصل کی طرف رجوع کرنا نہ کہ جمادات و نباتات کے طبعی رجوع کی طرح جو اپنی اصل کی طرف بے اختیار مائل ہیں۔

ن

ناز:

لغت میں صنوبر و سرو کا درخت اور نورستہ پودا مراد ہے مگر اصطلاح میں معشوق حقیقی کی صفت مراد ہے جو عاشق پر ظاہری و پوشیدہ تجلی فرماتا ہے اور اس کی بشریت اور مجازی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔

ناسوت:

عالم شہادت جو جمال کا مقام و محل ہے مراد ہے۔

یکے منزل کہ آں ناسوت نام است　　　　پر از اوصافِ حیوانی تمام است

ایک منزل ہے جس کا نام ناسوت ہے، جو کہ اوصافِ حیوانی سے پُر ہے۔

ناقوس:

وہ تنبیہ مراد ہے جو توبہ اور انابت کی طرف لائے اور وہ جذبہ بھی جو حق سے خبر دار کرے۔ اور نفس سے چھٹکارہ دے اطاعت کی طرف لائے اور خواب غفلت سے بیدار کرے دنیا (آفاق) میں جو ظاہری ناقوس یعنی سنکھ ہے جو ہنود میں رائج ہے۔ باطنی ناقوس صور اسرافیل ہے۔ انفس میں ناقوسِ شریعت اذان، ناقوسِ طریقت سماع، ناقوسِ حقیقت نغمۂ الست اور ناقوسِ معرفت صوت سرمدی ہے جسے صدائے جرس بھی کہتے ہیں۔

نالہ:

اس سے عاشق کی وہ مناجات مراد ہے جو معشوق کی طرف ہو اور بعض نے عاشق کی دعا بھی مراد لی ہے۔

نالہ زار:

محبت کی طلب کو کہتے ہیں۔

نالہ زیر:

محبوب کے اس لطف و کرم کو کہتے ہیں جو عاشق پر ہو۔

نامرادی:

یہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سالک کو کوئی رادہ و خواہش نہ رہے اس کا ارادہ و مرضی عین حق کی مرضی ہو جائیں یعنی بشریت سے بالکل ختم ہو جائے وہ اپنے کو عین حق جانے اور ہویت حقہ میں اس طرح گم ہو جائے کہ اپنی یافت کے علم کو بھی بھول جائے۔

نامرادی کی بھی طلب نہ رہے　　　یہی پایانِ نامرادی ہے

ناموس:

یہ غیریت اور اس کے مقام کے ضمن میں آتا ہے۔ اس سے عفت و عصمت، تدبیر و سیاست بھی مراد ہے۔ قاعدہ اور شریعت کے دستور کے واسطہ بھی استعمال ہوتا ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے شریعت کا اجراء متعلق ہے اس لئے ان کو بھی ناموس کہتے ہیں۔ اس کی جمع نوامیس ہے۔ فرشتوں کو نوامیس الہیہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اس کے ایک معنی راز کے بھی ہیں

اسی لئے حضرت جبرئیل کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔ عورت اس وجہ سے ناموس الٰہی کہی گئی کہ وہ تخلیق انسانی کا محل و مقام ٹھہری۔

نبوۃ:

اس سے مراد انسانوں و جنوں کو حقائق الٰہیہ سے باخبر کرنا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

نبوۃ التعریف: اس سے معرفت وصفات و اسماء حق سے باخبر کرنا مراد ہے۔

نبوۃ التشریع: اس سے مراد ہے کہ نبوۃ التعریف کے ساتھ احکام الٰہی کی تبلیغ، اخلاق و کردار اور حکمت کی تعلیم بھی ہو۔ یہ صرف رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرات صوفیہ کا مشہور قول ہے جس سے بہت سے علمائے ظاہر نے غلط نتیجہ نکالا حالاں کہ ان کا قول اپنی جگہ بالکل درست اور باوزن ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) اس سے مراد رسول کی ولایت ہے نہ کہ کسی ولی کی ولایت۔ ولایت سے مراد حق سے نزدیکی و قرب ہیں اور نبوت سے مخلوق سے نزدیکی یعنی نبی کی دو حیثیتیں ہیں ایک حق سے لینا، دوسری حق کو پہنچانا۔ ولی کی ایک حیثیت ہے کہ حق سے اکتساب کرتا ہے۔ نبوت اس وجہ سے منقطع ہوئی کہ دنیا سے متعلق ہے اور خلق کی صفات میں ہے ولات اس وجہ سے منقطع نہ ہوئی کہ وہ حق کی صفات میں سے ہے اس اعتبار سے ولایت افضل ہوئی۔

نجباء:

یہ نجیب کی جمع ہے، یعنی بزرگ لوگ۔ اصطلاح میں یہ چالیس اولیاء اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے معاملات کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا اور ان کو متصرف بنایا ہے۔

نخست:

اس سے روز اول مراد ہے۔

نرگس:

اس سے عارف کی آنکھ مراد ہے جو حیرت محمودہ سے سرفراز ہو۔

نضح:

اعمال کا ہر قسم کے فساد سے پاک و صاف ہونا۔

نظر:

لغت میں نگاہ و فکر کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں سالک کا حق کو صفات کے حجاب کے ساتھ دیکھنا کہ حق کی ذات کا ظہور صفات کی شکل میں ہوا۔ ورنہ بغیر حجاب کے صفات ذات دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اگرچہ دیکھنے کی کیفیت میں فرق ضرور ہے۔

نظر بر قدم:

یعنی پیروں پر نظر رہنا تاکہ دل پراگندگی سے محفوظ رکھے اور جس جگہ نظر نہ ڈالنا چاہیں نہ پڑے۔ اس سے عارف کی سیر کی طرف بھی اشارہ ہے اس لئے کہ وہ ہستی کی مسافتوں کو طے کرتا ہے۔

نغمہ:

اس سے مراد صوت سرمدی ہے۔

نفس:

اس کی جمع انفاس ہے۔ نفس سے مراد سانس ہے اس کو اصطلاح میں حرکت اور تجلی ذاتی بھی کہتے ہیں۔ نون کے زبر اور ف کے سکون (جزم) کے ساتھ اس کے معنی روح، کسی چیز کی حقیقت، ہستی اور ہر چیز کے عین کو کہتے ہیں۔ یہ نفس جو روح کے معنی میں ہے ایک بخاری لطیف ہے جس میں زندگی کی حرکت و طاقت ہے۔ حکماء اسے روح حیوانی کا نام دیتے ہیں یہ قلب اور جسم کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

اس کی چار اقسام ہیں:

نفس امارہ: جس کا میلان جسمانی طبیعت کی طرف ہے، وہ شہوتوں و لذتوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور قلب کو سفلی سمتوں کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ برائیوں، اخلاق ذمیمہ اور برے افعال کا مرکز و سرچشمہ ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (یوسف:۵۳)

بے شک نفس برائیوں کا امر کرتا ہے۔

نفس لوامہ: یہ نفس کسی گناہ اور غلطی کے ارتکاب پر اپنے کو بہت ملامت کرتا ہے کیوں کہ اس میں ہدایت کا نور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس غلطی و گناہ سے شرمندہ کرکے توبہ کراتا ہے۔ یہ نفس قلب کے ساتھ متعلق ہے۔ عبادت، تقویٰ و پرہیز گاری، ذکر و فکر، مراقبہ اور جہاد فی سبیل اللہ نیز روزہ نماز اور نیک اعمال وغیرہ اس کی صفات ہیں۔

حضرت حق تعالیٰ نے اس کو اپنی قسم کے ساتھ یاد فرمایا:

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیمة:۲)

ملامت کرنے والے نفس کی قسم۔

نفس مطمئنہ: یہ قلب کے نور سے منور اور صفات ذمیمہ سے پاک وصاف اور اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ صفات سے متصف اور قرب الٰہی میں فائز المرام ہوتا ہے۔ یہ نفس قلب سلیم سے متعلق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف ہنسی خوشی اس طرح لوٹ چل کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی، میرے مخصوص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

نفس ملہمہ: یہ تمام نفوس سے الگ اور سب سے افضل ہے۔ یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہے۔ نیک اعمال، عبد معبود کا علم، حکمت و دانائی، قربت اور محبت وغیرہ اس کی صفات ہیں۔ یہ نفس شہید کے قلب کے ساتھ متعلق ہے۔ قلب مضغہ میں بہت سے پردے ہیں ہر پردہ میں سر الٰہی ہے پہلا سیاہ پردہ ہے جس کی پشت پر قلم قدرت سے لا لکھا ہوا ہے، اس سے فانی لذتوں و شہوات کے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ سالک کو ان پر عمل نہ کرنا چاہیئے کیوں کہ اس سے پردہ کی سیاہی بڑھتی ہے اور تمام مضغہ کو کالا کر دیتی ہے۔ اس منزل کو ناسوت بھی کہتے ہیں یہ نفس امارہ سے متعلق ہے۔ دوسرا پردہ صندلی رنگ کا ہے جس کی پشت پر الہ لکھا ہے اس کو منزل ملکوت کہتے ہیں۔ یہ نفس لوامہ سے متعلق ہے۔ تیسرا پردہ سفید ہے اس کی پشت پر الا اللہ لکھا ہے اس کو منزل جبروت کہتے ہیں۔ یہ نفس مطمئنہ سے متعلق ہے۔ اس کے بعد ایک بے رنگ پردہ ہے جس کا رنگ پہچانا نہیں جاتا اس کی پشت پر ھو لکھا ہوا ہے۔ اس کو منزل لاہوت کہتے ہیں۔ یہ نفس ملہمہ سے متعلق ہے۔

نفس الامر:

صور علمیہ اور اعیان ثابتہ مراد ہیں۔

نفس رحمانی:

اس سے اضافی وجود مراد ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے واحد اور صور معانی کے اعتبار سے کثیر ہے۔ نفس رحمانی ان تمام اسماء کو جو اسم رحمن کے تحت ہیں راحت و آرام پہنچاتا ہے وجود ان کے لئے آرام و راحت ہے کیونکہ وہ عدم ظہور کی وجہ سے معدوم تھے اور یہ عدم ان کے لئے تکلیف کا باعث تھا۔

نفس قدسیہ:

وہ نفس ہے جس کو حضرت حق کی جانب سے یقین کی حد تک یہ ملکہ حاصل ہو گیا ہو کہ وہ جس وقت جو کچھ چاہے حاضر کر لے۔

نفس کل:

اس سے لوح محفوظ مراد ہے۔

نفس ناطقہ:

روح انسانی مراد ہے اور یہی: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الاسرا:۸۵) (کہہ دیجئے کہ روح امر ربی ہے) سے مراد ہے۔ یہ قلب اور روح القدس کے درمیان برزخ ہے۔ روح انسانی اس کی سواری ہے قلب جب مصفی و پاک ہو جاتا ہے تو وہ بھی روح کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسی بنا پر بعض صوفیہ نے قلب کو بھی نفس ناطقہ کہا ہے۔

نقباء:

نقیب کی جمع ہے یہ تعداد میں تین سو اولیاء اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے باطنی احوال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔ یہ لوگ حضرت حق کے اسم باطن سے متحقق ہیں۔ یہ انسانوں کے باطن سے آگاہ ہوتے ہیں اسی بنا پر کبھی کبھی خاص حکمت سے پوشیدہ باتوں اور امور کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔

نقطہ:

مرتبہ سلب صفات اور ذات بحت مراد ہے نیز نقطہ ذات بھی کیوں کہ بسم اللہ کے باء کے نقطہ سے ذات مراد ہے۔

نقطۂ خال:

اس سے وحدت حقیقی کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ نقطہ خال سیاہی کی وجہ سے نقطہ دل کے ساتھ جو شعور و ظہور اور ادراک کے اخفا کا مقام ہے مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ بے شعوری اور عدم ظہور ادراکِ ظلمت کے اثر سے ہوتا ہے جیسا کہ تجلی ظہور کی تعبیر نور سے ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے خال سے مراد نقطۂ روحِ انسانی ہے۔

نقطۂ شک:

عالم فانی اجسام اور بعض کے نزدیک وہم غیریت کو کہتے ہیں۔ اکثر نے مرتبہ وحدت میں اجمال تشبیہی مراد لیا ہے۔ یہی کمال کا نقطہ ہے کیوں کہ اسی کی وجہ سے حضرت حق تعالیٰ کو استغناء غیب الغیب کے مرتبہ سے تشبیہ کی سمت توجہ ہوتی ہے۔

نقل:

اسرار و معانی کا کشف مراد ہے۔

نکتہ:

لغت میں باریکی، پاکیزہ شخص اور پوشیدہ کو کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں یہ عبد و معبود کے درمیان ایک راز ہے جو آناًفاناً بندہ کو پیام پہنچاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے خواطر مراد ہیں۔

نگارہ:

معشوق اور بعض کے نزدیک ذات حق مع صفات مراد ہے۔

نگاہ داشت:

اس سے خواطر کا مراقبہ ہے جیسے ایک ہی سانس میں چند مرتبہ کلمہ طیبہ بلا غیر کے خیال کے کہے۔ علاوہ ازیں اپنے نفس کو برائیوں سے بچانا بھی نگاہ داشت کہلاتا ہے۔

نما:

اس سے عشرت پانا مراد ہے جس سے بڑھ کر کوئی عیش سالک کے لئے نہیں۔

نمط:

اس سے حضوری اور مشاہدہ کا مقام مراد ہے۔

نماز:

اس سے حضرتِ حق کی جانب باطنی توجہ اور ماسوی اللہ سے مکمل اعراض وروگردانی ہے۔

روئے دل شویم زآبِ توبہ باز

باوضوءِ خونِ دل سازم نماز

میں دل کے چہرہ کو توبہ کے پانی سے دھو کر خون دل سے وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ **نماز عام:** یہ کہ مقررہ اوقات میں فرض، سنت وواجب یا نفل نمازیں ادا کرے۔

۲۔ **نماز خاص:** یہ کہ حضور قلب کے ساتھ تمام نفسانی خطرات دور کر کے نماز پڑھے۔

۳۔ **نماز خاص الخاص:** ماسوی اللہ کو اپنے اوپر حرام کرے، دنیا سے وضو کرے، آخرت سے غسل کرے، نفس کو قربان کرے، دریائے فنا میں غوطہ لگا دے اور اپنے وجود کو ترک کر دے۔

نمازِ عاشقاں ترکِ وجود ست

نمازِ زاہداں سجدہ سجود ست

قیام وقعدہ وتکبیر ونیت

ہمہ محواست در عین معیت

عاشقوں کی نماز اپنے وجود کی نفی وترک ہے جب کہ زاہدوں کی نماز سجدہ وسجود ہے۔ نمازی کا قیام قعدہ، تکبیر اور نیت سب معیت کے عین میں محو وگم ہیں۔ میں مست خرابات ایسی نماز پڑھتا ہوں جس میں نہ قیام ہے نہ رکوع نہ سجود۔

نوال:

حضرت حق اپنی عنایت سے مقربین کو رضا وتسلیم جیسے مقامات عطا کرتا ہے اور کبھی اس لفظ کا اطلاق مبدأ فیاض سے وارد ہونے والے اس فیض پر کیا جاتا ہے جو سالک کے قلب پر ہوتا ہے۔ اس

سے وہ فیض رحمانی مراد ہے جو تمام مخلوق کے شریک حال ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے **عم نوالہ** (اس کی بخشش عام ہوئی)۔

نوالہ:

اس سے وہ خاص خلعت مراد ہے جو افراد کے لئے ہے۔ کبھی کبھی مطلق خلع کو بھی کہتے ہیں۔

نور:

وہ وجود مراد ہے جو تمام شکلوں اور کائنات میں جاری و ساری ہے۔ ذات باری اور اس کے سایہ کو بھی نور سے تعبیر کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور:۳۵)

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

نور سے وحدت بھی مراد لی جاتی ہے جس میں حق اپنے واسطے ظاہر ہے اور غیر کے لئے مظہر ہے۔

اسی بنا پر بعض صوفیہ کا قول ہے:

النور ھو الظاھر لنفسہ و المظھر لغیرہ۔

نور اپنے لئے ظاہر ہے اور اپنے غیر کے لئے مظہر ہے۔

نور الانوار:

اس سے ذات واجب مراد ہے۔

نوروز:

مقام تفرقہ مراد ہے یعنی ذات کا ذرہ ذرہ میں مشاہدہ کرنا اور فرق مراتب رکھنا۔

نون والقلم:

نون سے علم اجمالی مرتبہ وحدیت یعنی حقیقت محمدیہ ﷺ اور قلم سے علم تفصیلی مرتبہ واحدیت مراد ہے۔نون والقلم سے عالم دنیا بھی مراد لیا جاتا ہے۔

نیاز:

لغت میں ضرورت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عاشق کی ایک صفت ہے جس سے وہ معشوق کو اپنے اوپر اور اس کی ہر بات کو اپنی ہر بات پر ترجیح دیتا ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول گرامی ہے:"اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اپنی قرابت ور شتہ داری سے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کو زیادہ دوست وعزیز رکھتا ہوں۔"

نے:

اس سے مراد ذاتِ نبوی ﷺ ہے جس طرح نے کی آواز در حقیقت نائی کی آواز ہے اسی طرح آپ ﷺ کے تمام اقوال وافعال وحرکات وسکنات حضرت حق کی جانب سے تھے نہ کہ آپ ﷺ کی ذات اطہر سے۔انسان کامل اسی سے مراد ہے۔

نیست ہست نما:

ممکنات اور مخلوقات مراد ہیں جو فی نفسہ نیست ونابود ہیں لیکن جو ہستی دکھائی دے رہی ہے وہ ان مخلوقات کی ہستی نہیں بلکہ حضرت حق کی ہستی ہے۔یہ ممکنات ومخلوقات عاریتی وجود سے ظاہر ہیں اس لئے کہ تمام مخلوقات کی علمی صورتیں وہمی وخیالی ہیں اور حقانی وجود ان وہمی وخیالی قالبوں کے ساتھ ظاہر ہے اسی لئے وہ سب وجود مطلق میں مل جائیں گے جیسے موجیں سمندر میں:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن:٢٧)

ہر شی مٹنے والی ہے صرف آپ ﷺ کے ربّ کی وجہ باقی رہے گی جو بزرگی و بخشش والا ہے۔

یعنی وجود حقیقی ابد الاباد تک باقی رہے گا۔

حضرات صوفیہ کا قول ہے:

الاعیان ماشمت رائحۃالوجود۔

اعیان نے ابھی وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔

نَیل:

اس سے کوشش و طلب کے ساتھ حضرت حق کی دوستی مراد ہے۔

نیم مستی:

اس سے استغراق و محویت میں آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا مراد ہے۔

و

واجب:

اسے کہتے ہیں جو اپنی بقا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

واجب الوجود:

وہ ذات جو خود بخود موجود ہے اس کا وجود عین ذات، قدیم اور باقی ہے۔

واحد:

اسماو صفات کے اعتبار سے ذات کا اسم ہے، احدیت، وحدت، واحدیت (مراتب ثلثہ) پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

واحد الوجود:

تینوں داخلی مراتب کا مجموعہ مراد ہے اس کو عارف الوجود اور شاہد الوجود بھی کہتے ہیں۔

واحدیت:

اسماء وصفات کی تفصیل کے اتھ ذات کا مرتبہ ہے۔ اس میں اعیان ثابتہ ظاہر ہیں یہی واحدیت تمام کثرت کی اصل ہے۔

وادی ایمن:

مقام شہود مراد ہے۔

وارد:

اس سے وہ پوشیدہ وغیبی معانی مراد ہیں جو سالک کے دل پر کسب کے وارد ہوں۔

واسطہ:

اس سے مرشد بر حق کی برزخ مراد ہے جس پر ذکر و فکر کے وقت مرید کی نظر رہتی ہے۔

واسطۃ الفیض اور واسطۃ المدد:

اس سے انسان کامل مراد ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ و واسطہ ہے۔ خصوصاً رسول اکرم ﷺ کا وجود مبارک۔ **لولاک لما خلقت الافلاک۔** (اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا)۔

واصل:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی خودی سے چھوٹ کر خدا سے مل جائے وہ تخلقوا باخلاق اللہ سے آراستہ و پیراستہ اور بے نام و نشاں و بے سر و پا نیستی کے سمندر میں اس طرح غوطے لگائے جیسے قطرہ دریا میں مل کر بے نام و نشان ہو جاتا ہے۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ:

کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے ترابؔ
بندہ جب چھوٹے خودی سے تو خدائی نقد ہے

وتر:

اس سے ذات بحت تمام اعتبارات کے ساقط ہونے سے مراد ہے اس لئے کہ نہ احدیت کی نسبت کسی چیز کی طرف ہے اور نہ کسی چیز کی اس کی طرف۔ کیوں کہ شفع کے بر خلاف جس کے اعتبار کے لئے اعیان ثابتہ اور حقائق اسماء مقرر ہوئے ہیں، اس میں کسی چیز کا اعتبار نہیں۔

وثقیٰ:

عوام کے لئے اس سے طاعات مراد ہیں اور خواص کے واسطے محبت الٰہی جو ان کو وجود کی ظلمتوں سے فانی اور انور و اخلاق الٰہی کے ساتھ باقی کرتے ہیں۔

وجد:

فیض الٰہی سے لذت و سرور حاصل کرنا مراد ہے۔

وجدان:

اس سے ذات حق کو ہر جگہ اور ہر شے میں پانا اور اس میں محو اور گم ہو جانا اور اس سے لذت لینا مطلوب ہے۔

وجوب:

احدیت، ذات بحت، اور ہستی مطلق مراد ہے جو مرتبہ سلب صفات ہے۔ وجود کی تین اقسام ہیں:

۱۔ واجب الوجود: ۲۔ ممکن الوجود ۳۔ ممتنع الوجود

مراتب وجود کی تفصیلات کے لئے جد محترم حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ کی محققانہ وعارفانہ تصنیف "مناظر الشہود فی مراتب الوجود" ملاحظہ فرمائیں۔

وجود اکبر:

وجود اور وحدت جمالی کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک احدیت مراد ہے۔

وجود عام:

مخلوق کا وجود اور ذات حق کی نسبت واضافت بھی مراد ہے۔

وجہ:

لغت میں ذات، حقیقت، چہرہ اور طور طریق مراد ہیں لیکن اصطلاح میں واجب الوجود حقیقی کی ذات ہے کلام پاک میں ارشاد ہے:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (البقرہ: ۱۱۵)

تم جدھر رخ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔

باش ایمن از ہمہ فارغ نشیں　　　جامہ بر کن ثم وجہ اللہ بیں

ہر ایک سے فارغ ہو کر جامہ ہستی کو پارہ پارہ کر دو پھر وجہ اللہ کا مشاہدہ کرو۔

وجہ جمیع العابدین:

اس اسے حضرت الوہیت مراد ہے۔

وجہ الحق:

وجہ الشیءذات الشیءاور وجہ الحق سے مراد ذات حق ہے جو ہر چیز کی ذات ہے۔

وجہ العنایۃ:

اس سے جذب و سلوک مراد ہے۔ یہ دونوں وجہیں ہدایت کی ہیں۔

وحدت:

حب ذاتی، حقیقت محمدی ﷺ، برزخ کبریٰ اور ذات مع علم اجمالی مراد ہیں۔

وحدت کی پانچ قسمیں ہیں:

ا۔ وحدت شخصی جیسے خالد بکر وزید۔

۲۔ وحدت نوعی جیسے انسان بہ نسبت زید و بکر و خالد کے

۳۔ وحدت جنسی جیسے جوہر بہ نسبت موجودات کی قسموں کے

۴۔ وحدت ارادی جیسے مومن انبیاء ورسول کے تبلیغ احکام پر حضرت حق کو واحد جانتا ہے۔

۵۔ وحدت حقیقی جو تعین اول ہے۔

وراء اللبس:

اس سے مرتبہ احدیت میں ذات باری مراد ہے کیوں کہ مرتبہ وحدت میں حق وحدت کے لباس میں ہوتا ہے اس کے بعد اسماء و حقائق اعیان کے معانی کے لباس میں پھر روحانی صورتوں، مثالی صورتوں اور آخر میں حسی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے۔

وراء الوراء:

ذات بحت اور احدیت کو کہتے ہیں۔

کلام پاک میں ہے:

وَاللّٰہُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ (البروج: ۲۰)

اللہ نے ان کو گرد سے گھیر رکھا ہے۔

الوصف الذی للحق:

اس سے احدیت الجمع، وجوب ذاتی اور غنی عن العالمین (تمام عالم سے مستغنی و بے پروا) مراد ہے۔

الوصف الذی للخلق:

امکان ذاتی اور فقر ذاتی مراد ہے۔

وصال:

دوئی کا خیال دل سے دور کر کے ذات میں محو ہو جانا مراد ہے۔

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس
تو درو گم شو وصال اینست و بس

تم ہو ہی نہیں اصل کمال تو بس یہی ہے اپنے کو بالکل مٹا کر اس کی ذات میں گم ہو جاؤ بس یہی وصال ہے۔

وصل:

اس سے وحدت حقیقی مراد ہے جو ظہور و بطون کے درمیان وصل و ربط پیدا کرتی ہے۔ محبت کے ساتھ رحمت کی سبقت بھی مراد لی جاتی ہے بعض کا قول ہے کہ وجود حق کے انوار و تجلیات کی وجہ سے سالک کا اپنی خودی کو یکسر فراموش کر دینا ماسوی اللہ سے اپنے کو بالکل منقطع کر لینا اور بے رنگی محض اور اطلاق صرف میں منہمک اور فنا ہو جانا مراد ہے۔

وصلت:

اس عاشق کی صفت کو کہتے ہیں جو معشوق کے وصال کی خواہش رکھتا ہو۔

وصل الفصل:

اس سے کثرت میں وحدت کا ظہور ہے یعنی جمع الفرق اس لئے کہ وحدت اپنی کثرت میں اور متفرقات کے لئے جامع اور واصل ہے۔ اسی طرح فصل الوصل کا مطلب وحدت میں کثرت کا ظہور ہے۔

وصل الوصل:

اس سے جانے کے بعد واپسی اور نزول کے بعد عروج مراد ہے اس واسطہ کہ ہر ایک نے اعلی مراتب سے ادنٰی مراتب کی طرف نزول کیا ہے۔ اعلی مراتب سے وصل مطلق اور ادنی مراتب سے مختلف و متضاد عناصر کے عالم مراد ہیں۔

وفا:

توفیق ازلی مراد ہے۔

وفا بالعہد:

اس سے وہ عہد مراد ہے جو ازل میں **الست بربکم** (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سے واقع ہوا اس سے عوام کے لئے احکام کا بجالانا اور نواہی سے بچنا، خواص کے لئے صدق نیت اور سلوک میں اللہ کی طرف بغیر کسی لالچ اور حرص و غرض کے نسبت کی صحت مراد ہے۔ اخص الخواص کے لئے عبودیت ہے۔ اس سے مراد نفس کو اپنے رب کی جمع و فرق دونوں مقامات میں عبادت میں حاضر کرنا ہے۔ علاوہ ازیں ہر وقت غیر محبوب سے نگاہیں بند رکھنا، ہر کمی اور نقص کو اپنی جانب اور ہر کمال و فضل کو اس کی جانب سے سمجھنا ہے۔

ورقاء:

نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو لوح محفوظ ہے۔

وقت:

سالک جس میں ہو، اسے وقت کہتے ہیں اگر دنیا میں ہو تو دنیا اس کا وقت ہے۔ عقبیٰ میں ہو تو عقبیٰ اس کا وقت اگر وہ حق کے پاس حاضر ہے تو وقت اس کا حاضر، غائب ہے تو وقت اس کا غائب۔

حدیث شریف میں ہے:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔

میرا اللہ تعالیٰ کے ہمراہ ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

پیر ہرات حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے عزیز ماضی تو گزر گیا پھر آئے گا نہیں۔ مستقبل پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے وقت کو غنیمت جانو کہ اس کا قیام نہیں۔ صوفی کو ہمیشہ وقت کا تابع رہنا چاہیئے۔ الصوفی ابن الوقت جس صوفی کا وقت تابع ہو اسے ابو الوقت کہتے ہیں یہ کمال صرف کامل و مکمل کو ہی حاصل ہے۔ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

جو بھی اچھا وقت میسر آجائے غنیمت جانو کسی کو نہیں معلوم کہ انجام کار کیا ہو گا۔

وقوف زمانی:

اوقات کا محاسبہ جو زمانہ اچھائی میں گزرا اس پر شکر اور جو برائی میں گزرا اس پر توبہ و استغفار کرے۔ علاوہ ازیں اولیاء اللہ کے مراتب کا لحاظ رکھنے کو بھی وقوف زمانی کہتے ہیں۔

وقوف صادق:

حق کے ساتھ سالک کا قیام اور وقوف مراد ہے۔

وقوف عددی:

ذکر قلبی کی تعداد کی رعایت مراد ہے۔

وقوف قلبی:

جناب باری تعالیٰ کے ساتھ بیداری، حضوری قلب اس طرح ہو کہ قلب کو اس کے علاوہ کسی کی غرض ہی نہ ہو۔

ولایت:

حضرت حق سے قربت حاصل کرنا اپنی خودی فنا کرنا اور قرب و تمکین کے مقام پر فائز المرام ہو جانا مراد ہے۔

ولی:

جو ذات حق میں فانی اور بقائے حق سے باقی ہو، اسے حق کے سوا کسی سے کام نہ ہو اور نہ وہ اس کے علاوہ کسی کو دیکھے۔ اگر یہ حال ہو جاتا ہے تو حق اس کا متولی بن جاتا ہے، اسے گناہوں سے محفوظ رکھتا اور کمال کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔

کلام مجید میں ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (الاعراف:١٩٦)

ترجمہ: وہی صالحین کا متولی ہے۔

ولی کی اقسام بہت سی ہیں بعض ایسے ہیں کہ حق کی نظر میں اس کے ولی ہیں مگر مخلوق اسے ولی نہیں جانتی بلکہ وہ خود بھی اپنے کو ولی نہیں جانتا۔ بعض وہ ہیں جو حق کی نظر میں ولی ہیں انہیں خود بھی اس کا ادراک ہے مگر مخلوق نہیں جانتی کہ وہ ولی ہیں، نیز بعض وہ ہیں جو حق خلق اور اپنے علم میں ولی ہیں یہ سب اصل میں ولی ہیں۔ اس طرح کچھ ایسے ہیں جو خلق کی اور اپنی نگاہ میں ولی ہیں مگر حق کے نزدیک نہیں اور ایسے بھی ہیں جو صرف اپنے کو ولی سمجھتے ہیں لیکن نہ خلق کے نزدیک ہیں اور نہ حق کے نزدیک۔ یہ جھوٹے ہیں ان کو ولایت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

ولی کو جز ولی ہر گز نہیں پہچانتا کوئی

جو بندے خاص ہیں حق کے وہ دنیا سے نرالے ہیں

ہ

ہاء:

یہ ظہور وجود کے مطابق ذات کا اعتبار ہے بعض کے نزدیک بطون اور غیب ہویت کے اعتبار سے ہے۔

ہباء:

وہ مواد کا مادہ مراد ہے جس میں حضرت حق نے عالم کی صورتوں کو مفتوح فرمایا اس کو اعتقاء اور ہیولی بھی کہتے ہیں۔ یہ دو قسم پر ہے۔ ایک روحانی جسے روح اعظم، ابو الارواح اور روح قدسی کہتے ہیں، اسی کو روح محمدی ﷺ سے بھی تعبیر کرتے ہیں جس سے تمام ارواح ظہور میں آئیں۔ دوسرا ہیولی جسمانی جس کو مادۃ المواد کہتے ہیں تمام جسموں کا مادہ ہے۔

ہجر:

اس سے حق کے مشاہدے سے حجاب و دوسرے موانع خلقیہ خواہ وہ لطیف ہوں یا کثیف کی وجہ سے محروم رہنا مراد ہے۔

ہدیہ:

عالم ظہور میں اعیان کی استعدادات جو ان کے اچھے و برے اعمال کے موافق کھلے ہیں ان کا نام ہدیہ ہے کیوں کہ جس طرح ابتدا میں حضرت حق نے ان اعیان کی استعدادات ملاحظہ فرما کر ایک کا اندازہ مقدر فرما دیا تھا اسی طرح آخر میں بھی ان اعیان کی تفصیلی استعدادات پیش ہوں گی۔ اسی کو سر القدر بھی کہا جاتا ہے۔

ہست نیست:

یہ موجود حقیقی اور وجود مطلق سے عبارت ہے کہ ہمیشہ موجود ہے مگر منزہ ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے کہ بغیر اسماوصفات کے حجابات کے ذات بحت کا دیکھنا محال ونا ممکن ہے۔ اس لئے کہ ذات مطلق و منزہ ہے نظر کی قید میں کیسے آسکتی ہے۔ وجود حق کو سوائے حق کوئی نہیں دیکھ سکتا اسی وجہ سے بعض اکابر کا قول ہے تا او نشوی او را نہ شناسی جب تک تم وہ نہ ہو جاؤ اس کو نہیں پہچان سکتے۔

چوں روح در نظارہ فنا گشت ایں بگفت
نظارۂ جمالِ خدا جز خدا نہ کرد

روح جوں ہی نظارہ میں فنا ہوئی تو یہ کہہ اٹھی کہ جمال الٰہی کا نظارہ سوا خدا کے کسی نے بھی نہ کیا۔

ہستی:

حق کا وجود اور بقا مراد ہے۔

ہفت منزل:

وہ سات وادیاں مراد ہیں جنہیں حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منطق الطیر میں بیان فرمایا ہے:

۱۔طلب ۲۔عشق ۳۔معرفت ۴۔استغناء ۵۔توحید
۶۔حیرت ۷۔فقر و غنا

ہمت:

قلب کا تمام روحانی قویٰ کے ساتھ حق کی طرف متوجہ ہونا اور بغیر حق کی یافت کے کسی چیز سے راضی نہ ہونا، کسی چیز سے نہ ڈرنا اور بیباک ہونا مراد ہے۔

ہما از اوست:

اصطلاح میں اسے توحید افعالی کہتے ہیں کیوں کہ افعال سے بھی توحید اور ذات کی یگانگی ثابت ہوتی ہے اور وہ اس طرح پر کہ بھلائی برائی، رنج راحت، فائدہ، نقصان، موت، زندگی، کفر و ایمان، اطاعت و نافرمانی، غرض کہ جو کچھ افعال دنیا میں ہیں حق سے ہی ہیں جو تمام افعال کا فاعل حقیقی ہے والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ (خیر و شر سب اللہ سے ہے) سے توحید افعالی ثابت ہوتی ہے جس کو مرتبہ شریعت بھی کہتے ہیں۔

ہمہ با اوست:

یہ اصطلاحاً توحید صفاتی کہی جاتی ہے کیوں کہ حضرت حق کی تمام صفات سے توحید اور ذات کی یگانگی ثابت ہے اور وہ اس طرح پر کہ حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، خالقیت اور رازقیت وغیرہ تمام صفات کا وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ کیونکہ تمام صفات کی معیت ذات کے ساتھ ہے۔ صفات ذات سے اور ذات صفات سے کسی وقت بھی الگ اور جدا نہیں۔

کلام مجید میں: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید: ۴) (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) سے توحید صفاتی ثابت ہوئی۔ اس کو نسبت، محبت، عینیت، اضافت اور طریقت کہتے ہیں۔

ہمہ اوست:

حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ ذات کے بغیر عالم میں وجود اور صفات وآثار اور افعال کا ظہور ممکن ہی نہیں۔ یہ تمام سب ذات سے الگ اور جدا نہیں۔ ہر صفت، فعل اور اثر ذات میں موجود ہے بغیر اس کے کسی شے کا ظہور ہی نہیں۔ صفات، افعال اور آثار کا وجود حقیقت کی رو سے عین وجود اور ذات حق کا ہے۔ اسی لئے ہمہ اوست کہتے ہیں اس کا نام معرفت و حقیقت بھی ہے۔

ہمۃالآنفہ:

یہ وہ ہمت ہے جو سالک کو اجر کی طلب سے اس کے کسی بھی عمل پر تنگ کر دیتی ہے اور وہ اپنے کسی بھی عمل پر جزا کا طالب نہیں ہوتا بلکہ احسان کے طریقہ پر مشاہدہ کے ساتھ اور صرف حق کی رضا و قرب کی وجہ سے عبادت و نیک اعمال کرتا ہے۔

ہمت ارباب الہمم العالیہ:

یہ ہمت صرف حق کے ساتھ متعلق ہے اور غیر کی طرف کبھی التفات نہیں کرتی۔ یہ اعلیٰ درجہ کی ہمت ہے ان کا مقصود صرف ذات باری ہوتی ہے۔

ھو:

یہ خاص نام ذات کا بلا صفات کے ہے اور اس اسم کے علاوہ کوئی خاص نام ذات کا بغیر صفات کے نہیں آیا۔ یہی اسم نقطہ ذات سے خبر دیتا ہے۔ اس ذکر کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اسی اسم پر سالک کے ذکر کا اختتام ہوتا ہے۔

ہوا:

اس سے طبعی تقاضوں کی طرف میلان اور خواہش نفس مراد ہے۔

ہواجس:

جمع ہاجس، نفسانی خطرات مراد ہیں۔

ہواجم:

یہ ہجوم کی جمع ہے اس سے وہ سب کچھ جو بندہ کے قلب پر بغیر کسی عمل کے پے درپے وارد ہو مراد ہے۔

ہوش دردم:

حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے کہ جو سانس اندر سے باہر آئے وہ حضور و آگاہی سے ہو، اس میں غفلت نہ ہو۔یعنی ایک سانس کا دوسری سانس کی جانب انتقال حضوری سے ہو اور کوئی سانس ذکر حق سے غافل نہ ہو۔

ہویت:

اس سے عالم غیب کی حقیقت مراد ہے اور غیب مطلق میں وہ حقیقت حقائق پر مشتمل ہے جس طرح گٹھلی درخت میں ہوتی ہے۔

ی

یاد:

فراموشی کی ضد ہے۔ اصطلاح میں غیر حق کو فراموش کرنا اور نور حق کے موجیں مارتے سمندر میں غرق ہو جانا، اپنی خودی کو نیست و نابود کرنا اور اسم کی یاد سے مسمیٰ میں پہنچ کر اس میں گم ہو جانا ہے۔

یادگاری:

اس سے یاد الٰہی میں سانس جاری ہونا ہے اس کو پاس انفاس بھی کہتے ہیں۔

یار:

اس سے مراد تجلی صفات اور بعض کے نزدیک انا اور ذات مع الصفات ہیں۔

یاقوۃ الحمراء:

اس سے نفس کلی مراد ہے جو نورانیت اور جسم کی ظلمت سے ملا ہے۔ عقل کلی جو جسم سے مجرد و علیحدہ ہے اسے درۃ بیضاء کہتے ہیں۔

یدان:

اس سے وہ اسماء مراد ہیں جو آپس میں مقابل ہیں وہ اسماء جمالی و جلالی ہیں جیسے جمیل و جلیل، لطیف و قہار، نافع و ضار، قابلیت و فاعلیت، واجب و ممکن نیز بعض نے اس سے حضرت وجوب و امکان مراد لئے ہیں۔

یقین:

اس سے حق کے ساتھ یکتا و یکرنگ ہونا اور غیریت کو بالکل اٹھا دینا اور بقا باللہ حاصل کر کے تمام مراتب اور اکوان و اعیان میں سریان حقیقی سے ساری و طاری ہونا ہے۔

یوم الجمعۃ:

اس سے مراد لقا و ملاقات اور وصل کے وقت عین جمع ہے۔

(۵ جمادی الثانی، ۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۲۰۲۲)

حررہ:
العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی
حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ